[illegible]

یہ تفسیر دنیائے اسلام کے دینی سلسلے میں سب سے پہلی تفسیر ہے اور صحت روایت کامل شان نزول وغیرہ کے اعتبار سے اپنی آپ ہی نظیر ہے جسکے مطالعہ کیلئے شائقین کی طبیعتیں عرصہ سے بے چین تھیں یعنی

التفاسیر اردو

مقدمہ

سنہ ۱۳۳۰ھ
سنہ ۱۹۱۲ء

جسمیں احادیث حسنہ صحیحہ اور اقوال صحابہ کرام سے قرآن شریف کی تفسیر کیگئی ہے اور بڑے بڑے نکات و مشکل مقامات مشہور تفاسیر مثل تفسیر خازن تفسیر ابن جریر تفسیر ابن کثیر تفسیر معالم التنزیل وغیرہ سے حل کیے ہیں اور صحت روایت کا حد درجہ خیال رکھا گیا ہے اسکے ساتھ ہی قرآن شریف کی شان نزول جہانتک صحیح سند کے ساتھ مل سکی ہے

نہایت صحت کیساتھ لکھی گئی ہے

جسکو عمدۃ المفسرین سند المحدثین عالی فاضل اجل عالم اکمل علامۂ زمن جناب مولانا و بالفضل اولنا مولوی سید احمد حسین صاحب سابق تعلقدار اول حیدرآباد دکن حال وظیفہ خوار سرکار عالی نظام خلد اللہ ملکہ نے تالیف کیا ہے

اور مرزا محمد عبد الغفار بیگ مالک افضل الاخبار دہلی کے اہتمام و کوشش سے

[illegible] دہلی میں طبع ہوا ۱۳۳۰ھ
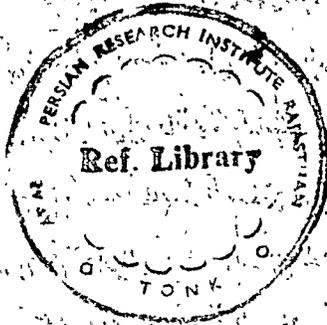
بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و صلوٰۃ کے بعد ناظرین احسن التفاسیر کی خدمت مین التماس ہے کہ یہ چند ورق احسن التفاسیر کے مقدمہ اور دیباچہ کے طور پر لکھے گئے ہین جنکے ملاحظہ سے قرآن شریف اور تفسیر کے باب مین ناظرین کو بہت سی کارآمد باتین معلوم ہو جاوینگی اس دیباچہ کے دو باب قرار دیے گئے ہین پہلے باب مین قرآن شریف کے متعلق کارآمد باتین ہین - اور دوسرے باب مین تفسیر کے متعلق - اور دوسرے باب کے آخر مین یونانی فلسفیون اور اہل سائنس کی چند غلطیان مثال کے طور پر ایک فصل مین بیان کردی گئی ہین تاکہ ناظرین تفسیر کو معلوم ہو جاوے کہ جن تفسیرون کی بنیاد ایسی باتون پر رکھی گئی ہو وہ تفسیر صحیح نہین ہین

پہلا باب قرآن شریف کے متعلق کارآمد باتونکے بیانمین

حضرت عبداللہ بن عباس کے صحیح قول کے موافق پہلے سارا قرآن شب قدر مین لوح محفوظ سے اول آسمان پر اترا - اور پھر ضرورت کے موافق مکہ اور مدینہ مین تھوڑا تھوڑا نازل ہوا - اگرچہ تیئس اور پچیس برس کی مدت مین سارے قرآن کے نازل ہونے کی سلف سے روایتین بھی ہین - مگر بندش وحی کا زمانہ الگ کرکے بیس برس مین سارے قرآن کے نازل ہونے کا قول بہت مشہور ہے - صحیح بخاری و مسلم کی حضرت عائشہ کی روایت کے موافق صحیح قول یہی ہے کہ سب سے پہلے سورہ اقرا کی مالم یعلم تک کی آیتین نازل ہوئی ہین - اور پھر کچھ دنون تک وحی بند رہکر یاایہا المدثر نازل ہوئی صحیح بخاری و مسلم مین جابر بن عبداللہ سے جو روایت ہے کہ پہلے پہل سورۃ المدثر نازل ہوئی - اس کا مطلب یہی ہے کہ اقرا کی آیتون کے نازل ہونے کے بعد کچھ دنون تک وحی بند رہی اور بندش وحی کے بعد جب وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو پہلے پہل سورۃ المدثر نازل ہوئی - کیونکہ جابر بن عبداللہ کی روایت مین بندش وحی کے ذکر کے بعد یہ ذکر بھی ہے کہ پھر مین نے اسی فرشتہ کو دیکھا جس کو غار حرا کے قصہ کے وقت دیکھا تھا - غار حرا کا قصہ وہی ہے - جس مین سورہ اقرا کی مالم یعلم تک کی آیتون کے نازل ہونے کا ذکر حضرت عائشہ کی روایت سے اوپر گزرا اس واسطے حضرت عائشہ اور جابر بن عبداللہ کی روایتون کے ملانے سے صحیح قول یہی قرار پاتا ہے کہ پہلے پہل سورہ اقرا کی مالم یعلم تک کی آیتین نازل ہوئین اور پھر کچھ دنون تک وحی بند رہی - اور بندش کے بعد جب وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو پہلے پہل سورۃ المدثر نازل ہوئی - اسکے بعد اور سورتین اور آیتین نزول کے ...

ترتیب کے موافق نازل ہوئین جنکی ترتیب کا ذکر بڑی تفسیرون مین ہے - ترمذی نسائی - ابوداؤد - ابن ماجہ اور مسند امام احمد مین حضرت عثمانؓ
کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب کچھ آیتین نازل ہوتی تھین تو جس سورۃ مین وہ آیتین
لکھے جانے کی ہوتی تھین اللہ کے رسول صلعم اللہ علیہ وسلم اوس سورۃ کا نام بتلا کر کاتب سے وہ آیتین لکھوا دیتے تھے - ابن حبان نے
حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت کو صحیح کہا ہے - ترمذی نسائی مسند امام احمد وغیرہ مین عثمان بن ابی العاص رضؓ سے صحیح روایت ہے
جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی کے حکم سے جبرئیل علیہ السلام سورۃ کا نام لیکر ہر ایک آیۃ کے لکھے جانے کا موقع اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کو اچھی طرح سمجھا دیا کرتے تھے - اور اوسی کے موافق اللہ کے رسول صلعم وہ موقع کاتب کو سمجھا دیا کرتے تھے یہ ذکر آگے آتا ہے
کہ اللہ کے رسول صلعم کے زمانہ مین متفرق طور پر اللہ کے حکم کے موافق تمام قرآن شریف لکھا ہوا جو موجود تھا پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ
نے اور پھر حضرت عثمان رضؓ نے اوسی کو بنیاد ٹہرا کر موجودہ مصحف عثمانی جمع کیا - یہ اوپر گزر چکا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ کے
صحیح قول کے موافق پہلے سارا قرآن شریف شب قدر مین لوح محفوظ سے اول آسمان پر اوترا اور پھر ضرورت کے موافق مکہ اور
مدینہ مین تھوڑا تھوڑا نازل ہوا ان سب روایتون کے ملانے سے حاصل مطلب یہ ٹہرا کہ قرآن شریف کے نازل ہونے کی جس ترتیب
کا ذکر اوپر گزرا وہ ترتیب حال کے موجودہ قرآن کی نہین ہے بلکہ وقتیہ ضرورت کے لحاظ سے وہ ترتیب عارضی تھی اوس عارضی
حالت کے رفع ہوجانے کے بعد قیامت تک اوس عارضی ترتیب کا باقی رکھنا مصلحت آلہی کے موافق نہین تھا اسواسطے
جس ترتیب سے سارا قرآن شب قدر مین لوح محفوظ سے اول آسمان پر اوترا تھا - وہ ترتیب ہر ایک آیۃ کے لکھوانے کے وقت
جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالی کے حکم سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح سمجھائی جسکے موافق اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ مین متفرق طور پر سارا قرآن لکھا گیا اور اوسی کو بنیاد ٹہرا کر مصحف عثمانی رضؓ کی تالیف ظہور مین آئی - یہ وہ تالیف عثمانی رضؓ
کا قرآن ہے - جو زمانہ حال مین امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود ہے - اس بیان سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ مین آجاتا ہے کہ جس
ترتیب سے قرآن شریف نازل ہوا ہے اللہ تعالی کے حکم کے موافق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین اوس ترتیب سے قرآن
شریف نہین لکھا گیا بلکہ حکم الہی کے موافق لوح محفوظ کی ترتیب کے لحاظ سے قرآن شریف لکھا گیا اور وہی قرآن مصحف عثمانیؓ
کی بنیاد قرار پایا - اور نزول کی ترتیب کے موافق بعضے صحابا نے اپنی طور پر قرآن جو لکھا تھا وہ قائم نہ رہا - صحیح بخاری و مسلم مین
براء بن العازب سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آیتون مین کلالہ کی آیۃ اور سورتون مین سورہ براۃ قرآن کے باقی حصے سے آخر مین نازل ہوئی
ہین - اگرچہ اس باب مین اور بھی روایتین ہین مگر اصول حدیث کے قاعدہ کے موافق امام بخاری اور مسلم کی متفق علیہ روایۃ کو اور روایتون پر
ترجیح ہے - قرآن شریف مین بعض آیتین ایسی بھی ہین - جن کے نازل ہونے سے پہلے کوئی معاملہ ایسا پیش آیا ہے جسکے فیصلہ کے لئے
ایک یا چند آیتین نازل ہوئی ہین جیسے مثلاً معتبر سند سے مسند امام احمد نسائی ابوداؤد - مستدرک حاکم وغیرہ مین خولہ اور حضرت عائشہ سے
جو روایتین ہین - انکا حاصل یہ ہی کہ ایک صحابی اوس بن الصامت نے اپنی بی بی خولہ کو طلاق دیدی - خولہ اس طلاق سے ناراض تھی
اس لئے اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر اس طلاق کی طرح طرح کی خرابیان بیان کین اس جھگڑے کے فیصلہ

کے لئے اللہ تعالی نے سورۃ المجادلہ کی چند آیتیں نازل فرمائیں۔ مفسروں کی اصطلاح میں اس طرح کے قصوں کو شان نزول کہتے ہیں اگرچہ
بعضے مفسروں کا قول ہے۔ کہ شان نزول ایک تاریخی بات ہے قرآن کی تفسیر کے لئے اس کا معلوم کرنا اور تفسیروں میں لکھنا کچھ ضروری نہیں
ہے مگر صحیح قول یہی ہے۔ کہ جس قصہ پر آیۃ کے مطالب کا سمجھنا منحصر ہو اس قدر شان نزول کے قصے کو تفسیروں میں لکھنا ضرور ہے جیسے
مثلاً اوس بن الصامت اور خولہ کا قصہ کہ بغیر اس کے سورۃ المجادلہ کی شروع کی آیتوں کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ اس تفسیر میں
اسی طرح کے شان نزول کے قصے ہر ایک جگہ بیان کئے گئے ہیں۔ اس طرح کے ضروری اور صحیح قصے بخاری ترمذی اور مستدرک حاکم میں
ہیں۔ صحابہ کا یہ بھی ایک دستور تھا۔ کہ آیتوں کے نازل ہونے کے بعد بھی اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آتا جس پر آیۃ کا مضمون صادق آجاتا
تو ایسے موقع پر بھی وہ نزلت فی کذا کہہ دیتے تھے جس سے ان کا منشا یہ نہیں ہوتا تھا کہ آیت کے نازل ہونے سے پہلے یہ معاملہ پیش آیا
اور اسپر یہ آیت نازل ہوئی بلکہ انکا منشا نزلت فی کذا کے کہنے سے یہ ہوتا تھا کہ آیۃ کے نازل ہونے کے مابعد کے اس معاملہ پر بھی
آیۃ کا مضمون صادق آتا ہے۔ بعضے مفسر اس طرح کے دو قولوں کو اگرچہ صحابہ کے مختلف دو قول خیال کر کے شان نزول کا اختلاف
ثابت کرتے ہیں مگر حقیقت میں یہ اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ صحابہ کا مطلب ان نزلت فی کذا سے یہ تھا کہ شان نزول سے ملتے جلتے جس قدر
معاملات قیامت تک پیش آوینگے۔ وہ سب آیۃ کے حکم میں داخل ہیں قرآن شریف قیامت تک کی تمام امت محمدیہ کی ہدایت کے لئے
نازل ہوا ہے۔ اس لئے نزلت فی کذا سے صحابہ نے جو مطلب نکالا ہے۔ وہ سارے قرآن کی شان نزول کے موافق اور نہایت صحیح
مطلب ہے۔ بعض دفعہ چند قصوں کے مجموعہ پر بھی آیۃ یا چند آیتیں نازل ہوئی ہیں۔

اس تفسیر میں ہر ایک آیۃ کی شان نزول میں یہ سب تفصیل بیان کر دی گئی ہے۔ سورتوں میں سورۃ الفاتحہ اور آیتوں میں سورۃ النحل
کی آخر کی اور سورۃ الروم کی اول کی آیتیں یہ حصہ قرآن شریف کا ایسا ہے جو دو دفعہ نازل ہوا ہے۔ بعض علما نے کچھ اور آیتیں بھی
ایسی بیان کی ہیں۔ جو دو دفعہ نازل ہوئی ہیں جن کی تفصیل بڑی کتابوں میں ہے۔ مقام ابراہیم کو مصلے ٹھہرانے کی آیت پردہ
کی آیۃ۔ اور بعضی اور آیتیں قرآن شریف میں ایسی ہیں کہ جس طرح حضرت عمرؓ نے مشورہ کے طور پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے
تذکرہ کیا تھا۔ اسی مضمون کی آیتیں نازل ہوئیں۔ وما نتنزل الا بامر ربک ایسی آیۃ ہے کہ جو لفظ جبرئیل علیہ السلام کی زبان سے نکلنے
والے تھے ان ہی لفظوں کو اللہ تعالی نے اپنا کلام قرار دیا۔ یہی حال ایاک نعبد وایاک نستعین کا ہے کہ جو لفظ بندوں کی زبان سے
نکلنے چاہئیں انکو اللہ تعالی نے اپنے کلام پاک میں جتلا دیا۔ بعض آیتیں ایسی بھی ہیں کہ انکے حکم کے موافق عمل تو پہلے جاری ہو گیا
اور آیت پھر نازل ہوئی جیسے مثلاً وضو کی سورۃ المائدہ کی آیت ہجرت کے بعد مدینہ میں نازل ہوئی اور وضو کا حکم ہجرت سے پہلے
جب ہی ہو گیا تھا جس وقت معراج کی رات پانچ نمازیں فرض ہوئی تھیں۔ سورۃ الفاتحہ۔ سورۃ الانعام۔ والمرسلات۔ قل ہو اللہ
اور چند سورتیں پوری ایک ہی دفعہ میں نازل ہوئی ہیں۔ ورنہ قرآن شریف کا بڑا حصہ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا ہے۔ مسند امام
احمد ترمذی نسائی ابوداؤد صحیح ابن حبان مستدرک حاکم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کی جو روایت ہے اس کا حاصل یہ ہے۔
کہ پوری سورۃ یا متفرق آیتیں غرض جس قدر ٹکڑا قرآن شریف کا نازل ہوا کرتا تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اس کو

لکھوا لیا کرتے تھے۔ حاکم اور ابن حبان نے اس روایۃ کو صحیح کہا ہے۔ صحیح مسلم میں ابو سعیدؓ خدری سے جو روایت ہے اس کا حاصل یہ ہے
کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیدیا تھا کہ قرآن شریف کے نزول کے زمانہ میں سوائے قرآن شریف کے حدیث تفسیر اور
کچھ نہ لکھا جاوے۔ اسی ممانعت کے سبب سے تابعین کے آخری زمانہ تک حدیث یا تفسیر کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی اس سے قرآن شریف
کی آیتوں اور حدیث قدسی میں جو فرق ہے وہ اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ حدیث قدسی بھی اگرچہ اللہ کا کلام ہے
لیکن قرآن شریف کی آیتوں کی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات تک بلکہ تابعیوں کے آخری زمانہ تک کوئی حدیث
قدسی نہیں لکھی گئی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن شریف کے لفظوں کی روایۃ کو متواترہ جو کہا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نزول وحی کے
زمانہ سے لے کر اب تک کوئی زمانہ ایسا نہیں پایا جاتا۔ جس میں بغیر لکھنے کے فقط زبانی یاد پر قرآن شریف کے لفظوں کا دار مدار
رہا ہو۔ برخلاف حدیث قدسی یا اور صحیح حدیثوں کے کہ انکے لفظوں کا دار مدار تابعیوں کے آخری زمانہ تک فقط زبانی یاد پر رہا ہے
اسی واسطے علما نے لکھا ہے کہ متواتر حدیث کی مثال کا پیش کرنا بہت مشکل ہے ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک جس قدر
حصہ قرآن شریف کا نازل ہوا کرتا تھا رمضان کے مہینہ میں آنکر جبرئیل علیہ السلام اس کا دور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
سے کیا کرتے تھے چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ کی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایۃ میں اس کا ذکر تفصیل سے ہے۔ اس دور کی روایتوں
میں حدیث قدسی کے لفظوں کے دور کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ اس سے بھی یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ قرآن شریف کے
لفظوں کی طرح حدیث قدسی کے لفظوں کے یاد رکھنے کی تاکید نہیں ہے۔ بلکہ حدیث قدسی کی روایۃ بالمعنی بھی درست ہے۔ اگرچہ
قرآن شریف کی آیتوں کے مکی اور مدنی ہونے میں سلف کے چند قول ہیں۔ لیکن زیادہ مشہور قول یہی ہے کہ قرآن شریف کا جو
حصہ ہجرت سے پہلے نازل ہوا وہ مکی ہے۔ اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوا وہ مدنی ہے۔ صحیح بخاری مسلم ترمذی وغیرہ میں جو چند صحابہ
سے روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے قریش کی روزمرہ کی بول چال کے لفظوں میں قرآن شریف نازل ہوتا تھا ہجرت
کے بعد جب مختلف ایسے قبیلوں کے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ جن کا محاورہ قریش کے محاوروں سے جدا تھا تو ان کی زبان پر
قریش کے محاورہ کے لفظ مشکل سے چڑھتے تھے۔ مثلاً ان میں کے بعضے لوگ اپنے محاورہ کے موافق حتی کو عتی کہتے تھے۔ حتی کا
لفظ ان کی زبان سے نہیں نکلتا تھا۔ اس مشکل کے آسان ہوجانے کی غرض سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف
کے لفظوں کے آسان ہوجانے کی التجا بارگاہ الٰہی میں پیش کی اور سات طرح سے مختلف محاورہ کے لفظوں میں قرآن شریف کے پڑھنے
کا حکم نازل ہوگیا۔ چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ کی حضرت عبد اللہ بن عباس اور ابی بن کعبؓ کی روایتوں میں اس کا ذکر تفصیل سے ہے
ان روایتوں کے یہ معنے نہیں ہیں کہ سارا قرآن شریف سات طرح پڑھا جاتا ہے۔ بلکہ ان روایتوں کا یہ مطلب ہے کہ مختلف محاوروں
کے موافق قرآن شریف کے بعضے لفظوں کو سات طرح تک پڑھے جانے کا حکم ہے۔ اوپر گزر چکا ہے کہ قرآن شریف کی جو آیتیں نازل ہوتی
تھیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فوراً انکو لکھوا لیا کرتے تھے۔ لیکن اللہ کے رسول کے حیات کے آخری زمانہ تک قرآن شریف کی آیتوں
کے نازل ہونے کا سلسلہ جاری تھا چنانچہ بعضی روایتوں کے موافق آپ کی وفات سے ۹ دن پہلے بعضی آیتیں نازل ہوئی ہیں اسواسطے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تک سارے قرآن کے نازل ہوجانے کا نہ یقین تھا نہ سارے قرآن شریف کو ایک جگہ لکھوا
ی تھا - حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگرچہ سارا قرآن لکھا ہوا موجود تھا - اور اس میں مختلف
ن کے سات طرح کے لفظ بھی موجود تھے لیکن وہ قرآن اس طرح متفرق طور پر تھا کہ چند سورتیں ایک صحابی کے پاس تھیں
ی دوسرے کے پاس - حضرت ابو بکر صدیق رض کی خلافت میں مسیلمہ کذاب سے جو لڑائی ہوئی اُس میں سات سو سے زیادہ حافظ قرآن صحا
و گئے - تو حضرت ابو بکر صدیق کو یہ اندیشہ ہوا کہ حافظ قرآن صحابہ کے اور اُن صحابہ کے جن کے پاس متفرق طور پر قرآن کی آیتیں
ی تھیں - اس طرح رفتہ رفتہ دنیا سے اُٹھ جانے کے سبب سے کہیں ایسا نہ ہو کہ قرآن شریف کی کچھ آیتیں ضائع ہو جائیں - اس
کے رفع کرنے کی غرض سے حضرت عمر رض سے مشورہ لینے کے بعد حضرت ابو بکر رض صدیق نے زید بن ثابت سے کہا کہ تم آنحضرت صلی اللہ
کے زمانہ میں کاتب وحی تھے اس لئے اُس زمانہ کی متفرق لکھی ہوئی سورتوں کو لے کر عمر رض اور تم مسجد نبوی کے دروازہ پر بیٹھ جاؤ
تک دو صحابی اس بات کی گواہی نہ دیں کہ یہ آیتہ انکے سامنے اوتری ہے اسوقت تک کوئی آیت داخل قرآن شریف نہ سمجھی
حضرت عمر رض اور زید بن ثابت رض نے حضرت ابو بکر رض صدیق کے فرمانے کے موافق عمل کیا اور متفرق سورتوں کے ورقوں اور حافظ قرآن
بیان کے موافق حضرت ابو بکر رض صدیق کے زمانہ کا یکجائی طور پر لکھا ہوا سارا قرآن تیار ہو گیا - اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے
متفرق لکھی ہوئی سورتوں کو اس قرآن میں اکٹھا کیا گیا تھا - اسواسطے مختلف محاوروں کے موافق قرآن شریف کے جو لفظ
طرح پڑھے جاسکتے تھے وہ مختلف لفظ بھی اس قرآن میں لکھے گئے - اور حضرت عمر رض کی خلافت تک یہی قرآن قائم رہا - حضرت
خلافت میں ان مختلف لفظوں کے سبب سے جب طرح طرح کے جھگڑے لوگوں میں پیدا ہو گئے - تو حضرت عثمان رض نے اس با
سے مشورہ لیا اور مشورہ کے بعد تمام صحابہ کی یہ صلاح قرار پائی کہ مختلف لفظوں کو قرآن شریف میں سے نکال کر قریش کے
کے موافق ایک قرآن شریف لکھا جاوے اور اس کی چند نقلیں کرائی جاکر جگہ جگہ بھیجدی جائیں - اور اسی ایک قرات کا
پابند کر دیا جاوے - تمام صحابہ کی اس صلاح کے موافق عثمان رض نے زید بن ثابت - عبداللہ بن زبیر اور چند صحابہ کو اس کام پر
جنہوں نے تمام صحابہ کی صلاح کے موافق قرآن شریف تیار کیا - اس قرآن کو مصحف عثمانی کہتے ہیں - عثمان رض نے اس قرآن کی
ن کرا کے ایک تو اپنے پاس مدینہ منورہ میں رکھ لی اور چار نقلیں چاروں طرف مسلمانی شہروں میں بھیجکر یہ تاکیدی حکم دیدیا
اس مصحف عثمانی کی نقلیں کر لی جاویں اور اس سے پہلے کے قرآن جہاں جہاں ہوں وہ تلف کر دئے جائیں - سابق کے
میں کا ایک قرآن حفصہ رض کی حیات تک جو باقی تھا مروان نے حضرت حفصہ رض کی وفات کے بعد عبداللہ بن عمر رض سے لے کر
تلف کر دیا - حضرت عبداللہ بن مسعود کا اختلاف جو اس باب میں مشہور ہے وہ مصحف عثمانی کی اور کسی حالت کی بابت
بلکہ عبداللہ بن مسعود کو فقط اتنی ہی بات کا رنج تھا کہ زید بن ثابت جو ان کے سامنے کے سیکھے ہیں وہ اس کام میں شریک
ور خلیفہ عثمان رض نے عبداللہ بن مسعود کو اس کام میں شریک نہیں کیا - حضرت عثمان رض کا عذر اس باب میں یہ تھا کہ عبداللہ بن مسعو
آنے میں دیر ہو گی اور یہاں قرآن کے اختلافی لفظوں کی قرأت کے باب میں روز جھگڑے بڑھتے جاتے ہیں اس لئے اس کام

مین عبداللہ بن مسعود کا انتظام مناسب نہین ہے ۔ اختلافی لفظون کی قرأت کے روکنے کے لئے اگرچہ مصحف عثمانی مین اکثر لفظون کا
لئے رسم خط قرار دیا گیا تھا جس کے سبب سے صدیقی قرآن کے بہت سے اختلافی لفظ مصحف عثمانی مین نہین لئے گئے کیونکہ اوپر گزر چکا
ہے کہ ان اختلافی لفظون کے اختلاف کا جھگڑا مٹانے کے لئے مصحف عثمانی لکھا گیا تھا اور اس سے پہلے کے سب قرآن تلف کر دئے گئے
تھے لیکن اس وقت تک زبر ۔ زیر ۔ پیش ۔ جزم ۔ تشدید کا رواج نہ تھا اس واسطے اس رسم خط کے قرار دینے کے بعد بھی زبر ۔ زیر ۔ پیش
جزم تشدید کے نہ ہونے سے جو لفظ کئی طرح پڑھا جا سکتا تھا اسکو ایک شہر والون نے کسی طرح پڑھا ۔ اور دوسرے شہر والون نے اور طرح
پڑھا ۔ مثلاً خاتم النبیین مین خاتم کے لفظ کو بعضے سلف نے ت کے زیر سے پڑھا جس کا مطلب یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے نبی ہونے کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا ۔ اور بعضے سلف نے لفظ خاتم کو ت کے زبر سے پڑھا جس کا مطلب یہ ہے کہ محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم آخر نبی ہین ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مصحف عثمانی کے لفظون کو بعضے لوگون نے ایک طرح اور بعضے لوگون نے دوسری طرح
جو پڑھا ۔ اسی کا نام سات قرأتین ہین ۔ جو حال مین نافع ابن عامر ابو عمرو حمزہ ابن کثیر ۔ عاصم کسائی کے نام سے مشہور ہین مصحف عثمانی
کے رسم خط کی پابندی کے سبب سے مصحف صدیقی کے سارے اختلافی لفظ مصحف عثمانی مین نہین آئے ۔ اور حال کی سات قرأتین
مصحف عثمانی سے نکالی گئی ہین ۔ اس واسطے یہ قول بہت صحیح ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کے موافق سات طرح پڑھے جانے
کے سارے لفظ حال کی سات قرأتون مین نہین ہین اس واسطے حدیث کے موافق جو سات قرأتین تھین وہ جدا تھین ۔ اور حال کی سات
قرأتین جدا ہین ۔ حال کی ان سات قرأتون مین سے جس قرأت کی سند مشہور ساتون قاریون سے لے کر صحابہ اور تابعین تک صحیح ہوتی ہے
وہ متواتر قرأت کہلاتی ہے ۔ ورنہ شاذ کہلاتی ہے ۔ جیسے مثلاً سورۃ الاحزاب مین ویرضین بما آتیتھن کلھن جو آیۃ کا ٹکڑا ہے ۔ اس مین
لفظ کلھن کو لام کے پیش اور زبر دونون طرح سے پڑھا گیا ہے ۔ لیکن زبر کی قرأت کی سند صحیح نہین تھی اس لئے اسکو شاذ ٹھہرایا گیا بعض
تفسیرون مین یہ جو ہے کہ ہر قرأت کا حکم وہی ہوتا ہے جو آیۃ کا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شان متواتر قرأت کی ہے شاذ کی نہین ہے
حاصل یہ کہ جس قرارت کی سند مین اول سے آخر تک اس کثرت سے راوی ہون جو عادت کے طور پر جھوٹے نہیں ہو سکتے تو ایسی قرأت کو
کو متواتر کہتے ہین قرآن شریف کی اکثر قرأتین ایسی ہی ہین ۔ جس قرارت کی سند متواتر کے درجہ سے کم ہو وہ مشہور کہلاتی ہے جو مشہور کے
درجہ سے بھی کم اور مصحف عثمانی کے رسم خط کے بھی برخلاف ہو وہ قرارت آحاد ہے جس قرارت کی سند صحیح نہ ہو وہ شاذ ہے ۔
متواتر اور مشہور قرأتون مین قرآن کی تلاوت جائز ہے احاد اور شاذ قرآتون مین جائز نہیں ۔
صحابہ مین عثمانؓ ۔ علیؓ ۔ ابی بن کعب ۔ زیدؓ بن ثابت ۔ عبداللہؓ بن مسعود ۔ ابو درداء ۔ ابو موسیٰ اشعری ۔ یہ سات صحابی قاری مشہور ہین
تابعیون مین سے مثلاً زید بن اسلم ابن شہاب زہری مدینہ مین مجاہد عکرمہ مکہ مین ابراہیم نخعی شعبی ۔ کوفہ مین اور قتادہ ابن سیرین بصرہ
مین قاری مشہور تھے ۔ حال کی سات قرأتون کے جن قاریون کا ذکر اوپر گزرا انھون نے تابعیون سے قرارت سیکھی ہے ۔ وقف
کی جگہ وقف ۔ مد کی جگہ مد جس طرح قرارت کی ضروری باتین ہین ۔ قرآن شریف کے ہر ایک حرف کا صحیح مخرج سے نکالنا بھی
اس طرح قرأت کی ایک ضروری بات ہے تاکہ حرفون کے مخرج کے بدل جانے سے قرآن شریف کے معنے نہ بدل جاوین

لیکن حال کے بعضے قاری آواز کے موزون کرنے کے لیے بغیر مد کی جگہ آواز کو بڑہا یا مد کی جگہ گھٹا دیتے ہین یا حرفون کو مخرج سے نکالنے
مین ایسا تکلف کرتے ہیں۔ جس سے طرح طرح کا موہنہ بنانا پڑتا ہے۔ یہہ باتین صحابہ اور تابعین کی قرأت مین نہین پائی جاتین۔
اگر کوئی حکم ایک آیۃ کے ذریعہ سے نازل ہوکر دوسری آیت کے ذریعہ سے دوسرا حکم پہلے حکم کے برخلاف نازل ہوا
جس سے پہلے حکم پر عمل کرنا موقوف ہوگیا۔ تو ایسی دو آیتون کو ناسخ منسوخ کہتے ہین۔ جس آیۃ پر عمل کرنا موقوف ہوگیا
وہ منسوخ کہلاتی ہے۔ اور جس پر عمل جاری ہے اس کو ناسخ کہتے ہین۔ ناسخ منسوخ کے یہ معنے جو اوپر بیان کیے گئے۔ صحابہ
اور تابعین کے قولون سے یہی معنے نکلتے ہین۔ اوپر کے معنے کے موافق تمام قرآن مین جو پانچ آیتین منسوخ ہین وہ یہ ہین

نام سورۃ	ناسخ آیۃ	نام سورۃ	منسوخ آیۃ
بقرہ	والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسہن اربعۃ اشہر وعشرا	بقرہ	والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجہم متاعا الی الحول غیر اخراج
نساء	یوصیکم اللہ فی اولادکم	بقرہ	کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ
الانفال	الان خفف اللہ عنکم	الانفال	ان یکن منکم عشرون صابرون
مجادلہ	فان لم تجدوا فان اللہ غفور الرحیم	مجادلہ	اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ۔
المزمل	علم ان تحصوہ فتاب علیکم		یا ایہا المزمل قم اللیل

علمائے متقدمین اور متاخرین مین یہ جو اختلاف ہے کہ کسی حدیث سے کوئی آیت قرآنی منسوخ ہوسکتی ہے یا نہین۔
حاصل اس اختلاف کا یہ ہے کہ متقدمین کے نزدیک جب ناسخ منسوخ کے یہ معنے ہین کہ ایک حکم سے دوسرا حکم بالکل اٹھ
جاوے تو ان کے نزدیک کوئی صحیح حدیث ایسی نہین پائی جاتی۔ جس سے قرآن شریف کی کسی آیت کا حکم بالکل اٹھ جاوے
بلکہ ان کے نزدیک جس قدر حدیثین ہین ان مین یا تو قرآن شریف کی کسی آیت کے مضمون کی تاکید ہے۔ یا تفسیر کے طور پر قرآن
شریف کی کسی آیت کے مضمون مین کوئی بات بڑہا کر اس مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔ جیسے مثلاً سورۃ النساء کی آیۃ حرمت
علیکم امہاتکم مین عورت کی پھوپی یا خالہ کے ساتھ نکاح کرنیکی تفصیل نہین تھی۔ ابوہریرہؓ کی صحیح بخاری ومسلم کی حدیث سے
آیۃ کے حکم مین یہ مناہی اور بڑہ گئی اب متقدمین کے نزدیک یہ آیۃ اس لیے منسوخ نہین ہے کہ آیۃ کا اصلی حکم باقی ہے۔
متاخرین نے جو ناسخ منسوخ کے معنے قرار دیے ہین۔ اس کا مفصل ذکر اصول فقہ کی کتابون مین ہے۔ یہان حاصل کلام

آتا ہی ہے کہ ان معنون کے موافق آیۃ کے مضمون پر کسی بات کا بڑھ جانا بھی ناسخ منسوخ مین داخل ہے اس واسطے متاخرین کے نز
یہ آیۃ حدیث سے منسوخ ہے اگرچہ زیادہ تفصیل اس کی اصول فقہ کی کتابون مین ہے - لیکن اصل بات یہ ہے کہ دین کی سب باتین م
تک متقدمین کے ذریعہ سے پہونچی ہین - اس لئے اس باب مین بھی متاخرین کو متقدمین کے قول کی پیروی اولی ہے - اور بعض م
آیتین ایسی بھی ہین کہ انکی تلاوت منسوخ ہے اور حکم باقی ہے - جیسے بیاہے ہوئے مرد اور عورت کے سنگسار کرنے کا حکم باقی ہے اور ا
کے لفظون کی تلاوت منسوخ ہے - چنانچہ صحیح بخاری مسلم وغیرہ مین حضرت عمرؓ سے روایت ہے - جس مین حضرت عمرؓ نے صحابہ سے ا
تم لوگون کو معلوم ہے کہ بیاہے ہوئے مرد اور عورت کے سنگسار کرنے کی آیۃ قرآن شریف مین تھی ہم سب نے اسکو پڑھا اور یاد کیا ہے اور ا
رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے موافق عمل بھی کیا ہے - لیکن اس آیۃ کی تلاوت جو منسوخ ہو گئی اس سے مجھکو یہ اندیشہ ہے کہ آخر
مین لوگ یہ کہہ کر کہین اس آیۃ کے حکم کے منکر نہ ہو جائین کہ یہ آیۃ قرآن مین نہین پائی جاتی اس لئے اس کا حکم بھی باقی نہین ہے - ا
حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ مین آجاتا ہے کہ سنگسار کرنے کی آیۃ قرآن شریف مین تھی - جس کو صحابہ نے پڑھا اور یاد کیا ہے ا
اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی لیکن اس کا حکم باقی ہے -

صحیح مسلم مین ابو موسےؓ اشعری سے روایت ہے - جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم لوگ قرآن شریف کی سورتون مین ایک سورۃ برارۃ کے
پڑھا کرتے تھے - مگر اب وہ یاد نہین رہی - اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ مین آجاتا ہے کہ بعضی آیتون کی تلاوت اور انکا حکم
منسوخ ہین اور انکے معاوضہ مین دوسری ناسخ آیتین بھی نازل نہین ہوئین - قرآن شریف لوگون کی فرمانبرداری آزمانے کے لئے ناز
ہے کہ کون اسکے احکام کو مانتا ہے اور کون نہین مانتا - سورہ مجادلہ کی آیت کے لفظون کو تلاوت مین داخل رکھکر اس کے حکم کو منس
فرما دینا یا سنگساری کی آیت کے لفظون کو تلاوت سے نکال کر اس کے حکم کو بحال رکھنا اس مین بھی ایک آزمائش ہے کہ اللہ تعا
کے علم غیب کے موافق کونسا فرقہ اس آزمائش مین پورا اترتا ہے اور کونسا دہورا - چنانچہ اللہ تعالی کے علم غیب کے موافق ظہور ہوا
خارجی فرقے نے اور معتزلے فرقہ کے بعضے لوگون نے سنگساری کے حکم کو نہین مانا جس سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ اس آزمائش
دہورے اترے پچھلے انبیاء اور پچھلی امتون کے قصے جنت اور دوزخ کا حال جن آیتون مین ہین - ان آیتون کو اخبار کی آی
کہتے ہین کیونکہ ان آیتون مین پچھلے اگلے حال کی خبر دی گئی ہے - اس طرح کی آیتون مین ناسخ منسوخ نہین ہے کیونکہ ایک خبر کو دو طرح
کرنے سے دونون خبرون مین سے ایک خبر جھوٹی پائی جاتی ہے جس سے اللہ تعالی کی ذات پاک ہے - اسی طرح وعدہ کی آیتون کا حال
کیونکہ وعدہ کر کے اس کو پورا نہ کرنا وعدہ خلافی ہے جو اللہ تعالی کی ذات سے بہت بعید ہے - حاصل کلام یہ ہے کہ اس طرح کی آیتون
بعضے مفسرین نے ناسخ منسوخ مین جو داخل کیا ہے وہ کسی طرح صحیح نہین ہے - بعضی آیتون کا حکم کسی سبب پر منحصر ہوتا
جیسے مثلاً زکوۃ کی آیۃ کا سبب مالداری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص جب تک مالدار ہے اس وقت تک زکوۃ کا ح
اس سے متعلق ہے جب مفلس ہو جائے گا تو یہ حکم اس سے متعلق نہ رہے گا - ہان اگر مفلسی کے بعد یہ شخص پھر مالدار ہو جا
تو زکوۃ کے حکم کی تعمیل پھر اسکے ذمہ ہوگی - اسی طرح ہجرت سے پہلے اہل اسلام کی کمزوری کے سبب سے درگزر کا حکم تھا مجھ آ

بعیون کی نسبت بھی یہ گمان جائز نہین ہے کہ بغیر صحابا سے سننے کے وہ کسی آیۃ کا مطلب اپنی طرف سے عقلی طور پر بیان کرین گے
ہی قرارداد کی بناپر تبع تابعین کے زمانہ مین مثلاً سفیان بن عیینہ شعبہ اسحاق بن راہویہ اور عبدالرزاق وغیرہ نے جو تفسیرین تالیف
ہین اون مین تابعین کے قول بھی لئے ہیں اور یہی طریقہ صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب تابعی لوگ تفسیر کے باب مین صحابہ کا قول روایۃ کے
طور پر بیان کرتے ہین تو جس طرح حدیث مین تابعیون کی روایۃ کا حال ہے وہی حال تفسیر مین بھی ہونا چاہیئے۔ جن تفسیرون کا ذکر اوپر
ہوا اون تفسیرون کے تالیف کے زمانہ تک حدیث کی کتابون کی طرح تفسیرون مین بھی سند کے لکھنے کی پابندی تھی جس سے ثقہ اور
ضعیف راویون کی جانچ ممکن تھی اس کے بعد تفسیر حافظ ابوجعفر ابن جریر اور تفسیر ابوالفدا اسمٰعیل حافظ ابن کثیر یہ دونون تفسیرین
بھی تالیف ہوئین جنمین قرآن کی تفسیر قرآن حدیث صحابا تابعین اور تبع تابعین تک کے قول سے کی گئی ہے۔

اوس وقت کے تمام معتبر علماء نے ان دونون تفسیرون کو بہت پسند کیا ہے ابوجعفر ابن جریر کی وفات ۳۱۰ھ مین ہے اور ابوالفدا
ابن کثیر کی وفات ۷۷۴ھ مین ہے اسی واسطے تفسیر ابن کثیر مین ایک تو یہ خوبی ہے کہ اس مین ابن جریر ابن ابی حاتم ابن مردویہ ان تین
تفسیرون کی سندون کی خوب جانچ کی گئی ہے دوسری خوبی یہ ہے۔ کہ جو روایۃ حدیث کی کسی کتاب مین تھی اوس کتاب کا نام اور سوائے
صحیحین کے اور روایتیون کی صحت وضعف کا حال بھی بتلا دیا ہے۔ عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم کی وفات ۳۲۷ھ مین ہی۔ اور احمد بن مردویہ
کی وفات ۴۱۰ھ مین ہے تفسیر ابن حاتم اور تفسیر ابن مردویہ یہ دونون تفسیرین بھی روایتی تفسیرین ہین لیکن حافظ ابن کثیر کا زمانہ
ابن جریر ابن ابی حاتم ابن مردویہ تینون سے مابعد ہے۔ اسلئے حافظ ابن کثیر نے تفسیر ابن جریر تفسیر ابن ابی حاتم تفسیر ابن مردویہ
ان تینون تفسیرون کی سندون کو خوب جانچا ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ یہ تفسیر ہندوستان مین ملتی بھی ہے۔ متقدمین مفسرین کی تفسیرون
کی طرح نایاب نہین ہے تفسیر ابن جریر مین یہ خوبی ہے۔ کہ جس آیۃ کی تفسیر مین سلف کے چند قول ہین وہان ترجیح کے قابل قول کی
ترجیح حافظ ابوجعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر مین اچھی طرح بیان کردی ہے اسکے بعد ایسی تفسیرین تالیف ہوئین۔ جن مین پوری سند
کی پابندی جاتی رہی حدیث کی جگہ عن النبی اور قول صحابی کی جگہ مثلاً عن عبداللہ بن عباس اور قول تابعی کی جگہ عن مجاہد پر قناعت کی گئی
جس سے صحیح اور ضعیف سند کے جانچنے کا موقع بالکل باقی نہین رہا۔ علاوہ اس کے پچھلے زمانہ کی تفسیرون مین یہ بات بھی پیدا ہوگئی کہ
قرآن شریف کی آیتون کے حل مطلب کو زیادہ پیش نظر نہین رکھا گیا بلکہ کسی تفسیر مین تو نحو کے مسائل کو زیادہ پیش نظر رکھا گیا ہی جیسے
مثلاً تفسیر زجاج اور تفسیر واحدی مین کیا گیا ہے بعض تفسیرون مین فقہ کی زیادہ بحث ہے جیسے مثلاً تفسیر قرطبی بعض مین عقلی باتون کا
بڑا مباحثہ ہے جیسے مثلاً تفسیر کبیر بعض مین معتزلی مذہب کے مسئلے ہین جیسے مثلاً تفسیر کشاف معالم التنزیل بغوی صاحب مشکوۃ کی تفسیر
بھی اگرچہ روایتی تفسیر ہے لیکن اول تو اس مین بعضے قصہ ضعیف ہین دوسرے ابن جریر کی طرح اس مین بھی جو حدیثین لیگئی ہین وہ اپنی
مفسرانہ سند سے لی ہین حدیث کی کتابون کا نام نہین بتلایا جس سے سند کی صحت وضعف کی جانچ دشوار ہے ان حسین بن مسعود
بغوی کی وفات ۵۱۶ھ مین ہے ۷۲۵ھ مین علاء الدین علی بن محمد بغدادی نے معالم التنزیل کو مختصر کرکے ایک تفسیر تالیف کی ہے
جس کا اصلی نام لباب التاویل اور مشہور نام خازن ہے اس تفسیر مین خوبی یہ ہے کہ معالم التنزیل کی جو روایۃ حدیث کی کسی کتاب مین

تھی جہانتک ہوسکا خازن مین حدیث کی اس کتاب کا نام تبلا دیا ہے جس سے معالم کی روایتون کی صحت وضعف کے جانچنے مین
جو دشواری تھی وہ رفع ہوگئی۔ لیکن بعض جگہ خازن مین بغوی کی اصلی سند کو بھی قائم رکھا ہے جس سے صحت روایۃ کے جانچنے مین وہی
دشواری ہے جو معالم التنزیل مین تھی۔ علامہ جلال الدین سیوطی کی درمنثور بھی روایتی تفسیر ہے اور اکثر صحیح روایتین اس مین ملجاتی ہین
علامہ جلال الدین سیوطی کی وفات ۹۱۱ھ مین ہے حاصل کلام یہ ہے کہ جس طرح کا پورا مصالح حدیث کا ہندوستان مین آگیا ہے ابن جریر
ابن کثیر درمنثور اور خازن کے ہندوستان مین آجانے سے پہلے تو سوائے کتاب التفسیر بخاری ترمذی اور ابن ماجہ کے یہان تفسیر کا صحیح
مصالح کچھہ بھی نہین تھا۔ ابن جریر ابن کثیر خازن اور درمنثور کے ہندوستان مین آجانے کے بعد عربی دان لوگون کے لئے صحیح تفسیر کا
مصالح اگرچہ بہم پہونچ گیا تھا۔ لیکن اردو دان بھائی مسلمان اس مصالح سے کچھہ فائدہ نہین اوٹھا سکتے تھے۔ اس فائدے کے
خیال سے پہلے تو راقم الحروف نے مفسرین متقدمین کے ڈہنگ پر چیدہ چیدہ آیتون کی تفسیر کے طور پر کچھہ فوائد احسن الفوائد کے نام سے
لکھے جو مین ترجمہ کے قرآن مطبوعہ فاروقی کے حاشیہ پر لوگون کی نظر سے گذرے اور لوگون نے انکو بہت پسند کیا لیکن وہ فوائد تمام
قرآن شریف کے حل مطلب کے لئے کافی نہین تھے اسواسطے تمام قرآن شریف کا صحیح مطلب اردو دان لوگون کی سمجھہ مین آجانیکی غرض
سے اون فوائد کی تکمیل اوسی ڈہنگ پر پوری تفسیر کی صورت مین کی جاکر اسکا نام احسن التفاسیر رکھا گیا پہلے فوائد کو اور اب ان فوائد کی
تکمیل کو مفسرین متقدمین کے ڈہنگ پر رکھنا منظور تھا اسلئے فوائد مین اور انکی تکمیل مین اون تفسیرون سے مدد نہین لیگئی جنمین روایتون
کی سند پوری نہین تھی اور اون تفسیرون سے بھی مدد نہین لی گئی جن مین حل مطلب قرآنی کو پیش نظر نہین رکھا گیا تھا بلکہ فوائد اور انکی تکمیل
مین ابن جریر ابن کثیر خازن درمنثور کتاب التفسیر بخاری ترمذی حاکم اسی طرح کی روایتی تفسیرون سے تفسیری مطالب کے لینے مین اور حدیث
کی کتابون سے صحیح حدیثون کے لینے مین مدد لی گئی ہے جسکے سبب سے آٹھہ نو سو برس پہلے صحیح تفسیرون کی تالیف کا جو ڈہنگ تھا اس ڈہنگ
کے موافق سلیس اردو مین یہ صحیح تفسیر تیار ہوگئی ہے اور عقبیٰ کے طلبگار ہر اردو دان کو اس تفسیر کا اپنے پاس رکھنا اور ان پڑھ لوگون
کو پڑھکر سنانا بہت ضروری ہے کیونکہ علما نے قرآن کی تفسیر کے پہیلانے کو فرض کفایہ لکھا ہے۔ فرض کفایہ اوس فرض کو کہتے ہین کہ قوم مین
کے بعضے لوگ بھی اسکو ادا کرلیوین تو ساری قوم کے ذمہ سے اوس فرض کا بوجھہ اوتر جاتا ہے جیسے مثلاً کچھہ مسلمانون کو مسلمان شخص کے
جنازہ کے ساتھہ دفن کرنے کے لئے جانا فرض کفایہ ہے آجکل عربی دان لوگ بہت کم ہین اور اردو دان بہت اسلئے عربی دان لوگون
پر یہ فرض کفایہ ہے کہ وہ وعظ کے ذریعہ سے اردو کی تفسیر کے ذریعہ سے قرآن کی تفسیر کو اردو دان لوگون مین پہیلا دین اور اردو دان
لوگون پر یہ فرض کفایہ ہے کہ وہ اردو کی تفسیر ان پڑھ لوگون کو پڑھکر سنا دین جسطرح قم اللیل کے حکم سے تہجد کی نماز اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم پر فرض عین تھی اور امت کے لوگون پر سنت ہے چنانچہ صحیح بخاری اور مسلم مین طلحۃ بن عبید رض سے روایۃ ہے جس مین اللہ کے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے پنجگانہ فرض نماز کے امت کے لوگون پر اور کوئی فرض نماز نہین تبلائی اوسی طرح سورۃ النحل کی آیۃ
وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس کے حکم سے قرآن کے مشکل مقامات کی تفسیر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض عین تھی اور امت
کے لوگون پر فرض کفایہ ہے۔ فرض عین اوس فرض کو کہتے ہین جس کا ادا کرنا ہر شخص کے ذمہ ہو جیسے مثلاً پنجگانہ نماز کہ فرض کفایہ

ے لوگون کی نماز سے باقی کے لوگون کے ذمہ کی نماز ساقط نہین ہوسکتی یہ اوپر گزر چکا ہے کہ قوم کے لوگون مین سے کچھ لوگ فرض
ادا کر لین تو ساری قوم کے ذمہ کا فرض ادا ہوجاتا ہے۔ اس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ مین آسکتی ہے کہ تفسیر کے پھیلانے مین
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات سے اکیلے تھے اور آپکی طرف سے کوئی دوسرا شخص تفسیر کا پھیلانے والا نہین
اسطے آپکی ذات کے لئے تفسیر کے پھیلانے کا حکم فرض عین کے طور پر تھا پھر جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابا کی
ی جماعت مین تفسیر کو پھیلا دیا۔ تو آپکی پھیلائی ہوئی تفسیر کے پھیلانے کا حکم صحابا کے حق مین بطور فرض کفایہ کے ہوگیا
سے ترمذی اور ابوداؤد مین عبداللہ بن مسعود سے روایۃ ہے جسمین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک
ئیل مین کے عالم توراۃ کی زبانی تفسیر کے طور پر عام لوگون کو وعظ نصیحت کر کے اونہین ناجائز کامون سے روکتے رہے
قوم ہر طرح کی بلا اور آفت سے بچی رہی پھر جب وہ عالم لوگ بھی وعظ اور نصیحت کو چھوڑ بیٹھے تو ساری قوم پر طرح طرح کی
شروع ہوگئین اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ مین آجاتا ہے کہ فرض کفایہ کے ادا کرنے مین ساری قوم کی طرف
ی کی جاوے تو کسی آفت کے آجانیکا خوف ہے۔ بعضے علمانے یہان ایک شبہ کا ذکر کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن عربی زبان
ور صحابا کی زبان بھی عربی تھی پھر فرض عین کے طور پر قرآن کی کونسی آیتون کی تفسیر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ لازم تھی
ب در علمانے دیا ہے کہ ہر زبان مین بعضے لفظ ایسے ہوتے ہین کہ جن کے کئی معنے ہوتے ہین چنانچہ عربی بول چال کے موافق
نے کسی پر بیجا زیادتی کرنے یا ناانصافی کے ہین پھر جب اللہ تعالی نے انسان کو اور انسان کی سب ضرورت کی چیزون کو پیدا کیا
نے بڑھ کر اور کیا ناانصافی ہوسکتی ہے کہ مشرک لوگ اللہ کی تعظیم اور عبادت مین دوسرونکو شریک کرتے ہین اسی مطلب سے
ریف کے شرعی معنون مین اللہ تعالی نے شرک کو ظلم قرار دیا لیکن اس شرعی معنے کی بنا پر جب سورۃ الانعام کی آیۃ الذین امنوا
ا ایمانہم بظلم نازل ہوئی تو صحابہ کو یہ آیۃ بہت سخت معلوم ہوئی کیونکہ انھون نے ظلم کے معنے معمولی بیجا زیادتی کرنے کے سمجھے
نھون نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جب قیامت کے دن امن ان ایماندارون کو ملیگا جن کا ایمان معمولی
زیادتی کے آمیزش سے پاک وصاف ہوگا تو ہم مین تو کوئی ایسا نہین جو لونڈی غلام دوست آشنا پر بیجا زیادتی نہ کر بیٹھتا ہو
کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آیۃ کی تفسیر کے طور پر فرمایا کہ اس آیۃ مین ظلم کے معنے شرعی شرک کے ہین۔ معمولی ظلم و زیادتی
نہین ہین۔ صحیح بخاری ومسلم کی عبداللہ بن مسعود کی روایۃ مین آیۃ کی اس تفسیر کا ذکر تفصیل سے ہے۔ اسی طرح بعض آیتین
و صاف ہوتے ہین مگر ان کا مطلب ایسا حل طلب ہوتا ہے کہ بغیر بہت بڑی عملی تفسیر کے سمجھ مین نہین آتا چنانچہ سورۃ
ی آیۃ ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا کی تفسیر کے طور پر ایک شخص نے نماز کے وقتون کا حال اللہ کے رسول صلی اللہ
سے پوچھا تو آپ نے دو روز تک اس شخص کو نماز مین ساتھ رکھ کر پہلے دن اول وقت پر پانچون نمازین پڑھین اور دوسرے
روقت پر اور پھر فرمایا دونون دنون کے وقتون کے بیچ مین نمازون کا وقت ہے یہ حدیث صحیح مسلم مین ابوموسے اشعری
سے ہے ان دونون حدیثون مین سے ایک مین قولی حدیث مین قرآن کی تفسیر ہے اور دوسری مین فعلی حدیث مین ۔

قرآن شریف کی ایسی حل طلب آیتون کی تفسیر فرض عین کے طور پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم تھی کس لئے کہ بغیر اسکے
تفسیر کے دین کے ارکان امت کے لوگون کی سمجھ مین نہین آسکتے تھے نہ صلوٰۃ کے لفظ سے نماز کی رکعتون کی گنتی معلوم ہوسکتی
تھی۔ نہ نماز کے ٹھیک وقت سمجھ مین آسکتے تھے نہ روزہ کے ان شرائط کو کوئی جان سکتا تھا کہ جیسے مثلاً رمضان مین نابالغی کی حالت
مین کسی شخص کو صبح ہوجاوے تو وہ شخص روزہ رکھے یا نہ رکھے۔ نہ یہ بات کسی کو معلوم ہوتی تھی کہ کس مقدار کے مال پر زکوٰۃ ہے
اور زکوٰۃ کی مقدار کیا ہے۔ جبل عرفات پر کوئی شخص نہ جاوے تو اس کا حج ہوجاوے گا یا نہین۔ صحیح حدیثون کے موافق اللہ
کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی پوری حالت روزہ کے شرائط زکوٰۃ کی مقدار حج کے ارکان قرآن کی تفسیر کے طور پر یہ سب کچھ
مدت تک عملی طور پر صحابہ کو سکھایا۔ جب قرآن مین صلوٰۃ۔ صوم۔ حج۔ زکوٰۃ کے جو لفظ تھے ان کے صحیح شرعی معنے امت مین پہلے
جو حدیثین قرآن کی تفسیر کے طور پر تھین یہان تو ان کا ذکر مختصر طور پر کردیا گیا ہے۔ اس تفسیر کے ملاحظہ کے بعد یہ بات اچھی طرح
ناظرین تفسیر کی سمجھ مین آسکتی ہے کہ کس قدر صحیح حدیثین قرآن شریف کی تفسیر مین وارد ہوئی ہین اور یہ بات بھی سمجھ مین آسکتی ہے
کہ قرآن شریف کے صحیح مطلب کے سمجھنے مین حدیث نبوی کو کہان تک دخل ہے۔

جو لوگ اس بات کے قائل ہین کہ وہ بغیر مدد حدیث نبوی کے قرآن کا صحیح مطلب سمجھ سکتے ہین یہان سے اون کی غلطی بھی
سمجھ مین آسکتی ہے کیونکہ جن صحابہ کے سامنے قرآن شریف نازل ہوا جس کے سبب سے ہر ایک آیۃ کی شان نزول سے وہ لوگ خوب واقف
تھے اور برکت صحبت رسول کے سبب سے قرآن کی آیتون کا صحیح مطالب سمجھنے مین انکا درجہ خیال کے اہل قرآن فرقہ سے بڑھ کر تھا باوجود
ان باتون کے اللہ تعالیٰ نے اون لوگون کو اس قابل نہین ٹھیرایا کہ وہ بغیر مدد حدیث نبوی کے سارے قرآن کا صحیح مطلب از خود سمجھ
لیوین گے اس لئے سورہ النحل کی آیۃ جو اوپر گذری اس مین اللہ تعالیٰ نے قرآن کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے تمام امت کے حق مین
یہ قاعدہ قرار دیا کہ قرآن کی مشکل آیتون کا مطلب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو سمجھا دیوین تاکہ صحابہ اس مطلب کو سمجھ کر
تابعیون کو سمجھا دیوین اور پھر سلسلہ بہ سلسلہ یہ قاعدہ امت مین جاری رہے۔ اللہ تعالیٰ کے ٹھہرائے ہوئے قاعدہ کے برخلاف
خیال کے اہل قرآن فرقہ کے لوگ جو اس بات کے قائل ہین کہ وہ بغیر مدد حدیث نبوی کے قرآن کا صحیح مطلب از خود سمجھ سکتے ہین تو
پہلے ان لوگون کو کسی صحیح دلیل سے یہ بات ثابت کرنی چاہئے کہ قرآن شریف کا صحیح مطلب سمجھنے مین ان لوگون کی قابلیت اللہ کے
رسول کے صحابہ کی قابلیت سے بڑھی ہوئی ہے کیونکہ صحابہ مین جس قابلیت کے موجود نہ ہونے کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو
ایک قاعدہ کا پابند کیا اب اس قاعدہ سے وہی شخص مستثنیٰ ہوسکتا ہے جو اپنے آپ مین صحابہ سے بڑھ کر قابلیت ثابت کرے
لیکن جو ثبوت ان لوگون سے طلب کیا جاتا ہے۔ وہ ثبوت امت مین کا کوئی شخص بھی نہیں پیش کرسکتا کیونکہ صحابہ کا وہ مرتبہ
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نیک عملون پر اپنی خوشنودی ظاہر فرمائی ہے۔ چنانچہ اس کا ذکر سورۃ التوبہ مین آویگا اور صحیح بخاری
و مسلم مین ابو سعیدؓ خدری سے روایۃ ہے جس مین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے تھوڑے سے نیک عمل کو امت
کے لوگون کے تودہ کے تودہ نیک عملون سے بہتر فرمایا ہے۔ اسی طرح صحیح حدیثون مین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ

ئہ کو تابعی کے زمانہ سے افضل قرار دیا ہے ان حدیثوں سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ صحابہ کے بعد کے زمانہ کا کوئی شخص
کے مرتبہ کو نہیں پہونچ سکتا اسلئے جو ثبوت فرقہ اہل قرآن کے ذمہ ہے اس فرقہ کے لوگ جب تک اس ثبوت کے پیش کرنے سے
وشی نہ حاصل کریں علمائے امت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ٹھیرائے ہوئے قاعدہ سے یہ لوگ کسی طرح مستثنیٰ نہیں ہو سکتے
سطے کہ اگر فقط اتنی ہی بات ان لوگوں سے پوچھی جائے کہ بلا مدد حدیث نبوی کے نماز کی رکعتوں کی تعداد انھوں نے قرآن کی کسی
ے نکالی ہے تو یہ لوگ کوئی صحیح جواب دے سکیں گے پھر یہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اس فرقہ کے لوگ بغیر مدد حدیث نبوی
ان شریف کا صحیح مطلب سمجھ سکتے ہیں اس عقلی تجربہ کا کوئی عقلمند شخص منکر نہیں ہو سکتا کہ ایک مصنف کسی فن میں کوئی
تصنیف کرے اور اپنی خاص نگرانی سے اوس کتاب کی شرح کسی اپنے بھروسہ کے شخص سے لکھوائے اور بغیر نگرانی مصنف
اور لوگ بھی اوس کتاب کی شرحیں لکھیں تو جو اعتبار اور مرتبہ مصنف کی نگرانی والی شرح کا ہوگا وہ اعتبار اور مرتبہ غیر لوگوں کی
ن کا نہیں ہو سکتا کیونکہ اوس کتاب کے لفظوں کا جو مطلب مصنف نے اپنے ارادہ میں ٹھیرایا ہے۔ وہ سوائے مصنف
سکے بھروسہ والے شارح کے دوسرے کسی شخص کو معلوم نہیں اب یہ تو ظاہر بات ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور
ۂ النحل کی آیۃ جو اوپر گذری اوسکے موافق اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم اور اپنی خاص نگرانی سے اپنے رسول کی معرفت قرآن کی
سب آیتوں کی تفسیر کرائی ہے جو قطعی طور پر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے اب اس قطعی اور یقینی تفسیر کو چھوڑ کر فرقہ اہل
کے لوگ اپنے طور پر قرآن کی آیتوں کی تفسیر جو گھڑتے ہیں تو ان لوگوں کے پاس اس بات کی کیا سند ہے کہ انکی وہ گھڑی ہوئی تفسیر
عالیٰ کی مرضی کے موافق ہے اور ان لوگوں کے پاس اس بات کا کیا جواب ہے کہ ان کی تفسیر اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق نہیں
تعالیٰ نے یہ تفسیر اپنے رسول کی معرفت کیوں نہیں کرائی بعضے لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ صحیح سند سے کسی آیۃ کی تفسیر اللہ کے
ں تک نہیں پہنچی لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ صحیح سند سے جن آیتوں کی تفسیر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی ہے
ں چند مثالیں تو اسی باب دوم میں اوپر ذکر کی گئی ہیں اور بہت سی مثالیں اس تفسیر کے ملاحظہ کے وقت ناظرین کی نظر سے
لی اتمام حجت کے لئے کچھ مثالیں یہاں بھی ذکر کردی جاتی ہیں۔ وظل ممدود کی تفسیر کے طور پر صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ سے
ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں بعضے درختوں کا سایہ ایسا ہے جسکو گھوڑے کا سوار سو برس
ھی نہیں طے کر سکتا۔ الذین یرثون الفردوس کی تفسیر کے طور پر صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایۃ ہے جس میں اللہ کے
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فردوس اعلیٰ درجہ کی جنت ہے اور یہیں سے سب جنتوں کی نہریں جاری ہوئی ہیں وانذرہم
حسرۃ کی تفسیر کے طور پر صحیح بخاری و مسلم میں ابوسعید خدریؓ سے روایۃ ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے
قیامت کے دن جنت اور دوزخ کے بیچ کے میدان میں جب موت کو ذبح کیا جا کر دوزخیوں کو ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا
نایا جاوے گا تو دوزخی اپنی حالت پر بہت پچتاوینگے اس لئے قیامت کے دن کو پچتاویکا دن فرمایا ہے صحیح بخاری و مسلم میں
ں مالک سے روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن نافرمان لوگوں کے منہ کے بل چلائے جانے کی آیتیں جب نازل

نزدیک اللہ تعالی فاعل مختار ہے اوسکو جب منظور تھا او سوقت اوسنے عالم کو پیدا کیا فلسفی لوگ اگرچہ ارادہ قدیمی کے نو پیدا چیز سے
متعلق ہونے کو محال کہتے ہین لیکن کسی فلسفی نے اِس محال کو کسی منطقی دلیل سے ثابت نہین کیا اِس لئے ان لوگون کا یہ محال کا دعوے
ناثابت اور توجہ کے قابل نہیں ہے کیونکہ ان لوگون کی سب باتون کا مدار عقلی منطقی دلیلون پر ہے جب یہ لوگ اپنے اِس قول کو کسی
منطقی دلیل سے ثابت نہین کر سکتے تو اونکا یہ قول کیونکر قابل توجہ ٹھہر سکتا ہے سورۃ الرعد اور سورۃ القمر مین آیتین آوین گی جنکا حاصل
یہ ہے کہ اللہ تعالی کے علم غیب مین ہر چیز کا اندازہ اور وقت مقرر ہے اوسی اندازہ کے موافق ہر چیز وقت مقررہ پر پیدا ہوتی ہے
صحیح مسلم ترمذی مسند امام احمد وغیرہ مین عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے جس مین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان
و زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالی نے تمام مخلوقات کے پیدا کرنے کا اندازہ کیا اور لوح محفوظ کو پیدا کر کے وہ اندازہ
لوح محفوظ مین لکھا ان آیتون اور حدیث سے اوس جواب کی پوری تائید ہوتی ہے جو علمائے پابند شریعت کی طرف سے اوپر گزرا کس لئے کہ
آیتون اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے ارادہ قدیمی کے موافق مخلوقات کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے تمام مخلوقات
کے پیدا کرنے کا اندازہ اور وقت ٹھہرایا اور پھر وقت مقررہ پر اوس ارادہ قدیمی کا ظہور ہوا یہی حاصل علمائے پابند شریعت کے جواب کا ہے
یہان یہ جو کہا جاتا ہے کہ عالم کو نو پیدا کہا جاویگا تو اوس کا مطلب ہوگا کہ اپنی ہستی سے پہلے عالم ناپیدا اور نابود تھا اور ایک چیز کو دوسری
چیز سے پہلے یا پیچھے کہنے کے لئے عالم سے پہلے زمانہ کا موجود ہونا لازم آویگا اور زمانہ بھی منجملہ عالم کے ہے اِس لئے تمام عالم کا نو پیدا
ہونا ثابت نہ ہوگا اِس کا جواب یہ ہے کہ زمانہ کا وجود ثابت کرنے کے لئے فلسفی لوگون نے جو دلیلین پیش کی ہین اونکو علمائے پابند
شریعت نے طرح طرح کے اعتراضون سے ضعیف ٹھہرایا ہے فلسفی حکما اِس بات کے قائل ہین کہ جسطرح بعضے لوگون کو خواب مین
غیب کی باتین معلوم ہو جاتی ہین اسی طرح انبیا کو جاگتے مین غیب کی باتین معلوم ہو جاتی ہین اسی کو وحی کہتے ہیں نبوت کی اِس
خصوصیت کے اقرار کے بعد پھر بھی یہ فلسفی جو انبیا کی وحی کے مقابلہ مین اپنی عقلی دلیلون کے پابند اور شریعت کی پابندی سے
دور بھاگتے اور اپنے اقرار پر قائم نہین رہتے یہ ان لوگون کی بڑی ہٹ دھرمی ہے کیونکہ جب وحی کے ذریعہ سے نبی وقت کو
جاگتے مین یہ معلوم ہوا کہ آسمان کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالی نے آسمان کے پیدا کرنے کا وقت لوح محفوظ
مین لکھا اور پھر وقت مقررہ پر آسمان کو پیدا کیا تو پھر یہ لوگ وحی کے مقابلہ مین اپنے خواب وخیال کی عقلی دلیلون کے بھروسہ پر
آسمان کو کیونکر قدیم کہتے ہیں یا مثلاً جسطرح ترمذی کی عبادۃ بن الصامت اور مسند امام احمد کی ابوذر رضی کی معتبر روایتون کے موافق
وحی کے ذریعہ سے تو جاگتے مین نبی کو یہ معلوم ہوا کہ سب سے پہلے اللہ تعالی نے قلم کو پیدا کیا لیکن یہ لوگ اپنی عقلی دلیلون کے بھروسہ
پر اسکے قائل ہین کہ اللہ تعالی نے سب سے پہلے عقل اول کو پیدا کیا اور پھر عقل اول کے ذریعہ سے تمام مخلوقات اِس طرح پیدا ہوئی
جسکا ذکر آگے آتا ہے یا جس طرح مثلاً صحیح بخاری کی عمران رضی بن حصین کی روایت کے موافق وحی کے ذریعہ سے جاگتے مین نبی کو
تو یہ معلوم ہوا کہ عالم کے پیدا کرنے سے پہلے سوائے اللہ تعالی کی ذات کے اور کچھ نہ تھا لیکن یہ لوگ اپنی عقلی دلیلون کے بھروسہ
پر عالم کو قدیم کہتے ہین حالانکہ قدیم وہ چیز ہے جسکی ناموجودی کسی زمانہ مین نہ پائی جاوے غرض جب یہ لوگ اِس بات کے قائل ہین

یعیف ۔ ایسی چیز کا قدیمی ہونا تو درکنار خود اوس کا وجود بھی گویا ثابت نہین شریعت مین اگرچہ سات آسمانون
سی کا الگ ذکر آیا ہے لیکن یہ لوگ عرش اور کرسی کو بھی آسمان کہتے ہین جس کے سبب سے ان کے نزدیک نو آسمان اور
اور عقل اول کو ملا کر دس عقلین ہین آسمان کے عام فرشتون کو یہ لوگ آسمان کی روحین اور مقرب فرشتون کو
ین علمائے پابند شریعت نے اس کا جواب کئی طرح دیا ہے ۔

سینا نے اس فرضی توحید کو غلط ٹھہرا کر اپنی کتاب اشارات مین یہ فیصلہ کر دیا کہ صفات کی کثرت سے موصوف کی ذات
آتی تو اس فرضی توحید کی حفاظت مین جو قاعدہ ارسطاطالیس نے بنایا اور اوس قاعدہ کے موافق عالم کی پیدائش
رایا تھا وہ سب بنائے غلط بر غلط ہے ۔

ی بات کے قائل ہین کہ عقول عشرہ اور نفوس فلکیہ کی اصلی حقیقت اور ماہیت اونکو معلوم نہین ہے پھر جن چیزونکی
و معلوم نہین اون مین ان تاثیرات کا ان لوگون کو کیونکر یقین ہو گیا کہ ایک عقل نے دوسری عقل کو اور عقل فعال نے
ن کی مدد سے زمین پر کی تمام جاندار اور بے جان چیزون کو پیدا کیا اور یہ یقین کیونکر ہو گیا کہ عام فرشتون اور نفوس
طرح عقول عشرہ اور مقرب فرشتون کی ماہیت ایک ہے ۔

ام ذات اور صفات کو ملا کر ہوتے ہین ان لوگون کے نزدیک جب اللہ تعالے فقط اپنی ذات سے اون کامون کے
پر اوس ذات پاک کو ارسطاطالیس کے سلسلہ کے موافق عالم کے پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی ۔

سے جو بات معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ بدر کی لڑائی مین عام فرشتے مادی صورتون مین لشکر اسلام کی مدد کو آئے اور
سے لڑے اور مقرب فرشتون مین سے جبرئیل علیہ السلام بھی فرشتون کے اس لشکر مین موجود تھے اسی طرح جبرئیل
ی بارہا اللہ کے رسول کے پاس آئے پھر عقول عشرہ اور نفوس فلکیہ جو ان لوگون کے نزدیک مادہ سے کوسون دور
رشتے کیونکر کہہ سکتے ہیں ۔

عتقاد کے موافق سوائے انبیا کے جب اور کسی کو جاگتے مین غیب کی باتین نہین معلوم ہو سکتی ہین تو صفات
پیدائش عالم کی یہ غیب کی باتین جاگتے مین ان لوگون کو کیونکر معلوم ہوئین اس کا کچھ ذکر ان لوگون نے اپنی
ی طرح ان بزرگون نے شرعی توحید کے سمجھنے مین غلطی کی ہے اسی طرح شرعی نبوت کے سمجھنے مین بھی غلطی کی ہے کیونکہ
و بڑی علامتین ہین رکھی گئی ہیں وحی اور معجزات اب اکثر معجزات کے تو یہ لوگ منکر ہین اور وحی کا مطلب ان لوگون
نفوس فلکیہ کو جو غیب کی باتین معلوم ہین عام لوگون کو خواب مین اور نبی کو جاگتے مین وہ باتین معلوم ہو جاتی ہین
یہ عام فرشتون کو یہ لوگ نفوس فلکیہ کہتے ہین علمائے پابند شریعت نے اس کا جواب کئی طرح دیا
الہی کو مانکر جب ارسطاطالیس کے پیدائش عالم کے سلسلہ کو قائم نہین رکھا تو اب ہ

قل کیا جاویگا قرآن کی آیتون اور صحیح حدیثون سے جسمانی حشر اور جسمانی جنت اور دوزخ کی تفصیلی کیفیت ثابت ہے اس لئے
مانے شریعت کا جواب وحی کے موافق ہے اور ان فلسفی لوگون کو جبکہ اس بات کا اقرار ہے کہ انبیا کو جاگتے مین غیب کا حال
علوم ہو جاتا ہے ان لوگون کو جاگتے مین غیب کا کچھہ حال نہین معلوم ہوتا تو وحی کے مقابلہ مین ان لوگون نے حشر کی بابت جو اپنا
علی اعتقاد بیان کیا ہے وہ غلط ہے - یونانی فلسفی بحث ختم ہوئی -

یونانی فلسفہ کے طور پر پیدائش کائنات کا جو سلسلہ اوپر بیان کیا گیا یورپ کے فلسفی اسکو نہین مانتے اسلئے آسمان اور ہر ایک آسمان
وح عقول عشرہ انکے نزدیک ان چیزون مین سے نہ کوئی چیز ثابت ہے نہ وہ ان چیزون مین سے کسی چیز کو کائنات کی پیدائش
سبب قرار دیتے ہین بلکہ اون کے نزدیک سورج اور زمین کے مابین مین ایک رقیق متحرک مادہ ہے اوس سے کائنات کی پیدائش
سلسلہ اس طرح قائم ہوا ہے کہ پہلے اوس مادہ کے چھوٹے چھوٹے ذرون سے سورج اور پہر سورج سے تارے اور زمین یہ سب کچھہ
یدا ہوا ہے علم طبقات الارض اور علم کیمیائی کے تجربہ سے یہ لوگ یہ بھی کہتے ہین کہ زمین ایک مدت دراز تک خالی پڑی رہی پہر اسی
وہ کی حرکت کے سبب سے عناصر اور پہر عناصر سے پتھر پہاڑ معدنیات حیوانات اور سب سے پیچھے انسان یہ سب کچھہ پیدا ہوا ہے یہ لوگ
اس مادہ کو ہر ایک چیز کی پیدائش کا سبب قرار دیتے ہین اس سبب سے ان لوگون کو اللہ تعالی کی ہستی کا بھی پورا یقین نہین ہے یہ لوگ
اس مادہ اور اسکی حرکت کے قدیم ہونے کے قائل ہین قدیم اوس کو کہتے ہین جو ہمیشہ سے اس طرح پر موجود ہو کہ ناموجودگی کا کوئی زمانہ
اس پر نہ گزرا ہو قدیم کے مقابلہ مین حادث اوس چیز کو کہتے ہیں جو پہلے سے موجود نہ تھی اور پہر موجود ہو گئی لیکن ان لوگون کی کتابون
پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مادہ کی حرکت کو قدیم ثابت کرنے مین انکی دریافت ناقص ہے کیونکہ کبھی تو یہ لوگ یون لکھتے ہین کہ مادہ
قدیم حرکت سے سورج پیدا ہوا ہے اور کبھی یون لکھتے ہین کہ مادہ کی حرکت قدیم نہین ہے بلکہ سورج کی حرارت سے مادہ مین حرکت
پیدا ہوئی ہے - یہ لوگ یون بھی کہتے ہین کہ اوس مادہ مین سمجھ یا ارادہ کچھہ بھی نہین ہے بلکہ جس طرح آگ مین بلا اختیار ہر ایک چیز کے
جلا دینے کی خاصیت ہے اسی طرح اوس متحرک مادہ مین بلا اختیار اور بلا ارادہ ہر ایک چیز کے پیدا کر دینے کی خاصیت ہے جس کے
سبب سے وہ مادہ ہر ایک چیز کے پیدا ہونے کا باعث قرار پاتا ہے علمائے پابند شریعت نے ان لوگون کو یون قایل کیا ہے کہ خاصیت
ہر ایک چیز کی اوس سے کبھی الگ نہین ہوتی اس صورت مین علم طبقات الارض کے تجربہ کے طور پر ایک زمانہ دراز تک زمین جو اس طرح
خالی پڑی رہی کہ اوس قدیم متحرک مادہ کی خاصیت سے زمین مین کی چیزون مین سے کوئی چیز زمین پر پیدا نہین ہوئی تو اس قدر مدت
دراز تک اوس قدیم مادہ کی خاصیت اوس سے کیونکر الگ ہو گئی اور جب خاصیت کا مادہ سے الگ ہونا ممکن نہین ہے تو پہر علم
طبقات الارض کے تجربہ سے یہ بات بخوبی ثابت ہو گی کہ وہ مادہ قدیم نہین بلکہ حادث ہے اللہ تعالی نے اوس مادہ کو پیدا کیا اور اُس
ہر چیز کا مادہ قرار پانے کی خاصیت رکھی اور خاصیت کے پیدا ہو جانے کی حکمت سے مادہ کے اجزا کی مقدار ٹھہرائی
حکمت کے موافق ہر ایک چیز پیدا ہوئی کیونکہ جب اوس مادہ مین ارادہ نہین ہے تو اوس مین بغیر ارادہ الہی
مثلاً حیوانات کی پیدائش کے لئے مادہ کے کس قدر اجزا کی ضرورت ہے اور انسان کی پیدائش

علمائے پابند شریعت کے اس اعتراض کا جواب اہل سائنس مین سے کسی نے آج تک ایسا
جس سے صاحب عقل آدمی کی تسلی ہو جاوے یہ لوگ اس بات کے بھی قائل ہین کہ مادہ کی قدیمی حرکت
سے زائل نہین ہوتی اور یہ بھی کہتے ہین کہ مادہ کی وہ حرکت ذاتی ہے کسی دوسری خارجی چیز سے وہ حرکت مادہ مین نہین
شریعت نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ علم طبقات الارض کے تجربہ سے جب یہ معلوم ہو گیا کہ مدت دراز تک زمین خالی
بعد مادہ کی حرکت سے زمین پر کی چیزین پیدا ہوئین تو زمین کے خالی پڑے رہنے کے زمانہ مین مادہ کی وہ قدیمی حرکت کہان گئی
چیزون کے پیدا ہونے کے وقت جو وہ حرکت کام مین آئے تو ایک مدت دراز کے بعد کونسا نیا خارجی سبب پیدا ہو گیا
بیکار حرکت کو کام سے لگا دیا کسی سائنس کے جاننے والے نے سائنس کی کسی کتاب یا کسی زبانی بحث مباحثہ مین
بیان نہین کیا جس سے علم طبقات الارض کے تجربہ کے موافق یہ کہا جا سکتا ہے کہ مادہ کی وہ حرکت قدیمی نہین ہے
حرکت جس پر زمین پر کی تمام چیزون کی پیدائش کا مدار ہے ایک مدت دراز تک بیکار رہی اور پھر کسی خارجی سبب سے حرکت
جاتی رہی حالانکہ یہ لوگ اس بات کے قائل ہین کہ اوس حرکت مین کسی خارجی سبب کا کچھ دخل نہین ہے علاوہ اسکے
کی حرارت سے مادہ مین حرکت کے پیدا ہو جانے کا قول صحیح قرار دیا جاوے تو یہ قول غلط ٹھہرتا ہے کہ مادہ کی حرکت
مین کسی خارجی سبب کا کچھ دخل نہین ہے سائنس کی تحقیقات سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ مادہ جب کبھی پایا جا
اُسکی کوئی نہ کوئی صورت ضرور ہو گی اس سے علمائے شریعت نے اہل سائنس کو یون قائل کیا ہے کہ پتھر پہاڑ معدنیات
انسان مین مادہ کی جو صورتین ہین وہ سب کی آنکھون کے سامنے ناپایدار اور قابل زوال ہین پھر ان صورتون سے
جو صورت قرار دی جاوے گی ضرور وہ زائل ہو کر یہ پچھلی صورتین آئی ہین اس لئے وہ پہلی صورت بھی ناپایدار
ایسے قابل زوال مادہ کو قدیم کیونکر کہا جا سکتا ہے کیونکہ قدیم تو اوسی چیز کو کہا جاویگا جو ہمیشہ سے ایک حالت پر رہے
بات کے بھی قائل ہین کہ مادہ کے کچھ چھوٹے چھوٹے ذرات سے زمین پر کی مختلف چیزین پیدا ہوئی ہین علمائے
یہ اعتراض کیا ہے کہ کسی سائنس کے جاننے والے کو آنکھ سے یا خوردبین سے وہ ذرات آج تک نظر نہین آئے پھر
ذرات کو مختلف شکل کا ٹھہرانا ان لوگون کی ہٹ دھرمی ہے اہل سائنس مین سے کسی شخص نے اس اعتراض کا کچھ
اس لئے پیدائش کائنات کا جو سلسلہ ان لوگون نے قرار دیا ہے وہ غلط ہے ان لوگون کو یہ یقین نہین ہے کہ ہر
کرنے والا اللہ تعالی ہے اسواسطے یہ لوگ اس بات کے قائل ہین کہ ادنے درجہ کی مخلوقات رفتہ رفتہ ترقی کر کے
مخلوقات بن جاتی ہے مثلاً حیوانات ترقی کر کے انسان بن سکتے ہیں اپنے اس قاعدہ کے موافق ان لوگون
کے انسان بن گئے ہون تو کچھ عجب نہین ہے کیونکہ بندر اور آدمی کی بہت سی عادتین ملتی ہین علمائے
ستا کہ ادنی درجہ کی مخلوقات مین اگر پہلے سے ترقی کا مادہ موجود تھا تو پھر رفتہ رفتہ ترقی کی کیا

راور اراده کیونکر پیدا ہوگیا کہ اوس نے ادنی درجہ کی مخلوقات مین ترقی کی صلاحیت بھی رکھی سائنس کی کتابون سے
علوم ہوتاہے کہ بڑے بڑے سائنس کے جاننے والون نے مادہ کی حقیقت کے بیان کرنے مین نہایت درجہ کا اختلاف
لئے علمائے شریعت نے ان لوگون کو یون قائل کیاہے کہ جس چیز کو اونھون نے آنکھون سے نہین دیکھا اور برسون
بعد عقل سے اوس کی حقیقت دریافت کی تو یہ کی کہ اوسکو کچھہ سمجھہ ہے نہ اس مین کچھہ ارادہ ہے تو پہر ایسی بن دیکھی
لاارادہ چیز کو سماوی اور ارضی عجیب اور غریب چیزون کی پیدائش کا سبب قرار دینا بغیر بنیاد کی ایک ناپا ئدار دیوار
یونکہ اگرچہ پابند شریعت لوگون نے بھی اللہ تعالی کو آنکھون سے نہین دیکھا لیکن سماوی اور ارضی عجیب اور غریب چیزون
کی قدرت اسکی حکمت اسکے ارادہ سے اوسے پہچانتے ہین اور بالیقین یہ جانتے ہین کہ اہل سائنس کا ناسمجھہ مسلوب الارادہ
غریب چیزن کی پیدائش کا ہرگز مدار نہین قرار پاسکتا بلکہ اون عجیب غریب چیزون کا پیدا کرنے والا وہ صاحب قدرت
ہے جسکی شان سب کائنات سے نرالی ہے اور قانون فطرت الہی اپنے اختیار سے چلاتا ہے جس طرح مثلاً انتظام
ی ہر سال موسم برسات کے سبب سے مینہہ برستاہے یا دواؤن کے استعمال کے سبب سے بیمارون کو شفا ہو جاتی ہے
درت الہی کے سببون کو یہ لوگ قانون فطرت کہتے ہین اور ان لوگون کا اعتقاد یہ ہے کہ دنیا مین جو کچھہ ہوتا ہے وہ نیچری
سے ہوتاہے اللہ کی قدرت کا اس مین کچھہ دخل نہین ہے علمائے شریعت نے ان لوگون کو یون قائل کیاہے کہ قحط کے
برسات موجود ہوتا ہے گہبرے گہبرے بادل بھی آتے ہین لیکن مینہہ نہین برستا اسی طرح بیمار شخص کے مرض الموت
ح کی دواؤن کا استعمال کیا جاتا ہے مگر کچھہ فائدہ نہین ہوتا ایسی باتون کے تجربہ کے بعد ہر صاحب عقل کو یہ اعتقاد
سباب نیچری مین جب تک اللہ تعالی کی طرف سے تاثیر نہ پیدا کی جاوے تو فقط اسباب نیچری سے کچھہ بھی نہین ہو سکتا
سے قائل ہین کہ قانون فطرت اور نیچر کے طور پر اگرچہ مقناطیس مین لوہے کے کشش کی قوت ہے مگر زلزلہ آنے کے
ن کی وہ قوت زائل ہو جاتی ہے اور زلزلہ کے بعد پہر وہ قوت آجاتی ہے چنانچہ اسی تجربہ کی بنیاد پر ان لوگون نے ایک
جس سے زلزلہ کے آنے کا حال کچھہ دیر پہلے سے معلوم ہو جاتا ہے اس تجربہ سے بھی علمائے شریعت نے یہی نتیجہ
باب نیچری مین تاثیر اللہ تعالی کی طرف سے پیدا کی جاتی ہے فقط اسباب نیچری سے کچھہ نہین ہو سکتا کیونکہ اگر ایسا
ے وقت مقناطیس کی نیچری کشش کی ذاتی قوت کبھی زائل نہ ہوتی اس تجربہ سے یہ بات بھی اچھی طرح سمجھہ مین
ون فطرت اور نیچر مین کبھی اللہ تعالی کی قدرت کا دخل ایسی حکمت سے ہوتاہے کہ جس حکمت کا سمجھنا اہل سائنس
ہے مثلاً جیسے زلزلہ کے وقت مقناطیس کی کشش کی قوت جو زائل ہو جاتی ہے اسکی حکمت کسی سائنس کے جاننے
ن نہین آئی مقناطیس کی قوت جاذبہ مین یہ ایک اور حکمت الہی ہے کہ اسکے کنارون پر قوت جاذبہ زیادہ ہوتی ہے
کم کہ گویا ہوتی ہی نہین اہل سائنس اس حکمت کے دریافت سے بالکل عاجز ہین اس واسطے جب لوگون سے اور
ت سے اس حکمت کے باب مین مباحثہ ہوتا ہے تو وہ یہ کہکر چپ ہو جاتے ہین کہ اس پتھر کی خاصیت یہی ہے

اسپر جب اون سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ کیا اوس ناسمجھ مادہ نے اس پتھر مین وہ مختلف الکیفیت خاصیت رکھی ہے کہ جو بڑے بڑے سمجھ[دارون] کی سمجھ مین نہین آتی - تو پھر گھبرا جاتے ہیں اور گھبرا کر کبھی یہ کہنے لگتے ہین کہ مادہ کے مختلف الشکل ذرات کی خاص ترتیب سے اوس پتھر [مین یہ] خاصیت پیدا ہوگئی ہے اسپر جب اون سے یہ کہا جاتا ہے کہ مادہ کے ذرات کو جب آپ لوگون نے فقط آنکھ یا خوردبین کے ذریعہ سے [بھی] نہین دیکھا تو پھر آپنے اون ذرات کو مختلف الشکل اور آنکی خاص ترتیب کو کس طرح جان لیا تو اسکا جواب اونہین کچھ بن نہین آتا [اسی طرح] فولاد کی سلاخ کے ایک سرے پر مقناطیس لگایا جاوے تو اوس سلاخ کے دوسرے سرے پر بھی مقناطیس کی قوت آجاتی ہے [مگر] اس سلاخ کے بیچمین وہ قوت نہایت درجہ کم ہوتی ہے اہل سائنس اس کا کچھ سبب نہین بتلا سکتے کہ سلاخ کے بیچ مین اوس قو[ت] کے کم ہوجانے کے بعد پھر وہ کیونکر وہ ایسی قوی ہوگئی جس سے سلاخ کے دوسرے سرے پر اوس کا اثر آگیا ان لوگون کی علم ہیئت [کی] کتابون مین لکھا ہے کہ ہر ایک تارے کی خاصیت دوسرے تارے سے بالکل جدا ہے علمائے شریعت نے اسپر یہ اعتراض کیا ہے [کہ] جب سب تارون کا مادہ یکسان ہے تو ان کی خاصیتین جدا جدا کیونکر ہین کیا اوس ناسمجھ مادہ مین اتنی سمجھ ہے کہ اوس نے ہر ایک تارے کی خاصیت جدا ٹھیرا دی کسی سائنس کے جاننے والے نے اس اعتراض کا کچھ جواب نہین دیا تجربہ کی روسے بہ نسبت زمین کے پہاڑون پر برف زیادہ پڑتی ہے تاکہ اونچی جگہ سے برف کا پانی گرکر بہ جاوے اور ندی نالون کے ذریعہ سے وہ پانی مخلوقات کے کام آوے کیا اوس ناسمجھ مادہ مین پہاڑون کو زیادہ برف کی جگہ قرار دینے کی سمجھ ہے یا دلون کی بناوٹ اس حکمت سے رکھی گئی ہے - کہ ہوا [بادلون کو] اوڑا سکتی ہے لوہے کی کان اور کانون سے نیچی پیدا کی گئی ہے تاکہ زمین کی اندرونی تاثیر سے لوہا ایسا سخت ہوجاوے کہ چاندی سونا اسکی چوٹ سے بڑھ سکے ماں کے پیٹ مین بچہ کے اعضا ایسے انتظام سے بنتے ہین جسکو دیکھکر اہل سائنس کی عقل دنگ ہے - شمالی جنوبی مشرقی مغربی ہوا مین ہر ایک کی خاصیت جدا ہے اور اسی طرح بعضے پیڑون کی جڑ زمین مین ہوتی ہے جسکے ذریعہ سے وہ زمین مین سے اپنی غذا کے طور پر تری حاصل کرتے ہین اور بعضے پیڑ بیل کے طور پر دوسرے پیڑون پر پیدا ہوئے ہوتے ہین اونکی جڑ زیادہ زمین مین نہین ہوتی اسلئے اونکی سرسبزی فقط ہوا کی تری سے ہوتی ہے بعضے پہاڑ گرمی کے موسم مین بھی جاڑے کے موسم کی سی راحت کا سبب ہوتے ہیں اور بعضے پہاڑ کوہ آتش فشان کہلاتے ہین جنکی گرمی کی آدمی برداشت نہین ہوسکتی پہاڑون سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ زیادہ گرم اور سرد ہوا کی آڑ بنے ہوئے ہین جس سے اکثر زمین ناموافق ہوا کے صدمہ سے محفوظ رہتے ہین کیا یہ سب کچھ اوس ناسمجھ مادہ کا اثر ہے ہرگز نہین بلکہ یہ اثر اوسی صاحب حکمت صاحب ارادہ اور حکمت کا ہے جسکی ان صفات کے اثر کو دیکھکر علمائے پابند شریعت نے اوسکو پہچانا ہے ان لوگون کے نزدیک مادہ اور اسکی حرکت سے دنیا کی تمام موجودات جو پیدا ہوئی ہے اور اوسی موجودات مین طرح طرح کی تاثیرات جو پائی جاتی ہین اونکو یہ لوگ نیچر یا قانون فطرت اور اون تاثیرات کے اثر کو نیچر کا اثر کہتے ہین مثلاً دواؤن مین تاثیرات کا پایا جانا نیچر ہے اور استعمال کے بعد دوا کا فائدہ یہ نیچر کا اثر ہے یہ لوگ اس کے قائل ہین کہ نیچر کے خلاف کوئی کام نہین ہوسکتا جسکو یہ لوگ نیچر کہتے ہین علمائے شریعت اسکو عادت الٰہی کہتے ہین اور اس بات کے قائل ہیں کہ اگرچہ عادت الٰہی کے موافق اکثر کام ہوتے ہین لیکن اللہ تعالیٰ خرق

ایک مفید تنبیہ

امون رشید نے جب یونانی فلسفہ کی کتابین یونان سے منگواکر عربی مین ترجمہ کرائین جس کا ذکر اس تفسیر مین ایک جگہ کردیا
ر اون کتابون مین سکندر رومی کے سوتیلے بھائی بطلیموس کی تصنیف کی ہوئی ایک کتاب کا عربی مین ترجمہ کیا جاکر اسکا نام
رکھا گیا اسی کتاب سے سائنس کے بہت سے مسئلے پہلے عرب مین اور پھر یورپ مین رواج پائے لیکن اب سے ڈھائی تین
ن پہلے تک یورپ مین شریعت عیسوی کی پابندی کا یہ حال تھا کہ اٹلی کے رہنے والے ایک شخص بردونے جب انگلستان
کے زمانہ مین سائنس کے مسئلون کو پھیلانا شروع کیا تو اوس وقت کے پادریون کے حکم کے موافق حکام نے پہلے اوسے چند
ب قید رکھا اور پھر اسکو زندہ آگ مین جلا دیا یہ قصہ سنہ ۱۶۰۰ء کا ہے اوس زمانہ کی تاریخ کی کتابون مین اس قصے کی پوری تفصیل ہے یہ
مائنس کا بڑا عالم تھا چنانچہ اسکی تالیف کی چند کتابین اس فن مین مشہور ہین اسی طرح کی اور قصے بھی اوسوقت کی تاریخ کی کتابون مین
اتے ہین کہ اہل سائنس مین سے بعضے علما کو تازیست قید کیا گیا اور پھر اون کے مرجانے کے بعد اونہین عیسائیون کے قبرستان مین
ے جانے کی مناہی کردی گئی حاصل کلام یہ ہے کہ سائنس والون کے مسئلے اگر ایسے کھلے کھلے یقینی ہین جس طرح ان لوگون کا دعویٰ
بات سمجھ مین نہین آتی کہ پادریون کے اقتدار کے زمانہ مین سائنس کے بڑے بڑے عالمون نے سخت سخت سزاؤن سے بچنے
اپنی دلیلون سے پادریون کو قائل کیون نہین کیا اصل بات یہ ہے کہ پادریون کے اعتراضون کے جواب سائنس کے علما کے
ین تھے اسواسطے وہ سخت سخت سزاؤن کے قابل ٹھہرے چنانچہ مثلاً پادریون کا یہ اعتراض تھا کہ دوربین سے زمین پر کی
ں تو صحیح طور پر نظر آسکتی ہین لیکن دوربین سے آسمان پر کی چیزون کا صحیح حال نہین معلوم ہو سکتا کیونکہ دوربین سے خاص
ں فاصلے کی چیزون کو دیکھا جاسکتا ہے آسمان پر کی چیزون کا فاصلہ دوربین کی حد سے باہر ہے اس اعتراض کی صحت اور قوت
ین کے مسائل سے ابتک اچھی طرح ثابت ہوتی ہے کس لیے کہ متقدمین اہل سائنس کے نزدیک پہلے زمین اور سورج کا فاصلہ
ں لاکھ میل کے قریب تھا پھر ایک کروڑ تیس لاکھ میل اور پھر آٹھ کروڑ پچاس لاکھ میل قرار پایا اب سنہ ۱۹۰۹ء تک کے متاخرین
ر اونتیس لاکھ میل کا فاصلہ بتاتے ہین جب دوربینون کی غلطی کا یہ حال ہے تو آئندہ کچھ تعجب کی بات نہین کہ کوئی دوربین ایسی
وے جس سے یہ متاخرین کا قائم کیا ہوا فاصلہ بھی صحیح نہ ٹھہرے ان لوگون کی علم ہیئت کی کتابون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے
سنہ ۱۵ء تک علم ہیئت کے جو قواعد پہلے سے چلے آتے تھے پروشیا کے رہنے والے ایک مہندس کوپرنیکس نے اون قواعد کو بالکل
لر یہ ثابت کیا کہ دوربین سے دیکھنا تو درکنار بعضے تارے زمین سے اس قدر دور ہین کہ وہان تک انسان کے وہم و گمان کی بھی رسائی
ں ہے بطلیموس کے زمانہ سے لیکر سنہ ۱۵ء تک کے قواعد اگر صحیح تھے تو پھر کوپرنیکس کو اون قواعد کے بدلنے کی کیا ضرورت تھی ان
ن کے دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۶۰۸ء تک جو دوربینین بنائی گئی ہین اون مین اصلی جسامت سے تیس حصہ بڑھکر ہر ایک
ظر آسکتہ ہے مخالفین سائنس [illegible] یہ اعتراض کر سکتے ہین کہ فاصلے کی دوری کے سبب سے مثلاً ساٹھ حصہ سے بڑھکر جسامت

دیث وتفسیر مین ان کی ایک کتاب مقدمہ ابن صلاح کے نام سے بہت معتبر اور مشہور ہے اس مقدمہ مین
متواتر حدیث کی مثال کا پیش کرنا بہت مشکل ہے مطلب اس قول کا وہی ہے جو اس دیباچہ کے باب اول مین
ہے کہ حدیثون کے لفظون کا لکھا جانا تابعیون کے آخری زمانہ مین شروع ہوا ہے اس لئے اب سے لیکر اللہ کے رسول
ہ وسلم کے زمانہ تک کسی حدیث کے لفظ تو متواتر طور پر لکھے ہوئے نہین پائے جا سکتے ہان صحیح حدیثون کے معنے اور
کہا جا سکتا ہے کہ یہ مطلب اللہ کے رسول کا فرمایا ہوا ہے ابن صلاح کے اس قول کو حافظ ابن حجر اور بعضے علما نے
ر متعدد سند کی کئی حدیثین متواتر حدیث کی مثال کے طور پر پیش کین لیکن اور علمائے معتبر نے اوسی اوپر کے مطلب کو
اس اختلاف کو اسی طرح رفع کیا ہے کہ صحیح حدیثون کے معنے اور مطلب کو متواتر کہا جا سکتا ہے لفظون کو متواتر
سکتا کیونکہ اب سے لیکر اللہ کے رسول صلعم کے زمانہ تک کسی حدیث کے لفظ متواتر طور پر لکھے ہوئے نہین پائے
لاف قرآن شریف کے لفظون کے کہ وہ ابتدا سے انتہا تک ہر ایک زمانہ مین لکھے ہوئے پائے جاتے ہین۔
چکا ہے کہ صحیح حدیثون کا مطلب اللہ کے رسول صلعم تک متواتر معنوی کے طور پر پہنچتا ہے اوسواسطے عذاب قبر
خ اور اسی طرح کے دل مین عقیدے رکھنے کی اور حرام حلال کی باتین صحیح حدیثون سے ثابت ہو سکتی ہین کیونکہ قرآن
صحیح حدیثون مین فرق فقط اتنا ہی ہے کہ قرآن کی آیتون کے لفظ اور معنے دونون متواتر ہین اور صحیح حدیثون کے
متواتر ہین اس لئے علما نے لکھا ہے کہ صفات الٰہی اور حرام حلال کے احکام صحیح اور حسن حدیثون سے ثابت ہو سکتے
حدیثون سے نہین ثابت ہو سکتے جس حدیث کے راوی معتبری مین اعلی مرتبہ رکھتے ہون اوس حدیث کو صحیح
جو کم مرتبہ رکھتے ہون اوسکو حسن اور حسن کے مرتبہ سے بھی کم ہون تو وہ حدیث ضعیف ہے اس قاعدہ کے موافق
عقیدے کی آیتین ہین تمام علمائے امت نے صحیح اور حسن حدیثون کو اون آیتون کی تفسیر ٹھہرایا ہے۔
ی مسلم۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ ان چھہ کتابون کو صحاح ستہ کہتے ہین اگرچہ سوائے صحیح بخاری و مسلم
کتابون مین ضعیف حدیثین بھی ہین لیکن غلبہ کے طور پر جس طرح مان اور باپ کو ملا کر والدین کہتے ہین اسی طرح ان چھہ
صحاح مشہور ہے اسی واسطے سوائے صحیح بخاری و مسلم کے باقی کی چار کتابون کی یا ان چار کتابون کے علاوہ کسی اور
یث خلاصہ کے طور پر اس تفسیر مین بیان کی گئی ہے اوس کی صحت اور ضعف کا حال بھی ظاہر کر دیا گیا ہے بعضے
چھہ کتابون مین ابن ماجہ کی جگہ امام مالک کی موطا کو رکھا ہے۔
صحیح کتابون مین عورتون اور عبداللہ بن مکتوم نابینا کی روایتین جو لی گئی ہین اوس سے یہ بات اچھی طرح سمجھہ مین
ایسی صحیح روایتون کو قرآن شریف کی تفسیر ٹھہرایا جا سکتا ہے جسکے راوی عورتین اور نابینا ہون۔
عیف حدیثین ایسی بھی ہین کہ اونکی ایک دو سند کے ضعف کو دیکھکر بعضے علما نے اون حدیثون کو ضعیف ٹھہرایا تھا
ی حدیثون کے سب طریقے جمع کئے گئے تو وہ ضعف جاتا رہا اس تفسیر مین بعضے قصون کو اسی قاعدہ کے موافق

معتبر ٹہرایا گیا ہے جیسے مثلاً ہاروت ماروت کے قصہ کو بعضے علما نے بے اصل ٹہرایا تہا پہر حافظ ابن حجر نے اس
ایک رسالہ مین جمع کین تو اس قصہ کی اصل پائی گئی اس لئے اس تفسیر کی سورہ بقر کی تفسیر مین اس قصہ کو معتبر ٹہرایا ہے کیو
سب سندون کے ملانے سے یہ حدیث حسن کے مرتبہ کو پہنچ جاتی ہے

(۶) فقہ حنفی مین یہ جو ایک مسئلہ مشہور ہے کہ حدیث کی روایت جبکہ بالمعنی درست ہے تو صحابی کا فقیہ ہونا اور غیر فقیہ صحابی
روایت کا قیاس کے موافق ہونا ضرور ہے کیونکہ غیر فقیہ راوی کو معنے کا لحاظ کم ہوتا ہے متقدمین حنفیہ مین کرخی وغیرہ اس
قائل نہین ہین فقط متاخرین حنفیہ مین یہ مسئلہ مشہور ہوگیا ہے اور خود امام ابوحنیفہ رح کا تو یہ قول ہے کہ ضعیف حدیث بھی
قیاس پر مقدم ہے۔

(۷) جس حدیث کی سند مین حدیثون کو اپنی طرف سے بنانے والے ایک یا چند جھوٹے راوی ہون اوس حدیث کو موضوع کہتے
ہین مثلاً جسطرح ابو عصمہ نوح بن مریم نے قرآن کی سورتون کی فضیلت مین موضوع حدیثین بنائین اور پہر اونکے بنانے کا اقرار کیا
جس کا قصہ بڑی کتابون مین ہے اگرچہ اس قسم کی حدیثین تفسیر واحدی تفسیر کشاف اور تفسیر بیضاوی وغیرہ مین لی گئی ہین لیکن
اس تفسیر مین ایسی کوئی حدیث نہین لی گئی۔

(۸) اس دیباچہ کے باب اول مین یہ جو ذکر ہے کہ مصحف عثمانی کے لکھے جانے کے وقت تک قرآن شریف کے حرفون پر زیر زبر
پیش جزم و تشدید کے لکھنے کا رواج نہین تھا اسکی تفصیل احسن الفوائد کے مقدمے مین بیان کر دی گئی ہے کہ بنی امیہ کے
چھٹے خلیفہ ابوالعباس ولید بن عبدالملک کی خلافت کے زمانہ ۸۶ھ سے یہ زیر۔ زبر۔ تشدید کا رواج شروع ہوا ہے۔

(۹) بعضی ضعیف حدیثین ایسی ہوتی ہین کہ جنکی سند مین کسی راوی کو جھوٹا قرار دیا جاتا ہے اسی طرح کی چند سندین بھی جمع کی جاوین
تو روایتہ کو کچھ تقویت نہین ہو سکتی ہان جس سند مین کسی سچے راوی کو ضعیف الحافظہ قرار دیا جاوے تو اوسی مضمون کی اور
روایتون کی مدد سے روایت مین ضعف حافظہ کے سبب سے غلطی روایت کا جو شبہ تھا وہ جاتا رہتا ہے اور حدیث مین
قرآن کی تفسیر ٹہرانے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اس تفسیر مین جہان کہین کسی ضعیف حدیث کو دوسری سند یا چند سندون
سے تقویت دی گئی ہے تو اوسکو ضعیف حدیث کی پچھلی قسم سمجھنی چاہیئے پہلی نہین۔

(۱۰) جس صلوۃ الرغائب کا ذکر اوپر گزرا رجب کے مہینے مین اول جمعرات کو مغرب و عشا کے درمیان مین اس نماز کی بارہ رکعتین
چھ سلام سے اس طرح پڑھی جاتی ہین کہ ہر ایک رکعت مین الحمد کے بعد انا انزلنا تین دفعہ اور قل ہو اللہ بارہ دفعہ پڑھتے
ہین اور پہر نماز کے بعد ستر دفعہ درود شریف پڑہ دعا کرتے ہین اس کے بعد جس مقصد کے پورا ہو جانے کی نیت سے یہ نماز
پڑہی جاتی ہے اوس مقصد کے حاصل ہو جانے کی دعا کی جاتی ہے سوائے خطیب بغدادی اور ابن صلاح کے اور سب علما
نے اس صلوۃ الرغائب کی روایتہ موضوع کہا ہے اوپر گزر چکا ہے کہ جس کلام کو لوگ اپنی طرف سے بنا کر اوسکو اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کا کلام مشہور کر دین اوسے حدیث موضوع کہتے ہین یہ تو اوپر گزر چکا ہے کہ اگرچہ بعضی تفسیرون مین اس قسم کی

ن کی ثقاہت اور اون کے ضعف کو جن کتابون مین بیان کیا جاتا ہے ان کتابون کو اسماء الرجال کی کتابین کہتے ہین
کے شروع تک علما کو راویون کی جو حالت یاد تھی اوسی حالت کی بناپر جرح تعدیل کا دار و مدار رہا پھر اس باب مین
لیف ہوئین اسماء الرجال کی کتابون مین کسی راوی کی ثقاہت پر جو اعتراض کیا جاتا ہے اوسکو جرح اور اوس اعتراض
تعدیل کہتے ہین علماے جرح اور تعدیل کے تین طبقے ہین ابو حاتم نسائی اور ابن حبان جرح مین بہت سخت شمار کئے جا
رمذی و حاکم بہت نرم امام احمد دار قطنی اور ابن عدی کے مزاج مین نہ بہت سختی ہے نہ بہت نرمی اسواسطے ایسے علما
طبقے مین شمار کئے جاتے ہین بعضے علما نے ابن حبان کو تعدیل مین نرم مزاج جو قرار دیا ہے اوسکو جلال الدین سیوطی ا
ن حجر وغیرہ نے صحیح نہین ٹھرایا بلکہ اونھون نے ابن حبان کو جرح کے باب مین سخت مزاج لکھا ہے ذہبی نے میزان الاعت
مے ایسے راویون کا ذکر کیا ہے جنکو دار قطنی نے ثقہ کہا ہے اور ابن حبان نے اون راویون کی ثقاہت پر اعتراض کیا ہی جس
ن کا جرح کے باب مین سخت مزاج ہونا اچھی طرح ثابت ہوتا ہے کیونکہ معتبر علما نے اس بات کو تسلیم کرلیا ہے کہ نسائی کے
اور تعدیل کے باب مین دار قطنی کے قول کا بڑا اعتبار ہے لیکن ابن حبان نے اپنی سخت مزاجی کے سبب سے ان راویون کی ثقا
عتراض کیا جنکو دار قطنی نے ثقہ ٹھرایا تھا اس قصہ سے اون علما کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے جنھون نے ابن حبان کو
سخت مزاج ٹھرایا ہے ابن حبان نے اپنی کتاب صحیح ابن حبان مین بعضی حسن حدیثون کو صحیح کہا ہے اس سے بعضے علما کو ابن
ے جرح اور تعدیل مین نرم مزاج ہونے کا شبہ پڑ گیا ہے حالانکہ یہ جرح و تعدیل کے باب کی نرم مزاجی نہین ہے کیونکہ ترمذی
لے کے اہل حدیث کا یہی طریقہ تھا کہ وہ صحیح اور حسن حدیث مین کچھہ فرق نہین کرتے تھے بلکہ حسن کو صحیح کا درجہ شمار کرتے تھے
ریقہ کے موافق صحیحین مین بعضی حسن سند کی روایتین بھی ہین حاصل کلام یہ ہے کہ اس تفسیر مین ابن حبان کے ثقہ ٹھرائے
راویون کی ثقاہت پر جو بھروسہ کیا گیا ہے وہ بالکل اصول حدیث کے موافق ہے کس لئے کہ اصول حدیث مین سخت
علما کی بیان کی ہوئی ثقاہت کو بڑے بھروسہ کی ثقاہت ٹھرایا گیا ہے۔
سماء الرجال کی کتابون مین کسی راوی کو بعضے علما نے مجہول جو کہا ہے اوس کے دو مطلب ہین ایک تو یہ کہ سوائے ایک
ے کے اور کوئی دوسرا شخص اوس سے روایۃ نہین کرتا اس لئے گویا اس راوی کی ذات مجہول ہے جس سے یہ مقصو
یہ راوی مشہور راویون مین نہین ہے اس مجہولیت کو ذاتی مجہولیت کہتے ہین اس ذاتی مجہولیت کے مقصد سے کسی ر
ہول کہا جاوے اور پھر اوس راوی سے دو ثقہ شخصون کی روایۃ کا لینا ثابت ہوجاوے تو ایسی صورت مین وہ مجہولیت
ہتی ہے دوسرا مطلب راوی کو مجہول کہنے سے یہ ہوتا ہے کہ اوس کی ثقاہت اور ضعف کا کچھہ حال معلوم نہ ہوا اس کے بع
عتبر علما کے بیان سے ایسے راوی کی ثقاہت ثابت ہوجاوے تو یہ مجہولیت بھی جاتی رہتی ہے ایسی مجہولیت کو صفاتی
ت کہتے ہین علماے جرح و تعدیل کے قول راویون کے باب مین جو مختلف ہین وہ ایسی ہی صورتون مین ہین جیسے مثلاً
مرازی نے ایک راوی موسیٰ بن ہلال کو مجہول کہا اور پھر اسکے بعد معلوم ہوا کہ دو شخصون سے زیادہ لوگون نے موسیٰ

وَلَا یَاْتُوْنَکَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰکَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا

یہ تفسیر دنیائے اسلام کے دینی سلسلے میں سب سے پہلی تفسیر ہے اور صحت روایت و کامل شان نزول وغیرہ کے اعتبار سے اپنی آپ ہی نظیر ہے جسکے مطالعہ کے لیے شائقین کی طبیعتیں عرصہ سے بے چین تھیں یعنی

احسن التفاسیر

کی

پہلی منزل

جسمیں احادیث حسنہ صحیحہ اور اقوال صحابہ کرام سے قرآن شریف کی تفسیر کیگئی ہی اور بڑے بڑے نکات و لاینحل مقامات مشہور و معروف تفاسیر مثل تفسیر خازن تفسیر ابن جریر تفسیر ابن کثیر تفسیر معالم التنزیل وغیرہ سے حل کیے ہیں اور صحت روایت کا درجہ حد خیال رکھا گیا ہی۔ اسکے ساتھ ہی قرآن شریف کی شان نزول جہانتک صحیح سند کے ساتھ مل سکی ہی نہایت صحت کے ساتھ لکھی گئی ہے

جسکو

عمدۃ المفسرین۔ سند المحدثین۔ فاضل اجل۔ عالم اکمل۔ علامۂ زمن۔ جناب مولانا و بالفضل اولنا سیدنا مولوی احمد حسن صاحب سابق تعلقدار اول حیدرآباد دکن۔ حال وظیفہ خوار سرکار عالی نظام خلد اللہ ملکہ نے تالیف کیا ہے

اور مرزا محمد عبد الغفار مالک افضل المطابع و افضل الاخبار دہلی کے اہتمام سے

افضل المطابع دہلی مین چھپکر شائع ہوئی

۱۳۲۲ھ

کے موافق سورۂ فاتحہ کے ختم کے بعد آمین کا کہنا سنت ہے۔ امام مالک۔ شافعی اور احمدؒ کے نزدیک سورۂ فاتحہ کا پڑھنا
نماز کا ایک رکن ہے بغیر اسکے اُن کے نزدیک نماز نہیں ہوتی۔ امام ابو حنیفہؒ اسکے مخالف ہیں۔ دلیلیں جانبین کے مذہب کی فقہ
کی کتابوں میں ہیں۔ اس سورۃ کی اول کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی تعریف اور آخر کی آیتوں میں بندوں کی طرف سے بارگاہ آلہی
میں دعا ہی اسیواسطے حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھ میں اور میرے بندوں میں اس سورۃ کی نصفا نصفی کی تقسیم ہے
یہ حدیث قدسی صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ کی روایت سے ہے

سورۂ بقر

یہ سورۃ مدنی ہے ہاں اسمیں کی ایک آیت وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ حجۃ الوداع کے زمانہ میں نازل ہوئی ہے
اور یہ پہلی سورۃ ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ آگے اس سورۃ میں ایک گائے کا قصہ آویگا۔ اسلئے اس سورۃ کا نام سورۂ بقر ہے
بقر عربی میں گائے کو کہتے ہیں۔ اکثر آیتیں قرآن شریف کی آنحضرت کے زمانہ سفر حج میں اور زمانہ سفر جہاد میں بھی نازل ہوئی
ہیں۔ لیکن آیات مکی اور مدنی میں اکثر مفسرین کے نزدیک یہ ایک اصطلاح قرار پاگئی ہے کہ جو حصہ قرآن شریف کا ہجرت سے پہلے
اترا ہے اسکو مکی اور جو ہجرت کے بعد اترا ہے اسکو مدنی کہتے ہیں۔ صحیح حدیثوں میں [illegible] بقرہ اور سورۂ آل عمران کی بڑی فضیلت
آئی ہے یہاں تک کہ یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والے پر حشر کے دن سایہ کریں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے
کہ سورۂ بقرہ پڑھا کرو کہ اسکا پڑھنا موجب برکت اور نہ پڑھنا موجب حسرت ہے [illegible] مطلب یہ ہے کہ [illegible] اسکے پڑھنے والے [illegible]
تو اسکا [illegible] پڑھنے والا حسرت [illegible]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝

اس کتاب میں کچھ شک نہیں راہ بتاتی ہے ڈر والوں کو

ق ن ص الم طس حم یہ سب حروف مقطعات کہلاتے ہیں انکی تفسیر میں خلفاء اربعہ اور سلف کا یہی قول ہے
کہ مثل آیات متشابہات کے جن کا ذکر آگے آویگا ان حروف مقطعات کے معنی اور نازل فرمانے کا مطلب خدا ہی
کو خوب معلوم ہے۔ نماز روزہ حج زکوٰۃ اور احکام کی آیتوں کے معنی صاف ہیں۔ لیکن یہ متشابہات آیتیں احکام کی آیتوں
کے علاوہ ہیں مشرکین مکہ ان متشابہات آیتوں کے معنی بتانے سے بھی باوجود اہل زبان ہونیکے عاجز آگئے۔ اسلئے یہ
بھی قرآن شریف کا ایک معجزہ ہے ان آیتوں کا ذکر سورۂ آل عمران میں تفصیل سے آویگا غرض حروف مقطعات آیات
متشابہات عبادات حج میں شیطانوں کو کنکریاں مارنا وغیرہ دین میں اطاعت آلہی آزمانے کی باتیں ہیں مسلمان آدمی کو ان
میں سوائے اطاعت الٰہی بجالانے کے زیادہ بحث کی کیا ضرورت ہے۔ ہجرت سے پہلے قرآن شریف کا جو حصہ مکہ میں نازل ہوا اُسکی
فصاحت و بلاغت نے اہل مکہ کو قائل کر دیا۔ دس برس تک ایک چھوٹی سی سورۃ بھی قرآن کے مقابلہ میں بناکر وہ پیش نہ کر سکے اور

توراۃ و انجیل کے تو اکثر مضمون قرآن شریف میں موجود ہیں اور قرآن شریف کے اکثر مضمون اُن کتابوں میں جو
کا مطلب یہ ہوا کہ کتاب الٰہی ہونے میں ایک دوسرے کا گواہ ہوا اسیواسطے اہل مکہ اور اہل کتاب سبکو مخاطب کرکے خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا
کہ ان دونوں گروہ میں سے کسی شخص شخص کو اسبات میں شک و شبہ کرنیکا کوئی موقع باقی نہیں ہے کہ یہ قرآن کتاب الٰہی ہے
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزمان ہیں۔ کیونکہ نبی امی پر یہ قرآن نازل ہوا ہو اور باتیں اس قرآن میں وہ ہیں کہ امی شخص تو
درکنار اہل کتاب بھی بغیر وحی آسمانی کی مدد کے ہرگز وہ باتیں نہیں کہہ سکتے۔ تو اب اس میں کیا شک باقی رہا کہ قرآن معجزہ نبوی
ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں۔ بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ ہر ایک نبی کی اُمت کے ایمان لانے کے موافق ہر نبی کو معجزہ خدا تعالیٰ کیطرف سے دیا گیا ہے اور مجھ کو قرآن شریف کا ایک
معجزہ ایسا دیا گیا ہو جس سے مجھکو امید ہو کہ قیامت کے دن میری پیروی کرنے والے سب سے زیادہ ہونگے۔ الغرض النسا
تو انسان جنات کا اس قرآن کو سنکر اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ (ترجمہ ہم نے سنا ہو ایک قرآن عجیب
سمجھاتا ہے نیک راہ سو ہم اس پر یقین لائے) کہنا اور حکم جہاد کے نازل ہونے سے پہلے ایک جماعت عظیم کا مسلمان ہوجانا حال
ضعف اسلام کے زمانہ میں غیر قوم کے لوگوں کا مسلمان ہونا واقعی یہ قرآن کا معجزہ ہو اور یہی صاحب معجزہ کے نبی برحق ہونیکی پوری د
ہو هدی للمتقین متقی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی ہر طرح کی نافرمانی سے بچتے ہیں اور اسکی ہر طرح کی اطاعت بجا لاتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
حضرت ابی بن کعبؓ سے ایکدن پوچھا کہ تقویٰ کے کیا معنی ہیں انہوں نے جواب دیا کہ کبھی تمہارا گذر ایسے راستہ سے ہوا ہے جس میں ہر طرف
کثرت سے خاردار درخت ہوں حضرت عمرؓ نے کہا ہاں۔ ابی بن کعبؓ نے کہا پھر تم نے وہاں کیا کیا حضرت عمرؓ نے کہا
ہر طرف سے اپنے دامن سمیٹ کر اپنے کپڑوں کو کانٹوں سے بچایا۔ ابی بن کعبؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اسطرح
بچنے کو تقویٰ کہتے ہیں۔ ترمذی ابن ماجہ میں عطیہ سعدی سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ کوئی شخص متقیوں کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک بے ڈر کی چیز کو ڈر کی چیز وہشت سے نہ چھوڑ دے
ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ

جو یقین کرتے ہیں بن دیکھے اور درست کرتے ہیں نماز کو اور ہمارا دیا خرچ کرتے ہیں اور جو

یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ۝

یقین کرتے ہیں جو کچھ اترا تجھپر اور جو کچھ اترا تجھ سے پہلے اور آخرت کو وہ یقین جانتے ہیں

اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

انہوں نے پائی ہے راہ اپنے رب کی اور وہی مراد کو پہنچے

ایمان کا لفظ قرآن شریف میں جہاں اعمال کے لفظ کے ساتھ آیا ہے وہاں اسکے معنی دلی یقین کے ہیں اور جہاں بغیر لفظ
اعمال کے آیا ہو وہاں اکثر سلف کے نزدیک اس سے اعتقاد قلبی اور قول زبانی اور عمل مراد ہے۔ عذاب قبر حشر پلصراط جنت
و دوزخ یہ سب غیب کے معنوں میں ہیں نماز کے قائم رکھنے سے یہ مراد ہے کہ نماز کے ارکان رکوع سجدہ اچھی طرح

ہی حال ہونا چاہئے کہ اللہ کی طرف سے اُن پر مہر لگ گئی ہے نہ ایمان اُن میں سما سکتا ہے نہ کفر اُن میں سے نکل سکتا ہے۔ بعضے مفسروں نے اِن آیتوں کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ کافر لوگ تکبر سے حق بات کی پروا نہیں کرتے لیکن یہ مطلب بیت بل طبع اللہ علیها بکفرهم اور ابوہریرہ رضؓ کی اُس حدیث کے مخالف ہے جس کا ذکر اوپر گذرا۔ دنیا میں ایک آقا اپنے دو غلاموں کو خود مختار کر کے کسی کام پر لگا دے اور اُن کی عادت اُن کے چال چلن کے لحاظ سے کام کے ظہور میں آنے سے پہلے اپنے تجربہ ذاتی کے سبب سے یہ نتیجہ بتلا دیوے کہ ان دونوں غلاموں میں سے ایک غلام اپنے کام میں کامیاب ہوگا اور دوسرا ناکام تو اِس آقا پر کوئی عقلمند شخص یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ اُسنے اپنے ایک غلام کو ناکامی پر مجبور کیا۔ اُس پاک پروردگار عالم کے پیدا کرنے والے نے انسان کے پیدا کرنے سے پہلے اپنے علم ازلی سے اگر نیک و بد کو جان لیا اور یہی اپنے علم کا نتیجہ لوح محفوظ میں لکھ لیا اور اُسکا نام تقدیر رکھا تو جو لوگ اُس پاک پروردگار پر مجبور کر نے کا عیب لگاتے ہیں وہ سراپا غلطی پر ہیں ✣

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۘ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ

اور ایک لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم یقین لائے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور اُن کو یقین نہیں دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۗ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ

ایمان والوں سے اور کسی کو دغا نہیں دیتے مگر آپ کو اور نہیں بوجھتے اُن کے دل میں آزار ہے پھر زیادہ دیا اللہ نے

مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ

انکو آزار اور انکو دُکھ کی مار ہے اسپر کہ جھوٹ کہتے تھے اور جب کہئے اُنکو فساد نہ ڈالو ملک میں

قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ

کہیں ہمارا کام تو سنوار ہے سن رکھو وہی ہیں بگاڑنے والے پر نہیں سمجھتے اور جب کہئے اُن کو

اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَاۗءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاۗءُ وَلٰكِنْ لَّا

ایمان میں آؤ جس طرح ایمان میں آئے سب لوگ کہیں کیا ہم اسطرح مسلمان ہوں جیسے مسلمان ہوئے بیوقوف سن رکھو وہی ہیں بیوقوف پر نہیں

يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا

جانتے اور جب ملاقات کریں مسلمانوں سے کہیں ہم مسلمان ہوئے اور جب اکیلے جاویں اپنے شیطانوں پاس کہیں ہم ساتھ ہیں

اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

ہم تو ہنسی کرتے ہیں اور اللہ ہنسی کرتا ہے اُن سے اور بڑھاتا ہے انکو اُن کی شرارت میں بہکے ہوئے

...كَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ

انہوں نے خرید کی گمراہی راہ کے بدلے سو نفع نہ لائی اُن کی سوداگری اور نہ راہ پائی

الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَاۗءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ

شخص نے سلگائی آگ پھر جب روشن کیا اسکے گرد کو لیگیا اللہ روشنی

يُبْصِرُوْنَ ۝ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ

آتا بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے سو وہ نہیں پھرینگے یا جیسے مینہ پڑتا آسمان

فِيهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ج يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ط
اُس میں ہیں اندھیرے اور گرج اور بجلی ڈالتے اُنگلیاں اپنی کانوں میں مارے کڑک کے ڈر سے موت کے

وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ط كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ وَاِذَآ
اور اللہ گھیر رہا ہے منکروں کو قریب ہے بجلی کہ اُچک لے اُن کی آنکھیں جس بار چمکتی ہے اُن پر چلتے ہیں اُس میں اور جب

اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝
اندھیرا پڑا کھڑے رہے اور اگر چاہے اللہ لیجاوے اُن کے کان اور آنکھیں بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

شروع سورہ سے یہاں تک چار آیتوں میں خالص مومنوں کا ذکر تھا اور پھر دو آیتوں میں خالص کافروں کا اب ان تیرہ آیتوں میں منافقوں کا ذکر ہے۔ منافق وہ ہے جو زبان سے اچھی بات کہے اور دل میں اُسکے بدی ہو۔ منافقوں کا ذکر قرآن شریف میں آنحضرت صلعم کے مدینہ منورہ میں آنے کے بعد شروع ہوا ہے۔ ہجرت سے پہلے جسقدر حصہ قرآن شریف کا مکہ میں اترا ہے اسمیں منافقوں کا ذکر اسواسطے نہیں ہے کہ مکہ میں یا کھلم کھلا مسلمان تھے یا کافر منافق لوگ وہاں نہیں تھے کیونکہ مکہ میں کفار کا غلبہ تھا جس کے سبب سے آنحضرت صلعم کو مکہ سے ہجرت کا حکم ہوا۔ اس اپنے غلبہ کے سبب سے وہاں کے کافر اپنی اصلی حالت پر تھے۔ جب آنحضرت صلعم مدینہ میں ہجرت کر کے آئے اور اہل اسلام کی جماعت اور قوت بڑھی تو اہل مدینہ میں سے جنکی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے اسلام لکھا تھا وہ تو خالص مسلمان ہو گئے لیکن ایک جماعت اہل مدینہ کی اُن یہود سے میل جول رکھتی تھی جو مدینہ کے گرد و نواح میں رہتے تھے ان یہود کے بہکانے سے یہ اہل مدینہ میں کے کچھ لوگ مسلمانوں کی قوت اور شوکت دیکھکر جب مسلمانوں سے ملتے تو اپنا جان و مال بچانے کے لئے مسلمانوں کے روبرو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے اور جب اپنے ساتھیوں سے ملتے تو کہتے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو دل لگی کے طور پر اپنا اوپری اسلام ظاہر کر دیتے ہیں۔ انہیں لوگوں کی دغابازی ظاہر کرنے کو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اور فرما دیا کہ یہ لوگ دغاباز ہیں اور ان کی دغابازی انہیں کی عقبے خراب کریگی اور مسلمانوں کو یہ کیا کم عقل بتاتے ہیں انہیں کی عقلوں میں فتور ہے کہ اپنی عقبے خراب کر رہے ہیں اور مسلمانوں کی شوکت کی ترقی روز بروز دیکھکر ان کے دلوں میں دورنگی اور نفاق کا مرض جو روز بروز بڑھتا جاتا ہے وہ انہیں کو آخرکار دوزخ دکھاویگا۔ اور کسی کا اُس سے کچھ نہیں بگڑ سکتا۔ اور یہ لوگ یہ جو کہتے ہیں کہ ہم تو یہود سے اس غرض سے ملتے ہیں کہ آپس میں ایک طرح کا میل ملاپ رہے۔ کسی فساد کی نیت سے ہم یہ کام نہیں کرتے۔ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ دین کے مخالف لوگوں سے میل جول رکھنا ہی ایسی بات ہے کہ اُس سے ایک نہ ایک دن ضرور کوئی فساد کھڑا ہو جاویگا۔ غرض یہ لوگ خرابی عقبے کا جو سودا کر رہے ہیں اس تجارت میں ان کو سراپا نقصان ہے نفع کچھ نہیں۔ پھر ان لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے دو مثالیں بیان فرمائیں۔ صحابہ کی ایک جماعت نے فرمایا کہ پہلی مثال منافقوں کے حال سے اس طرح مطابق ہے کہ آنحضرت صلعم کے مدینہ میں آنے کے وقت پہلے پہل ان لوگوں نے کچھ نور ایمانی کما لیا تھا پھر نفاق کے سبب سے اُسی کفر کی تاریکی میں یہ لوگ پھنس گئے۔ دوسری مثال کی مطابقت صحابہ نے منافقوں کے حال سے اس طرح بیان کی ہے کہ بجلی کی آناً فاناً چمک کی طرح مسلمانوں کے دباؤ سے کبھی ان لوگوں میں ایمان کی عارضی جھلک آجاتی ہے اور جس طرح کڑک کی آواز کے ڈر سے

کوئی شخص کانوں میں انگلیاں دیکر اپنا ڈر رفع کر لیتا ہے اسی طرح اس عارضی ایمانی جھلک سے مسلمانوں کے ہاتھ سے ان کی جان و مال کی خیر ہو جاتی ہے لیکن اس عارضی ایمان سے کیا ہوتا ہے۔ ان کے دلوں پر تو وہی کفر و نفاق کی گھٹا چھائی ہوئی ہے جسکے سبب سے ان کا انجام برا اور عاقبت برباد ہے۔ نفاق دو طرح کا ہے ایک تو اعتقادی جیسے اسلام کے زور کے وقت ان لوگوں میں تھا دوسرا عملی۔ صحیح حدیثوں میں اس کی نشانیاں جھوٹ بولنا۔ خیانت۔ وعدہ خلافی۔ گالیاں بکنا۔ عہد شکنی آئی ہیں۔ اخیر کو اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کو یہ بھی جتلا دیا کہ اپنے جن اعضا کے بھروسہ پر یہ منافق چالاکیاں اور دغابازیاں کرتے ہیں اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ چاہے تو ان کے اعضا کو بالکل بیکار کر دیوے۔ پھر یہ اپنے گھروں میں بالکل اپاہج بنکر بیٹھ جاویں۔ اور ان کی چالاکیاں اور دغابازیاں ان کے آگے آجاویں۔ ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا رعد ایک فرشتہ ہے جو بادلوں کو ہانکتا ہے۔ اسکے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہے۔ بادلوں کے ہانکنے میں اس کوڑے کا کوئی تس جو جھڑ جاتا ہے وہ بجلی ہے اور کڑک اس فرشتے کی آواز ہے جو بادلوں کو ہانکنے کے وقت اسکے منہ سے نکلتی ہے۔ اس حدیث کی سند میں اگرچہ کچھ کلام ہے لیکن اکثر علماء مفسرین نے رعد و کڑک و بجلی کی تفسیر اسی حدیث کے موافق کی ہے *

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

اے لوگو بندگی کرو اپنے رب کی جس نے بنایا تم کو اور اگلوں کو شاید تم پرہیزگاری پکڑو

الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ

جسنے بنا دیا تم کو زمین بچھونا اور آسمان چھت اور اتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اس سے

الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

میوے کھانا تمہارا سو نہ ٹھیراؤ اللہ کی برابر کسی کو اور تم جانتے ہو

حاصل یہ ہے کہ جب خالق رزاق وہی ایک ذات وحدہٗ لاشریک ہے تو اسکو چھوڑکر دوسرے کو پوجنا اس کی تعظیم اور عبادت میں دوسرے کو شریک کرنا بڑی نادانی اور ناشکر گذاری ہے اور اس سے بڑھکر کوئی نافرمانی اور گناہ دنیا میں نہیں ہے۔ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جس خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے اس کی تعظیم اور عبادت میں کسی کو شریک کرنا اس سے بڑھکر کوئی گناہ دنیا میں نہیں ہے۔ اسیواسطے اللہ چاہے تو اور گناہوں کو بغیر توبہ کے معاف کر دیوے لیکن شرک بغیر خالص توبہ اور بغیر خالص عبادت الٰہی کے ہرگز نہیں معاف ہو سکتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود اور سلف نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مکہ کے بت پرستوں منافقوں اور اہل کتاب سب کو ملا کر خالص عبادت الٰہی کی اور جس خالص توحید الٰہی کی ترغیب نبی آخرالزمان دلاتے تھے اسکے اتباع کی تاکید سب کو فرمائی ہے۔ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ یہ لوگ ذرا غور کریں تو ان کو خود معلوم ہو جاویگا کہ انسان اور اس راحت کا سامان سب کچھ جب خدا تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے تو خالص اس کی بندگی انسان کو لازم ہے *

وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ

اور اگر ہو تم شک میں اس کلام سے جو اتارا ہمنے اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورت اسی قسم کی اور بلاؤ جن کو حاضر کرتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ

اللہ کے سوائے اگر تم سچے ہو پھر اگر نہ کرو اور البتہ نہ کرو گے تو بچو اس آگ سے جسکی

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ج اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝

چھپٹیاں ہیں آدمی اور پتھر طیار ہے منکروں کے واسطے

اسلام کے بڑے دو ہی جز ہیں۔ ایک توحید دوسرے تسلیم رسالت اول آیت میں توحید الٰہی کا ذکر تھا اس آیت میں اللہ کے رسول کی رسالت کی تسلیم کا حکم ہے اور رسول کے سچے ہونے کی دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ قرآن قریش کی زبان میں اترا ہے اور مکہ میں دس برس تک برابر قرآن اترتا رہا۔ اور قریش کو اپنی فصاحت و بلاغت کا بھی بڑا دعوے تھا اور ان کو دس سے لیکر ایک سورۂ قرآن کی مانند بنا کر لانے کو کہا بھی گیا مگر سوا عاجز ہو جانے کے اور کچھ ان سے نہ ہو سکا جس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ نبی برحق ﷺ اور جو کلام ان پر اترتا ہے وہ بیشک کلام الٰہی ہے کیونکہ انسان و جنات سب ملکر اس جیسا کلام بنانے سے عاجز ہیں۔ اسپر بھی ان نبی کے برحق ہونے اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے سے جو شخص شک و شبہ میں رہے گا تو اپنے آپ کو دوزخ سے بچانے کی وہ فکر کر لیوے۔ مسند امام احمد اور صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ دوزخ کی آگ کی حرارت دنیا کی آگ سے انہتر حصہ بڑھکر ہے کسی جیتے آدمی کو دنیا کی آگ میں ڈالدیا جاوے تو ایک دم بھر بھی اسکی برداشت نہو گی۔ جو لوگ توحید الٰہی اور تسلیم رسالت میں کوتاہی کرتے ہیں معلوم نہیں پورے نہتر حصے حرارت والی آگ کی برداشت کروروں برس انسے کیونکر ہو گی۔ نعوذ باللہ منہا۔ یہ جو فرمایا کہ اُعِدَّتْ لِلْکافِرِیْنَ یعنے آگ منکروں کے لئے تیار کی جا چکی ہے اس سے معلوم ہوا کہ دوزخ اس وقت تیار موجود ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ دوزخ کو خاص قیامت کے دن پیدا کیا جاوے گا وہ غلطی پر ہیں۔ سوا اس آیت کے ان کی غلطی اور آیتوں اور حدیثوں سے بھی نکلتی ہے۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ كُلَّمَا

اور خوشی سنا ان کو جو یقین لائے اور کیے کام نیک کہ انکے لیے ہیں باغ بہتی ہیں نیچے انکے ندیاں جس بار

رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا ھٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۭ وَلَهُمْ فِيْهَآ

ملے ان کو وہاں کا کوئی میوہ کھانے کو کہیں یہ وہی ہے جو ملا تھا ہمکو آگے اور آویگا میوہ انکو پاس ایک طرح کا اور انکو

اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ڎ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

عورتیں ستھری اور ان کو وہاں ہمیشہ رہنا ہے

قرآن شریف میں جہاں کافروں کا ذکر آتا ہے اس سے پہلے یا اُسکے بعد مومنوں کا ذکر ضرور آتا ہے تاکہ عقبٰے کی راحت و کلفت کا حال ساتھ کے ساتھ معلوم ہو جاوے۔ ایک حال کے مقابلہ کی آیتیں دوسری جگہہ ڈھونڈنی نہ پڑیں۔ قرآن شریف کے بیان کی اور خوبیوں میں سے بھی ایک بیان مطلب کی خوبی ہے۔ اسی طرز بیان کے موافق اوپر کافروں کے انجام کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں مومنوں کا ذکر فرمایا ہے جنت کی اچھی دوزخ کے عذاب

کے بیان میں اسقدر کثرت سے صحیح حدیثیں ہیں کہ انکو بیان کرنا مشکل ہے۔ اسیواسطے صحیح حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جنت کی نعمتیں نہ کبھی آنکھ نے دیکھیں نہ کان نے سنیں۔ نہ کسی کے دل پر ان کا تصور گذر سکتا ہے۔ یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ کی روایت سے آئی ہے۔ بھلا جو نعمتیں دیکھنے سننے اور وہم وگمان سے باہر ہوں کسی زبان یا قلم کی کیا طاقت کہ انکو تفصیل وار بیان کرسکے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو جنت نصیب کرے اسوقت ان حوروں اور نعمتوں کی تفصیل معلوم ہوگی۔ ایمان کے ساتھ نیک کاموں کے ذکر سے معلوم ہوا کہ جنت جب ملیگی کہ ایمان اور نیک عمل دونوں ہوں جنت کی نہروں کے کنارے نہیں ہیں۔ برابر زمین پر جاری ہیں۔ ان میں سے پانی دودھ شہد شراب جنتی لوگ بلا دقت لے سکینگے جنت کی بیبیاں حیض ونفاس سے پاک ہونگی اسلیئے انکو ستھری فرمایا جنت کے میوے دنیا کے میووں سے مزہ میں بالکل الگ ہونگے فقط۔ ان کے نام دنیا کے میووں جیسے ہونگے اس لیئے جنتی لوگ انکو پہلے پہل دنیا کے میووں کے مشابہ سمجھینگے صحیحین وغیرہ میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں جا چکینگے تو خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک فرشتہ یہ آواز دیویگا کہ اب موت نہیں جو شخص جس حال میں ہے ہمیشہ اسی حال میں رہیگا۔ دنیا کی ہر نعمت کو ہردم زوال لگا ہوا ہے۔ جنت کی نعمتوں میں یہ کیتنی بڑی خوبی ہے کہ ان کو زوال نہیں ⁂

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ

اللہ کچھ شرماتا نہیں کہ بیان کرے کوئی مثال ایک مچھر کی یا اس سے اوپر پھر جو یقین رکھتے ہیں سو جانتے ہیں

أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ

کہ وہ ٹھیک ہے ان کے رب کا کہا اور جو منکر ہیں سو کہتے ہیں کیا غرض تھی اللہ کو اس مثال سے گمراہ کرتا ہے

بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ۝ الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ

اس سے بہتیرے اور راہ پر لاتا ہے اس سے بہتیرے اور گمراہ کرتا ہے انہیں کو جو بے حکم ہیں جو توڑتے ہیں قرار اللہ کا مضبوط کیے پیچھے

وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ

اور توڑتے ہیں جو چیز اللہ نے فرمائی جوڑنی اور فساد کرتے ہیں ملک میں انہیں کو آیا نقصان

اس مدنی سورہ میں منافقین اور انکے ساتھی یہود کے ذکر کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے دو مثالیں بیان فرمائیں تھیں۔ ایک جنگل اور اندھیرے میں آگ سلگانے کی دوسری کڑک اور بجلی کی۔ اور اس سورہ سے پہلے مکہ میں جو قرآن کا حصہ نازل ہوا تھا اس میں مکھی مکڑی اور مکڑی کے گھر کی مثالیں تھیں۔ قرآن کے منکر لوگ اسپر طعن کرتے تھے کہ جس کلام میں ایسی حقیر چیزوں کا ذکر ہو وہ کلام الٰہی کیونکر ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انکا جواب دیا کہ مخلوق ہونے میں حقیر اور صاحب شان چیزیں سب برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے جس چیز کی چاہے مثال بیان کرے اسپر طعن نافہمی ہے۔ ترمذی میں سہل بن سعد سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ساری دنیا کی قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر ایک مچھر کے پر کی برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی

کا دنیا میں نہ ملتا۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح غریب کہا ہے۔ ترمذی کے اس قول کا یہ مطلب ہے کہ یہ حدیث کئی طریق سے آئی ہے جنمیں ایک طریق غریب بھی ہے مگر حسن اور صحیح طریق سے اُس غریب طریق کو بھی قوت ہو جاتی ہے۔ محدثین کے نزدیک غریب حدیث وہ ہے جسکو کسی ثقہ سے ایک منفرد شخص روایت کرے۔ الغرض اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنیا کی مخلوقات مچھر کے پر سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ اہل دنیا کے نزدیک اگر کوئی چیز دنیا کی صاحب شان ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُسکی کیا حقیقت ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا شبہ جو ان قرآن کے منکر لوگوں کو تھا اُسکو تو اللہ تعالیٰ نے یوں رفع فرما دیا تھا کہ تم سب لوگ اگر اس قرآن کو انسان کا کلام جانتے ہو تو تم ایسا کچھ بنا کر لے آؤ اسمیں تو یہ لوگ بالکل عاجز اور لاجواب ہو گئے۔ اب جو نافہمی کے سبب سے ان لوگوں کی یہ باتیں تھیں اُن کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دیدیا۔ اور فرمادیا کہ جو لوگ راستہ پر آگئے ہیں اور قرآن کو وحی آسمانی اور جن پر یہ وحی اُتری ہے اُنکو اللہ کا سچا رسول جانتے ہیں اُنکو تو اللہ کی ہر ایک مثال سے ایک ہدایت ہوتی ہے۔ مثلاً اندھیرے میں آگ سلگانے اور اُسکے پھر بجھ جانے کی مثال سے اُن کو یہ ہدایت ہوئی کہ منافقوں کا زور چندروز میں گھٹ جاویگا اور مکڑی اور اُسکے ناپائدار گھر کی مثال سے یہ کہ خانہ کعبہ بلکہ جزیرۂ عرب بُت پرستی سے جلد پاک و صاف ہو جائیگا۔ اور اخیر کو ایسا ہی ہوا۔ جو لوگ اغوائے شیطانی سے کجی پر ہیں اُن کی کجی اور گمراہی اس طرح کی مثالوں سے اور بڑھتی ہے۔ مثلاً یہی اُن کی گمراہی ہے کہ کہتے ہیں کہ اس طرح کی مثالیں کلام الٰہی میں نہیں ہوسکتیں اور یہ نہیں بتلاتے کہ کیوں نہیں ہوسکتیں۔ غرض ان لوگوں کی کجروی اور گمراہی قرآن کی مثالوں کے باب میں محض سرکشی اور نافرمانی کے سبب سے تھی۔ اس لئے ان لوگوں کو بے حکم فرمایا کیونکہ قرآن کو کلام الٰہی جاننے میں تو ان کو ایک سیدھی بات اللہ تعالیٰ نے بتلادی تھی کہ تم لوگ اگر اسکو کلام انسانی جانتے ہو تو تم بھی ایسا کچھ بنالاؤ۔ جب اُس میں یہ سب عاجز رہے تو قرآن کو کلام الٰہی جاننے اور اُسکی مثالوں سے عبرت پکڑنے میں کسی کو کوئی عذر کا موقع باقی نہیں رہا تھا۔ بدعہد لوگوں سے مراد یہود لوگ ہیں کہ توراۃ میں اُن سے نبی آخر الزمان کی اطاعت کا عہد لیا گیا تھا اُنہوں نے اُس عہد کو پورا نہیں کیا۔ اور منافقوں کو بھی بہکا کر اپنے ساتھ کر لیا کہ مسلمانوں کی مجلس میں وہ مسلمان ہونے کا عہد کرتے ہیں اور مسلمانوں کی مجلس سے الگ ہوتے ہی وہ عہد توڑ ڈالتے ہیں صلہ رحمی سے مراد قرابت داری کا سلوک ہے لیکن اس میں سے اہل مکہ کی ایک طرح کی مذمت نکلتی ہے کہ باوجود قرابت داری کے اُنہوں نے وہ قطع رحمی کی کہ اللہ کے نبی اور اُنکے ساتھیوں کو مکہ چھوڑنا پڑا۔ ان لوگوں کی یہی باتیں تھیں جس سے اللہ کی زمین میں طرح طرح کے فساد برپا ہوئے اور ان فسادات کے رفع کرنے کی غرض سے آخر جہاد کا حکم نازل ہوا۔ اخیر کو اللہ تعالےٰ نے یہ بھی فرمادیا کہ ان باتوں سے اللہ کسی کا کچھ نہیں بگڑتا۔ انکی ان باتوں سے انہیں کو نقصان پہنچے گا۔ اللہ سچا ہے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ ان باتوں سے یہ لوگ دین و دنیا کے نقصان میں پڑ گئے۔ انکا دنیا کا نقصان تو اُس زمانہ کے مسلمانوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اکثر کجروی والے لوگ قتل ہو گئے اُنکے جورو بچے لونڈی غلام بنگئے اُنکے مال غارت ہو گئے اور جلاوطن ہو گئے اسیطرح انکا عاقبت کا نقصان بھی قیامت میں سب کی

آنکھوں کے سامنے آجاویگا ✤

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

تم کس طرح منکر ہو اللہ سے اور تھے تم مردے پھر اُسنے تمکو جلایا پھر تم کو مارتا ہے پھر جلاوے گا پھر اُس پاس اُلٹے جاؤگے

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ

وہی ہے جسنے بنایا تمہارے لیئے جو کچھ زمین میں ہے سب پھر چڑھ گیا آسمان کو تو ٹھیک کیا اُنکو سات آسمان

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

اور وہ ہر چیز سے واقف ہے

اوپر یہود اور منافقوں کی بدعہدی کا ذکر تھا کہ کفر عنادی کے سبب سے یہود نے توراۃ کے عہد کو پورا نہیں کیا بلکہ نبی آخر الزمان کے اوصاف کو چھپا کر منافقوں کو طرح طرح سے بہکایا اور اُن کو بھی یہ بدعہدی سکھائی کہ مسلمانوں کے روبرو وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں اور اپنی خاص مجلسوں میں اس زبانی عہد سے بھی پھر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو مسلمانوں سے دل لگی کرتے تھے۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں فرقوں کو جتلایا کہ پیدا ہونے سے پہلے یہ لوگ مٹی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ان کی راحت کی چیزیں جو کچھ دنیا میں ہیں اُن سب کو پیدا کیا۔ سب چیز کا ذرا ذرا حال اُس کو معلوم ہے۔ اپنے علم میں جسقدر عمر اُن لوگوں کی اُسنے لکھی ہے اُسکے ختم ہو جانے کے بعد ان کو ماریگا اور پھر حشر کے دن ان کو زندہ کرکے ذرہ ذرہ کا ان سے حساب لیویگا غرض لوگوں سے اپنے دل کی کفر و نفاق کی باتیں چھپا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اُس سے اُن کی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے صحیح بخاری میں روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کسی شخص نے راس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ بعضی آیتوں میں آسمان کے پیدا کرنے کا ذکر زمین کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اور بعضی آیتوں میں زمین کے پیدا کرنے کے بعد اسکا کیا سبب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ زمین ایک تودہ کے طور پر آسمان سے پہلے پیدا ہوئی ہے اور اُس کا پھیلانا آسمان کے پیدا کرنے کے بعد ہوا ہے۔ سوائے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اور سلف نے بھی یہی فرمایا ہے اور اسی قول سے مختلف آیات قرآنی میں مطابقت پیدا ہو جاتی ہے۔ سورۂ حم السجدہ اور سورۂ والنازعات میں اس کی تفصیل اور زیادہ آویگی ✤

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَ

اور جب کہا تیرے ربنے فرشتوں کو مجکو بنانا ہے زمین میں ایک نائب بولے کیا تو مقرر کریگا اس میں جو شخص فساد کرے وہاں اور

يَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

کرے خون اور ہم پڑھتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری ذات پاک کو فرمایا مجکو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور سلف سے اس قصہ کی روایات جو آئی ہیں اُنکا حاصل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا

ہونے سے دو ہزار برس پہلے زمین پر جنات رہتے تھے اُنھوں نے زمین پر طرح طرح کے فساد کئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے
ایک گروہ کو جنات کی تنبیہ اور سرکوبی کے لئے بھیجا۔ اُن فرشتوں نے جنات کو مار کر دریا کے ٹاپوں اور جزیروں میں نکالدیا۔ اب
بنی آدم کی پیدایش کا حال سنکر فرشتوں نے اُسی قیاس پر یہ بات کہی تھی کہ جنات کی طرح بنی آدم بھی زمین میں فساد پھیلاوینگے
لیکن فرشتوں کی یہ بات کچھہ اعتراض کے طور پر نہیں تھی کیونکہ خلاف مرضی اللہ تعالیٰ کے وہ کوئی بات منہ سے نکالنے میں
معصوم ہیں صرف پیدایش بنی آدم کی حکمت دریافت کرنے کو اُنہوں نے یہ بات کہی تھی اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے اُنکے جواب میں
کوئی خفگی ظاہر نہیں فرمائی بلکہ اتنا ہی فرمایا کہ بنی آدم کی پیدایش کی حکمت جو مجکو معلوم ہے اسکو تم نہیں جانتے جسکا مطلب یہ تھا کہ بنی آدم کی
پیدایش سے زمین میں فقط فساد ہی نہیں پھیلے گا بلکہ اُن میں انبیا صدیق شہید صلحا بھی ہونگے جن سے زمین میں اللہ کا
دین پھیلے گا اور پھر اخیر کو اللہ کی جنت آباد ہوگی ❊

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ
اور سکھائے آدم کو نام سارے پھر وہ دکھائے فرشتوں کو کہا بتاؤ مجکو نام اُنکے اگر ہو تم
صٰدِقِیْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝ قَالَ یٰۤاٰدَمُ
سچے وہ بولے توسب سے نرالا ہے نہیں معلوم ہمیں مگر جتنا تونے سکھایا توہی ہے اصل دانا پختہ کار کہا اے آدم
اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ
بتادے اُن کو نام اُن کے پھر جب اُس نے بتادیئے نام اُن کے فرمایا میں نے نہ کہا تھا تمکو مجکو معلوم ہیں پردے آسمان
وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝
اور زمین کے اور معلوم ہے جو تم ظاہر کرو اور جو چھپاتے ہو

آیت فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ سے اور شفاعت کی انس بن مالک کی بخاری و مسلم وغیرہ
کی اس حدیث سے جس میں یہ ذکر ہے کہ میدان محشر میں لوگ حضرت آدم کے پاس سب انبیا سے پہلے جاکر یہ کہوینگے
کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ عزت دی ہے کہ فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا ہے اور آسمان و زمین کی سب چیزوں کے نام آپکو
سکھائے ہیں اُس عزت کے سبب سے اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت منظور فرماویگا۔ اور اسیطرح کی اور آیات و احادیث
کے سبب سے اسپر تو سب مفسرین سلف کا اتفاق ہے کہ حضرت آدم کے اصل قصہ میں ملائک کے سجدہ کے بعد حضرت
آدم کو سب چیزوں کے نام سکھائے گئے ہیں مگر تلاوۃ قرآن میں یہ دونوں آیتیں آگے پیچھے اسواسطے اللہ تعالیٰ نے
رکھی ہیں کہ انی اعلم ما لا تعلمون اور وعلم آدم الاسماء کلھا یہ دونوں آیتیں ملکر علم الٰہی کی آیتیں ایک سلسلہ
میں ہو جاویں اسی شفاعت کی حدیث میں ہے وعلمت اسماء کل شئ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ
نے ساری مخلوقات کے نام سکھائے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ما تبدون سے
مراد فرشتوں کا وہی قول ہے کہ بنی آدم کے پیدا کرنے سے خوں ریزی ہوگی اور طرح طرح کا فساد زمین میں پھیلیگا
اور تکتمون سے ابلیس کا وہ تکبر مقصود ہے جو اُس نے اپنے دل میں چھپا رکھا تھا ❊

منزل ۱

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور جب ہم نے کہا فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو پس سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے قبول نہ رکھا اور تکبر کیا اور وہ تھا منکروں میں کا

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور ابلیس آگ کے شعلہ سے پیدا کیا گیا ہے اور انسان کی پیدائش تو تم لوگوں کو خود معلوم ہے یعنی مٹی اور پھر منی سے ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ تم لوگ اُلٹے ہاتھ سے مت کھایا کرو اور پانی بھی اُلٹے ہاتھ سے نہ پیا کرو کہ اُلٹے ہاتھ سے کھانے پینے کی عادت شیطان کی ہے۔ سوا ان حدیثوں کے اور بھی صحیح حدیثیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس کی پیدائش فرشتوں کی پیدائش سے بالکل الگ ہے اور فرشتے کھانا پینا۔ مباشرت ان باتوں سے پاک ہیں اور شیطان میں یہ سب باتیں پائی جاتی ہیں۔ اسلئے سلف میں سے جس جماعت نے یہ کہا ہے کہ ابلیس ملائکہ کیطرح نوری جسم کا نہیں بلکہ جنات کی طرح ناری جسم کا ہے یہ قول صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ کے اور صحیح حدیثوں کے موافق ہے۔ اس قول کے سوا جو کچھ اقوال ہیں وہ بنی اسرائیل سے لیئے گئے ہیں جن کا کچھ اعتبار نہیں کیونکہ وہ ملعون خود خدا تعالیٰ کے روبرو کہہ چکا ہے خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ۔ جس طرح کا سجدہ ملائکہ نے اللہ کے حکم سے حضرت آدم کو کیا اسیطرح سلام کی طرح کا اللہ تعالیٰ کے حکم سے اگلی شریعتوں میں جائز تھا جیساکہ سورۂ یوسف میں حضرت یوسف کے بھائیوں کا حضرت یوسف کو سجدہ کرنے کا ذکر ہے مگر اب شریعت محمدی میں سوا اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ کا مطلب یہ ہے کہ علم الٰہی میں یہ امر پہلے ہی قرار پاچکا تھا کہ اگرچہ اپنی عبادت کے سبب سے ابلیس گروہ جنات میں سے نکلکر گروہ ملائکہ میں چندے داخل ہو جاویگا لیکن انجام اُسکا نافرمانی کے سبب سے کفر پر ہوگا ٭

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۠ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝

اور کہا ہمنے اے آدم بس تو اور تیری عورت جنت میں اور کھاؤ اُس میں سے محفوظ ہوکر جس جگہہ چاہو اور نزدیک نہ جاؤ اس درخت کے پھر تم بے انصاف ہوگے پھر ڈگایا اُن کو شیطان نے اُس سے پھر نکالا اُنکو وہاں سے جس آرام میں تھے اور کہا ہمنے تم سب اُترو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تم کو زمین میں ٹھیرنا ہے اور کام چلانا ایک مدت تک

ظاہر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم کے جنت میں جانے سے پہلے حوا پیدا ہوئی ہیں اور پھر دونوں کو جنت میں رہنے کا حکم ہوا ہے لیکن حضرت عبد اللہ بن عباس عبد اللہ بن مسعود اور صحابہ کی ایک جماعت کا قول ہے کہ پہلے تن تنہا حضرت آدم کو جنت میں رہنے کا حکم ہوا تھا۔ حضرت آدم جنت میں رہتے تھے مگر تنہائی کے سبب سے اکثر گھبرایا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت آدم جب سو رہے تھے تو اُن کی نیند کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کو حضرت آدم کی بائیں پسلی سے پیدا کر دیا اور ان دونوں کو جنت میں رہنے کا حکم دیا۔ بخاری مسلم

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ پسلی کی ہڈی سے پیدا ہونیکے سبب سے پسلی کی ہڈی کی طرح
ہر عورت کے مزاج میں ایک کجی ہے جو کوئی اُس کجی کو جھیل کر عورت کو نرمی سے رکھیگا اُس کی تو گذر ہو جاویگی ورنہ
گذر مشکل ہوگی مفسروں نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ جس جنت میں حضرت آدم و حوا کو رہنے کا حکم ہوا
تھا وہ وہی آسمان پر کی جنت ہے جسمیں نیک لوگ قیامت کے دن جاوینگے یا زمین پر کوئی اور باغ اللہ تعالےٰ نے انکے لئے
پیدا کیا تھا۔ سلف کی بڑی جماعت کا یہی قول ہے کہ وہی آسمان پر کی جنت تھی جس درخت کے پھل کے کھانے
سے اللہ تعالی نے حضرت آدم و حوا کو منع کیا تھا۔ اس میں بھی بڑا اختلاف ہے کہ وہ کونسا درخت تھا لیکن حضرت
عبد اللہ بن عباس سے ایک روایت ہے کہ وہ گیہوں کا درخت تھا۔ شیطان نے حضرت آدم و حوا کو کیونکر بہکایا
اُسکی کیفیت اور سانپ کا ذکر یہ سب تفصیل سورۂ اعراف میں آویگی۔ حاکم کی روایت میں جسکو حاکم نے صحیح کہا ہے
حضرت عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں کہ حضرت آدم جنت میں عصر سے مغرب تک رہے مگر ہزار برس کے دن کے
حساب سے یہ دنیا کے ایک سو تیس دن ہوئے۔ بعضے لوگوں نے یہ شبہ کیا ہے کہ اللہ کی خفگی کے بعد شیطان کو
آسمان پر جنت میں جانا منع تھا پھر وہاں تک حضرت آدم کو بہکانے کیونکر گیا اسکا جواب سلف نے یہ دیا ہے
کہ جس طرح خفگی سے پہلے شیطان آسمان پر عزت حرمت سے رہتا تھا اُس طرح سے خفگی کے بعد وہاں جانا منع ہے
جب تک انسان کے دم میں دم رہے بہکانے کے لئے شیطان کو وہاں جانے کی ممانعت نہ تھی +

فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○
پس سیکھیں آدم نے اپنے رب سے کئی باتیں پھر متوجہ ہوا اُسپر بر حق وہی ہے معاف کرنیوالا مہربان

اکثر سلف کے نزدیک وہ کلمات یہ تھے رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ توبہ کا وقت
زیست کی ناامیدی سے پہلے ہے۔ توبہ میں تین باتیں ضروری ہیں۔ ایک تو جو گناہ ہو گیا ہے اُسپر سچے دل سے
نادم اور پشیمان ہونا۔ دوسرے توبہ کے وقت دل میں خوب یہ ٹھان لینا کہ آیندہ گناہ سے باز رہونگا۔ تیسرے توبہ
کے بعد دل میں گناہ سے ایک نفرت کا پیدا ہو جانا +

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
ہم نے کہا تم اُترو یہاں سے سارے پھر کبھی پہنچے تم کو میری طرف سے راہ کی خبر تو جو کوئی چلا میرے بتائے پر نہ ڈر ہوگا اُن کو اور نہ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○
اُن کو غم اور جو منکر ہوئے اور جھٹلائیں ہماری نشانیاں وہ ہیں دوزخ کے لوگ وہ اُسی میں رہ پڑے

جو علما حضرت آدم کے قصہ میں سانپ کی شراکت کو صحیح کہتے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ جو فرشتے جنت
کے دروازے پر تعینات ہیں وہ شیطان کو جنت میں نہیں جانے دیتے تھے۔ اسلئے شیطان سانپ کے منہ
میں بیٹھ کر جنت میں گیا اور حضرت آدم و حوا کو بہکایا۔ اُن کا یہ قول ہے کہ حضرت آدم حوا ابلیس سانپ ان چاروں کو

اِہبطُوا مِنہَا فرمایا ہے اور جو علما سانپ کی شراکت قرار نہیں دیتے وہ آیت میں سانپ کے ذکر کو شامل نہیں رکھتے۔ اِس باب کی روایات کا پورا ذکر سورۂ اعراف میں آویگا کیونکہ وہاں شیطان کا پورا قصہ ہے۔ اخیر آیت میں اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو جو قیامت تک پیدا ہوگی یہ جتلا دیا ہے کہ ان کو نیک راستہ پر لگانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام لیکر اللہ کے رسول آوینگے۔ جس کسی نے اللہ کے رسولوں کی اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے موافق عمل کیا اگرچہ قیامت کے دن میدان محشر کی گرمی۔ پیاس حساب۔ پلصراط پر گذرنا۔ نامۂ اعمال کا تولا جانا یہ بڑے بڑے خوفناک مقام ہیں مگر دل سے رسول کی اطاعت کرنے والے لوگوں کو یہ سب مقام اللہ تعالیٰ آسان کر دیویگا۔ اور آخرت میں انکو کچھ خوف و غم نہ ہوگا۔ بلکہ جنت میں وہ اپنی عقبےٰ کی زندگی بڑے عیش سے بسر کرینگے۔ ہاں جو لوگ دنیا میں اللہ کے رسول کی اطاعت سے منحرف اور اللہ کے احکام کے منکر رہینگے عقبےٰ میں ہمیشہ کے لئے ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کا حال مختصر طور پر ذکر فرمایا ہے۔ بخاری و مسلم کی متفق علیہ اور منفرد اور حدیث کی کتابوں کی صحیح روایتوں میں آنحضرت صلعم نے اس باب میں جو فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ پلصراط پر سے گذر کر قیامت کے دن لوگ جنت میں جاوینگے اور اپنے اپنے عمل کے موافق کچھ لوگ پلک جھپکانے میں اور کچھ بجلی کی طرح اور کچھ لوگ ہوا اور پرند جانوروں یا تیز گھوڑوں کی طرح پلصراط پر سے گذر جاوینگے۔ اس آیت میں اس قسم کے اہل جنت کا ذکر ہے۔ لیکن ان حدیثوں کے موافق اس دن بعضے گنہگار اہل کلمہ ایسے بھی ہونگے جو اپنے گناہوں کی شامت سے پلصراط سے دوزخ میں جا پڑینگے اور جو لوگ شرک کی حالت میں نہیں مرے وہ شفاعت کے سبب سے آخر کو دوزخ سے نکلکر جنت میں جاوینگے۔ پلصراط کی آیتوں میں پلصراط کا اور شفاعت کی آیتوں میں ان لوگوں کا ذکر تفصیل کے ساتھ آئے گا ✣

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ

اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو میں نے کیا تم پر اور پورا کرو قرار میرا تو میں پورا کروں قرار تمہارا

وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ

اور میرا ہی ڈر رکھو اور مانو جو کچھ اتارا میں نے سچ بتاتا تمہارے پاس کی کتاب کو اور مت ہو تم پہلے منکر اُس کے اور

لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝

نہ لو میری آیتوں پر مول تھوڑا اور مجھی سے بچتے رہو

اسرائیل حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کا نام ہے۔ بنی اسرائیل اور یہود حضرت یعقوب کی اولاد کو کہتے ہیں اسرائیل کے معنی ہیں اللہ کا بندہ۔ ان آیتوں میں ان یہود کا ذکر ہے جو مدینہ کے اطراف میں رہتے تھے جنسے مدینہ کے منافق لوگ سازش رکھتے تھے بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی تھے۔ انہوں نے بنی اسرائیل کو فرعون کی قید سے چھڑایا اور ملک شام میں انکو آباد کیا۔ یہی ملک حضرت یعقوبؑ کا وطن ہے جب حضرت یوسفؑ مصر کو گئے تھے تو انکے سبب سے اولاد یعقوب کا بھی مصر کو جانا ہوا تھا پھر حضرت یوسفؑ کی وفات کے بعد یہ لوگ فرعون کی قید میں پھنسگئے۔ فرعون انسے قیدیوں کیطرح ذلیل کام لیتا تھا اور نہایت

ذلت سے ان کو رکھتا۔ آخر حضرت موسی کے عہد نبوت میں فرعون اور اُسکا لشکر سب غرق ہو کر مر گئے اور بنی اسرائیل کو
اس بلا سے نجات ہوئی۔ پھر حضرت موسی پر توراۃ نازل ہوئی جسمیں نبی آخر الزمان کی نشانیاں تھیں اور نبی آخر الزمان کی
اطاعت کا عہد تھا۔ اللہ تعالی نے یہود کو مخاطب ٹھیرا کر اپنی نعمتوں کے یاد دلانے کے بعد اُسی عہد کا ذکر ان
آیتوں میں کیا ہے۔ مکہ کے اطراف میں یہود نہیں تھے اسلئے جو حصہ قرآن کا مکہ میں نازل ہوا ہے اُسمیں یہود کا
ذکر نہیں ہے۔ ہجرت کے بعد یہ پہلا فرقہ یہود کا ہے جسکو قرآن میں اللہ تعالی نے مخاطب ٹھیرایا ہے اسلئے انکو پہلا کافر فرمایا ہے
جسکا مطلب یہ ہے کہ جسطرح انکو قرآن پر ایمان لانیکو کہا گیا ہے انکو اُسپر ایمان لانا چاہیئے کیونکہ اس قرآن کی تصدیق خود توراۃ میں موجود
ہے اور اگر یہ لوگ قرآن کے منکر ہو گئے تو انکے دیکھا دیکھی انکے بعد شام کے ملک کے اور بھی یہود لوگ قرآن کے منکر ہو جائینگے مگر اول کافر یہی کہلائینگے
کسلیے کہ جو لوگ انکے بعد منکر ہونگے وہ انکے ہی پیرو ہونگے اور کعب بن اشرف وغیرہ علماء و رؤسا یہود آنحضرت صلعم کی نشانیاں جو توراۃ
میں تہیں انکو اسلیئے چھپاتے تھے کہ جاہل یہود لوگ جب آنحضرت صلعم کو سچا نبی جان لیوینگے تو آپ کی طرف انکا میلان
طبع ہو جاویگا اور اس جاہل فرقہ یہود سے علماء یہود کو جو کچھ منفعت دنیوی ہے وہ بند ہو جاویگی۔ اسی تھوڑے سے
لالچ کو اللہ تعالی نے توراۃ کی آیتوں کا تھوڑا مول فرمایا ہے اور اس لالچ کے سبب سے جو وبال انپر پڑ جاویگا اُس سے
انکو ڈرایا ہے۔ صحیحین میں ابو موسی اشعری سے روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تین شخص
دنیا میں ایسے ہیں جنکو دوہرا اجر ملیگا۔ ایک اہل کتاب میں کا وہ شخص جسنے اپنے نبی اور کتاب کو بھی مانا اور قرآن کو
اللہ کا کلام اور مجھکو بھی اللہ کا رسول جانا۔ دوسرا وہ غلام جسنے اپنے آقا کو خوش رکھا اور اللہ تعالی کا بھی حق ادا کیا۔
تیسرا وہ شخص جسنے اپنی لونڈی کو اچھی طرح تربیت کیا اور پھر اُسکو آزاد کر کے اُس سے نکاح کر لیا۔ اِس سے معلوم
ہوا کہ یہود توراۃ کے عہد پر قائم رہتے تو اللہ تعالی دوہرے اجر کا اپنا عہد ان سے پورا کرتا لیکن وہ اپنے عہد پر قائم نہیں
رہے۔ اِسواسطے وہ دین دنیا کی رسوائی میں پھنسگئے۔ دنیا میں اکثر ان میں کے جلاوطن کئے گئے اور کچھ قتل ہو گئے
دین میں تو کھلا ٹھکانا اُن کا دوزخ ہے ✢

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ
اور مت ملاؤ صحیح میں غلط اور یہ کہ چھپاؤ سچ کو جان کر اور کھڑی کرو نماز

وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝
اور دیا کرو زکوۃ اور جھکو ساتھ جھکنے والوں کے

توراۃ میں نبی آخر الزمان صلعم کے اوصاف کی جو آیتیں تھیں انکو یہود نے بدل ڈالا تھا اور بعضے مفسروں کا قول ہے
کہ یہود لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ اخیر زمانہ میں دجال جو آویگا وہ نبی آخر الزمان ہوگا۔ توراۃ کی آیتیں اسکی شان میں ہیں
اس لئے اللہ تعالی نے فرمایا کہ اللہ کے کلام میں اپنی طرف سے جھوٹی باتیں نہ ملاؤ۔ اور دنیا کے تھوڑے سے
لالچ کے لئے حق بات کو نہ چھپاؤ کہ جان بوجھ کر حق بات کا چھپانا بڑے وبال کی بات ہے۔ پھر فرمایا کہ توراۃ کے
معاہدہ کے موافق نبی آخر الزمان کی اطاعت قبول کر کے قرآن کے حکم کے موافق نماز اور زکوۃ ادا کرو کہ توراۃ کے نماز

اور زکوۃ کے احکام شریعت محمدی سے اب منسوخ ہیں اُن احکام کے موافق نماز پڑھنے اور زکوۃ ادا کرنے سے اب تمکو کچھہ عقبے کا فائدہ نہوگا۔ کیونکہ شریعت موسوی کی نماز میں رکوع نہیں ہے اور شریعت موسوی میں زکوۃ مال کا چہارم حصہ ہے۔ یہ احکام اب قایم نہیں ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت انس رض سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ دجال کے ساتھ اصفہان کے یہود کا ستر ہزار لشکر ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعضے مفسروں کے قول کے موافق آنحضرت صلعم کے وقت کے یہود نے توراۃ کے آیتوں کے معنی میں جو یہ غلطی ڈالدی تھی کہ توراۃ میں جو نبی آخر الزمان کے اوصاف کی آیتیں ہیں وہ دجال کی شان میں ہیں۔ یہ غلطی یہود میں دجال کے وقت تک قائم رہیگی۔ حالانکہ آخری کو دجال کا دعوےٰ خدائی کا ہوگا۔ نبوت کا دعویٰ وہ اسوقت نہیں کریگا مگر شیطان کے بہکانے سے جو غلط بات کسی قوم میں جمجاتی ہے پھر وہ مشکل سے جاتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے جسکو ترمذی نے حسن اور حاکم نے صحیح کہا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص عالم کو کوئی دینی مسئلہ معلوم ہو اور وہ اُسکو چھپاوے تو ایسے شخص کے منہ میں قیامت کے دن آگ کی لگام دیجاویگی۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ
کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو آپ کو اور تم پڑہتے ہو کتاب کیا پھر نہیں بوجہتے

علمائے یہود اپنی قوم کے جاہل لوگوں کو نیک کام کرنے کی نصیحت توراۃ کے موافق کرتے تھے اور خود آپ اُسی نیک کام کے کرنے کے پابند نہوتے تھے۔ اُن میں یہ بات بھی تھی کہ یوں کہنے کو تو توراۃ کی آیتوں کے موافق عمل کرنے کو اپنی قوم کے لوگوں سے کہتے تھے مگر توراۃ میں نبی آخر الزمان کی نشانیوں کی آیتیں تھیں اُنکو چھپاتے تھے۔ اسپر اللہ تعالی نے اُنکو یہ تنبیہ فرمائی۔ صحیحین میں اسامہ بن زید سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ دوزخ میں ایک شخص کی انتڑیاں باہر نکلی ہوئی پڑی ہونگی وہ اپنی انتڑیوں کے گرد پھرتا ہوگا اور عذاب میں مبتلا ہوگا۔ دوزخی لوگ اُس سے کہوینگے کہ اے شخص تو تو ہمکو نیک کاموں کی نصیحت کیا کرتا تھا۔ وہ کہویگا ہاں یہ تو سچ ہے مگر میں اُس نصیحت کے موافق عمل نہیں کرتا تھا۔ مسند امام احمد اور صحیح ابن حبان میں حضرت انس بن مالک رض سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ شب معراج میں آنحضرت صلعم نے کچھہ لوگوں کو دیکھا جنکے ہونٹھ آگ کی قینچیوں سے دوزخ کے فرشتے کاٹ رہے ہیں۔ آپ نے حضرت جبرئیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت جبرئیل نے جواب دیا یہ آپکی امت کے وہ عالم ہیں جو لوگوں کو تو نیک کام کرنے کی نصیحت کرتے تھے اور خود نیک کام کرنے میں غفلت کرتے تھے۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے علما پر طرح طرح کا عذاب ہوگا۔ اللہ تعالے امت محمدیہ کے علما کو اس بلا سے بچنے کی توفیق دیوے۔ آمین ؎

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

اور قوت پکڑو محنت سہارنے سے اور نماز سے اور البتہ وہ بھاری ہے مگر اُنہیں پر جنکے دل پگھلے ہیں جن کو خیال ہے کہ اُن کو ملنا ہے اپنے رب سے اور اُن کو اُسی طرف اُلٹے جانا

اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہود کو اُن کی چند بُری خصلتوں سے روکا تھا۔ اب اِس آیت میں عام طور پر ارشاد ہے کہ انسان کو اپنی بُری خصلتوں سے باز رہنے کے لئے دو چیزوں سے مدد لینی چاہئے۔ اول تو صبر یعنی شریعت میں جو باتیں منع ہیں اُنکے کرنے سے اپنے جی کو روکنا۔ دوسری چیز نماز ہے کہ آدمی کی بُری خصلتیں چھوڑا دیتی ہے۔ دل کی پریشانی دور کر دیتی ہے مسند امام احمد میں حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص کا ذکر آنحضرت صلعم کے روبرو اسطرح پر آیا کہ وہ رات کو تو نماز پڑھتا ہے اور دن کو چوری کرتا ہے آپنے فرمایا کہ اُسکی نماز اُسکی چوری کی عادت چھوڑا دیگی۔ مسند امام احمد اور ابوداؤد میں حذیفہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کا دل جب کسی بات سے پریشان ہوتا تو آپ نماز پڑھا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ اس طرح کی نماز جس سے بُری خصلت چھوٹ جاوے اور دل کی پریشانی رفع ہو جاوے اُن ہی لوگوں کی ہے جو نماز پڑھتے وقت خدا کا خوف دل میں رکھتے ہیں اور یہ اعتقاد اُن کے دل میں جما ہوا ہوتا ہے کہ اُن کو ایک روز خدا کے روبرو جانا ہے اور یہ نماز اُنکے نامۂ اعمال میں لکھی جا کر اُس روز خدا کے روبرو تولی جاویگی جس تول میں اسکا عیب و صواب سب کھلجاویگا۔ اور جو لوگ اوپری دل سے نماز پڑھتے ہیں اُن کی نماز میں یہ خصلتیں تو کجا اُن پر تو نماز بار ہو جاتی ہے۔ نہ وقت کی پابندی اُن سے ہو سکتی ہے نہ رکوع سجود کے لئے اُن کو وقت ملتا ہے اور نہ ایسی نماز سے اُن کو کچھ فائدہ ہے۔ صحابہ کا قول ہے کہ جس شخص کی نماز اُسکو بدی سے نہ روکے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ ایسے شخص نے گویا نماز ہی نہیں پڑھی کیونکہ بجائے قربت الٰہی کے ایسی نماز کے سبب سے ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ سے اور دوری نصیب ہو گی۔ اور ایسے ثواب عذاب کے مسئلہ میں صحابہ نے جو کچھ کہا ہے وہ اللہ کے رسول سے سُنکر کہا ہے ✤

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝

اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو مینے تم پر کیا اور وہ جو مینے تمکو بڑا کیا جہان کے لوگوں پر

ایک مدت تک اولاد یعقوب میں نبوت بادشاہت اور بڑی بڑی نعمتیں اللہ تعالیٰ کی رہی ہیں حال کے بنی اسرائیل جو نبی آخر الزمان صلعم کے زمانہ میں مدینہ منورہ کے گرد و نواح میں رہتے تھے اُن کے بزرگوں کی حالت یاد دلانے کے لئے اور اُس حالت سے اِن حال کے یہود کو قائل کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں تاکہ

تاکہ یہ لوگ ذرا اپنے دل میں شرمائیں کہ وہ اللہ جسنے آج انکو نبی زادے اور بادشاہزادے ہونے کا فخر عنایت فرمایا
اُس فخر کی شکر گذاری کیا یہی ہے کہ اللہ کے رسول سے طرح طرح کی مخالفتیں کرکے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں یہ
لوگ پھنسے ہوئے ہیں۔ کیا اپنے بزرگوں کے قصہ میں کی یہ بات انکو یاد نہیں کہ فرعون جیسے صاحب حشمت مصر
کے بادشاہ کو رسول وقت کی مخالفت نے کیا دن دکھایا۔ ان کی کیا اصل ہے کہ رسول وقت کی مخالفت کرکے
یہ دنیا میں شاد و آباد رہ سکتے ہیں۔ اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ سورہ حشر کی تفسیر میں معلوم ہو جاویگا کہ رسول
وقت کی مخالفت نے اِن لوگوں کو بھی وہی دن دکھایا جس سے فرعون کا قصہ یاد دلاکر اللہ تعالیٰ نے انکو ڈرایا
تھا۔ تاریخی پچھلے کسی واقعہ کو حال کے کسی واقعہ کا نتیجہ جتلانے کے لیئے پیش کرنا یہ ثبوت مطلب کا ایک عمدہ طریقہ
ہے۔ قرآن شریف میں پچھلے قصے اکثر ایسے محل پر ذکر کیئے گئے ہیں۔ مسند امام احمد اور صحیح ابن حبان وغیرہ میں سند
معتبر جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ آج کو موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انکو بھی سوا
شریعت محمدی کی تابعداری کے اور کوئی چارہ نہ ہوتا۔ اور ترمذی وغیرہ میں معتبر سند سے جو روایتیں ہیں انکا حاصل
یہ ہے کہ نبی آخر الزمان محمد صلعم کی امت پچھلی سب امتوں سے بہتر ہے۔ اِسلیئے اس آیۃ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ حضرت
موسیٰ حضرت نبی آخر الزمان صلعم یا حضرت ابراہیم سے افضل ہیں یا حضرت موسیٰ کی امت نبی آخر الزمان کی امت سے
افضل ہے بلکہ وانی فضلتکم علی العالمین کے یہ معنی ہیں کہ اُس زمانہ کے صاحب فضیلت بنی اسرائیل تھے۔
کیونکہ نبوت بادشاہت سب کچھ اُن کے ہی گھر مین تھا۔

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ
اور بچو اُس دن سے کہ کام نہ آوے کوئی شخص کسی کے ایک ذرہ بھر اور قبول نہو اُسکی طرف سے سفارش اور نہ لیں

مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ○
اُسکے بدلہ میں کچھ اور نہ اُن کو مدد پہنچے

بنی اسرائیل توراۃ کی آیتیں بدلنے اور چھپانے میں اللہ تعالیٰ کے رسول کو نہ جاننے میں اللہ تعالیٰ کی طرح طرح
کی نافرمانی کرتے تھے اور اُسپر یہ کہتے تھے کہ ہم لوگ نبی زادے ہیں۔ دنیا میں اگر کوئی بُرا کام ہمسے ہو بھی جاویگا
تو ہمارے بڑے قیامت کے دن اللہ کی جناب میں ہماری شفاعت کرکے ہمکو دوزخ سے بچالیوینگے۔ بنی اسرائیل
کی اس بے بنیاد توقع کو جڑ سے اُکھیڑ دینے کی تنبیہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور فرمادیا کہ اُس دن
بے مرضی اللہ تعالیٰ کے کوئی کسی کی کسی طرح کی مدد یا سفارش نہیں کرسکتا۔ یہاں تک کہ ان کے بڑوں کے بڑے
ابراہیم علیہ السلام خود اپنے باپ کی شفاعت نہ کرسکینگے۔ پھر ان کا تو کیا ذکر ہے۔ ترمذی وغیرہ میں معتبر سند سے جو
روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو لوگ سوائے شرک کے اور کبیرہ گناہ کرکے بغیر توبہ
مرجاوینگے قیامت کے دن اُنکی شفاعت ہوگی۔ رہا شرک اُسکو تو اللہ تعالیٰ نے خود فرمادیا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ

شرک ہے۔ جو لوگ قبر پرستی پیر پرستی ریاکاری کے سبب سے کسی طرح کے شرک جلی یا خفی میں گرفتار ہیں انکو اپنے عقیدے اور عمل کی اصلاح جلدی بلکہ بہت جلدی کرنی چاہیئے۔ ورنہ قیامت کے دن سوا پچھتاوے کے انکو اور کچھ چارہ نہ ہوگا۔ اور اس دن کا پچھتانا کچھ کام نہ آویگا*

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ
اور جب چھڑا یا ہمنے تمکو فرعون کے لوگوں سے دیتے تمکو بڑی تکلیف ذبح کرتے تمہارے بیٹے اور

يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ
جیتی رکھتے تمہاری عورتیں اور اس میں مدد ہوئی تمہارے رب کی بڑی اور جب ہمنے چیرا تمہارے پیٹھنے کے ساتھ

فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝
دریا کو پھر بچا دیا تمکو اور ڈبو دیا فرعون کے لوگوں کو اور تم دیکھتے تھے

یہ پورا قصہ تو سورہ طٰہٰ سورہ شعرا اور قصص میں آویگا۔ ان آیتوں کا مطلب سمجھنے کے قابل اس قصہ کا حاصل یہ ہے کہ فرعون نے ایک خواب دیکھا تھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ نکلی ہے جس سے سوا بنی اسرائیل کے محلہ کے اور مصر کے سب گھر جل گئے۔ اسنے نجومیوں سے اپنے اس خواب کی تعبیر پوچھی انہوں نے یہ تعبیر بتلائی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے اسکے سبب سے فرعون کی سلطنت کو زوال ہو جاویگا۔ فرعون نے اس تعبیر سے بچنے کے لیئے یہ تدبیر کی کہ اس تاریخ سے بنی اسرائیل میں جسقدر لڑکے پیدا ہوں انکے مارڈالنے کا اور جسقدر لڑکیاں پیدا ہوں انکو چھوڑ دینے کا حکم دیا مگر تقدیر الٰہی کے آگے آدمی کی کیا تدبیر چل سکتی ہے۔ آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور خود فرعون کے گھر میں انہوں نے پرورش پائی اور حضرت موسیٰ کے نبی ہونے کے بعد فرعون کی ظلم زیادتی سے بچنے کے لیئے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو یہ حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے انکے اصلی وطن ملک شام کو لیجاؤ تو حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے موافق ایک رات بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر مصر سے کوچ کر دیا اور فرعون نے اس خبر کو سنتے ہی کئی لاکھ آدمیوں کا لشکر لیکر ان کا پیچھا کیا اور دریائے قلزم پر بنی اسرائیل سے آملا۔ حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اپنا عصا دریا کے پانی پر مارو۔ اسکے موافق حضرت موسیٰ نے عمل کیا اور اس سے دریا میں خشک راستہ پیدا ہو گیا۔ اس رستہ سے حضرت موسیٰ تو مع بنی اسرائیل کے دریا پار ہو گئے۔ فرعون نے اس رستہ سے جب دریا پار ہونے کا قصد کیا تو اسکے بیچ دریا میں پہنچ جانے کے بعد دریا کا پاٹ ملگیا اور فرعون اپنے لشکر سمیت ڈوب کر ہلاک ہو گیا اور فرعون کے ہاتھ سے بنی اسرائیل کو نجات ہو گئی۔ غرض آنحضرت صلعم کے زمانہ کے یہود کو ان آیتوں میں یہ پچھلا قصہ اسلیئے یاد دلایا گیا ہے کہ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل بجا لاوینگے اور رسول وقت کی مخالفت چھوڑ کر ان کی اطاعت پر قائم ہو جاوینگے تو اطاعت رسول وقت کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہر وقت ان کے بزرگوں کی مدد کی ہے اسی طرح ان کی مدد کی جاویگی اور اگر اسی مخالفت رسول اور نافرمانی الٰہی پر یہ لوگ اڑے رہے

تو ایک دن فرعون اور فرعونیوں کا سا نتیجہ ان کی آنکھوں کے سامنے آجاویگا۔ حضرت یعقوب کا اصلی وطن ملک شام ہے حضرت یوسف جب مصر میں تھے اُسوقت حضرت یعقوب کے کنبے میں سے اور لوگ بھی مصر میں جاکر رہے حضرت یوسف کی وفات کے بعد فرعون کی عملداری میں یہ لوگ عام رعیت کی طرح مصر میں رہتے تھے اور جب سے فرعون نے وہ خواب دیکھا تھا اُسوقت سے جھنجلا کر بنی اسرائیل پر طرح طرح کی سختیاں شروع کر دی تھیں۔ اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا تھا کہ تم بنی اسرائیل کو ان کے اصلی وطن ملک شام کو پہنچاؤ۔ قرآن شریف میں پچھلے قصے جسطرح کسی حال کے مطلب کے ثابت کرنے کے لئے ذکر کئے جاتے ہیں اسی طرح یہ ہر ایک قصہ نبی آخر الزمان کی نبوت کے ثبوت میں ذکر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ باوجود آدمی ہونے کے آپ کو پچھلی کتابوں کے قصے بغیر غیبی مدد کے نہیں آسکتے تھے۔ مسند امام احمد بخاری مسلم نسائی وابن ماجہ میں جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ جب آنحضرت صلعم مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں آئے تو معلوم ہوا کہ مدینے کے گرد ونواح میں جو یہود لوگ رہتے ہیں وہ عاشورے کے دن کا روزہ رکھا کرتے ہیں۔ آپ نے اس روزہ کا سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آج ہی کے دن فرعون ڈوب کر ہلاک ہوا۔ اور اس کے ہاتھ سے بنی اسرائیل کو اسدن سے نجات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کے شکریہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آج کے روز روزہ رکھا تھا اسلئے یہ لوگ بھی اُس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ان لوگوں سے مجکو حضرت موسیٰ کے شریک حال ہونے کا زیادہ حق ہے۔ یہ فرما کر خود آپ نے بھی عاشورے کے دن کا روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

وَإِذْ وٰعَدْنَا مُوسٰى أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَأَنْتُمْ ظٰلِمُونَ ۝

اور جب ہم نے وعدہ کیا موسیٰ سے چالیس رات کا پھر تم نے بنا لیا بچھڑا اسکے پیچھے اور تم بے انصاف ہو

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ وَ

پھر معاف کیا ہمنے تمکو اسپر بھی شاید تم احسان مانو اور جب دی ہمنے موسے کو کتاب اور

الْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ وَإِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ

چکوتی شاید کہ تم راہ پاؤ۔ اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اے قوم تمنے نقصان کیا اپنا

بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوا إِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ

یہ بچھڑا بنا لیکر اب توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والیکی طرف اور مار ڈالو اپنی اپنی جان یہ بہتر ہے تمکو اپنے خالق کے پاس

فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً

پھر متوجہ ہوا تمپر برحق وہی ہے معاف کرنے والا مہربان اور جب تمنے کہا اے موسیٰ ہم یقین نہ کرینگے تیرا جبتک نہ دیکھیں اللہ کو سامنے

فَأَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

پھر لیا تم کو بجلی نے اور تم دیکھتے تھے پھر اٹھا کھڑا کیا ہمنے تمکو مرے پیچھے شاید تم احسان مانو

پورا قصہ تو سورۂ اعراف اور طٰہٰ میں آویگا۔ ان آیتوں کا مطلب سمجھنے کیلئے اس قصے کا حاصل یہ ہی کہ جب فرعون کے ہاتھ سے بنی اسرائیل کو نجات ہوگئی تو بنی اسرائیل کو راہ رست پر چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ وہ کوہ طور پر آنکر چالیس راتیں رہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں تو پھر اُنپر تورات نازل کیجاویگی۔ اس حکم کے موافق حضرت موسیٰ حضرت ہارون کو اپنے خلیفہ کے طور پر بنی اسرائیل کی نگرانی کیلیے چھوڑ کر خود کوہ طور پر چلے گئے۔ بنی اسرائیل جس رات مصر سے نکلے اُس رات فرعونیوں سے ایک شادی کا بہانہ کرکے تمام رات سفر کی تیاری کیلئے جاگتے رہے اور اس شادی کے حیلہ سے اُنہوں نے فرعونیوں سے کچھ گہنا پاتا بھی مانگے کو لیا تاکہ فرعونیوں کو شادی کا یقین ہوجاوے اور خلاف عادت رات بھر جاگنے کا سبب کسی فرعونی کو معلوم نہ ہوسکے۔ اُسی رات کی صبح کو فرعون اور فرعونی تو سب ہلاک ہوگئے۔ اس لئے اُس زیور کا کوئی طالبگار باقی نہ رہا۔ اور زیور جوں کا توں بنی اسرائیل کے پاس رہا۔ حضرت موسیٰ کے کوہ طور پر جانے کے بعد حضرت ہارون کو جو اُس زیور کا خیال آیا تو اُنہوں نے بنی اسرائیل سے کہا یہ زیور پرائی امانت ہے اس کا تم لوگوں کے پاس رہنا مناسب نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ کے واپس آنے تک تم زمین میں ایک گڑھا کھود کر اس زیور کو دبا دو۔ حضرت موسیٰ کے آنے پر اس زیور کا کچھ فیصلہ ہوجاویگا۔ بنی اسرائیل نے ایسا ہی کیا لیکن بنی اسرائیل میں سامری نام کا جو ایک سُنار تھا اُسنے اُس زیور کو اُس گڑھے میں سے نکالکر گلا دیا اور اُس کا ایک بچھڑا گھڑا اور فرعون کے ڈوبنے کے وقت یا حضرت موسیٰ کے کوہ طور بلائے جانے کے وقت حضرت جبرئیل کے گھوڑے کے سُم کے نیچے کی ذرا سی مٹی جو اُسنے اُٹھا رکھی تھی وہ اُس بچھڑے کے منہ میں ڈالدی جس سے وہ بچھڑا بولنے لگا اور آٹھ ہزار بنی اسرائیل نے اُس بچھڑے کی پوجا شروع کردی۔ سامری نے یہ مٹی اسلیئے اُٹھالی تھی کہ اُس کی نظر پڑگئی تھی کہ حضرت جبرئیل کے گھوڑے کا سُم جہاں پڑتا تھا وہاں ہری گھانس نکل آتی تھی۔ اس سے یہ سوچکر کہ اس مٹی کو جہاں ڈالا جاویگا ضرور کچھ نہ کچھ اثر دکھاویگی۔ یہ مٹی بچھڑے کے منہ میں ڈالدی اور علم ازلی میں جو قصہ ٹھیر چکا تھا وہ اِس مٹی کے ڈالنے سے پیش آیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر سے واپس آن کر جب یہ حال دیکھا تو حضرت ہارون بنی اسرائیل اور سامری پر بہت خفا ہوئے۔ اور اُس بچھڑے کو توڑ کر چورا چورا کرڈالا اور دریا میں پھینکدیا اور بنی اسرائیل میں کے ستر آدمی اچھے نیک چھانٹ کر پھر کوہ طور پر بنی اسرائیل کی توبہ کی سفارش کے لئے گئے اور جب اللہ تعالیٰ سے حضرت موسیٰ کی ہمکلامی ہوئی تو ان ستر آدمیوں نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کی خواہش کی۔ اور اس نا ممکن خواہش کی گستاخی کی سزا میں ان پر بجلی گری اور مرگئے اور پھر حضرت موسیٰ کی دعا سے زندہ ہوئے اور بچھڑا پوجنے والوں کی سزا یہ قرار پائی کہ اُنکو قتل کیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے توراۃ کیلئے جانے میں اور ضمنی قصے جو پیدا ہوئے تھے آیتوں کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجانے کی غرض سے اُن سب کو ایک جگہ بیان کردیا گیا ہی۔ وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ کی تفسیر میں اسپر تو سلف کا اتفاق ہی کہ مراد کتاب سے اس آیۃ میں توراۃ ہی لیکن فرقان کی تفسیر میں علماء سلف کے چند قول ہیں اولیٰ یہی قول ہی کہ فرقان سے مراد عصا ید بیضا وغیرہ حضرت موسیٰؑ کے معجزات ہیں اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ مثل اور انبیا کے اللہ تعالیٰ نے علاوہ کتاب آسمانی کے اور معجزات بھی موسیٰؑ کو دیے کہ معجزات کو دیکھکر اُنکے نبی برحق ہونیکا جلدی یقین ہوجاوے۔ جیسا کہ عصا کا معجزہ دیکھکر حضرت موسیٰؑ کو نبی

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ

اور سایہ کیا ہمنے تمپر ابر کا اور اُتارا تم پر من اور سلوے کھاؤ ستھری چیزیں جو دیں ہمنے تمکو

وَمَا ظَلَمُونَا وَلٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا

اور ہمارا کچھ نقصان نہ کیا پر اپنا ہی نقصان کرتے رہے اور جب کہا ہمنے داخل ہو اس شہر میں اور کھاتے پھرو

مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ

اُس میں جہاں چاہو محفوظ ہوکر اور داخل ہو دروازے میں سجدہ کرکر اور کہو گناہ اُترے تو بخشیں ہم تمکو تقصیریں تمہاری

وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى

اور زیادہ بھی دینگے نیکی کرنے والوں کو پھر بدل لی بے انصافوں نے اور بات سوائے اُسکے جو کہدی تھی اُن کو پھر اُتارا ہمنے

الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝ وَإِذِ اسْتَسْقٰى مُوسٰى لِقَوْمِهٖ ع ٦

بے انصافوں پر عذاب آسمان سے اُنکی بے حکمی پر اور جب پانی مانگا موسے نے اپنی قوم کے واسطے

فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ

تو کہا ہم نے مار اپنے عصا سے پتھر کو پھر بہ نکلے اُس سے بارہ چشمے پہچان لیا ہر قوم نے

مَشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ وَإِذْ قُلْتُمْ

اپنا گھاٹ کھاؤ اور پیو روزی اللہ کی اور نہ پھرو ملک میں فساد مچاتے اور جب کہا تمنے

يٰمُوسٰى لَنْ نَصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ

اے موسے ہم نہ ٹھیرینگے ایک کھانے پر سو پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ نکالدے ہمکو جو اگتا ہے زمین سے

بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنٰى

زمین کا ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز بولا کیا تم چاہتے ہو ایک چیز جو اوتی ہے

بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ؕ اهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُمْ مَا سَأَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ

بدلے ایک چیز کے جو بہتر ہے اُترو کسی شہر میں تو تمکو ملے جو مانگتے ہو اور ڈالی گئی اُن پر ذلت اور

الْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُونَ

محتاجی اور کما لائے غصہ اللہ کا یہ اُس پر کہ وہ تھے نہ مانتے حکم اللہ کے اور خون کرتے

النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝ ع

نبیوں کا ناحق یہ اُس سے کہ بے حکم تھے اور حد پر نہ رہتے تھے

پورا قصہ تو سورۂ مائدہ میں آویگا مگر ان آیتوں کا مطلب اُس قصہ کے اس قدر خلاصہ سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ بیت المقدس میں اُس زمانہ میں جبکہ بنی اسرائیل مصر سے نکلے تھے قوم عاد کے بقیہ لوگ بستے تھے جو عمالقہ قوم کے نام سے مشہور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر عمالقہ قوم سے لڑو۔ اللہ

حکم سے یہ بستی فتح ہو جاویگی اور اُسمیں بنی اسرائیل بس جاوینگے۔ یہ کنعانی عمالقہ نام کے لوگ قوی اور صاحب جسامت تھے
انکا حال سنکر بنی اسرائیل نے اُنکے ساتھ لڑنیسے انکار کیا۔ اس شرارت اور گستاخی کی سزا میں ملک شام اور مصر کے درمیان کے
ایک جنگل میں چالیس برس تک بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے قید کر دیا۔ دھوپکے وقت اُس جنگل میں اُنپر ایک ابر کا سایہ ہوتا
تھا۔ من و سلوےٰ اُنکی غذا تھی۔ حضرت موسیٰؑ کے معجزہ سے ایک پتھر پر عصا مارنیسے آدمیوں اور جانوروں کی ضرورت کیموافق
پانی نکلتا تھا۔ اس جنگل میں من اور سلوے کھاتے کھاتے اُکتا کر بنی اسرائیل نے پیاز و لسن وغیرہ کھانیکی چیزوں کی خواہش کی تھی بعضے
مفسروں کا قول ہے کہ یہ ابر کا سایہ تیہ کے جنگل میں نہیں تھا بلکہ مصر سے نکلکر بنی اسرائیل جب ملک شام کو جا رہے تھے یہ سایہ اُسوقت تھا مگر حضرت عبد اللہ
بن عباس رضؓ کی نسائی کی روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابر کا سایہ قید کے جنگل میں تھا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ من تو ترنجبین
کا نام ہے اور سلوے ایکقسم کے جانور تھے جو بنی اسرائیل کے پڑاؤ کی جگہہ آجاتے تھے۔ اور بنی اسرائیل بلا دقت
ان کو پکڑ لیتے اور ذبح کر کے کھا لیتے تھے۔ سوا ابو داؤد کے صحاح ستہ میں جو روایت ہے کہ کھنبی من کی قسم سے ہے اُسکے
معنی یہ ہیں کہ جس طرح بنی اسرائیل کو وہ کھانا بلا دقت بہم پہنچ جاتا تھا اُسی طرح کھنبی بغیر کسی کے بونے کے پیدا ہو جاتی
ہے۔ سورہ رعد میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم جس کا مطلب یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ جس قوم پر اپنی کریمی سے کچھ انعام و احسان کرتا ہے تو جبتک اُس قوم کے لوگ خدا تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں۔
اُسوقت تک وہ انعام و احسان الٰہی قایم رہتا ہے۔ آخر رکوع تک ان آیتوں کا حاصل مطلب بھی یہی ہے کہ باوجود اللہ تعالیٰ
کے طرح طرح کے احسانات کے جبکہ بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے ساتھ حد سے زیادہ بدسلوکی کی یہاں تک
کہ انکو شہید کر ڈالا اور عمالقہ کی بستی جب فتح ہو گئی تو جس طرح سے انکو اس بستی میں داخل ہونے کا حکم تھا اُس حکم کے بجا
لانے میں اُنہوں نے نافرمانی کی اور من و سلوے جو بغیر محنت و مشقت کے اُنکو کھانے کو ملتا تھا اُس کی ناشکری کر کے
اُنہوں نے یہ کہا کہ اس ایک کھانے سے ہمارا دل نہیں بھرتا۔ غرض اس طرح کی ان کی نافرمانیوں سے اللہ تعالےٰ کا
ان پر غصہ ہوا اور وہ بے محنت و مشقت کا کھانا بند ہو کر ہمیشہ کی ذلت و خواری انکے پیچھے لگ گئی۔ چنانچہ اب یہود
لوگ جہاں نظر آتے ہیں اُن میں خوشحال بہت کم ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے موافق قیامت تک
اس قوم کا یہی حال رہویگا۔ اُسی مضمون کو مختصر طور پر اس آیہ میں فرمایا ہے کہ اُنہوں نے ہمارا کچھہ نہیں کیا پر
اپنا ہی نقصان کرتے رہے۔ مسند امام احمد میں بسندِ معتبر حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے
کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے بڑھکر عذاب اُس شخص پر ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے کسی نبی کو قتل کرے۔
یا اللہ تعالیٰ کا کوئی نبی اُسکو قتل کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علاوہ دنیا کے مواخذہ کے قیامت کے دن حضرت زکریا و یحییٰ اور
اور انبیا کے قتل کے مواخذہ میں یہود پر بڑا عذاب ہوگا۔ ان آیتوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہوں کے سبب سے
اللہ تعالیٰ کا طرح طرح کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو گناہ سے بچا وے تاکہ اللہ تعالیٰ کی ہر ایک
طرح کی بلا سے دنیا میں امن رہے۔ جب عمالقہ کی بستی فتح ہوئی تو حکم تھا کہ اُس بستی کے دروازہ میں شکریہ کا سجدہ کر کے جاؤ
اور حطۃ کا لفظ کہو جسکے معنی گناہوں کے زائل ہو جانے کے ہیں۔ بنی اسرائیل نے یہ شرارت کی کہ بجائے سجدہ کے تو

چوتڑوں کے بل گھسکنے لگے اور بجائے حطہ کے حنطہ کہا جسکے معنی گیہوں کے ہیں۔ اس شرارت کے وبال سے
ان میں طاعون پھیلا اور دو پہر کے عرصہ میں ستر ہزار کے قریب آدمی ہلاک ہوگئے +

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
بات یوں ہے کہ جو لوگ مسلمان ہوئے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور نصرانی اور صابئین جو کوئی یقین لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر
وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝
اور کام کیا نیک تو اُن کو ہے اُن کی مزدوری اپنے رب کے پاس اور نہ اُن کو ڈر ہے اور نہ وہ غم کھاویں

یہود اپنے آپ کو حق پر بتلاتے تھے اور نصارا اپنے آپ کو اور صابی لوگ کسی رسول کے پیرو نہیں وہ اپنے آپ کو حق پر کہتے تھے۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ حق پر وہی ہے اور اُسی کو اللہ کے نزدیک اجر پانے کا حق ہے اور وہی قیامت کے دن اجر پاوے گا جو اللہ پر ایمان لاوے اور اللہ پر ایمان لانا اُسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہر وقت کے مناسب حال جو اللہ کی شریعت ہر ایک اللہ کے رسول لاتے ہیں اُس شریعت کی پیروی کی جاوے۔ صحیحین میں حضرت جبرئیل کے قصہ کی جو حدیث ہے اُسمیں حضرت جبرئیل نے آنحضرت صلعم سے سائل بنکر پوچھا ہے کہ ایمان کیا چیز ہے جس کے جواب دیا ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ اور اُسکے فرشتوں اور اُسکے سب رسولوں اور آسمانی کتابوں کے ماننے کو ایمان کہتے ہیں۔ اس آیت میں جو لفظ من آمن باللہ کا آیا ہے اُس کی یہ حدیث تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں نبی آخر الزمان اور قرآن پر ایمان لانے کے بغیر کسی دین والے شخص کی نجات نہیں ہو سکتی۔ اسی واسطے حضرت ابو ہریرہ رض کی روایۃ جو مسلم میں ہے اُس میں آپ نے صاف فرمایا ہے کہ کوئی شخص خواہ یہودی ہو یا نصرانی میرا حال سنکر مجھپر ایمان نہ لاویگا تو ایسے شخص کا ٹھکانا دوزخ ہے +

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا
اور جب لیا ہمنے قرار تم سے اور اونچا کیا تم پر پہاڑ پکڑو جو ہمنے دیا زور سے اور یاد کرتے رہو
فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ ثُمَّ تَوَلَّيْتُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ ۖ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ
اُسمیں ہے شاید تمکو ڈر ہو پھر تم پھر گئے اس کے بعد سو اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر
وَرَحْمَتُهُ لَكُنتُم مِّنَ الْخَاسِرِينَ ۝
اور اس کی مہر تو تم خراب ہوتے

یہ پورا قصہ تو سورہ اعراف میں آویگا حاصل اُسکا یہ ہے کہ فرعون کے ہلاک ہو جانے کے بعد پہلے تو بنی اسرائیل نے موسی علیہ السلام سے یہ خواہش ظاہر کی کہ اگر خدا تعالی کی طرف سے کچھ احکام اللہ تعالی کی عبادت کے طریقے ہم پر نازل ہو جاویں تو اپنے دشمن فرعون سے نجات پانے کے شکریہ میں ہم لوگ اللہ تعالی کی عبادت اُن احکام الٰہی

موافق خوب دل لگاکر کرینگے جب توراۃ نازل ہوئی تو کہنے لگے کہ یہ احکام سخت ہیں۔ ان کے موافق تو ہم سے عمل نہیں ہو سکتا اُسپر حضرت جبرئیل نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک پہاڑ جڑھ سے اُکھیڑ کر بنی اسرائیل کے سروں پر اُسکا سایہ ڈالا اور یہ کہا کہ اگر تم لوگ کتاب الٰہی کے موافق عمل کرنے سے انکار کروگے تو یہ پہاڑ تمہارے سروں پر پٹخ دیا جاویگا۔ حضرت جبرئیل کے اِس ڈرانے سے آخر بنی اسرائیل نے توراۃ پر عمل کرنے کا عہد کیا۔ اللہ تعالےٰ نے اِس آیۃ میں آنحضرت صلعم کے زمانہ کے یہود کو وہ بات یاد دلائی ہے کہ جس توراۃ پر ایسی سختی سے عمل کرنے کا عہد تمہارے بڑوں سے لیا جاچکا ہے اُسی توراۃ میں نبی آخر الزمان کے اوصاف اور اُن پر ایمان لانے کا عہد موجود ہے تم لوگ جو اس عہد کے پورا کرنے میں طرح طرح کے فریب حیلے اور بدعہدی کر رہے ہو اِس کا وبال ایک نہ ایک دن تمہارے اوپر پڑنے والا ہے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ یہ وبال آخر کو اُن لوگوں پر پڑا جس کا ذکر سورہ حشر میں آویگا۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ۝ فَجَعَلْنٰهَا
اور جان چکے ہو جنہوں نے تم میں زیادتی کی ہفتے کے دن میں تو ہم نے کہا ہو جاؤ بندر پھٹکارے پھر کینے وہ

نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝
دہشت رکھی اُس شہر کے روبرو والوں کو اور پیچھے والوں کو اور نصیحت رکھی ڈر والوں کو

یہ ایک دوسرا قصہ ہے جو آنحضرت صلعم کے زمانہ کے یہود کو یاد دلایا گیا ہے۔ یہ قصہ بھی سارا تو سورہ اعراف میں آوے گا حاصل اُسکا یہ ہے کہ دریا کے کنارے ایک بستی ایلہ نام کی تھی جسمیں کچھ یہود رہتے تھے۔ ہفتہ کے دن یہود کو سوا عبادت کے اور سب کام حرام ہیں۔ اس لئے اُن یہود کو جو ایلہ میں دریا کے کنارے رہتے تھے ہفتے کے دن مچھلیاں پکڑنی حرام تھیں لیکن اُنہوں نے طرح طرح کے حیلے نکال کر آخر ہفتے کے دن مچھلیاں پکڑیں اور اسی نافرمانی کی سزا میں اُن پر یہ عذاب آیا کہ وہ آدمی سے بندر ہوگئے تاکہ اُس بستی کے آس پاس جو یہود رہتے تھے ان بندروں کا حال دیکھکر اُنکو عبرت اور اللہ سے ڈرنے والوں کو نصیحت ہو۔ حال کے یہود جو توراۃ کی آیتوں کے عمل کرنے میں طرح طرح کے حیلے اور فریب گانٹھ رہے تھے اُن کو اس قصہ کے انجام سے ڈرایا گیا تھا مگر اُن کو سورہ حشر کا انجام آخر کو اُن کے ڈھیٹ پنے نے دکھایا حضرت ابو ہریرہ رض سے صحیح روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے لوگو تم اُس طرح کے حیلوں میں نہ پڑو جس طرح یہود نے بعضے حیلوں سے حرام کو حلال کر لیا۔ اس حدیث میں حیلوں کی ممانعت ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۭ
اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اللہ فرماتا ہے تمکو کہ ذبح کرو ایک گائے بولے کیا تو ہم کو پکڑتا ہے ٹھٹھے میں

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝
کہا پناہ اللہ کی اِس بات سے میں ہوں نادانوں میں

سلف کی تفسیروں میں یہ قصہ مختلف لفظوں سے نقل کیا گیا ہے مگر تفسیر ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن عباس رض

کی روایۃ سے اس قصہ کا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص بڑا مالدار تھا۔ اسکے کوئی اولاد نہیں تھی فقط ایک اسکا بھتیجا غریب سا تھا۔ اس مالدار شخص کے مرنے کے بعد ہی اس کا بھتیجا اس کا وارث ٹھیرتا تھا۔ مال کے جلدی ہاتھ آجانے کے لالچ سے اسکے اس بھتیجے نے موقع دیکھکر اپنے چچا کو مار ڈالا۔ اور پاس کے ایک گاؤں کے دروازہ پر لاش ڈالدی اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آنکر اپنے چچا کے خون کا دعویٰ کیا۔ اسپر اللہ تعالیٰ نے ایک گائے کے ذبح کرنے کا اور اس گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا اس مقتول شخص کے جسم پر مارنے کا حکم دیا۔ پہلے تو بنی اسرائیل نے یہ سمجھا کہ گائے کے ذبح کرنے کا ذکر حضرت موسیٰ نے دل لگی سے کیا ہے کیونکہ مقتول شخص کے قاتل کا حال دریافت کرنے اور گائے کے ذبح کرنے میں کچھ تعلق نہیں پایا جاتا۔ لیکن ان کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے تو انہوں نے بڑے جھگڑے اس گائے کی صفتیں دریافت کرنے میں نکالے جن سے وہ گائے خاص صفتوں کی ایک گائے ہو گئی آخر ان صفتوں کی ایک گائے بہم پہنچی اور وہ ذبح کی گئی اور اس کا ایک ٹکڑا اس مقتول شخص کے جسم پر مارا جس سے تھوڑی دیر کے لئے وہ مقتول شخص زندہ ہوا اور اس نے اپنے بھتیجے کو اپنا قاتل بتلایا اور پھر مر گیا۔ اس ٹکڑے کا یہ حال کہ وہ کس جگہ کا ٹکڑا تھا کسی صحیح روایت میں نہیں ہے اسلئے جن تفسیروں میں اس ٹکڑے کو خصوصیت کے ساتھ نام لیکر ذکر کیا ہے وہ اہل کتاب کی روایتوں کی بنا پر ہے جن روایتوں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ آنحضرت صلعم کے زمانہ کے یہود کو یہ قصہ اس لئے یاد دلایا گیا ہے کہ گائے کے ذبح کے حکم میں طرح طرح کے جھگڑے نکالنے سے جس طرح ان کے بڑے ایک سختی اور مشکل میں پھنس گئے اسی طرح نبی آخر الزمان کی فرمانبرداری کے حکم میں یہ لوگ طرح طرح کے جھگڑے جو نکالتے ہیں یہ بات ان کے حق میں مضر ہے اور آخر کو یہ لوگ اس سے کسی نہ کسی سختی میں پھنس جاوینگے۔ اور نبی آخر الزمان کے اوصاف کی آیتوں کے چھپانے میں یہ لوگ طرح طرح کے حیلے جو کر رہے ہیں یہ ان کے حیلے چھپ نہیں سکتے بلکہ ایک دن یہ حیلے اسی طرح کھلجاوینگے جس طرح آخر کو ان کے بڑوں میں اس قاتل کا حیلہ کھل گیا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے گائے کے ذبح کا ذکر پہلے اور مقتول کے قتل کا ذکر بعد کو فرمایا ہے تاکہ قصہ میں جو تنبیہ کا ذکر ہے وہ پہلے آجاوے مسند امام احمد میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کوئی شخص ایک ٹھوس پتھر کے اندر گھسکر بھی کوئی کام کرے تو اسکا وہ کام ایک نہ ایک دن لوگوں پر کھلجاویگا۔ حاکم نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے ؎

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌ

بولے پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ بیان کرے ہمکو وہ کیسی ہے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی نہ بن بیاہی میانہ ہے

بَيْنَ ذَٰلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ

ان کے بیچ اب کرو جو تمکو حکم ہے بولے کہ پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ بیان کردے ہمکو کیسا ہے رنگ اسکا کہا وہ فرماتا

إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ ۙ إِنَّ

وہ ایک گائے ہے زرد ڈہڈہا اس کا رنگ خوش آتی ہے دیکھنے والوں کو بولے پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو بیان کردے ہمکو کس قسم میں وہ ہے

إِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُونَ ۝ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا ذَلُولٌ

گائیوں میں شبہ پڑا ہے ہم کو اور ہم اللہ نے چاہا تو راہ پا لینگے کہا وہ فرماتا ہے وہ ایک گائے ہے محنت والی نہیں

تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَا شِيَةَ فِيهَا ۚ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ

کہ باہتی ہو زمین کو یا پانی دیتی ہو کھیت کو بدن سے پوری ہے داغ کچھ نہیں اُس میں بولے اب لایا تو ٹھیک بات

فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ۝

پھر اُسکو ذبح کیا اور لگتے نہ تھے کہ کرینگے

تفسیر ابن جریر میں بسند صحیح حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے جھگڑوں سے اس گائے کے اوصاف سخت ہو گئے۔ اگر وہ لوگ بغیر ان جھگڑوں کے ایک معمولی گائے ذبح کر لیتے تو یہ مشکل پیش نہ آتی۔ اس گائے کی بیش قیمتی کی جو روایتیں ہیں وہ اہل کتاب سے لیگئی ہیں جن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ عکرمہ سے بسند صحیح جو روایت ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین اشرفی کو یہ گائے خریدی گئی تھی ✤

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۝ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ

اور جب تمنے مار ڈالا تھا ایک شخص پھر لگے ایک دوسرے پر دھرنے اور اللہ کو نکالنا ہے جو تم چھپاتے تھے پھر ہمنے کہا مارو اُس مردہ کو اس گائے کا ایک ٹکڑا

كَذٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيكُمْ اٰيٰتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝

اسی طرح جلاویگا اللہ مردے اور دکھاتا ہے تمکو اپنے نمونے شاید کہ تم سمجھو

شروع قصہ کا یہی ہے مگر جس تنبیہ کے لئے قصے کی ترتیب بدلی گئی ہے اُس کا ذکر اوپر گذر چکا۔ اس سورہ میں مردہ کے زندہ ہونے کا ذکر پانچ آیتوں میں جگہہ جگہہ آیا ہے تاکہ منکرین حشر کے دل میں اچھی طرح یہ جم جاوے کہ جس طرح اُن مردوں کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا اُسی طرح سب مُردے حشر کے دن زندہ کئے جاوینگے اور یہود لوگ اگرچہ حشر کے منکر نہیں ہیں لیکن حشر کے ذکر سے اُن کے دل میں یہ بات جم جاوے کہ آخر حشر نیک و بد کے حساب و سزا و جزا کے لئے ہے پھر حشر کی اصلی غرض کو بھولکر عقبےٰ کے مضر کام کرنا بڑی نادانی کی بات ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت شداد بن اوس سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس پر قادر رہ کر دنیا میں موت کے مابعد کے کاموں میں لگا رہے اور نادان وہ ہے جو نفس کے تابع ہو کر دنیا میں موت کے مابعد کی باتوں کو بھول جاوے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے ✤

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا

پھر تمہارے دل سخت ہو گئے اس سب کے بعد سو وہ ہیں جیسے پتھر یا اس سے بھی سخت اور پتھروں میں تو وہ بھی ہیں جن سے

لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ

پھوٹتی ہیں نہریں - اور ان میں تو وہ بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور نکلتا ہے اُنسے پانی اور اُن میں تو وہ بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ

اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

کے ڈر سے اور اللہ بیخبر نہیں تمہارے کام سے

تفسیر ابن جریر میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب اُس شخص نے تھوڑی دیر کیلئے زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتلا دیا اور پھر وہ مرگیا تو اُسکے قاتل اور اُسکے ساتھیوں نے اُسپر بھی اُس شخص کے قول کو جھٹلا دیا - اور اُسکے قتل سے صاف انکار کر دیا - اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اِن یہود لوگوں کے دل بالکل پتھر یا پتھر سے بھی زیادہ ایسے سخت ہو گئے ہیں کہ پتھر میں جو نرمی کی باتیں کچھ پائی جاتی ہیں اُسقدر نرمی بھی انکے دلوں میں باقی نہیں رہی - ابن کثیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب تیرہ برس کا عرصہ قرآن شریف کو نازل ہوتے ہوئے ہو گیا اور مسلمانوں کے دل پر قرآن شریف کی نصیحتوں کا اثر کامل طور سے خدا تعالیٰ نے نہیں دیکھا تو سورۂ حدید کی آیۃ ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیہم الامد فقست قلوبھم اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی - امد کے معنی مدت کے ہیں - اور حاصل مطلب اِس سورۂ حدید کی آیۃ کا یہ ہے کہ اہل کتاب میں تو مدت سے کوئی نبی نہیں ہے - جدید وحی کے ذریعہ سے اب کوئی نصیحت اُن پر نازل نہیں ہوتی - نبی آخر الزمان پر قرآن شریف کے ذریعہ سے جو نصیحتیں نازل ہوتی ہیں اُن کو یہ اہل کتاب مانتے نہیں - اِس لئے اِن کے دل سخت ہو گئے - لیکن اے مسلمانوں تم میں تو نبی موجود ہے روز جدید نصیحتیں قرآن شریف کے ذریعہ سے نازل ہوتی ہیں - تم کو اہل کتاب کی طرح سخت دل نہیں ہونا چاہیئے - اِس سے معلوم ہوا کہ نبوت کا زمانہ دور ہو جانے سے امت کے دل سخت ہو جاتے ہیں - اسیواسطے آپ نے خیر القرون قرنی فرمایا - یہ دوری نبوت اور نزدیکی قیامت کا زمانہ اب ہم لوگوں کا ہے - ہم کو چاہیئے کہ قرآن شریف اور حدیث کی پُرانی نصیحتوں کو نیا خیال کریں - اور پڑھنے سے سُننے سے جس طرح ممکن ہو اُن نصیحتوں کے اثر سے اپنے دلوں کو نرم کرتے رہیں - ورنہ بڑی خرابی ہے - ترمذی اور موطا میں جو روایتیں ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ باتیں کرنے سے آدمی کا دل سخت ہوجاتا ہے - اسلئے بہت سی صحیح حدیثوں میں خاموشی کی بڑی تعریف اور فضیلت آئی ہے - پتھروں کی کچھ حالتیں جو ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں بعضے مفسروں نے طرح طرح کی تاویلیں کی ہیں - لیکن اُن تاویلوں کی کچھ ضرورت نہیں ہے آیۃ وان من شئ الا یسبح بحمدہٖ ولکن لا تفقھون تسبیحھم - اور صحیح مسلم کی اُس روایۃ سے جس میں آپ نے فرمایا ہے میں اُس پتھر کو خوب پہچانتا ہوں جو نبوت سے پہلے مجھ سے سلام علیک کیا کرتا تھا - اور اِس قسم کی اور آیات اور احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے پتھر اور پتھر جیسی بیجان چیزوں میں ایک طرح کی سمجھ دی ہے جو ہماری سمجھ سے باہر ہے - یہ جو چیز ہماری سمجھ سے باہر ہے اُسکی صحیح تاویل

ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اخیر آیتوں پر اللہ تعالیٰ نے یہود کو یہ تنبیہ کی ہے کہ اپنی سخت دلی کے سبب سے جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اُس سے اللہ غافل نہیں ہے اُسکو سب خبر ہے۔ وہ وقت آنیوالا ہے کہ ایک دن اُن کی پوری خبر لیجاویگی سورۂ حشر کی تفسیر میں معلوم ہوگا کہ دنیا میں تو وہ وقت آچکا عقبےٰ کا مواخذہ ابھی ان سے باقی ہے جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہوگا ؃

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ
اب کیا تم اے مسلمان توقع رکھتے ہو کہ وہ مانیں تمہاری بات اور ایک لوگ تھے اُن میں کے سنتے تھے کلام اللہ کا پھر اُسکو بدل ڈالتے تھے

مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا
بعد سمجھ لینے کے اور وہ اُس کو جانتے تھے اور جب ملتے ہیں مسلمانوں سے کہتے ہیں مسلمان ہوئے اور جب اکیلے ہوتے ہیں

بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ
ایک دوسرے پاس کہتے ہیں تم کیوں کہہ دیتے ہو اُنسے جو کھولا ہے اللہ نے تم پر کہ جھٹلاویں تم کو اُس سے تمہارے

رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝
رب کے آگے کیا تم کو عقل نہیں کیا اتنا بھی نہیں جانتے کہ اللہ کو معلوم ہے جو چھپاتے ہیں اور جو کھولتے ہیں

اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی سخت دلی کا ذکر فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ مدینے کی اطراف میں جو یہود رہتے ہیں اُن کے بڑوں سے یہ بات چلی آتی ہے کہ جوں جوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں یہ لوگ دیکھتے ہیں ان کے دل سخت ہوتے جاتے ہیں۔ اب مدینہ کی اطراف کے یہود لوگ صحابہ سے اکثر ملتے جلتے رہتے تھے جس سے صحابہ کو یہ توقع ہوتی تھی کہ ملنے جلنے کا اثر شاید یہ ہو کہ رفتہ رفتہ حق بات ان کے دل میں گھر کر جاوے اور راہ راست پر آن کر یہ لوگ شرع محمدی کے تابع ہو جاویں۔ اُس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ ان یہود لوگوں سے شرع محمدی کے تابع ہو جانے کی توقع بالکل بے سود ہے انہوں نے تو شریعت موسوی کا بھی یہ کھوج اکھو دیا ہے کہ توریت کی اکثر آیتیں بدلکر حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھیرا رکھا ہے۔ اور ان میں کے بعض لوگ مسلمانوں سے میل جول کے وقت شرع محمدی کے ہونے کا اقرار جو کرتے ہیں وہ منافق ہیں۔ اُنکے اس اقرار زبانی کا اثر اُنکے دل پر کچھ نہیں ہے۔ یہاں مسلمانوں کے روبرو تو یہ لوگ کچھ باتیں ایسی کرتے ہیں جس سے مسلمانوں کو ان کے راہ راست پر آجانے کا دھوکا ہوتا ہے لیکن جب یہ سب لوگ ایک جگہہ جمع ہوتے ہیں تو وہاں ان کے علماء ان کے سردار انکو یہ پٹی پڑھاتے ہیں کہ مسلمانوں سے میل جول کے وقت اپنے دین موسوی کے بھید کی کوئی ایسی بات مسلمانوں سے مت کہو کہ جس سے انکو ہمیں قائل کرنے کا موقع ملے۔ اس پٹی پڑھانے کے بعد یہ لوگ اپنے زبانی اقرار پر پچھتاتے ہیں۔ اتحدثونھم بما فتح اللہ علیکم کی تفسیر میں مجاہد نے کہا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک دن یہود بنی قریظہ کو سور و

اور بندروں کے اور بچھڑا پوجنے والوں کے بھائی کہا تھا۔ یہود کے علما اور سرداروں نے اپنی قوم کے اُن لوگوں سے جو مدینہ میں آتے جاتے اور مسلمانوں سے ملتے جلتے تھے اسلئے یہ کہا تھا کہ اپنے دین کے بھید کی کوئی بات مسلمانوں سے مت کہا کرو۔ مسلمانوں کو یہ کیا معلوم تھا کہ یہود میں کے کچھ لوگ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر سابق کے زمانہ میں بندر اور سور ہو گئے ہیں۔ یا یہود میں کچھ لوگوں نے بچھڑے کی پوجا بھی کسی زمانے میں کی تھی۔ آخر تم ہی لوگوں کے منہ سے یہ بات کبھی نہ کبھی نکلی ہوگی اسپر اللہ تعالیٰ نے یہود کے علما کو قائل کرنے کے لئے یہ فرمایا کہ یہ لوگ یہود کے علما کہلاتے ہیں انکو اتنا بھی شعور نہیں کہ انکی اس ایک بات پر کیا منحصر ہے توراۃ کے بھید کی سینکڑوں باتیں مسلمانوں کو ان کے نبی کے ذریعہ سے اور نبی کو وحی الٰہی کے ذریعہ سے روزانہ معلوم ہوتی جاتی ہیں۔ یہ ایک بات یہود میں کا کوئی شخص مسلمانوں سے کہہ دیتا تو اس کی یہ سیکڑوں باتیں کہاں سے بن جاتیں مگر یہ شعور اُن لوگوں کو ہوتا تو کیونکر ہوتا۔ بدبختی اصلی کے سبب انکی عقل ان کا شعور سب کچھ زائل ہو گیا ہے ؏

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝

اور ایک اُن میں اَن پڑھ ہیں خبر نہیں رکھتے کتاب کی مگر باندھ لیں اپنی آرزوئیں اور اُن پاس نہیں مگر اپنے خیال

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ

سو خرابی ہے اُن کی جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے کہ

لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ ۝

لیویں اسپر مول تھوڑا سو خرابی اُنکو اپنے ہات کے لکھے سے اور خرابی ہے اُنکو اپنی کمائی سے

ان آیتوں میں یہود کے اَن پڑھ اور علما دونوں فرقوں کا حال ہے۔ اَن پڑھ فرقہ کا تو یہ کہ اُنہوں نے اپنے گروہ کے علما سے جو کچھ گھڑی گھڑائی باتیں سن لی ہیں وہی اُن کا دین و ایمان ہے سو اُن باتوں کے انکو کچھ معلوم نہیں کہ توراۃ کیا ہے اور اس میں کیا احکام الٰہی ہیں۔ دوسرا فرقہ ان کے علما کا ہے جنہوں نے اپنی طرف سے اپنے ہاتھوں سے کچھ جھوٹ مصنوعی باتیں جعل سازی سے کتاب الٰہی میں لکھدی ہیں اور ان باتوں کو اللہ کا حکم بتلاتے ہیں اور جاہل لوگوں کو بہکا کر اس ذریعہ سے کچھ کما کھاتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ جھوٹ اور یہ لقمہ حرام ایک دن اُن کو خرابی میں ڈالیگا ؏

وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَنْ

اور کہتے ہیں ہمکو آگ نہ لگے گی مگر کئی دن گنتی کے تو کہہ کیا لے چکے ہو اللہ کے یہاں سے قرار تو البتہ

يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

خلاف نہ کرے گا اللہ اپنا قرار یا جوڑتے ہو اللہ پر جو معلوم نہیں رکھتے

علماء یہود میں دو باتیں زیادہ مشہور تھیں ایک تو یہ کہ دنیا کی عمر سات ہزار برس کی ہے۔ اگر ہمکو عذاب ہوا بھی تو فی ہزار ایک دن کا عذاب ہو گا اور آٹھویں دن ہم سب جنت میں چلے جاوینگے دوسری بات یہ ہے کہ اگر سات دن سے بڑھکر ہمکو عذاب ہوا تو چالیس دن سے بڑھکر کسی طرح نہو گا کیونکہ یہ وہ مدت ہے جس میں ہمارے بڑوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی۔ کم شہرت کی تیسری یہ بات بھی یہود کی زبان پر تھی کہ دوزخ کے منہ کی چوڑائی چالیس برس کے راستہ کی ہے۔ زیادہ عذاب ہمکو ہوا تو اسی مدت تک ہو گا۔ اللہ تعالی نے اس آیت میں آنحضرت سے فرمایا کہ تم ان یہود کے جھوٹے علما سے دریافت کرو کہ اُن کے پاس ان جھوٹی باتوں کی کیا سند ہے اور سند نہ بتلاوینگے تو اللہ کے دین میں ایسی جھوٹی باتیں بنانے کا وبال ایک دن ان پر آنے والا ہے +

بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا
کیوں نہیں جسنے کمایا گناہ اور گھیر لیا اُسکو اسکے گناہ نے سو وہی ہیں لوگ دوزخ کے وہ اُسی میں

خٰلِدُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝
رہ پڑے اور جو یقین لائے اور عمل کئے نیک وہ لوگ ہیں جنت کے وہ اُسی میں رہ پڑے

ع ۹

حضرت عبداللہ بن عباس رض نے ان آیتوں میں گناہ کے معنی شرک کے لئے ہیں اور آیۃ کی یہ تفسیر کی ہے کہ جو شخص یہود کی طرح سے شرک اور کفر اور گناہوں میں ہمیشہ مبتلا رہ کر بغیر توبہ کے مرجاویگا تو وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیگا۔ یہ تفسیر بہت سی صحیح حدیثوں کے موافق ہے جن کا مطلب یہ ہے کہ جو مومن گنہگار بغیر توبہ کے مرجاویگا وہ اخیر کو جنت میں جاویگا۔ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیگا +

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی
اور جب ہمنے لیا قرار بنی اسرائیل کا بندگی نہ کریو مگر اللہ کی اور ماں باپ سے سلوک نیک اور قرابت والے

وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ
سے اور یتیموں سے اور محتاجوں سے اور کہیو لوگوں کو نیک بات اور کھڑی رکھیو نماز کو اور دیتے رہو زکوۃ پھر

تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝
پھر گئے تم مگر تھوڑے تم میں سے اور تم منہ پھیرنے والے ہو

تو اوپر گذر چکا ہے کہ بنی اسرائیل کے سر پر پہاڑ کھڑا کر کے اُن سے توراۃ کے مسئلوں پر عمل کرنے کا عہد لیا گیا ہے۔ یہود کے قائل کرنے کے لئے اللہ تعالی نے ان آیتوں میں توراۃ کے آٹھ مسئلے ذکر کر کے فرمایا ہے کہ باوجود ایسے سخت عہد کے سوا چند آدمیوں کے تم سب ان مسئلوں پر عمل نہیں کرتے اور اپنے عہد سے پھر گئے ہو۔ اور پھر آگے جا کر فرمایا کہ جو کوئی ایسے کام کرے اُسکی یہی سزا ہے کہ دنیا میں وہ طرح طرح سے رسوا

ہوگا اور عقبے میں سخت عذاب بھگتے گا۔ ان مسئلوں میں پہلا مسئلہ توحید کا ہے کہ اللہ کو وحدہ لاشریک جاننا اور اُس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا یہ حکم اللہ تعالیٰ نے ہر ایک رسول کی امت کو دیا ہے چنانچہ سورۂ نحل میں فرمایا ہے ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت جسکا مطلب یہ ہے کہ دنیا بھر کی تمام امتوں میں جو رسول اللہ تعالیٰ نے بھیجے ہیں اُن کی امتوں کو یہی بات سمجھانے کو بھیجے ہیں کہ اللہ ہی کی خالص عبادت کریں اور شرک سے دور رہیں۔ سوا اللہ تعالیٰ کے جس چیز کی پوجا کی جاوے اُسکو عربی میں طاغوت کہتے ہیں۔ صحیحین میں حضرت معاذ رضہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ کا حق اُسکے بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے اُس حق کے ادا ہونے کے بعد بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے ایسے بندوں کو دوزخ کے عذاب سے بچاوے۔ شرک ایک تو ظاہری ہے کہ آدمی سوا اللہ کے کسی چیز کی پوجا کرے۔ دوسرا چھپا ہوا چھوٹا شرک ریاکاری ہے کہ لوگوں کے دکھاوے کے لئے آدمی اللہ کی عبادت کرے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کا حق پیدا کرنے کے لئے انسان کو دونوں طرح کے شرک سے بچنا چاہیئے۔ مسند امام احمدؒ میں محمود بن لبید کی صحیح سند سے روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مجھکو اپنی امت کے چھوٹے شرک کا بڑا خوف ہے۔ صحابہ نے پوچھا چھوٹا شرک کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ریاکاری۔ یہود میں سے جب توراۃ ضائع ہوگئی تو حضرت جبرئیل نے حضرت عزیر کو توراۃ یاد کرادی اور حضرت عزیر نے بنی اسرائیل کو اپنی یاد سے ساری توراۃ لکھوادی اُسپر یہود حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا کہنے لگے اور ایسے بڑے توحید کے عہد پر قائم نہیں رہے جسکا مفصل ذکر سورۂ توبہ میں آویگا۔ اسی طرح اور مسئلوں کا عمل اُنہوں نے چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور ماں باپ کے سبب سے ہر ایک انسان پرورش پاتا ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے ساتھ ماں باپ کے حق کا ذکر کیا ہے۔ مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے ماں باپ کو یا فقط ماں یا فقط باپ کو اُن کے بڑھاپے کی حالت میں زندہ پایا اور پھر بھی اُن کی خدمت کے اجر میں اُس شخص نے جنت حاصل نہ کی تو ایسا شخص بڑا بد نصیب ہے لوگوں سے نیک بات کہنے میں وعظ و نصیحت بھی داخل ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص ہاتھ یا زبان سے خلاف شرع بات کو منع نہ کرسکے تو ضعیف درجہ ایمان کا یہ ہے کہ دل سے اُس خلاف شرع بات کو برا جانے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں سے نیک بات کہنے میں وعظ نصیحت کا خیال رکھنا ایمان کی نشانی ہے ❊

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ

اور جب لیا ہمنے قرار تمہارا کہ نہ کروگے خون آپس میں اور نہ نکالدوگے اپنوں کو اپنے وطن سے

ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ
پھر تم نے اقرار کیا اور تم مانتے ہو پھر تم ویسے ہی خون کرتے ہو آپس میں اور نکال دیتے ہو

فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ وَاِنْ
اپنے ایک فرقے کو اُن کے وطن سے چڑھائی کرتے ہو اُن پر گناہ سے اور ظلم سے اور اگر

يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ
وہی آویں تم پاس کسی کی قید میں پڑے تو اُن کی چھڑائی دیتے ہو حالانکہ حرام ہے تم پر اُنکا نکال دینا پھر کیا مانتے ہو تھوڑی

الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ
کتاب اور منکر ہو تھوڑی سے پھر کچھ سزا نہیں اُسکی جو کوئی تم میں یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں

الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝
اور قیامت کے دن پہنچائے جاویں سخت سے سخت عذاب میں اور اللہ بیخبر نہیں تمہارے کام سے

مدینہ میں اوس و خزرج دو بڑے قبیلے رہتے تھے۔ اسلام سے پہلے ان دونوں قبیلوں میں سخت عداوت تھی۔ اور مدینہ کے اطراف میں یہود کے تین قبیلے بنی قینقاع بنی نضیر اور بنی قریظہ رہتے تھے۔ بنی قینقاع اور بنی نضیر عرب کے خزرج قبیلہ سے دوستی تھی اور بنی قریظہ کی اوس قبیلہ سے جب یہ دونوں قبیلے عرب کے آپس میں لڑتے تو یہود بھی اپنے اپنے دوست قبیلہ کے ساتھ ہو کر لڑتے اور ایک طرف کے یہودیوں کے ہاتھ سے دوسری طرف کے یہودی مارے جاتے اور اگر ایک طرف کے یہودی دوسری طرف گرفتار ہو جاتے تو توراۃ کے حکم کے موافق چھوڑوائی کی رقم دیکر اپنے قیدیوں کو ضرور یہودی چھڑا لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں یہود کو قائل کیا کہ توراۃ میں جسطرح ایک یہودی کا دوسرے یہودی قیدی کو چھڑوائی دے کر چھوڑانے کا حکم ہے اسی طرح یہودیوں کی آپس کی لڑائی آپس کی جلاوطنی حرام ہے۔ پھر توراۃ کی بعض آیتوں پر اپنی مرضی کے موافق عمل کرنا اور بعض آیتوں پر عمل نہ کرنا یہ کونسی دینداری ہے۔ پھر فرمایا جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے۔ بلکہ دنیا کی رسوائی عقبےٰ کا عذاب تمہاری سزا اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرار پا چکی ہے۔ دنیا کی رسوائی تو ہو چکی بنی قریظہ قتل ہوئے بنی نضیر بنی قینقاع جلاوطن کئے گئے۔ عقبےٰ کا عذاب باقی ہے جس کا ذکر آگے کی آیت میں ہے ✦

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؗ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ ع ١٠
یہی ہیں جنہوں نے خریدی دنیا کی زندگی آخرت دیکر سو نہ ہلکا ہوگا اُن پر عذاب اور نہ اُنکو مدد پہنچے گی

اِس آیۃ میں یہود اپنے اعمال کے سبب سے جس ٹوٹے میں پڑ گئے اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنی عاقبت ہاتھ سے دیکر دنیا حاصل کی جو چند روزہ ہے۔ لیکن اس بد اعمالی کے سبب سے عقبےٰ میں ان لوگوں پر ایسا عذاب ہوگا جس کی سختی میں کبھی کچھ کمی نہ ہوگی۔ اور وہاں ان کا کوئی مددگار بھی پیدا نہوگا۔ صحیحین میں نعمان بن بشیر سے روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سب دوزخیوں سے کم عذاب جس شخص پر ہوگا اسکو آگ کی جوتیاں پہنائی جاوینگی جس سے اُن کا بھیجا کھول جاویگا۔ پھر جن لوگوں کے حق میں اللہ نے فرمایا ہے کہ اُن کو سخت عذاب ہوگا اور اُن کے عذاب میں کبھی کچھ تخفیف نہوگی۔ اُن کا کیا حال ہوگا۔ خدا اپنے عذاب کی بلا سے سب کو محفوظ رکھے اور ایسے اعمال کی توفیق دیوے جس سے اُسکے عذاب سے محفوظ رہنے کا حق ہمکو حاصل ہو۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۡ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ
اور ہم نے دی موسیٰ کو کتاب اور پے در پے بھیجے اُسکے پیچھے رسول اور دی عیسےٰ مریم کے بیٹے کو

الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ اَفَكُلَّمَا جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ
معجزے صریح اور قوت دی اُسکو روح پاک سے پھر بھلا جب تم پاس لایا کوئی رسول جو نہ بھایا تمہارے جی نے

اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ۝
تم تکبر کرنے لگے پھر ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک جماعت کو مار ڈالتے

حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ کے مابین ایک ہزار نوسو پچیس (۱۹۲۵) برس کے زمانہ میں کتاب تو وہی توراۃ بھیجا مگر حضرت ذکریا یونس یحییٰ داؤد سلیمان علیہم السلام اور اور نبی اللہ تعالیٰ نے توراۃ کے احکام قائم رکھنے کے لئے متواتر بھیجے۔ اور اُن انبیاء نے جب کبھی بنی اسرائیل کو توراۃ کے احکام کی پابندی پر زیادہ مجبور کیا اور برخلاف کتاب الٰہی کے جو باتیں یہود نے رائج کر رکھی تھیں اُن سے اُن کو روکا تو انہوں نے اُن کے ساتھ بدسلوکی کرکے بعضوں کو اُن میں سے شہید کیا اور بعضوں کے ساتھ سخت مخالفت سے پیش آئے۔ روح القدس کی تفسیر میں صحیح قول یہی ہے کہ روح القدس سے مراد یہاں حضرت جبرئیل ہیں کہ وہ ہر وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے اور سورۂ آل عمران میں آویگا کہ حضرت عیسیٰؑ نے توراۃ کے کچھ احکام مثلاً چربی اور اونٹ کے گوشت کے حرام ہونے کو اللہ کے حکم سے منسوخ بھی کیا۔ یہود کا تو یہ عقیدہ تھا کہ توراۃ کے احکام قیامت تک کبھی منسوخ نہیں ہونگے۔ حضرت عیسےٰ کے جدید معجزات سے اور توراۃ کی بعض احکام کی منسوخی سے انہوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے سخت مخالفت شروع کی یہاں تک کہ آخر اُن کے شہید کرنے پر مستعد ہوئے جس کا تفصیلی قصہ سورۃ النساء میں آوے گا۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ○
اور کہتے ہیں ہمارے دل پر غلاف ہیں یوں نہیں لعنت کی ہے اللہ نے اُنکے انکار سے سو کم یقین لاتے ہیں

سورہ حم السجدہ میں یہود کے اس قول کی طرح اہل مکہ کا قول اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ جسکا مطلب یہ ہے کہ اے محمد تم اپنے دین پر رہو ہم اپنے دین پر رہینگے کیونکہ غیر دین کی بات نہ ہمارے دل سمجھ سکتے ہیں نہ ہمارے کان سن سکتے ہیں۔ نہ ہم میں اور غیر دین میں جو پردہ حائل ہے وہ اٹھ سکتا ہے۔ حاصل مطلب ان دونوں قولوں کا یہ ہے کہ غیر دین کی بات ہم پر کسی طرح اثر نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کے قول کا تو یہ جواب دیا کہ یہ لوگ عقبےٰ کے منکر ہیں۔ اس سبب سے ایسی باتیں کرتے ہیں۔ اور یہاں یہود کے اس قول کا جو جواب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اہل کتاب اور عقبےٰ کے قائل ہو کر جو منکرین حشر کی سی باتیں کرتے ہیں تو ان پر خدا کی لعنت اور پھٹکار ہے جس پھٹکار کا اثر یہ ہے کہ اہل مکہ میں کی تو ایک جماعت راہ راست پر آگئی ہے اور ان میں کے ابھی تھوڑے سے لوگ راہ راست پر آئے ہیں ✤

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ
اور جب اُنکو پہنچی کتاب اللہ کی طرف سے سچا بتاتی اُن پاس والے کو اور پہلے سے فتح مانگتے تھے

عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○
کافروں پر پھر جب پہنچا اُن کو جو پہچان رکھا تھا اُس سے منکر ہوئے سو لعنت ہے اللہ کی منکروں پر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف توراۃ میں دیکھکر یہود لوگ اللہ تعالیٰ سے نبی آخر الزمان کے جلد پیدا ہونے کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اور جن مشرکوں سے اُن کی مخالفت تھی اُن سے یہ کہا بھی کرتے تھے کہ بہت جلد نبی آخر الزمان کا زمانہ آنے والا ہے اُس وقت ہم اُن نبی کے ساتھ ہو کر تم سے دل کھولکر لڑینگے اور تم کو خوب قتل کرینگے۔ اور آگے آویگا کہ یہ لوگ نبی آخر الزمان کے پیدا ہونے سے پہلے اُنکو ایسا پہچانتے تھے جس طرح ہر ایک باپ اپنے بیٹے کو پہچانتا ہے۔ کیونکہ نبی آخر الزمان کے اوصاف اُن کی کتاب توراۃ میں صاف صاف تفصیل سے موجود تھے۔ لیکن جب آنحضرت صلعم پیدا ہوئے اور مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ میں آئے اور ان یہود نے قرآن کی آیتیں بھی سُنیں جن میں توراۃ کی تصدیق بھی موجود تھی۔ تو فقط اس حسد سے کہ یہ نبی ہم میں سے کیوں نہیں پیدا ہوئے جان بوجھ کر آپ کی نبوت کے منکر ہو گئے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص جان بوجھ کر حق بات کا منکر ہو اُس پر خدا کی لعنت اور پھٹکار ہے۔ ابن ماجہ وغیرہ میں چند صحابہ سے جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص دین کی کوئی بات جان بوجھ کر چھپاویگا تو قیامت کے دن اُسکے منہ میں آگ کی لگام دی جاویگی ✤

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ یَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْیًا اَنْ یُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ
بُرے مول خریدا اپنی جان کو کہ منکر ہوئے اللہ کے اُتارے کلام سے اس ضد پر کہ اُتارے اللہ اپنے فضل سے

عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ○
جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے سو کما لائے غصہ پر غصہ اور منکروں پر عذاب ہے ذلت کا

اللہ تعالیٰ کا غصہ پر غصہ اس لئے ہوا کہ ایک تو ان یہود لوگوں نے اللہ کی کتاب توراۃ کی آیتوں کو بدل ڈالا دوسرے انجیل کے کتاب الٰہی اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کا انکار کیا۔ تیسرے نبی آخرالزمان کو نبی برحق اور قرآن کو کتاب الٰہی جانکر محض اس حسد سے اُن کے منکر ہوئے کہ ہماری قوم میں مدت سے نبوت چلی آتی تھی غیر قوم بنی اسمٰعیل میں یہ نبوت کیوں گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان باتوں سے انہوں نے اور کسی کا کچھ نہیں بگاڑا۔ خود آپ ہی ذلت کے عذاب میں گرفتار ہوئے۔ ذلت کا عذاب اس لئے فرمایا کہ یہود نے اس تکبر نخوت اور خود پسندی کے سبب سے نبی آخرالزمان کی نبوت کا انکار کیا کہ وہ نخوت کی راہ سے اپنے آپ کو اپنی قوم کو بنی اسمٰعیل سے عالی درجہ سمجھتے تھے۔ اُن کے اس تکبر نے اجازۃ نہیں دی کہ وہ غیر قوم کے نبی کی فرمانبرداری کریں۔ اور یہ بات علم الٰہی میں قرار پا چکی ہے کہ قیامت کے دن ہر صاحب نخوت آدمی کو اس طرح کا عذاب ہوگا جس میں اُس کی ذلت ہو چنانچہ مسند امام احمد نسائی اور ترمذی میں معتبر سند سے جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن متکبر لوگ چیونٹیوں کے جسم کے برابر آدمی کی صورت میں اُٹھینگے۔ اور تمام مخلوقات کی روندن میں آوینگے تاکہ سب مخلوقات میں اُن کی ذلت ہو ✤

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَیَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَ
اور جب کہیے اُن کو مانو اللہ کا اُتارا کلام کہیں ہم مانتے ہیں جو اُترا ہم پر اور وہ نہیں مانتے جو پیچھے آیا اس سے اور

هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِیَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○
وہ اصل تحقیق ہے سچ بتاتا اُن پاس والے کو کہہ پھر کیوں مارتے رہے ہو نبی اللہ کے پہلے سے اگر تم ایمان رکھتے تھے

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَیِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ وَاِذْ
اور آچکا تم پاس موسیٰ صریح معجزے لیکر پھر تم نے بنالیا بچھڑا اُسکے پیچھے اور تم ظالم ہو اور جب

اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا
ہمنے لیا قرار تمہارا اور اونچا کیا تم پر پہاڑ پکڑو جو ہم نے دیا تم کو زور سے اور سنو بولے

سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا یَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِیْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ
سُنا ہم نے اور نہ مانا ہمنے اور رچ رہا اُن کے دلوں میں بچھڑا مارے کفر کے تو کہہ بُرا کچھ سکھاتا تمکو ایمان تمہارا اگر تم ایمان والے ہو

اِس آیۃ میں یہود نے یہ دعوے کیا تھا کہ ہمارا ایمان حضرت موسٰی اور توراۃ پر ایسا مضبوط ہے کہ غیر دین کے انکار
پر ہم مجبور ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے یہود کے اِس دعوے کو کئی طرح جھٹلایا۔ ایک تو یہ کہ جب قرآن میں توراۃ کی تصدیق موجود
ہے تو جس کا ایمان توراۃ پر مضبوط ہوگا وہ قرآن کا منکر نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ قرآن کا انکار اس صورت میں توراۃ کے سچے
ہونے کا گویا انکار ہے۔ دوسرے یہ کہ جس کا ایمان توراۃ پر مضبوط تھا اُس نے اُن انبیا کو کیوں شہید کیا جو توراۃ کے
احکام کی مضبوطی کے لئے آئے تھے۔ تیسرے یہ کہ جس کا ایمان موسٰی علیہ السلام پر مضبوط تہا تو اُسنے بچھڑے کی پوجا
کیوں کی۔ کیا موسٰیؑ نے اُن کو اس پوجا کے لئے کہا تہا۔ چوتھے یہ کہ جسوقت پہاڑ سر پر لایا جا کر توراۃ کے موافق عمل
کرنے کا عہد لیا گیا تہا اُس وقت تمہارے بڑوں نے چپکے سے وَعَصَیْنَا کہا تھا پھر تمہارا ایمان توراۃ پر کیونکر مضبوط
ہوسکتا ہے۔ حاصل یہ کہ تمکو تو توراۃ پر مضبوط ایمان کا لانا کیا نصیب ہوگا تمہارے بڑے بھی اس سے محروم تھے۔
پھر فرمایا کہ اگر تم لوگ اپنے دعوے کے موافق ایماندار ہو اور تمہارا ایمان تم کو یہی سکھاتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو تو تمہارے
ایمان کی تعلیم نہایت نالائق تعلیم ہے بلکہ ایمانداری کیا یہ تو عین بے ایمانی ہے۔ ابن ماجہ اور ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ
سے روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہدایت کے بعد گمراہ وہی قوم ہوتی ہے جو دین میں
زبردستی کے جھگڑوں میں پڑجاوے۔ ترمذی نے اِس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے ۔ زبردستی کے جھگڑے اسی طرح
کے ہوتے ہیں جس طرح حق بات کے معلوم ہوجانے کے بعد بھی یہود لوگ زبردستی کے روز کے جھگڑے حق بات کے
ٹالنے کی غرض سے نکالتے تھے۔ امت محمدیہ کے علما کو اس طرح کے جھگڑوں سے پرہیز کرنا چاہئے ✤

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ
تو کہہ اگر تم کو ملنا ہے گھر آخرت کا اللہ کے یہاں الگ سواے اور لوگوں کے تو تم مرنے کی آرزو کرو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝
اگر سچ کہتے ہو اور یہ آرزو کبھی نہ کرینگے جس واسطے آگے بھیج چکے ہیں ہات اُنکے اور اللہ خوب جانتا ہے گنہگاروں کو

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ
اور تو دیکھے اُن کو سب لوگوں سے زیادہ حریص جینے کے اور شریک پکڑنے والوں سے بھی ایک ایک چاہتا ہے کہ عمر پاوے ہزار

سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝ ع ۱۱
برس اور کچھہ اُسکو سرکا نہ دیگا عذاب سے اتنا جینا اور اللہ دیکھتا ہے جو کرتے ہیں

اس سورۃ میں آگے آویگا کہ یہود کہتے تھے لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ کَانَ ہُوْدًا اور سورۂ مائدہ میں آویگا کہ توراۃ کی
آیۃ کو بدل ڈالا تہا اور کہتے تہے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ان کے ان قولوں کا مطلب یہ تھا کہ ہم اللہ کے پیارے ہیں
سوا ہمارے اور کوئی جنت میں ہرگز نہیں جاویگا۔ اسپر اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق آنحضرت صلعم یہود سے موت کی
بددعا کا مباہلہ کرنے کو تیار ہوئے۔ لیکن یہود تو اپنے دل میں سمجھتے تہے کہ مباہلہ کرینگے تو اپنے جھوٹ کے سبب سے

غارت ہو جاویں گے۔ مباہلہ کی صورت یہ ہے کہ جب دو فریق میں زبانی بحث سے کوئی بات طے نہو تو ہر ایک فریق جھوٹے فریق پر بد دعا کرتا ہے۔ سورۂ آل عمران میں مباہلہ کی آیت آویگی جو نجران کے نصارٰی سے آنحضرت صلعم مباہلہ کرنا چاہا تھا لیکن وہ نصرانی لوگ مباہلہ پر راضی نہیں ہوئے جس طرح اس آیۃ میں یہود لوگ جھوٹے فریق کی موت کی بد دعا پر راضی نہیں ہوئے مباہلہ کو تمنا کے لفظ سے اِس آیۃ میں اس لئے ذکر فرمایا ہے کہ ہر فریق جھوٹے فریق کی ہلاکت کی تمنا کرتا ہے۔ مُشرکین سے مراد اس آیۃ میں پارسی لوگ ہیں کہ اُن کی قوم میں ہزار برس کے جینے کی دعا کا رواج ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنی بد اعمالی کے سبب سے موت کے مباہلہ پر تو ہرگز راضی ہونگے کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ ان کے عیش کا مدار دنیا کی زندگی پر ہے لیکن شیطان کی طرح اگر ہزار ہا برس بھی یہ لوگ جی گئے تو ایک دن آخر مرینگے اور عذاب عقبےٰ میں گرفتار ہونگے۔ اور عذاب عقبےٰ کے جو کام یہ لوگ کر رہے ہیں اللہ کو سب معلوم ہیں ❖

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
تو کہہ جو کوئی ہوگا دشمن جبریل کا سو اُسنے تو اُتارا ہے یہ کلام تیرے دل پر اللہ کے حکم سے سچ بتاتا اُس کلام کو

يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ
جو اُسکے آگے ہے اور راہ دکھاتا اور خوشی سناتا ایمان والوں کو جو کوئی ہوگا دشمن اللہ کا اور اُسکے فرشتوں کا اور اُسکے رسولوں کا

وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ ۝
اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے اُن کافروں کا

جب سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر توراۃ کے چند احکام کے منسوخ ہونے کی وحی حضرت جبرئیل لائے اور ہر وقت مدد کے طور پر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ساتھ رہنے لگے اُس وقت سے یہود لوگ حضرت جبرئیل کو اپنا دشمن جانتے تھے۔ اب آنحضرت صلعم جب مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ میں تشریف لائے تو یہود نے چند باتیں آپ سے پوچھیں اُن میں ایک بات یہ بھی تھی کہ آپ پر وحی کون سا فرشتہ لاتا ہے اس کا جواب آپ نے دیا کہ جس طرح اور انبیا پر حضرت جبرئیل وحی لاتے رہے اُسی طرح مجھ پر بھی وہی وحی لاتے ہیں۔ یہ سُنکر یہود نے کہا کہ حضرت جبرئیل کو ہم لوگ پہلے سے اپنا دشمن جانتے ہیں۔ اس لئے ہم اسلام قبول نہیں کر سکتے۔ اگر اور کوئی فرشتہ آپ کا رفیق ہوتا تو ہم آپ پر ایمان لاتے۔ اُسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی۔ اور فرمایا کہ جبرئیل کا وحی لانا اللہ کے حکم سے ہے کیونکہ وہ ملائکہ میں اللہ کے رسول ہیں۔ اِس پر بھی جو کوئی اللہ کے فرشتوں اور رسولوں کا دشمن ہوگا اللہ اُسکا دشمن ہے❖

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ۝ أَوَكُلَّمَا
اور ہم نے اُتاریں تیری طرف آیتیں واضح اور منکر نہ ہونگے اُنسے مگر وہی جو بے حکم ہیں کیا اور جس بار

عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَمَّا جَآءَهُمْ
باندھینگے ایک قرار پھینکدیگی اُسکو ایک جماعت اُن میں سے بلکہ وہ اکثر یقین نہیں کرتے اور جب پہنچا اُنکو

رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
رسول اللہ کی طرف سے سچ بتاتا اُن پاس والی کتاب کو پھینکدی ایک جماعت نے کتاب پانے والوں میں

كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ
کتاب اللہ کی اپنی پیٹھ کے پیچھے گویا اُن کو معلوم نہیں اور پیچھے لگے اُس علم کے جو پڑھتے شیطان

عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ
سلطنت میں سلیمان کی اور کفر نہیں کیا سلیمان نے لیکن شیطانوں نے کفر کیا لوگوں کو

النَّاسَ السِّحْرَ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَمَا
سکھلاتے تھے سحر اور وہ علم جو اُترا دو فرشتوں پر بابل میں ہاروت اور ماروت پر اور وہ نہ

يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا
سکھلاتے کسی کو جب تک نہ کہتے کہ ہم تو ہیں آزمانے کو سو تو مت کافر ہو پھر اُنسے سیکھتے جس چیز سے

يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ
جدائی ڈالتے ہیں مرد میں اور اُسکی عورت میں اور وہ اُس سے بگاڑ نہیں سکتے کسی کا بغیر اذن اللہ کے

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ
اور سیکھتے ہیں جس سے اُن کو نقصان ہے اور نفع نہیں اور جان چکے ہیں کہ جو کوئی اُس کا خریدار ہوا اُسکو آخرت میں نہیں

مِنْ خَلَاقٍ ط وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ
کچھ حصہ اور بہت بُری چیز ہے جسپر بیچا اپنی جان کو اگر اُن کو سمجھ ہوتی اور اگر وہ

اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ط لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝
یقین لاتے اور پرہیز رکھتے تو بدلا تھا اللہ کے یہاں سے بہتر اگر اُن کو سمجھ ہوتی

بعضے یہود نے آنحضرت صلعم سے یہ کہا تھا کہ حضرت موسی کے عصا اور ید بیضا کی طرح آپ کو کوئی صریح اور صاف معجزہ نہیں ملا۔ پھر ہم آپ کو کیونکر اللہ کا رسول جان لیویں۔ اسی گفتگو میں بعضے یہود نے یہ بھی کہا تھا کہ توراۃ میں ایسا کوئی عہد نہیں ہے جس سے ہم لوگوں پر نبی آخر الزمان کی مدد لازم ہو۔ اسپر اللہ تعالی نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ اور یہود کی پہلی بات کا جواب تو یہ دیا کہ ان لوگوں کی وہ باتیں جو سوا ان کے علما کے دوسرے کسی کو معلوم نہیں جبکہ نبی آخر الزمان پر قرآن کے ذریعہ سے روزانہ نازل ہوتی ہیں اور نبی آخر الزمان باوجود امی ہونے کے اور باتوں

کی ایسی صحیح اطلاع اُن لوگوں کو دیتے ہیں جن کو یہ لوگ اپنی کتاب آسمانی کے مطابق پاتے ہیں تو پھر نبی آخر الزمان
کے نبی اور قرآن کے کتاب آسمانی ہونے کے لئے ان لوگوں کو اور کیا معجزہ درکار ہے۔ اور دوسری بات کا
جواب یہ دیا کہ نبی آخر الزمان کی فرمانبرداری اور مدد کے عہد کو یہ لوگ خوب جانتے ہیں لیکن یہ ان لوگوں کی
عادت ہے کہ اپنے عہد پر یہ لوگ قائم نہیں رہتے۔ یہ اس لئے فرمایا کہ یہ عہد توراۃ میں موجود ہے جس کا ذکر
سورۃ الاعراف کی آیۃ اَلَّذِیْنَ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَہُمْ فِی التَّوْرٰاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ میں ہے پھر فرمایا کہ ان کی بدعہدی کا
سبب یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنی کتاب توراۃ کو تو بالکل ایسا چھوڑ دیا ہے کہ اُس سے جان بوجھ کر انجان
بن گئے ہیں۔ اور سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں جن وانس کے میل جول سے جادو کی جو دھت لگ گئی تھی
اُسی کو اُنہوں نے اپنا دین سمجھ رکھا ہے۔ اور جادو کے رواج کو یہ لوگ سلیمان علیہ السلام کی طرف جو منسوب
کرتے ہیں یہ بات اِن لوگوں کی بالکل غلط ہے۔ یہ جادو تو شیاطین اور ہاروت ماروت کے سبب سے پھیلا ہے ہاروت
ماروت کے قصہ کا حاصل یہ ہے کہ بنی آدم کے طرح طرح کے گناہ دیکھکر ملائکہ نے خدا تعالیٰ کے روبرو بنی آدم پر کچھ طعن کی تھی اللہ
نے فرمایا اگر بنی آدم کی سی خواہشیں نفسانی تم میں ہوتیں تو تمہارا بھی گناہوں سے بچنا دشوار تھا۔ ملائکہ نے
جواب دیا کہ ہم تو یا اللہ تیری نافرمانی ایسی کبھی نہ کرینگے جیسی نافرمانی بنی آدم کرتے ہیں۔ اسپر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ میں کے
بڑے عابد دو فرشتے جنکا نام ہاروت ماروت تھا چھانٹے اور انسان کی سی سب خواہشیں اُن میں پیدا کرکے کوفہ
کی سرزمین پر جو ایک جگہہ بابل ہے وہاں اُن کو بھیجا اور وہاں وہ ایک عورت زہرہ نام پارسن کی الفت میں مبتلا ہو کر اسکے
کہنے سے شراب پی گئے۔ اور شراب کے نشہ میں زنا کے علاوہ شرک اور قتل نفس کا گناہ بھی ان سے سرزد ہوا۔ اور ان
گناہوں کی سزا میں قیامت تک ان پر طرح طرح کا عذاب ہوتا رہیگا۔ یہی دونوں فرشتے لوگوں میں پابندی شریعت
کے جانچنے کو پہلے جادو کے سیکھنے سے منع کرتے ہیں۔ پھر جب کوئی شخص زیادہ اصرار کرتا ہے تو اُسکو جادو سکھاتے ہیں
ہاروت ماروت کے اس قصہ کے صحیح ہونے کا اکثر علمائے مفسرین نے انکار کیا ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر نے اس قصہ
کی روایتیں ایک رسالہ میں جمع کی ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قصہ کی روایت درجہ صحت تک پہنچتی ہے۔ اور اس
قصہ کی اصل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ یہ قصہ حضرت ادریس کے زمانہ میں ہوا ہے اور اُسی زمانہ میں
ایک عورت زہرہ ایسی خوبصورت تھی جیسے تاروں میں زہرہ تارہ خوبصورت ہے۔ فرقہ معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ سرے سے
دنیا میں جادو کا وجود ہی نہیں ہے۔ لیکن قرآن شریف میں چند جگہہ جو جادو کا ذکر ہے وہ اور صحیحین میں حضرت عایشہؓ کی
وہ حدیث جس میں لبید بن عاصم کا آنحضرت صلعم پر جادو کرنے کا قصہ ہے اہل سنت کے مذہب کی تائید کے لئے کافی ہے
رہا جادو کا سیکھنا اس میں امام ابو حنیفہ. و مالک و احمد کا یہ مذہب ہے کہ جادو کا سیکھنا کفر اور سیکھنے کے بعد جو شخص جادو کا
ایک دفعہ بھی عمل کرے تو اُس کی سزا قتل ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کے عمل سے نہیں بلکہ عادت کے
طور پر چند دفعہ جادو کا عمل کرنے سے ایسا شخص واجب القتل ٹھیرتا ہے۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ سے جو روایۃ ہے اُس سے
معلوم ہوتا ہے کہ جادو کا سیکھنا کبیرہ گناہ ہے اور ترمذی کی جندب کی روایۃ میں آپ نے جادوگر کی حد قتل قرار دی ہے

ان حدیثوں میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے علمانے کہا ہے کہ اگر بغیر دخل تقدیر الٰہی کے کوئی شخص جادو میں مستقل تاثیر کا اعتقاد رکھے تو کفر ہے ورنہ کبیرہ گناہ ہے۔ امام رازی نے معجزہ اور جادو کا فرق پہچاننے کی غرض سے جادو کے سیکھنے کو واجب لکھا ہے اور علمانے اسپر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو صحابہ ضرور جادو سیکھتے۔ آیۃ الکرسی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس میں رد سحر کا ایک خاص اثر اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے ۔

۱۴ ع ۱۲

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ

اے ایمان والو تم نہ کہو راعنا اور کہو انظرنا اور سنتے رہو اور منکروں کو دکھ کی

أَلِيمٌ مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ

مار ہے دل نہیں چاہتا ان لوگوں کا جو منکر ہیں کتاب والوں میں اور شرک والوں میں یہ کہ اترے تمپر کچھ

خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

نیک بات تمہارے رب سے اور اللہ خاص کرتا ہے اپنی مہر سے جسے چاہے اور اللہ بڑا فضل رکھتا ہے

اس آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان لوگوں کو راعنا کے لفظ کے کہنے سے منع کیا کیونکہ ظاہری معنی تو اس لفظ کے یہ ہیں کہ اے نبی اللہ کے ہماری طرف بھی متوجہ ہو جس وقت صحابہ آنحضرت صلعم سے دوبارہ کوئی بات پوچھنی چاہتے تھے اسوقت آپ کی توجہ اپنی طرف مصروف کرنے کے لئے یہ لفظ کہا کرتے تھے لیکن یہود نے اس لفظ کو جب مسلمانوں سے سنا تو خود بھی آنحضرت صلعم سے بات چیت کرتے وقت اس لفظ کو کہنا شروع کر دیا مگر یہ لوگ زبان کو دانتوں میں دبا کر عداوت کے سبب سے اس طرح اس لفظ کو بولتے تھے جسکے معنے نبی کی شان کے مخالف تھے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تو آیندہ اس لفظ کے بولنے سے روکدیا اور فرمایا کہ یہود لوگ اپنے کفر کے سبب سے ایسی باتیں کرتے ہیں جن کے سبب سے ایک دن سخت عذاب میں پکڑے جاوینگے اور اللہ نے جب تک چاہا نبوت کو بنی اسرائیل میں رکھا اور اب وہ نبوت بنی اسمٰعیل میں آگئی۔ ان کو اس پر عداوت کا کچھ حق نہیں ہے یہ تو اللہ کی ایک نعمت ہے وہ جسکو چاہے دیوے

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا ۗ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ

جو موقوف کرتے ہم کوئی آیۃ یا بھلا دیتے ہیں تو پہنچاتے ہیں اس سے بہتر یا اسکی برابر کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيرٌ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِنْ

قادر ہے کیا تجکو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمان اور زمین کی اور نہیں تمہارا

دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ

سوا اللہ کے کوئی حمایتی اور مدد والا

یہود کا یہ اعتقاد تھا کہ توراۃ کے احکام قیامت تک کبھی منسوخ نہیں ہوں گے۔ اسی اعتقاد کی وجہ سے انہوں نے انجیل کا

کتاب الٰہی ہونا تسلیم نہیں کیا کیونکہ اس سے اِن کو توراۃ کے بعضے احکام کا منسوخ ہوجانا تسلیم کرنا پڑتا تھا
اب جبکہ قرآن شریف کی بعضی آیتیں بعضی آیتوں سے منسوخ ہوئیں تو یہود لوگ مسلمانوں سے طرح طرح
کی حجتیں اِس باب میں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کلام الٰہی کبھی منسوخ نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہہ
آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے سو کرے۔ اپنے بندوں کے حالات کی مصلحت
سے جو احکام اُس کو مناسب معلوم ہوئے اُس نے سب سے پہلے صاحب شریعت نبی حضرت نوح سے لیکر
حضرت موسیٰ تک وہ احکام نازل فرمائے اور پھر مصلحت وقت کے موافق اُن احکام میں ترمیم کرکے توراۃ نازل
فرمائی۔ اگر یہود کا یہ اعتقاد صحیح ہوتا کہ کلام الٰہی کبھی منسوخ نہیں ہوتا تو پچھلی شریعتوں کے احکام منسوخ ہوکر
توراۃ کیونکر نازل ہوتی۔ غرض یہود کا یہ اعتقاد اُن کا گھڑا ہوا ایک اعتقاد ہے کسی حکم الٰہی کے موافق نہیں ہے
اِسی غلط اعتقاد نے عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اِن بدنصیبوں کو انجیل پر عمل نہیں کرنے دیا اور یہی غلط اعتقاد قرآن پر عمل کرنے سے
اُن کو روک رہا ہے یہ کام بندوں کا نہیں ہے کہ اللہ کی ہر وقت کی مصلحت میں دخل دیویں کیونکہ بندوں کو ہر وقت کی مصلحت کا علم
نہیں ہے۔ پھر نامعلوم بات میں کوئی کیا دخل دے سکتا ہے اور اگر دخل دیا بھی تو وہ صحیح کیسے ہوسکتا ہے
بلکہ بیجا دخل کا یہ نتیجہ ہوتا ہے جو اِن لوگوں کا ہوا کہ دو شریعتوں سے منکر ہوگئے اور طرح طرح کے عذاب میں
اُس انکار کے سبب سے پھنس گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کوئی تبدیل امر
و نہی میں ہوجاوے تو اُسکو ناسخ و منسوخ کہتے ہیں جو پہلے کا حکم دوسرے جدید حکم سے بدل جاوے ان میں پہلے
حکم کو منسوخ اور جدید دوسرے حکم کو ناسخ کہا جاتا ہے مثلاً اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْکُمْ بِهِ اللّٰهُ منسوخ
ہے اور لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اُس کا ناسخ ہے۔ اب منسوخ آیتوں میں بعضی آیتیں تو ایسی ہیں کہ جنکا حکم
منسوخ ہوگیا ہے اور قرآن شریف میں اُن کی تلاوت باقی ہے جیسے وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْکُمْ بِهِ اللّٰهُ
اور بعضی آیتیں ایسی ہیں جن کی تلاوت باقی نہیں ہے مگر حکم باقی ہے جیسے اذا زنی الشیخ والشیخۃ فارجموھما۔ ناسخ و
منسوخ کی یہ سب قسمیں اور ان کی مثالیں اصول تفسیر اور اصول فقہ کی کتابوں میں بالتفصیل ہیں اور بھولی ہوئی
آیتیں وہی ہیں جن کی تلاوت کا حکم کچھ بھی باقی نہیں ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت
ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم لوگ سورۂ براءۃ کی برابر کی ایک سورۃ قرآن شریف کی سورتوں میں پڑھا کرتے تھے
مگر وہ اب یاد نہیں رہی۔ ناسخ آیت کبھی تو محنت و مشقت کے کم ہو جانے میں منسوخ آیت سے بہتر ہوتی ہے جیسے تہجد
کی نماز فرض ہونے کی منسوخی اور کبھی ثواب کے بڑھ جانے میں بہتر ہوتی ہے جیسے عاشورے کے دن کے روزے
کے بدلے میں رمضان کے روزے۔ اور کبھی ناسخ و منسوخ دونوں برابر کے درجہ میں ہوتے ہیں جیسے بیت المقدس
کی جانب کا قبلہ منسوخ ہوکر کعبہ کی جانب قبلہ کا قرار پانا کہ ثواب اور مشقت میں دونو برابر ہیں۔ اکثر علماء کا
یہ مذہب ہے کہ صحیح حدیث سے قرآن شریف کی آیۃ منسوخ ہوسکتی ہے۔ تفصیل اس مسئلہ کی اصول فقہ کی
کتابوں میں ہے۔ اگرچہ بعضے علماء نے منسوخ آیتوں کی تعداد بیس آیہ کی بتلائی ہے۔ لیکن شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ

نے فوز الکبیر میں بڑی بحث کے بعد صرف پانچ آیتیں منسوخ قرار دی ہیں جن کی تفصیل احسن الفوائد کے مقدمہ میں اور اس تفسیر کے مقدمہ میں بتلا دی گئی ہے ❖

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ

کیا تم مسلمان بھی چاہتے ہو کہ سوال شروع کر دو اپنے رسول سے جیسے سوال ہو چکے ہیں موسی سے پہلے اور جو کوئی انکار

الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝

لیوے بدلے یقین کے وہ بھولا سیدھی راہ سے

یہود کے بہکانے سے بعضے مسلمان آنحضرت صلعم سے غیر ضروری باتیں پوچھتے تھے اور قرآن شریف کے نازل ہونے کے زمانہ میں جو کچھ کوئی پوچھتا تھا اس کا جواب قرآن شریف کی کسی آیۃ کے ذریعہ سے ضرور نازل ہوتا تھا اور غیر ضروری سوال کی صورت میں کوئی سخت حکم اگر ایسا نازل ہو جاتا جس کی تعمیل میں کوئی دشواری پیش آتی یا کوئی حلال چیز مسلمانوں پر حرام ہو جاتی تو بڑی خرابی کی بات تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کثرت سوال سے روکا اور فرمایا کہ کیا تمہارا ارادہ یہ ہے کہ تم بھی بنی اسرائیل کی طرح اللہ کے رسول سے ہر گھڑی غیر ضروری باتیں پوچھنے کی عادت ڈال لو۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ بنی اسرائیل کی ہر گھڑی کی پوچھ گچھ سے ان پر بعضے احکام ایسے نازل ہو گئے کہ ان کی تعمیل میں پھر انہوں نے تساہل کیا جس کے سبب سے وہ گمراہی میں پڑ گئے۔ صحیحین میں مغیرہ ابن شعبہ سے روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے غیر ضروری کثرت سوال سے منع کیا اور فرمایا کہ پچھلی امتوں کے لوگ کثرت سوال سے طرح طرح کی ہلاکت میں پڑ گئے ❖

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ

دل چاہتا ہے بہت کتاب والوں کا کسی طرح تم کو پھیر کر مسلمان ہوئے پیچھے کافر کریں حسد کر کر

عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ

اپنی اندر سے بعد اسکے کہ کھل چکا ان پر حق سو تم درگذر کرو اور خیال میں نہ لاؤ جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ

اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور کھڑی رکھو نماز اور دیتے رہو زکوۃ اور جو آگے بھیجو گے اپنے واسطے

مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

بھلائی وہ پاؤ گے اللہ کے پاس اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے

باوجود امی ہونے کے آنحضرت صلعم یہود کو ایسی باتوں کی خبر دیتے تھے جو ان کی توراۃ کے بالکل موافق ہوتی تھیں اور دنیا کے لالچ سے اگرچہ انہوں نے توراۃ کی ان آیتوں کو بدل ڈالا تھا جن میں نبی آخر الزمان کے اوصاف کا ذکر تھا

لیکن اپنے دل میں وہ آنحضرت کے نبی آخر الزمان ہونے کے قائل تھے۔ فقط اس حسد سے کہ نبی آخر الزمان اُنکی قوم بنی اسرائیل میں کیوں نہیں ہوئے۔ جہاں تک اُن کا بس چلتا تھا مسلمانوں کو اُن کے دین سے بہکانے میں کمی نہ کرتے تھے۔ اسی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرما کر یہ فرمایا ہے کہ یہود کی ہر طرح کی عداوت کی باتوں پر اُس وقت تک صبر اور درگذر کرو جب تک اللہ کا کوئی حکم اخیر نازل ہو اور ہر حال میں نماز زکوٰۃ اس طرح کے نیک کاموں میں لگے رہو کہ اللہ اپنے بندوں کے عملوں کو دیکھتا ہے اور ایک دن سب عملوں کی سزا جزا وہ دیویگا۔ یہود کے حق میں حسب وعدہ اللہ کا حکم اخیر اپنے وقت مقررہ پر نازل ہوا جس سے مدینہ کے گرد و نواح کے سب یہود برباد ہو گئے کیونکہ کچھ قتل کر دیے گئے اور کچھ مدینہ کے نواح سے نکال دیے گئے۔ درگذر کی سب آیتیں ایک وقت معین تک عمل کرنے کی غرض سے نازل ہوئی تھیں۔ اس لئے صحیح مذہب یہی ہے کہ جہاد کے حکم سے کوئی درگذر کا حکم منسوخ نہیں ہے ؎

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا

اور کہتے ہیں ہرگز نہ جاوینگے جنت میں مگر جو ہونگے یہود یا نصارے یہ آرزوئیں باندھ لی ہیں اُنہوں نے تو کہہ لے آؤ

بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ

سند اپنی اگر تم سچے ہو کیوں نہیں جسنے تابع کیا مُنہ اپنا اللہ کے اور وہ نیکی پر ہے اُسی کو ہی مزدوری

عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے اُن پر اور نہ اُن کو غم ہے

باوجود طرح طرح کی نافرمانیوں میں گرفتار ہونے کے اہل کتاب کا یہ دعوی تھا کہ یہود اپنے آپ کو جنتی اور سب کو دوزخی کہتے تھے۔ اور یہی دعوے نصرانیوں کا اپنی قوم کے حق میں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں کے غلط دعوے کو بے سند قرار دیکر فرمایا کہ جنت میں جانے اور حشر کے دغدغہ سے بیخوف رہنے کے قابل وہی شخص ہے جس کا عمل حکم الٰہی کے موافق اور خالص لوجہ اللہ ہوگا جس کے عمل میں یہ دو شرطیں نہیں وہ جنت میں کیا جا سکتا ہے۔ جنت خدا کی ہے کسی کی میراث نہیں کہ بغیر مرضی خدا کے زبردستی جنت میں گھس جاوے ؎

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ

اور یہود نے کہا نصارے نہیں کچھ راہ پر اور نصارے نے کہا یہود نہیں کچھ

شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ كَذَٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللَّهُ

راہ پر اور وہ سب پڑھتے ہیں کتاب اسیطرح کہی اُن لوگوں نے جن پاس علم نہیں اُنہیں کی سی بات اب اللہ

يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝

حکم کریگا اُن میں قیامت کے دن جس بات میں جھگڑتے تھے

نجران ایک جگہ ہے وہاں سے کچھ نصارے آنحضرت صلعم کے پاس آئے تھے اُن کے آنے کی خبر سنکر یہود کے کچھ عالم

لوگ اُس مجلس میں آئے اور دونوں فریق میں کچھ جھگڑا ہو کر ایک نے دوسرے کے دین کو بے بنیاد بتایا۔ اُس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور فرمایا کہ یہ لوگ اہل کتاب ہیں اور ایک فریق کی کتاب میں دوسرے فریق کے دین کی تصدیق موجود ہے پھر بھی عرب کے اُمّی لوگوں کی سی باتیں یہ لوگ اس لئے کرتے ہیں کہ شیطان کے بہکانے سے حق بات کے نہ ماننے میں ان سب کے دل ایک سے ہو گئے ہیں پھر فرمایا کہ حق ناحق کے فیصلہ کے لئے قیامت کا دن مقرر ہے اُس دن ان سب کا فیصلہ ہو جاوے گا ﴿

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ

اور اُس سے ظالم کون جسنے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں کہ پڑھیے وہاں نام اُس کا اور دوڑا اُسکے اجاڑنے کو ایسوں کو

مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○

نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ کی مسجدوں میں قدم رکھ سکیں مگر ڈرتے ہوئے اُن کو دنیا میں ذلت ہے اور اُن کو آخرت میں بڑی مار ہے

ہجرت کے بعد ۶ ہ میں آنحضرت صلعم نے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ ذی قعدہ میں عمرہ کے قصد سے مکہ کا ارادہ کیا اور مشرکین مکہ نے آپ کو مکہ کے اندر نہ جانے دیا بلکہ رستہ میں ایک مقام جسکا نام حدیبیہ ہے وہاں آنحضرت صلعم اور صحابہ کی جماعت کو روک دیا جس کا قصہ سورۂ انا فتحنا میں آویگا۔ حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ اُسی قصہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور مسجد الحرام میں ذکر الٰہی سے حج والوں یا عمرہ والوں کو روکنا بھی مسجدوں کو اوجاڑنا ہے۔ کیونکہ مسجدوں کی آبادی یہی ذکر الٰہی ہے۔ سورۂ توبہ میں آویگا اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ الخ جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ مسجدیں اُن ہی لوگوں سے آباد ہیں جو مسجدوں میں نماز پڑھتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوا کہ جو لوگ مسجدوں میں کسی کو ذکر الٰہی سے روکتے ہیں وہ گویا مسجدوں کے اوجاڑنے کے درپے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ بعضے مفسروں نے حضرت عبداللہ بن عباس کے قول پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اہل مکہ نے قصہ حدیبیہ کے وقت مسجد الحرام کے اوجاڑنے کا کوئی کام نہیں کیا فقط آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ کو مکہ کے اندر جانے سے روکا تھا۔ سورۂ توبہ کی اس آیۃ کے مطلب سے اُن مفسروں کا یہ اعتراض صحیح نہیں معلوم ہوتا اور ترجمہ کے اس جملہ کا کہ ایسوں کو نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ کی مسجدوں میں قدم رکھ سکیں مگر ڈرتے ہوئے یہ مطلب ہے کہ اب تو ان مشرکین مکہ نے رسول اور اُن کے ساتھ والوں کو عمرہ سے روکا ہے قریب وقت آتا ہے کہ یہ مشرک لوگ مسجد الحرام میں ڈرتے ہوئے گھسا کرینگے۔ اللہ سچا ہے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ تھوڑے دنوں کے بعد مکہ فتح ہو گیا اور مسجد الحرام میں جانے اور طواف کرنے سے مشرک لوگ روک دیئے گئے۔ اور صلح والے مشرکوں میں سے کوئی شخص فتح مکہ کے بعد اگر مسجد الحرام میں جاتا بھی تھا تو اُسکو یہ خوف لگا رہتا تھا کہ کسی سبب سے اُسکو مسلمانوں کے ہاتھ سے کوئی ضرر نہ پہنچ جاوے۔ اِس آیۃ میں مسلمانوں کو یہ بشارت تھی جس کا ظہور فتح مکہ کے وقت ہوا اُس سے بھی حضرت عبداللہ بن عباس کے اِس قول کی تائید ہوتی ہے کہ یہ آیۃ مشرکین مکہ

کی شان میں ہے۔ دنیا کی ذلت تو فتح مکہ کے وقت ان مشرکوں نے دیکھ لی کہ جن بتوں کو یہ لوگ خدا کا شریک گنتے تھے وہ جا کر توڑے مسلمانوں کے پیروں میں روندے گئے عقبےٰ کا عذاب جو مشرکوں پر ہوگا وہ بھی قیامت کے دن سب کی آنکھوں کے سامنے آجاویگا ⁂

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

اور اللہ ہی کی ہے مشرق اور مغرب سو جس طرف تم منہ کرو وہ وہاں ہی متوجہ ہے اللہ برحق اللہ گنجایش رکھنے والا ہے سب خبر رکھتا ہے

ہجرت کے بعد جب اللہ تعالی کے حکم سے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی جاتی تھی آنحضرت صلعم اور صحابہ کو مکہ کیطرف منہ کرکے نماز نہ پڑھنے کا کسی قدر رنج رہتا تھا۔ اللہ تعالی نے اپنے رسول اور مسلمانوں کی تسلی کے لئے یہ آیۃ نازل فرمائی اور فرمایا کہ اللہ کے حکم سے جدہر نماز پڑھی جاوے ثواب میں سب برابر ہے بیت المقدس ہوا تو کیا مکہ ہوا تو کیا۔ کعبہ کو قبلہ ٹھیرانے کا وقت جو علم الٰہی میں مقرر تھا جب وہ آگیا تو کعبہ کو قبلہ ٹھیرانے کا حکم جو نازل ہوا وہ آگے آویگا۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے یوں بھی روایت ہے کہ جب کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم آیا اور اُدہر مُنہ کرکے آنحضرت صلعم اور صحابہ نے نماز پڑھنی شروع کی تو بیت المقدس کی طرف کا قبلہ قائم نہ رکھنے پر یہود طرح طرح کا اعتراض کرتے تھے اُسپر اللہ تعالی نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالی مشرق اور مغرب سارے جہان کا مالک ہے اُسکے حکم سے جدہر نماز پڑھی جاوے وہ قبول کریگا اور اجر دیگا مسلم ترمذی وغیرہ میں جو حضرت عبداللہ بن عمر سے روایۃ ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ نفل نماز سفر میں سواری پر آدمی پڑھے تو یہ آیۃ اُس باب میں نازل ہوئی ہے کہ اس طرح کی نفلی نماز سواری کے جانور کا جدہر منہ ہو اُدہر ہو سکتی ہے۔ احسن الفوائد کے مقدمہ میں اور اسی تفسیر کے مقدمہ میں یہ امر بیان کر دیا گیا ہے کہ کبھی چند سبب جمع ہوکر اُن سب کے حکم کے طور پر ایک آیۃ نازل ہوئی ہے اور ایسی آیتوں کی شان نزول میں سلف کی چند روایتیں ہوتی ہیں کسی روایۃ میں ایک سبب نزول کا ہوتا ہے اور کسی میں دوسرا۔ یہ آیۃ بھی اسی قسم کی ہے ⁂

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝

اور کہتے ہیں اللہ رکھتا ہے اولاد وہ سب سے نرالا بلکہ اُسکا مال ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں سب اُسکے آگے ادب سے ہیں

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

نیا بنانے والا آسمان اور زمین کا اور جب حکم کرتا ہی ایک کام کا تو یہی کہتا ہے اُسکو کہ ہو وہ ہوتا ہے

یہود حضرت عزیر کو نصارٰی حضرت عیسٰے کو اللہ کا بیٹا اور مشرکین عرب فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ اس آیۃ میں اللہ تعالی نے اُن سب کو جھٹلایا۔ حاصل معنی آیۃ کے یہ ہیں کہ باپ اور اولاد میں کچھ مناسبت ضرور ہوا کرتی

ذات پاک تو نرالی ہے - زمین آسمان - عزیر مسیح - ملائکہ سب کچھ اُس کا پیدا کیا ہوا عالم ہے - خالق اور مخلوق میں کیا مناسبت ہے جو مخلوقات میں سے کسی کو اُس ذات پاک کی بی بی اور کسی کو اولاد قرار دیا جاوے اس طرح کی بات کا مُنہ سے نکالنا اس طرح کا ایک بہتان ہے جس سے آسمان پھٹ کر گر جاوے تو گر سکتا ہے پہاڑ جگہ سے ہلادیں تو ہل سکتے ہیں صحیحین اور صحیح بخاری وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان نے مجھکو جھٹلایا اور مجھکو گالیاں دیں جھٹلایا تو یوں کہ میں اپنے کلام میں اُسکو ایک دفعہ مار کر پھر جِلانے کی خبر دیتا ہوں اور وہ اُس بات کو جھٹلاتا ہے اور گالیاں یہ دیں کہ وہ مجھکو صاحب اولاد قرار دیتا ہے - پھر آنحضرت صلعم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بڑا بردبار ہے - لوگ اُسکے بیٹا بیٹی ٹھیرا لیتے ہیں اور وہ اُنکو رزق اور تندرستی دیتا ہے +

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۭ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○

کہنے لگے جن کو علم نہیں کیوں نہیں بات کرتا ہمسے اللہ یا ہمکو آوے کوئی آیت اسی طرح کہہ چکے ہیں اُن سے اگلے انہیں کی سی بات ایک سے ہیں دل بھی اُن کے ہمنے بیان کردیں نشانیاں واسطے اُن لوگوں کے جنکو یقین ہے

قتادہ کے قول کے موافق یہ آیۃ مشرکین مکہ کی شان میں ہے اور آیۃ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا نے اس قول کی تائید بھی ہوتی ہے کیونکہ اس مکی سورۃ سورۂ فرقان کی اس آیۃ کا مطلب یہ ہے کہ یہ مشرکین مکہ جن کو حشر کا اقرار اور امید نہیں ہے یہ کہتے ہیں کہ اے محمد تمہاری نبوت کی تصدیق کوئی فرشتہ یا خود خدا ہمارے پاس آ کر کیوں نہیں کہہ دیتے - اس صورت میں ان سے اگلوں سے مراد اہل کتاب ہیں اور معنی آیۃ کے یہ ہیں کہ مشرکین عرب اور اہل کتاب ان سب کا بہکانے والا ابلیس علیہ اللعنۃ ہے جو ایک سی باتیں ان کے دلوں میں ڈالتا ہے اس لئے یہ سب ایک سی باتیں کرتے ہیں - پھر فرمایا کہ ان کی یہ باتیں محض جہل اور عناد کے سبب سے ہیں ورنہ تصدیق رسول میں صاحب یقین کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں نشانیاں تو کافی بیان کر دی ہیں - مثلاً قرآن کے کتاب الٰہی ہونے کی یہ نشانی ان سب کے لئے کیا کم ہے کہ قریش باوجود تقاضے کے ایسا کلام بنانے سے عاجز ہیں اور اہل کتاب جن کتابوں کو کتاب الٰہی جانتے ہیں اُن کی پوری تصدیق قرآن میں موجود ہے اور ان نشانیوں سے قرآن جب کلام الٰہی ہے تو جس اللہ کے رسول پر یہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل ہوتا ہے اُس کے رسول برحق ہونے میں کوئی صاحب عقل شک وشبہ نہیں کر سکتا +

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔـلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ○

ہمنے بھیجا ہے تجھکو ٹھیک بات لیکر خوشی اور ڈر سنانے کو تجھسے پوچھ نہیں دوزخ والوں کی

آنحضرت صلعم کو کبھی کبھی اس بات کا رنج ہوتا تھا کہ باوجود کامل فہمایش اور کافی دلیلوں کے اہل عرب اور اہل کتاب

میں کے بھٹکے ہوئے لوگ راہ راست پر کیوں نہیں آتے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا یہ رنج رفع کرنے کو آیۃ نازل فرمائی اور فرمایا کہ باوجود فہمایش کے جو لوگ راہ راست پر نہیں آتے اُن کے باب میں قیامت کے دن تم سے یہ نہیں پوچھا جاویگا کہ وہ راہ راست پر کیوں نہیں آئے۔ راہ راست پر لانا خدا کا کام ہے تمہارا کام صرف اتنا ہی ہے کہ راہ راست والوں کو نجات اخروی کی خوشخبری کی اور گمراہوں کو خرابی عقبیٰ کی آیتیں سنانے کی کوشش کرتے رہو۔ اس کے بعد علم الٰہی میں جن لوگوں کا راہ راست پر نہ آنا اور اُن سے دوزخ بھر اجانا قرار پاچکا ہے وہ تو آخر ہو کر رہے گا +

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ
ہرگز　راضی نہ ہوں گے تجھسے　یہود اور نصاریٰ　جب تک تابع نہ ہو تو اُن کے دین کا تو کہہ جو راہ اللہ دکھائے

هُوَ الْهُدٰى ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ
وہی راہ ہے　کبھی تو چلا　اُن کی پسند پر　بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا　تو تیرا کوئی نہیں

مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ؀ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰھُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۭ
اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا نہ مددگار　جن کو ہم نے دی ہے کتاب　وہ اُسکو پڑھتے ہیں جو حق ہے پڑھنے کا

اُولٰۗىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ؀
وہ اُس پر یقین لاتے ہیں　اور جو کوئی منکر ہوگا اُس سے سو اُنہیں کو　نقصان ہے

ع ۱۴ / ۹

اہل کتاب ملنے جلنے کے وقت کبھی کبھی مسلمانوں سے ایسی باتیں ظاہر میں کرتے تھے جن سے توقع ہوتی تھی کہ شاید وہ راہ راست پر آجاوینگے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے دل کا حال اپنے رسول کو جتلایا کہ وہ لوگ اپنے ہی دین کو راہ راست سمجھتے ہیں۔ اس لئے جب تک انسان اُن جیسا نہو جاوے وہ لوگ ہرگز رضامند نہیں ہو سکتے اس واسطے ان لوگوں کی ظاہری باتیں دل سے نہیں ہیں محض اوپری ہیں اور یہ تو معلوم ہے کہ ان لوگوں نے اپنے دین کے اکثر احکام کو بدل ڈالا ہے اور کچھ احکام اُن کے دین کے منسوخ ہو گئے ہیں۔ اس بات کے معلوم ہو جانے کے بعد بھی اُن جیسا جو کوئی ہو جاویگا اُس سے اللہ مواخذہ کریگا۔ اور اللہ کے مواخذہ سے اُس کو کوئی نہ بچا سکے گا۔ اس آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مخاطب ٹھیرا کر امۃ کے لوگوں کو یہ بات سُنائی ہے۔ آخر آیت میں جو اہل کتاب راہ راست پر آگئے تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق میں فرمایا کہ وہ کتاب الٰہی کو اس طرح پڑھتے ہیں جو پڑھنے کا حق ہے۔ مطلب اس آیۃ کا یہ ہو کہ اس کی آیتوں میں کچھ ردوبدل نہیں کرتے بلکہ اُسکے احکام کے پورے پابند ہیں۔ پھر فرمایا جو لوگ اس ڈھنگ پر نہیں وہ ٹوٹے میں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ چند روزہ دنیا کے لئے اُنہوں نے اپنی عقبےٰ برباد کی۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ٹوٹا ہوگا +

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝
اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو میں نے تم پر کیا اور وہ کہ بڑا کیا تم کو سارے جہان پر

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔـا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ
اور بچو اس دن سے کہ نہ کام آوے کوئی شخص کسی شخص کو ایک ذرہ اور نہ قبول ہو اسکی طرف سے بدلا اور نہ کام آوے اسکے سفارش

وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝
اور نہ اُن کو مدد پہنچے

آنحضرت صلعم کے زمانہ کے یہود اُن نعمتوں کو بھول گئے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اُن کے بڑوں پر کی تھیں جنکے سبب سے وہ نبی زادے اور بادشاہزادے کہلاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جگہہ جگہہ اُن کو ہوشیار کرنے کیلئے پہلے یا بنی اسرائیل کے لفظ سے اُنکو مخاطب کیا ہے اور پھر اپنی نعمتوں کو یاد دلایا ہے تاکہ وہ سمجھ جاویں کہ جو اللہ نعمتوں کے دینے پر قادر رہے وہ ایک دم میں اپنی نعمتیں چھین لینے پر بھی قادر ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم ایک تو اللہ کے رسول ہیں جس بات کو اُن کے دل خوب ہی جانتے ہیں کیونکہ اس پر اُن کی کتاب پوری گواہی دیتی ہے۔ دوسرے وہ اُن کے چچازاد بھائی بھی ہیں۔ اتنی مدت اولاد اسحاق میں نبوت رہی اب اگر بنی اسمٰعیل میں ایک نبی ہوئے تو اسپر اُن کو اس قدر حسد کیوں ہے جس کے سبب سے اللہ کی نافرمانی اور اُس سے اپنی بربادی کے یہ لوگ دن بدن درپے ہوتے جاتے ہیں۔ باوجود اللہ کی اِس قدر فہمایش کے یہود نے اللہ تعالیٰ کی نصیحت کو نہ مانا +

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ
جب آزمایا ابراہیم کو اُسکے رب نے کئی باتوں میں پھر اُسنے وہ پوری کیں فرمایا میں تجھکو کرونگا سب لوگوں کا پیشوا

قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ۝
بولا اور میری اولاد میں کہا نہیں پہنچتا میرا اقرار بے انصافوں کو

مشرکین مکہ اہل کتاب سب کا سلسلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتا ہے اسلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ سب مانتے تھے لیکن حضرت ابراہیم کے طریقہ پر ان میں سے کوئی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کا حال اور ملت ابراہیمی کا حال بیان فرمایا کہ یہ سب لوگ قائل ہوں۔ بنی اسرائیل کو یہ دعوے تھا کہ ہم اولاد ابراہیم میں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے وعدہ کیا تھا کہ نبوت اُن کے ہی گھر میں رہے گی اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ وعدۂ الٰہی کے موافق نبوت تو اب بھی ابراہیم کے گھرانہ میں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اسحاق و اسمٰعیل اپنے دونوں بیٹوں کے حق میں نبوت کی دعا کی تھی وہ قبول ہوئی اور ایک مدت تک اولاد اسحاق میں اُس دعا کے اثر سے نبوت رہی۔ اب بنی اسمٰعیل میں آئی۔ یہ کیسا بے انصافی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے

ایک بیٹے کی اولاد میں ہمیشہ کے لئے اُس دعاے ابراہیمی کا اثر باقی رہے۔ اور ایک بیٹے کی اولاد ہمیشہ کے لئے
اُس دعا کے اثر سے محروم رہے۔ اس طرح کی بے انصافی سے تو استحقاق نبوت ہو تو بھی زائل ہو جاتا ہے کیونکہ
اللہ نے ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدہ کیا ہے خود اُس میں یہ موجود ہے کہ اولاد ابراہیمی میں بے انصافوں کو
اللہ کا عہد نبوت نہیں پہنچ سکتا۔ مشرکین مکہ کو یہ دعوے تھا کہ ہم اولاد ابراہیم ہونے کے علاوہ اُس گھر کے خدمتگار
ہیں جو ہمارے دادا ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے اور ملت ابراہیمی اُس طریقہ کا نام ہے جس پر ہم ہیں۔ اللہ تعالیٰ
نے اُس کے جواب میں فرمایا وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تو پہلے ہی
اپنے گھر کو ہر طرح کی نجاست سے پاک و صاف رکھنے کا عہد ابراہیم و اسمعیل دونوں سے لے لیا تھا اور اس خاندان
میں وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ کی وصیت بھی اس عہد کے موافق چلی آتی تھی۔ تم نے اللہ کے گھر میں بت پرستی کے
شرک کی نجاست پھیلا رکھی تھی۔ جن دادا کے یہ لوگ اپنے آپ کو پوتے کہتے ہیں اُن دادا کا حال کیا اُن کو اتنا بھی معلوم
نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے تو نمرود کے بتوں کو توڑا اور اپنے آپ کو اس پر آگ میں ڈالے جانے کا مستحق ٹھیرایا۔
دادا وہ بتوں کے دشمن پوتے وہ بتوں کے غلام خانہ زاد۔ غرض عہد ابراہیمی وصیت ابراہیمی طریقہ ابراہیمی سب
کو بالاے طاق رکھکر تم کو اولاد ابراہیم ہونیکا کیا فخر ہے پوتا وہی ہے جو دادا کے طریقہ پر ہو نہ وہ جو دادا کے طریقہ کو مٹا دے وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ
رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ میں کلمات سے مراد امامت نبوت اور ملت ابراہیمی کے وہ سب احکام ہیں جو دس صحیفوں کے ذریعہ
سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئے تھے ✣

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ط

جب ٹھیرایا ہم نے یہ گھر کعبہ اجتماع کی جگہہ لوگوں کے لئے اور پناہ اور کر رکھو جہاں کھڑا ہوا ابراہیم نماز کی جگہہ

مثابۃ للناس کے معنی لوگوں کے اکٹھے ہونے کی جگہہ امن سے مراد بے کھٹکے رہنا لوٹ کھسوٹ دشمن کی چڑھائی کسی
بات کا کچھ اندیشہ نہیں۔ بعضے علما نے اس آیۃ سے یہ مطلب نکالا ہے کہ اگر کوئی مجرم حرم میں امن کے ارادہ سے جا بیٹھے
تو اُس پر حد قائم نہیں ہو سکتی لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اُس کو کھانے پینے سے یہاں تک تنگ کیا جاوے کہ وہ حرم سے
باہر آجاوے پھر اُس پر حد شرعی قایم کی جاوے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی حرم کی یہ عظمت تھی کہ وہاں کوئی کسی کو نہیں
ستاتا تھا صحیحین وغیرہ میں جو صحیح حدیثیں ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں اور بھی امن کی باتیں ہیں وہاں
حرم کی حد میں شکار حرام ہے۔ وہاں کی گری پڑی چیز وہی شخص اُٹھا سکتا ہے جو اُس کو مالک تک پہنچا دیوے وہاں
کی گھاس تک نہیں کاٹی جاتی۔ فتح مکہ کے وقت خاص طور پر آنحضرت صلعم کو وہاں کچھ تھوڑی دیر کے لئے
لڑائی اور قتل کی اجازت خدا تعالیٰ کی بارگاہ سے ملگئی تھی۔ پھر قیامت تک وہی بات قایم ہو گئی۔ مکہ کی عظمت دنیا کے
پیدا ہونے کے وقت سے ہے۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ عظمت لوگوں کو دوبارہ جتلائی ہے۔ ہجرت
کے بعد ہی عظمت آنحضرت صلعم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ منورہ کے دونوں پہاڑوں کے مابین جتنی زمین ہے

اُس کی فرمائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو باتیں حد حرم کے اندر جائز نہیں ہیں وہ مدینہ منورہ کی اُس قدر زمین پر بھی ناجائز ہیں۔ رہی یہ بات کہ ان دونوں متبرک مقاموں میں مکہ افضل ہے یا مدینہ۔ جمہور کے نزدیک مکہ افضل ہے لیکن امام مالک کا اس میں اختلاف ہے مگر بات یہی ہے کہ مکہ اللہ کا گھر ہے اور مدینہ اللہ کے رسول کا مقام ابراہیم اُس پتھر کا نام ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم نے خانۂ کعبہ کی تعمیر کی ہے۔ آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر رض کے عہد میں یہ پتھر کعبہ کی ایک دیوار میں لگا ہوا تھا حضرت عمر رض نے اُس کو وہاں سے نکالکر اُس جگہہ رکھدیا جہاں اب وہ موجود ہے۔ حج کے وقت طواف سے فارغ ہونے کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو نفل کا پڑھنا سنت ہے۔ بخاری اور مسلم کی روایتوں میں ان نفلوں کا ذکر ہے۔ حضرت عمر رض کی رائے کے موافق جو آیاتِ قرآنی نازل ہوئی ہیں اُن میں یہ آیت بھی داخل ہے کیونکہ حضرت عمر نے مقام ابراہیم کو مصلےٰ ٹھیرانے کا ذکر آنحضرت صلعم سے کیا تھا اُس پر یہ آیۃ نازل ہوئی۔ بخاری اور مسلم وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اُنمیں یہ شان نزول بیان کیگئی ہے

وَعَهِدْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِۦمَ وَإِسْمَٰعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِينَ وَٱلْعَٰكِفِينَ وَٱلرُّكَّعِ ٱلسُّجُودِ ۝

کہدیا ہم نے ابراہیم اسماعیل کو کہ پاک رکھو گھر میرا واسطے طواف والوں اعتکاف والوں رکوع سجدہ کرنے والوں کے

وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِۦمُ رَبِّ ٱجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا ءَامِنًا وَٱرْزُقْ أَهْلَهُۥ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ مَنْ ءَامَنَ مِنْهُم بِٱللَّهِ

جب کہا ابراہیم نے اے رب کر اس کو شہر امن کا رزق دے اسکے لوگوں کو میوے جو کوئی اُن میں یقین لاوے اللہ پر

وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۖ قَالَ وَمَن كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُۥ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُۥٓ إِلَىٰ عَذَابِ ٱلنَّارِ ۖ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ ۝ وَإِذْ

اور پچھلے دن پر فرمایا اور جو کوئی منکر ہے اسکو بھی فائدہ دونگا تھوڑے دن پھر اُسکو قید کر بلاؤنگا دوزخ کے عذاب میں اور بری جگہہ پہنچ ہے جب

يَرْفَعُ إِبْرَٰهِۦمُ ٱلْقَوَاعِدَ مِنَ ٱلْبَيْتِ وَإِسْمَٰعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ ۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ ۝ رَبَّنَا

اٹھانے لگا ابراہیم بنیادیں اُس گھر کی اور اسمٰعیل اے رب قبول کر ہم سے توہی ہے اصل سنتا جانتا اے رب

وَٱجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَآ ۖ إِنَّكَ

کر ہم کو حکم بردار اپنا اور ہماری اولاد میں بھی ایک امت حکم بردار اپنی اور جتا ہم کو دستور حج کرنیکے اور معاف کر ہمکو تو

أَنتَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ۝

ہی ہے اصل معاف کرنے والا مہربان

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اس آیۃ میں اللہ کے گھر کو پاک رکھنے سے مراد ہے کہ شرک کی باتوں بت پرستی وغیرہ سے اُس کو پاک رکھا جاوے۔ سورۂ حج کی آیت وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَٰهِيمَ مَكَانَ ٱلْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِى شَيْـًٔا سے حضرت عبداللہ بن عباس کی اس تفسیر کی پوری تائید ہوتی ہے کیونکہ معنی اس آیۃ کے یہ ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ بنانے کے لئے وہ خالی جگہہ اس ہدایت سے بتلائی گئی تہی کہ وہ اس گھر کو ایسی خالص توحید کی نیت سے بناویں کہ یہ گھر بت پرستی سے پاک رہے اور جب

خالی جگہہ پر کعبہ بن گیا اور آیندہ نسل ابراہیمی سے بستی بڑھ کر وہاں ایک شہر آباد ہونے کی امید حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہوگئی تو اُس ہدایت الٰہی کے موافق وہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی جس کا ذکر سورۂ ابراہیم میں ان لفظوں سے ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ مطلب اِس دعا کا یہ ہے کہ یا اللہ اس جگہہ کو امن کی جگہہ بنا دے اور مجکو اور میری اولاد کو بت پرستی کی بلا سے بچا جو بلا اس جگہہ کے گرد و نواح میں کثرت سے پھیل رہی ہے جس نے بہتوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ اِس تفسیر میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ قرآن شریف میں پچھلے قصے محض قصہ کے طور پر نہیں ذکر کئے جاتے بلکہ اُن کے ذکر سے زمانہ نزول قرآن کا کوئی مطلب تاریخی دلیل سے ثابت کیا جاتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ ذکر مشرکین مکہ کی اس تنبیہ کے لئے ہے کہ اگرچہ بناے کعبہ کے وقت سے ہی مکہ میں شرک نہ پھیلنے کا اہتمام تھا مگر اغواے شیطانی سے وہاں بُت پرستی پھیلگئی ہے اور اِس شرک کے دفع کرنے کے ارادے سے اللہ نے نبی آخرالزمان کو پیدا کیا ہے اور خواہ نرمی سے ہو خواہ سختی سے اللہ کا یہ ارادہ وقت مقررہ پر ضرور پورا ہوگا اور دعاے ابراہیمی کا اثر مکہ میں جس طرح پہلے تھا وہی پھر قایم ہوجاوے گا اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے آخر کو مکہ کیا کل جزیرۂ عرب سے بُت پرستی ایسی گئی کہ جسکے آنے کا خوف اب قیامت تک جاتا رہا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت جابر سے روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا شیطان جزیرۂ عرب کی بُت پرستی سے تو اب مایوس ہوگیا ہاں جزیرۂ عرب میں اُسکا اسی قدر کام باقی رہ گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو آپس میں لڑاویگا۔ قسطلانی میں ہے کہ کعبہ دس دفعہ بنایا گیا ہے پہلے دفعہ فرشتوں نے بنایا پھر حضرت آدم نے پھر شیث نے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر قوم عمالقہ کے لوگوں نے پھر قوم جرہم کے ایک شخص نے جس کا نام حارث بن مضاض تھا پھر قصی نے جو پانچویں پیڑی میں آنحضرت صلعم کا دادا تھا پھر قریش نے پھر ابن زبیر نے پھر حجاج نے یہی عمارت اخیر تک رہویگی۔ صحیحین وغیرہ میں روایتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ یاجوج ماجوج کے نکلنے کے بعد جب حج عمرہ موقوف ہوجاویگا تو ایک سوکھی سوکھی پنڈلیوں والا حبشی اُس کو ڈھا دیگا۔ نبوت کی دعا میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منع کیا تھا کہ ظالم نا انصاف اولاد کے لئے نبوت کی دعا نہ مانگی جاوے۔ اسی خیال سے یہاں کشایش رزق کی دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فقط ایماندار اولاد کے لیے کشایش رزق کی دعا کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں کشایش رزق دنیوی میں اس قید کے لگانے کی ضرورت نہیں۔ اِس دعا کے متعلق رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور امت مسلمہ آپ کی امت اور حکمت آپ کی سنت مسند امام احمد وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ انبیا کے گروہ میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنحضرت صلعم کا ذکر اپنی دعا میں کیا ہے پھر اور نبیوں نے آپ کے پیدا ہونے اور نبی آخرالزمان ہونے کی خبر دی ہے ✚

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ
اے رب ہمارے اُٹھا اُن میں ایک رسول اُنہیں میں کا پڑھے اُن پر تیری آیتیں اور سکھاوے اُن کو کتاب اور پکی باتیں اور سنوارے اُن کو

إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝
تو ہے اصل زبردست حکمت والا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اُس دعا کا یہ خاتمہ ہے جو اُنہوں نے اپنی اُس اولاد اور اولاد الاولاد کے لئے کی تھی جو مکہ میں سکونت کرنے والی تھی ابو العالیہ قتادہ وغیرہ سلف نے کہا کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے اہل حرم میں سے ایک رسول کے پیدا ہونے کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری دعا تو قبول ہو گئی لیکن اس دعا کے اثر کا ظہور آخری زمانہ میں ہوگا۔ اور سلف کے اس قول کی تائید عرباض بن ساریہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام احمد ابن ماجہ اور بیہقی نے سند معتبر سے روایۃ کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ حضرت آدم کے پیدا ہونے سے پہلے اگرچہ میرا نام لوح محفوظ میں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا لیکن انبیا کے گروہ میں میرے نام کی شہرت پانے کی ابتدا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہی مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ نوشتہ لوح محفوظ کے موافق حضرت ابراہیم کی دعا کے جواب میں پہلے پہل اللہ تعالےٰ نے نبی آخر الزمان کے پیدا ہونے کی بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی اور پھر توراۃ اور انجیل کے نازل ہونے کے بعد یہ بشارت انبیاے بنی اسرائیل میں متواتر ہو گئی آیۃ میں کتاب کے معنے قرآن ہیں اور حکمت کے معنی سنت رسول کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا یہ ہے کہ وہ رسول ایسا ہو کہ کتاب و حکمت لوگوں کو سکھاوے اور یہ ظاہر بات ہے کہ رسول صلعم نے قرآن و سنت یہی دو چیزیں صحابہ کو سکھائی ہیں ❖

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ إِبْرٰهٖمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ط وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ج وَإِنَّهٗ فِي
کون پسند نہ رکھے دین ابراہیم کا مگر جو بے وقوف ہوا اپنے جی سے ہمنے اُسکو خاص کیا دنیا میں اور وہ

الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِينَ ۝ إِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝ وَوَصّٰى بِهَآ إِبْرٰهٖمُ
آخرت میں نیک ہے جب کہا اُسکو اُسکے ربنے حکم بردار ہو بولا میں حکم میں آیا جہان کے صاحب کے یہی وصیت کر گیا ابراہیم

بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ ط يٰبَنِيَّ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ ۝
اپنے بیٹوں کو اور یعقوب اے بیٹو اللہ نے چُن کر دیا ہے تمکو دین پھر نہ مریو تم مگر مسلمانی پر

سورۂ نحل میں آویگا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ جس کا مطلب یہ ہے کہ ملت ابراہیمی میں پوری توحید تھی اسلئے ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ اہل مکہ کا سا یا حال کے یہود و نصارا کا سا ہرگز نہیں تھا کیونکہ اہل مکہ تو صریح صریح بُت پرست ہیں اور اہل کتاب نے بھی طرح طرح کی شرک اور بدعت کی باتیں نکال رکھی ہیں حالانکہ ابراہیم علیہ السلام

تو ابتدائے عمر سے شرک سے بیزار رہے اس شرک کی بیزاری کے سبب سے اُنہوں نے اپنے باپ اور قوم کو چھوڑ دیا اور صاف کہدیا اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ ٥ جس کا پورا قصہ سورۂ انعام میں آویگا۔ غرض شرک میں مبتلا ہو کر جو یہ لوگ اپنے آپ کو ملت ابراہیمی کا پیرو بتلاتے ہیں اُسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ یہ لوگ ملت ابراہیمی پر تو کسی طرح نہیں ہو سکتے بلکہ یہ لوگ تو ملت ابراہیمی کے مخالف اور اُس سے پھرے ہوئے ہیں اور جس ملت کو یہ لوگ قابل پیروی جانتے ہیں اور پھر اعمال ایسے کرتے ہیں جو اُسکے بالکل خلاف ہیں تو یہ اُن کی کم عقلی اور بے وقوفی ہے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے دین و دنیا میں اعلیٰ مرتبہ ہونے کا اور اُنکی فرمانبرداری کا اور اُنہوں نے اپنی اولاد کو توحید پر مرتے دم تک قائم رہنے کی جو وصیت کی تھی اُس کا ذکر فرمایا تاکہ ان لوگوں کو معلوم ہو جاوے کہ یہ لوگ حضرت ابراہیم کی فرمانبرداری اور وصیت کے مخالف ہیں۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ ۭ قَالُوْا نَعْبُدُ
کیا تم حاضر تھے جس وقت پہنچی یعقوب کو موت جب کہا اپنے بیٹوں کو تم کیا پوجوگے بعد میرے بولے ہم بندگی کرینگے

اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ٥ تِلْكَ اُمَّةٌ
تیرے اور تیرے باپ دادوں کے رب کی ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق وہی ایک رب ہے اُسی کے حکم پر ہیں وہ ایک جماعت تھی

قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْــَٔـلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥
گذر گئی اُن کا ہے جو کما گئے تمہارا ہے جو تم کماؤگے تم سے پوچھ نہیں اُن کے کام کی

اوپر کی آیۃ میں حضرت ابراہیم کی وصیت کا ذکر تھا اور اس آیۃ میں حضرت یعقوب نے اپنے آخری وقت پر اپنی اولاد سے توحید پر رہنے کا اقرار جو بطور وصیت کے لیا تھا اور اُس اقرار میں حضرت یعقوب کے چچا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے اسی توحید پر قایم رہنے کا ذکر ہے جس سے اولاد یعقوب اور اولاد اسمٰعیل دونوں کو قائل کرنا مقصود ہے کہ ان دونوں میں سے ایک بھی اپنے بڑوں کے طریقہ پر نہیں ہے اور جب تک یہ لوگ اپنے بڑوں کے طریقہ پر نہ ہوں قیامت کے دن بڑوں کے نیک عمل اُن کے کام نہیں آسکتے اُس دن تو ہر ایک کو اپنے اپنے عمل کی جدا جدا جواب دہی کرنی پڑے گی چنانچہ معاذ بن جبل سے ترمذی وغیرہ میں معتبر سند سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ چار باتوں کی جوابدہی کے لئے ہر ایک شخص کو قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے روبرو ضرور کھڑا رہنا پڑیگا ایک تو یہ کہ نیک عمل دنیا میں کیا کیا دوسرے یہ عمر کن کن کاموں میں صرف کی تیسرے جوانی میں کیا کیا چوتھے روپیہ پیسہ کس کس طریقہ سے کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا۔ یہود نے ایک دن آنحضرت صلعم سے کہا تھا کہ یعقوب علیہ السلام نے ہم کو یہودیت پر قایم رہنے کی وصیت کی ہے اُسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور آیۃ کے مضمون سے اہل مکہ اہل کتاب دونو کو قائل کیا عرب میں چچا کو باپ کہنے کا دستور ہے اِس لیے حضرت یعقوب کی اولاد نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اپنا باپ کہا ✚

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ
کہتے ہیں ہوجاؤ یہود یا نصاریٰ تو راہ پرآؤ تو کہہ نہیں ہم نے پکڑی ہے راہ ابراہیم کی جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا شریک

یہود اپنے دین کو راہ راست بتلاکر آنحضرت صلعم اور مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ہمارے دین کو اختیار کرلو کہ دنیا میں نجات کا طریقہ ہے تو یہی ہے اسی طرح نصارا بھی کہتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور فرمایا انکو جواب دیا جاوے کہ ہم تو ملت ابراہیمی کے پیرو ہیں جس میں کسی طرح کے شرک کا لگاؤ نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ تم دونو فرقوں نے اپنے دین کو بگاڑ کر شرکی دین کر رکھا ہے اس لئے تمہارا دین ابراہیمی ملت نہیں ہے ملت ابراہیمی تو حنیفی ہے جسکے معنے شرک کو چھوڑکر توحید اور خالص اطاعت الٰہی کی طرف رجوع کرنے کے ہیں۔ بُت پرستی سے بیزار ہوکر حضرت ابراہیم نے اپنے وطن کو باپ کو قوم کو سب کچھ چھوڑا اور انی وجھت وجھی للذی فطر السموٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین کہہ کر توحید اور خالص اطاعت الٰہی کو اختیار کیا اس لئے حضرت ابراہیم کو حنیف اور ملۃ ابراہیمی کو ملۃ حنیفی کہتے ہیں۔ پہلے صاحب شریعت نبی حضرت نوح ہیں اور خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلعم ہیں شریعت اعتقادی میں سب انبیا ایک ہیں شریعت اعتقادی کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک لہ جاننا اور اسکی ذات صفات اور عبادت میں کسی کو اس اعتقاد کے موافق شریک نہ کرنا۔ ہاں ہر امت کے حال کے موافق شریعت عملی جس کے معنے طریقۂ عبادت کے ہیں وہ ہر نبی کا جدا ہے۔ سورۃ الشوریٰ میں اس شریعت اعتقادی اور شریعت عملی کا ذکر آئے گا۔ بخاری وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ہم سب انبیا علاتی بھائی ہیں جسکا مطلب یہ ہے کہ ہم سب انبیاء کے اصول توحیدی ایک ہیں شریعت تفصیلی میں البتہ مختلف ہیں جس سے حلال و حرام وغیرہ امور تفصیلی ہر وقت کی مصلحت سے بدلتے رہتے ہیں۔ اصول توحیدی کبھی نہیں بدلے گئے اصول توحیدی وہی شریعت اعتقادی ہے جسکا ذکر اوپر گزرا۔ اور سورہ شوریٰ حٰم عسق میں تفصیل سے آوے گا۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ
تم کہو ہمنے یقین کیا اللہ کو اور جو اُترا ہمپر اور جو اُترا ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب اور اُسکی اولاد پر
وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِىَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ
اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو ملا سب پیغمبروں کو اپنے رب سے ہم فرق نہیں کرتے ایک میں اُن سب میں ہم اُسی کے حکم پر ہیں

یہود و نصاریٰ کے دین میں ایک یہ بھی عیب تھا اور اب بھی موجود ہے کہ وہ سب انبیا کو نہیں مانتے یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور نبی آخرالزمان کے منکر ہیں نصاریٰ نبی آخرالزمان کے منکر ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو فرمایا کہ تم پر جو قرآن اُترا ہے اُسپر ایمان لاکر عمل بھی اُسکے موافق کرو اور اعتقاد میں سب انبیا کو حق پر جانو یہود اور نصارا کی طرح بعضے انبیا کو ماننا اور بعضے کو نہ ماننا کسی طرح ٹھیک نہیں ہے کیونکہ توحید ہر نبی کے دین میں ہے اس سبب سے ایک نبی کے انکار سے بھی توحید کا انکار لازم آجاتا ہے جو عین کفر کا عقیدہ ہے جس طرح بنی اسمٰعیل

میں قبائل ہیں اُسی طرح بنی اسرائیل میں بھی اسباط ہیں سوائے حضرت نوح ہود صالح شعیب لوط ابراہیم اسحٰق یعقوب اسمٰعیل اور محمد صلعم کے اور سب صاحب شریعت بنی اسباط بنی اسرائیل میں سے ہوئے ہیں ✣

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ

پھر اگر وہ بھی یقین لاویں جس طرح پر تم یقین لائے ہو تو راہ پاویں اور اگر پھر جاویں تو اب وہی ہیں ضد پر سو اب کفایت ہے

اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۞ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۞

تیری طرف سے انکو اللہ اور وہی ہے سنتا جانتا ہم نے لیا رنگ اللہ کا اور کس کا رنگ ہے اللہ سے بہتر ہم اُسی کی بندگی پر ہیں

اور پر ملت ابراہیمی کا ذکر فرما کر اس آیۃ میں مسلمانوں کو یہ فہمایش ہے کہ اگر تمہاری طرح اہل کتاب بھی راہ راست پر آ کر سب کتب آسمانی اور انبیا پر ایمان لاویں اور ملت ابراہیمی کے پورے پابند ہو جاویں تو جان لینا کہ اُنہوں نے ہدایت الٰہی کا راستہ پا لیا اور اگر ایسا نہ ہو تو اُن کی ہٹ دھرمی ہے اور اس ہٹ دھرمی کے سبب سے وہ تم سے مخالفت کریں تو کچھ خوف نہ کرو تمہاری مدد کے لئے اللہ کافی ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے ان اہل کتاب میں سے کچھ تو قتل کئے گئے اور کچھ جلا وطن ہوئے اور بعضوں کو جزیہ دینا پڑا۔ نافع کہتے ہیں میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ شہادت کے وقت حضرت عثمان کا خون اسی آیت فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم پر گرا تھا حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ اللہ کے رنگ سے مراد اس آیۃ میں اللہ کا دین ہے اور معنی آیۃ کے یہ ہیں کہ نصارٰی نے اگرچہ یہ طریقہ نکالا ہے کہ وہ جس کو عیسائی کرتے ہیں تو زرد رنگ میں اُس کو نہلاتے ہیں لیکن اے مسلمانوں تم کو اللہ کی توحید کا رنگ ہاتھ سے نہ دینا چاہئے کہ یہ اللہ کا رنگ ہے اور اللہ سے بہتر کسی کا رنگ نہیں ہے اور اہل کتاب سے کہدو کہ ہم تو ملت ابراہیمی کے موافق خاص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اسلئے ہمکو اُسیکا رنگ کافی ہے

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۞ اَمْ

کہہ کیا اب تم جھگڑتے ہو ہم سے اللہ میں اور وہی ہے رب ہمارا اور رب تمہارا ہمکو ہے عمل ہمارا تمکو ہے عمل تمہارا ہم اُسی کے ہیں نرے کیا

تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ

تم کہتے ہو کہ ابراہیم اسمٰعیل اسحٰق یعقوب اور اُس کی اولاد یہود تھے یا نصارے

قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

کہہ تم کو خبر زیادہ ہے یا اللہ کو اور اُس سے زیادہ ظالم کون جسنے چھپائی گواہی جو تھی پاس اسکے اللہ کی اور اللہ بیخبر نہیں

تَعْمَلُوْنَ ۞ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞

تمہارے کام سے وہ ایک جماعت تھی گذر گئی اُن کا ہوا جو وہ کما گئے تمہارا ہے جو تم کماؤ گے تم سے پوچھ نہیں اُن کے کام کی

اہل کتاب کی اُس بات کے جواب میں یہ آیۃ نازل ہوئی ہے جو اُنہوں نے کہی تھی کہ کونوا ھودا او نصٰرٰی مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم تم سب ایک خدا کے بندے اور فرمانبردار ہیں پھر تم جو اپنے آپ کو صاحب ہدایت

اور اُور و تمکو گمراہ سمجھتے ہو اُس کی دلیل تمہارے پاس کیا ہے رہی ہماری دلیل وہ خود تمہاری کتابیں ہیں جنمیں یہ موجود ہے کہ نبی آخرالزمان کے پیدا ہونے اور نبی ہو جانے کے بعد اور کوئی دین قائم نہیں رہ سکتا اگرچہ کتنے اپنی کتابوں کی وہ آیتیں بدل ڈالی ہیں لیکن تمہارے علما میں کے عبداللہ بن سلام وغیرہ جو اسلام لے آئے ہیں وہ تم کو ہر وقت قائل کرتے ہیں اِس پر بھی تمکو کچھ حجت ہے تو ہمارا کیا ہمارے آگے آویگا اور تمہارا تمہارے آگے مگر اتنی بات ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی خالص عبادت کرتے ہیں اور تم شرک کرتے ہو اور تم یہ جو کہتے ہو کہ ابراہیم اسمٰعیل اسحٰق و یعقوب تمہارے دین پر تھے یہ بالکل خدا تعالیٰ کے نزدیک غلط ہے جس کی تفصیل اوپر گذر چکی کہ یہ لوگ ملۃ ابراہیمی پر تھے اور خود تمہاری کتابوں میں بھی اِس بات کی گواہی موجود ہے کہ یہ لوگ ملۃ ابراہیمی پر تھے اب تم جان بوجھ کر خدا تعالیٰ کے دین کی اس گواہی کو چھپاتے ہو یہ تمہاری بڑی بے انصافی ہے ہاں اب یہ تو بتاؤ کہ تم اہل کتاب ہو کر جس بات کی خبر خود خدا تعالیٰ نے جب دیدی ہے اُسکو جھٹلاتے رہے ہو تو کیا تمہارا علم کچھ خدا سے بھی بڑھا ہوا ہے پھر یہ فرمایا کہ جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اُس کی اللہ کو سب خبر ہے وہ اُس سے غافل نہیں ہے ایک دن اُس کا مواخذہ ہونے والا ہے اور پھر دوبارہ اِس بات کو یاد دلایا جو اوپر کی آیتوں میں فرمائی تھی کہ قیامت کے دن ہر ایک کے اعمال اُس کے ساتھ ہونگے پچھلے لوگوں کے اعمال کے گھڑی گھڑی کے حوالے سے اُن کو کیا فائدہ ہے اور پھر وہ حوالہ بھی غلط جو اور وبال کا سبب ہے۔ حضرت ابوہریرہ کی صحیح مسلم کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خواہ یہودی ہو خواہ نصرانی جو کوئی نبی آخرالزمان کے زمانہ میں ہوگا اور نبی آخرالزمان پر ایمان نہ لاویگا اُسکا ٹھکانا دوزخ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی آخرالزمان کے نبی ہو جانے کے بعد اہل کتاب کو سوائے پیروی شریعت محمدی کے اور کچھ چارہ نہیں ہے۔ اِس حدیث کی تائید سورۂ آل عمران کی آیۃ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین سے ہوتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مصلحت الٰہی کے موافق دین اسلام کے مقابلہ میں اور کوئی دین اس آخر زمانہ میں قابل قبول الٰہی نہیں ہے سب کو یہی دین اب اختیار کرنا چاہیے جو کوئی اس کے خلاف کرے گا وہ عقبےٰ میں نقصان اُٹھاوے گا کیونکہ عقبےٰ میں وہی شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو مرضی الٰہی کے موافق کام کرے حاکم کے خلاف مرضی اور خلافِ قانون کوئی کام کرنا اُسی کا نام جُرم ہے ❊

تمت

احسن التفاسیر

اس تفسیر کی تفصیلی خوبیاں تو ناظرین کو اسکے ملاحظہ کے بعد معلوم ہونگی مگر مؤلف دام فیضہ نے جن اصول پر اس تفسیر کی تالیف کی وہ حسب ذیل ہیں (۱) جہاں تک ہو سکا مختصر آیۃ کی تفسیر دوسری مفصل آیۃ سے کیگئی ہے (۲) جہاں یہ امر ممکن تھا وہاں آیتوں کا تفسیر مرفوع صحیح حدیث سے کی گئی ہے (۳) جہاں یہ بھی ممکن نہ تھا وہاں اقوال صحابہ سے تفسیر کیگئی ہے کیونکہ تفسیر کے باب میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول مثل مرفوع حدیث کے ہے (۴) صحابہ کے اقوال میں جہاں کہیں اختلاف تھا وہاں حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کو راجح قرار دیا گیا ہے کس لیئے کہ اس فن کے وہ امام ہیں (۵) تابعیوں کے قول میں مجاہد کے قول کو اکثر راجح رکھا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگردوں میں انکے قول کا بڑا اعتبار ہے (۶) صحیح روایتوں میں جن آیتوں کی شان نزول کا تہا وہ اچھی طرح بیان کر دیا گیا ہے (۷) محکم متشابہ آیتوں کی بحث واضح طور پر بیان کر دی گئی ہے (۸) ناسخ منسوخ آیتوں کو خوب صاف کر دیا گیا ہے (۹) ایک آیۃ سے دوسری آیۃ کی مناسبت حد صحیح تک بیان کر دی گئی ہے (**آخری نوٹ**) اس تفسیر کی عبارت عام فائدہ کی غرض سے بہت سلیس لکھی گئی ہے اور کسی مذہب کے تعصب کا دخل اس تفسیر میں نہیں رکھا گیا ہے لکھائی چھپائی سب اعلیٰ کاغذ لایتی چکنا سفید پارہ وار ہر مہینے کے شروع میں شائع ہوگی قیمت فی پارہ ۸ر علاوہ محصول ڈاک

بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام عربی محشی

مصنفہ علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ جو متون حدیث میں ایک نہایت مشہور اور مفید متن ہے بڑی محنت اور جانفشانی سے مطبع فاروقی دہلی نے اس کتاب کے چھپتے وقت ان چند ضروری اور مفید باتوں کی رعایت کی گئی ہے جو کسی اہل مطبع نے اسکے چھپتے وقت نہیں کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کتاب کی تہذیب تحشی ایسی خوبی و عمدگی کیساتھ کیگئی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ علامہ زمن جناب مولنا مولوی حاجی سید احمد حسن صاحب اعلیٰ اللہ مقدار حیدرآباد دکن و رئیس دہلی نے اسکی تحشی و تہذیب میں جو محنت اٹھائی ہے اسکا اندازہ تو کتاب کے پڑھنے ہی سے ہوگا لیکن بقول ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ حواشی کی چند خوبیاں مختصراً عرض کیجاتی ہیں (۱) جن کتابوں کی احادیث متن میں نقل کیگئی ہیں مولف نے اختصار کے خیال سے ان سب کتابوں کا نام متن میں نہیں بتلایا تھا ان حواشی میں متروکہ کتب کا نام بتلا دیا گیا ہے تاکہ حدیث کی تخریج پوری ہو جاوے (۲) بعض جگہ مولف نے مجمل طور پر کسی حدیث کا ضعف بتلایا تھا مگر ضعف کا سبب کچھ نہیں بتلایا تھا ان حواشی میں ضعف کے سبب کی پوری تفصیل کر دی گئی ہے (۳) کسی ضعیف حدیث کی تقویت جہاں تک دوسری حدیث سے ممکن تھی کر دی گئی ہے تاکہ صحت حدیث میں کوئی حالت منتظرہ باقی نہ رہے (۴) اختصار کے خیال سے مولف نے متن میں کسی حدیث کو ادھورا نقل کیا تھا اسکو پورا کر دیا گیا ہے (۵) متن کی دو حدیثوں میں جہاں تعارض تھا اسکو اچھی طرح رفع کر دیا گیا اور جمع بین المحدثین کی وجہ بیان کر دی گئی ہے (۶) مجتہدین مذاہب نے جس حدیث سے کچھ استدلال کیا تھا وہ بیان کر دیا گیا ہے (۷) متن کی شروح بدر التمام سبل السلام فتح العلام کے علاوہ حدیث کی اور بڑی بڑی کتابوں سے مدد لیکر متن کو اسطرح حل کر دیا ہے کہ طلبہ کو متن کا مطلب سمجھنے میں بہت بڑی آسانی ہوگی (۸) متن کے تمام غریب لغات کو اچھی طرح واضح المعنی کر دیا گیا ہے (۹) جن کتب سے اخذ مطلب کیا گیا ہے حواشی کے ہر قول کے آخر پر ان کتابوں کا نام لکھدیا گیا ہے تاکہ ضرورت کیوقت اصل کتاب سے بھی مقابل ہو سکے (۱۰) چند اقوال میں جو قول راجح تھا وہ ان حواشی میں لیا گیا ہے تاکہ مسئلے کا قول راجح معلوم ہو جاوے (۱۱) حواشی کے اخیر میں

تمام درخواستیں بنام مولوی سید محمد معظم و سید عبدالسلام تاجران کتب و مالک مطبع فاروقی دہلی بازار ٹیماریان ہونی چاہئیں

تلبیس ابلیس مع ترجمہ اردو تخلیص تلبیس

اسکے مصنف علامہ جمال الدین عبدالرحمن بن علی جو ابن جوزی کے نام سے مشہور ہیں آپکو تاریخی دربار میں شہرت کی اعلیٰ کرسی حاصل ہے چنانچہ طبقات ابن رجب جیسی مستند تواریخ میں آپ کے حالات پندرہ ورقوں میں قلمبند کیے ہوئے ہیں اُن میں سے چند فقرے نقل کیے جاتے ہیں آپ چھٹی صدی میں گزرے ہیں۔ ابو مظفر کہتے ہیں کہ آپ کے وعظ میں دس ہزار آدمی حاضر ہوتے تھے اور بسا اوقات آپکے وعظ میں ایک ایک لاکھ آدمی حاضر ہوتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں آپکی قبولیت اور ہیبت پڑی ہوئی تھی اور آپ دنیا میں زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے اور دنیا سے کم تعلق رکھتے تھے اور ہفتہ وار قرآن شریف ختم کرتے تھے اور گھر سے صرف وعظ اور جمعہ کے لیے نکلتے تھے اور کبھی کسی سے جنسی مذاق نہیں کیا۔ اور نہ مشکوک کھانا کھایا اور مرتے دم تک اسی طرح زندگی بسر کی۔ ابن قطیعی کہتے ہیں کہ لوگوں نے آپکے وعظ سے بہت فائدہ اٹھایا۔ بعض مرتبہ ایک مجلس میں سو سو آدمی اور اس سے بھی زیادہ گناہ سے توبہ کرتے تھے اور سال میں ایک دو روز جامع منصور میں بیٹھتے تھے تو اشتہارات تقسیم ہوتے تھے اور ایک ایک لاکھ آدمی جمع ہو جاتے تھے۔ ابن قادسی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ شیخ رات کو نماز پڑھا کرتے تھے اور دن کو اکثر روزہ رکھا کرتے تھے اور کام بھی کرتے تھے۔ رات کی خلوت میں بزرگوں سے ملتے تھے اور ذکر الٰہی سے کبھی نہ تھکتے۔ حافظ ذہبی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ آپکی بہت سی تصنیفات مختلف علوم میں ہیں جیسے تفسیر۔ فقہ۔ حدیث۔ وعظ۔ دقائق۔ تواریخ۔ وغیرہ وحدیث اور علوم حدیث کی معرفت اور صحیح ضعیف حدیث کی واقفیت آپ پر ختم ہو گئی اور عماد کاتب و ابن خلکان اور حموی اور ابن نجار اور ابو شامہ وغیرہ معتبر مورخین نے اپنی تواریخوں میں آپکے بڑے بڑے اوصاف لکھے ہیں انتہیٰ۔ اور اگر آپ اس کتاب کی مفصل کیفیت معلوم کرنا چاہتے ہیں تو یہ بات محال ہے بغیر کتاب دیکھے معلوم نہیں ہو سکتی مگر اتنا یاد رکھیے کہ کتاب کی مجموعی صورت اور زمانہ کی ضرورت پر غور کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک ماہر طبیب بیٹھا ہوا ہے اور زمانہ کی نبض اُسکے ہاتھ میں ہے۔ اور اہل زمانہ کی تمام علمی بیماریاں اُسنے تشخیص کر لی ہیں اور ہر ایک بیمار کے لیے نہایت فراست کے ساتھ نسخہ لکھ رہا ہے مصنف نے اس کتاب میں تیرہ باب مقرر کیے ہیں جن میں یہ باتیں بیان کی ہیں۔

(۱) سنت اور جماعت کو اختیار کرنیکی تاکید	(۵) عقائد اور دین کے متعلق شیطانی فریب	(۹) زاہدوں کے متعلق شیطانی فریب۔	(۱۳) ... کے متعلق شیطانی ...
(۲) بدعت اور بدعتیوں کی مذمت۔	(۶) علماء کے متعلق شیطانی فریب۔	(۱۰) صوفیہ کے متعلق شیطانی فریب	یہ تو صرف دو سطریں ہیں ...
(۳) شیطانی مکر و فریب سے ڈرانا	(۷) سلاطین و والیان ملک کے متعلق شیطانی فریب	(۱۱) زہد کے اختیار کے متعلق شیطانی فریب	... تلبیس ...
(۴) مکر و فریب کے معنوں کی تشریح	(۸) عابدوں کے متعلق شیطانی فریب	(۱۲) عوام کے متعلق شیطانی فریب	...

اس کتاب میں ... شیطان ... مختلف خیالات سے لوگوں کو ... کیا ہے ... ایسی کتاب کی اشد ضرورت تھی ... عربی میں تھی اس لیے ... اردو خوان حضرات ... محروم ... اس کا ترجمہ کر کے اس کا نام تخلیص تلبیس رکھا ... نہایت آب و تاب کیساتھ چھپوا کر شائع کی ... مضامین ... قیمت مجلد ... تین روپے

المشتہر سید محمد معظم سید عبدالسلام تاجر کتب و مالک مطبع فاروقی دہلی محلہ بلیماران

(نوٹ) دس جلد کے خریداروں کے لیے خاص رعایت ہے

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا

خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ محض اسی کے فضل و توفیق سے کتاب فیض انتساب
نسخہ لاجواب مردمک چشم اولی الالباب جو درحقیقت تمام تفاسیر معتبرہ کا بہترین انتخاب
اور احادیث حسنہ صحیحہ مقبولہ کا بے نظیر اقتباس اور احسن الفوائد کا کامل اور
مکمل اضافہ ہے یعنی تمام

پارہ سیقول

احسن التفاسیر

مؤلفہ رئیس المفسرین سند المحدثین
خاقانِ اقالیمِ تحقیق قہرمانِ ممالکِ تدقیق مروج دین متین نبوی شہسوار عرصہ
معانی علامہ زمن جناب مولانا سید احمد حسن سابق تعلقہ دار اول حیدرآباد دکن حسب
ایمائے فخر المجد و الکرم سید محمد معظم مرحوم المغفور مالک مطبع فاروقی باہتمام اقل الانام سید عبد السلام

مطبع فاروقی واقع دہلی میں ۱۳۲۵ بحسن زیبائش مطبوع ہوئی

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ

اب کہیں گے بیوقوف لوگ کاہے پر پہر گئے مسلمان اپنے قبلے سے جس پر تہے ۔ تو کہہ اللہ کی ہے مشرق اور مغرب

يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۞ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ

چلاوے جسکو چاہے سیدہی راہ اور اوسی طرح کیا ہمنے تمکو امت معتدل کہ تم ہو بتانیوالے لوگونپر

وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ

اور رسول ہو تمپر بتانے والا اور وہ قبلہ جو ہمنے ٹھیرایا جس پر تو تہا نہیں مگر اسیواسطے کہ معلوم کریں کون تابع رہیگا رسول کا

مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ ۗ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ

اور کون پہر جاویگا اولٹے پاؤں اور یہہ بات بہاری ہوئی مگر اونپر جنکو راہ دی اللہ نے اور اللہ ایسا نہیں کہ ضایع کرے

إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ

تمہارا یقین لانا البتہ اللہ لوگونپر شفقت رکھتا ہے مہربان

صحیح بخاری میں براءبن عازب سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے سولہ سترہ مہینے تک اللہ تعالے کے حکم سے بیت المقدس کو قبلہ ٹھراکر نماز پڑہی لیکن آپ کو اس بات کی بڑی خوشی تھی کہ کعبہ کی طرف مونہہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم جلدی سے ہوجاوے کیونکہ آپ ملت ابراہیمی پر تہے اس لیئے اوس ملت کے قبلہ کی آپکو آرزو تہی۔ اور ان سولہ سترہ مہینے میں دس مہینے کے قریب مدینہ منورہ کے قیام کے ہیں۔ باقی کعبے کے کیونکہ قریش کے طرح طرح کے جھگڑوں کے سبب سے آپکے قیام مکہ ہی کے زمانہ میں آپکو بیت المقدس کیطرف مونہہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم ہوگیا تھا۔ اب حکم تبدیل قبلہ سے پہلے اللہ تعالی نے یہہ آیتیں نازل فرمائیں۔ اور فرمایا کہ تبدیل قبلہ کے بعد مخالف لوگ طرح طرح کی باتیں بناویں گے۔ لیکن اون کی باتوں کا کچھ خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ مشرق مغرب سب جہتیں اللہ کی ہیں جس امتہ کا جدہر وہ چاہے قبلہ ٹھرا سکتا ہے۔ پہر فرمایا جسطرح وسط زمین کعبہ کو اللہ تعالے نے امتہ محمدیہ کا قبلہ ٹھرایا ہے اسیطرح اس امتہ کو اوس نے سب امتوں میں معتدل ٹھرایا ہے تاکہ یہہ امت سب انبیا کے سامنے ایک اعتدال کا درجہ رکہے اور قیامت کے دن اور انبیاء کی تائید میں اون کی امتوں کے مقابلہ میں شہادت اوا کرے مسند امام احمد بخاری ترمذی وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہہ ہے کہ سوا امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نبیوں کی امتیں اپنے نبیونکو قیامت کے دن خدا تعالی کے روبرو جہٹلاویں گی۔ اور یہہ کہیں گی کہ ہم کو کسی نبی نے خدا کا حکم نہیں پہونچایا ورنہ ہم ضرور اوسکے موافق چلتے انبیا کہیں گے کہ یا اللہ ہم نے اون کو تیرا حکم پہونچادیا۔ لیکن اونہوں نے اوسکو نہیں مانا اب یہہ جہوٹ بولتے ہیں اگرچہ خدا تعالے عالم الغیب ہے اوس سے کوئی بات چہپی ہوئی نہیں ہے لیکن ان منکر امتوں کو قائل کرنے کے لیئے اللہ تعالے اپنے رسولوں سے فرمادیگا کہ تم اپنے بیان کی تائید میں کوئی شہادت پیش کرسکتے ہو وہ امت محمدیہ کو اپنا گواہ قرار دیں گے وہ پہلی امتیں کہیں گی یا اللہ یہہ لوگ تو ہم سے بہت پیچہے دنیا میں پیدا ہوئے ہیں

انکو ہمارے حال کی کیا خبر ہے امتہ محمدیہ کے لوگ کہیں گے کہ یا اللہ تو نے ہمارے نبی آخر الزماں پر جو قرآن اتارا تھا
اوسمیں پہلے نبیونکا اور پہلی امتوں کا سب ذکر ہے اسواسطے ہم تیرے کلام کی اور تیرے رسولوں کے سچے ہونے
کی گواہی دیتے ہیں پھر آنحضرت صلعم اپنے امتہ کی بیان کی تصدیق فرماویں گے اور اسطرح کی شہادت پر یہہ معاملہ تصفیہ
پاوے گا۔ اِس معاملہ اور اس شہادت کا ذکر اس آیتہ میں ہے پھر فرمایا کہ اس تبدیل قبلہ میں ایک مصلحت یہہ بھی
ہے کہ اس سے جو لوگ اطاعت رسول میں پکے اور ثابت قدم ہیں اون کا اور جو لوگ کچے ہیں اونکا حال کھلجاویگا
کیونکہ ثابت قدم لوگ انکو ہر طرح فرمانبرداری حکم الٰہی اور اطاعت رسول سے کام رہتا ہے کسی حکم الٰہی کا رد و بدل
اگر خدا کیطرف سے ہو تو اونکا یقین اللہ کے رسول کے سچے ہونے کا اور بڑہ جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اونکے
دلمیں ایک نور ہدایت جو دے رکھا ہے اوس سے وہ سمجھ لیتے ہیں کہ جو شخص اپنی طرف سے کوئی بات کہتا ہے
تو اوسکو اکثر اپنی بات کی پچ ہوتی ہے یہہ بلاشک اللہ کے رسول ہیں بیچ میں کچھہ دخل نہیں دیتے۔ اللہ کا جیسا حکم
آتا ہے وہ ہمکو سنا دیتے ہیں۔ ہاں جو لوگ کچے ہیں اُن کو ایسے موقع پر طرح طرح کے شک و شبہے پیدا ہو جاتے
ہیں سلف نے اپنی تفسیروں میں لکھا ہے کہ کچھہ لوگ اِس تبدیل قبلہ کے حکم سے شک و شبہہ میں پڑ کر صاف مرتد
ہو گئے۔ ترمذی وغیرہ میں صحیح روایتیں ہیں جنکا حاصل یہہ ہے کہ بیت المقدس سے کعبہ کیطرف قبلہ بدل جانے
سے پہلے جن چند صحابہ کا انتقال ہو گیا تھا اون کی نماز کے قبول ہونے اور افضل ہونے نہ ہونے کا ذکر صحابہ میں
اکثر ہوا کرتا تھا اسپر اللہ تعالےٰ نے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ آیتہ کا ٹکڑا نازل فرمایا جسکا مطلب
یہ ہے کہ اون لوگوں نے کعبہ کے قبلہ قرار پانے سے پہلے بیت المقدس کیطرف اللہ کے حکم سے نماز پڑہی
ہے اون کی نماز کا اجر پورا ملیگا۔ علما نے لکھا ہے کہ یہود کے قبلہ کا ذکر توراۃ اور نصاریٰ کے قبلہ کا ذکر انجیل
میں نہیں ہے بلکہ دونو گروہ کا قبلہ اون کے علما کا ٹہرایا ہوا ہے۔ امتہ محمدیہ کو ایک فخر یہ بھی ہے کہ اون کا
قبلہ خود خدا کا ٹہیرایا ہوا ہے صحیح مُسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ دنیا کی
ابتدا سے قیامت تک جو کچھہ دنیا میں اللہ تعالےٰ کے علم ازلی کے موافق ہونے والا تھا اوسکو دنیا کے پیدا
ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالےٰ نے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے اسلیئے اس آیتہ میں یہہ جو فرمایا
اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ اِس کے یہہ معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے علم ازلی کے
موافق مطیع اور مرتد کا ظہور دنیا میں ہو جاوے۔ ورنہ خدا تعالےٰ کے علم ازلی میں تو سب کچھہ ازل سے ٹہرا ہوا
ہے اور دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے وہ سب کچھہ لکھا بھی جا چکا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے
سزا جزا کا مدار ہر چیز کے دنیوی ظہور پر رکھا ہے اپنے علم غیب پر نہیں رکھا آیات قرآنی میں جہاں کہیں علم
الٰہی کا ذکر ایسے موقع پر آوے گا جیسا کہ اس آیت میں ہے تو اوس کے یہی معنے ہونگے جو یہاں بیان کیئے گئے ہیں ؁

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ

ہم دیکھتے ہیں پھر جانا تیرے مونہہ کا آسمان میں سو البتہ پھیریں گے تجھکو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے اب پھیر مونہہ اپنا طرف

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ

مسجد الحرام کے اور جس جگہ تم ہوا کرو پہیرو منہہ اوسکی طرف جنکو ملی ہے کتاب

لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ

البتہ جانتے ہیں کہ یہی بات ٹہیک ہے اونکے رب کی طرف سے اور اللہ بیخبر نہیں اون کاموں سے جو کرتے ہیں

شطر کے معنے جہت کے ہیں حضرت عبد اللہ بن عباس سے اس آیتہ کی تفسیر میں روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ خاص کعبہ مسجد الحرام میں نماز پڑہنے والونکا قبلہ ہے اور حد حرم کے اندر رہنے والونکا قبلہ مسجد الحرام ہے اور جہت حرم سب روئے زمین کے رہنے والونکا قبلہ ہے امام ابو حنیفہ امام مالک اور امام احمد کا مذہب اسی حدیث کے موافق ہے بیہقی نے بہی اس حدیث کو روایتہ کیا ہے اور اسکی سند کو ضعیف بتلایا ہے لیکن یہہ حدیث کئی سندوں سے روایتہ کی گئی ہے جس سے ایک سند کو دوسری سند سے قوت ہوجاتی ہے۔ اسلیئے تین اماموں نے اپنے مذہب کا مدار اس حدیث پر رکھا ہے صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہہ ہے کہ حالت سفر میں نفل نماز سواری پر جدہر سواری کا مونہہ ہو اودہر ہوجاتی ہے۔ اسیطرح فرض نماز حالت خوف میں اور حالت سفر میں قبلہ کے مشتبہ ہوجانے کی صورت میں بغیر جہت کعبہ کے ہوجاتی ہے پہر فرمایا کہ ان اہل کتاب کو یہہ تبدیل قبلہ کا مسئلہ تو اچھی طرح معلوم ہے کیونکہ صفات نبی آخر الزماں کی آیتوں میں یہہ مسئلہ ان کی کتابوں میں موجود ہے لیکن فقط اس حسد سے کہ نبی آخر الزماں ان کی قوم بنی اسرائیل میں سے کیوں نہیں ہوئے۔ اونہوں نے اون آیتوں کو جو بدل ڈالا ہے اوسکو اور ان کے اسطرح کے اور سب کاموں کو اللہ خوب جانتا ہے۔ وقت مقررہ کی دیر ہے اوس کے آتے ہی ان کی پوری خبر لیجاوے گی +

وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ

اور اگر تو لاوے کتاب والوں پاس ساری نشانیاں نہ چلیں گے تیرے قبلے پر اور تو نہ مانے اون کا قبلہ

وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ

اور نہ اون میں ایک مانتا ہے دوسرے کا قبلہ اور کبہی تو چلا اون کی پسند پر بعد اس علم کے جو تجھکو پہونچا تو

إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ۘ

بیشک تو بہی ہے بے انصافوں میں

جو شخص حقیقت میں حق پسند ہوتا ہے مگر کبہی کسی حق بات کے سمجھنے میں اوسکو کوئی شبہ پڑجاتا ہے تو جب اوسکا وہ شبہ رفع ہوجاتا ہے تو پہر وہ شخص فوراً راہ راست پر آجاتا ہے لیکن جب کوئی شخص ضد یا حسد سے حق بات کے سمجھنے کا سرے سے قصد ہی نہیں کرتا تو اوسکا راہ راست پر آنا مشکل ہے اہل کتاب کا کفر کسی شک وشبہ کے سبب سے نہیں تھا بلکہ وہ جسطرح غیر کی اولاد میں سے اپنی اولاد کو پہچان سکتے تھے اوسیطرح اون اوصاف سے جو اون کی کتابوں میں تھے نبی آخر الزماں کو پہچانتے تھے لیکن اونہوں نے

اس حسد سے کہ نبی آخر الزماں اون کی قوم میں کیوں نہیں پیدا ہوئے اللہ کی کتاب کی آیتوں کو بدل ڈالا اور اوسی ضد و حسد سے وہ باوجود نبی کے معجزات کے دیکھنے کے راہ راست پر نہیں آتے تھے اسلیئے اللہ تعالی نے اپنے رسول کی تسکین کے لیئے یہہ آیۃ نازل فرمائی۔ اور فرمایا کہ ان لوگوں کا کفر عنادی ہے اونکو سینکڑوں معجزے بھی دکھائے جاویں تو کچھ فائدہ نہیں کیونکہ جب تک یہہ لوگ اپنے عناد کو نہ چھوڑیں گے وہ عناد کبھی ان کو نہ چھوڑے گا کہ یہہ حق بات کو سمجھیں اور راہ راست پر آجائیں اور کعبہ کو قبلہ تسلیم کریں پھر فرمایا کہ تمہارا قبلہ خدا کی طرف سے ٹھہر چکا ہے اسواسطے تم بھی مثل سابق کے اب بیت المقدس کو قبلہ نہیں بنا سکتے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ٹھہرا کر امت کے لوگوں کو تنبیہ کے یہہ سنایا کہ اللہ کی طرف سے ایک حکم آجانے کے بعد اب اگر کوئی مسلمان شخص اہل کتاب کے بہکانے میں آجاویگا تو وہ بڑا ناانصاف ہے اگرچہ اس تنبیہ کا تعلق عام مسلمانوں سے ہے۔ لیکن تبدیل قبلہ کے حکم سے چند مسلمان بہک کر جو مرتد ہو گئے اون سے اس تنبیہ کا تعلق زیادہ ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ
جنکو دی ہے ہمنے کتاب وہ پہچانتے ہیں یہ بات جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور ایک فرقہ اونمیں کا چھپاتا ہے

الْحَقَّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۝
حق کو جان کر حق وہ ہے جو تیرا رب کہے سو تو نہو شک لانے والوں میں

ع ۱۷

پہلی کتابوں میں آنحضرت صلعم کی علامتیں بہت صراحت سے تھیں اسلیئے اہل کتاب اون علامتوں سے آپکو اسطرح پہچانتے تھے جسطرح اپنی اولاد کو پہچانتے تھے لیکن نبی آخر الزماں کے بنی اسرائیل میں پیدا نہونے سے ان لوگوں کو حضرت سے ایک دشمنی سی ہو گئی تھی جسکے سبب سے ان لوگوں نے وہ علامتیں بدل ڈالی تھیں اور آپکی نبوت سے انکار کرنے پر کمر باندھ لی تھی اللہ تعالے نے یہہ آیۃ نازل فرما کر فرمایا کہ اگرچہ اصل کتابیں تو ان لوگوں نے بدل ڈالی ہیں۔ مگر جب اللہ تعالے نے قرآن میں جتلا دیا ہے تو کسی مسلمان کو اسمیں کچھ شک و شبہ نہیں کرنا چاہیئے کہ نبی آخر الزماں کی پوری علامتیں اہل کتاب کی کتابوں میں موجود ہیں مستدرک حاکم صحیح ابن حبان مسند ابی یعلے ابن ماجہ میں صحیح روایتیں ہیں جنکا حاصل یہہ ہے کہ جو شخص دین کی کوئی بات جان بوجھ کر چھپائے گا اور اوس کے نفع سے لوگوں کو محروم رکھے گا قیامت کے دن اوسکے منہ میں آگ کی لگام دیجاوے گی۔

وَ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّیْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ؕ۬ اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا ؕ
ہر کسیکو ایک طرف ہے جدھر وہ منہ کرتا ہے سو تم سبقت چاہو نیکیوں میں جسجگہ تم ہو گے اللہ تمکو اکٹھا کر لاوے گا

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝
بیشک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے

قبلہ کی تبدیلی کے بعد اہل کتاب اور اہل مکہ طرح طرح کی باتیں بناتے تھے اوسپر اللہ تعالے نے یہہ آیتہ
نازل فرمائی اور فرمایا کہ ہر ایک امتہ کا ایک قبلہ ہے جسکی طرف وہ لوگ موہنہ کرتے ہیں یہود کا قبلہ مثلاً
بیت المقدس ہے نصاریٰ کا مشرق اور مسلمانوں کا قبلہ جبتک حکم تہا بیت المقدس رہا اب اونکا قبلہ کعبہ
قرار پایا ہے قبلہ کا مسئلہ اسقدر بڑھانا اور اسمیں ہر وقت بحث کرنا کچہہ فائدہ کی بات نہیں ہے۔ دین کی بڑی
بڑی باتیں مثلاً اہل مکہ کا شرک کو چہوڑ کر اسلام لانا اہل کتاب کا اپنی کتابوں پر پورا عمل کر کے نبی آخر الزماں
پر ایمان لانا ان باتوں میں سبقت کرنی چاہیئے کہ یہہ باتیں نجات عقبے کا موجب اور اصل دین ہیں۔ اصل دین
سے بیخبر رہکر قبلہ کے مسئلہ کی طرح چہوٹی چہوٹی باتوں میں بحث اور اونکی پابندی سے عقیدہ شرکیہ کی یا انکار
کتاب الٰہی کی کیا اصلاح ہو سکتی ہے سورہ فرقان میں فرمایا وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ
هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۔ جسکا حاصل یہہ ہے کہ بغیر اصلاح عقیدہ کے مشرکین مکہ یا اہل کتاب چہوٹے چہوٹے سے
کچہہ نیک عمل کریں گے تو اون کا کچہہ اجر نہ پاویں گے بلکہ اون کے وہ نیک عمل قیامت کے دن اس طرح
اوڑ جاویں گے جسطرح تیز ہوا میں غبار اوڑ جاتا ہے صحیحین کی حضرت معاذ کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جسکا
حاصل یہ ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے اللہ کی عبادت میں کسیکو شریک نہ کریں اور اللہ کے اس حق
کے ادا ہو جانے کے بعد بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہوگا کہ وہ اون کو دوزخ کے عذاب سے بچا دے اس
سے معلوم ہوا کہ بغیر اصلاح عقیدہ شرکیہ کے بندہ اپنا کوئی حق اللہ کی بارگاہ سے نہیں پا سکتا۔ اسیواسطے آخر
آیتہ میں فرمایا کہ اللہ اسپر قادر ہے کہ ہر طرح کے عقیدہ اور عمل والوں کو سب کو ایکدن جہاں وہ ہوں وہاں سے
اکٹھا کرے تاکہ ہر ایک گروہ کے عقیدے اور عمل کا نتیجہ اوس کے سامنے آجاوے۔ حضرت معاذ کی دوسری
روایتہ معتبر سند سے مستدرک حاکم میں ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ جس شخص کا دین خالص اور عقیدہ اچہا ہے
اوسکو نیک عمل تہوڑا سا بہی کافی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ توحید کے ساتہہ تہوڑا عمل بہی بہت کام دیوے گا
ورنہ بہت سے اعمال بہی ہوا میں اوڑ جائیں گے حاصل یہہ کہ اوسدن کے پیش آنے سے پہلے جسطرح حکم دیا گیا ہے
دین کی اصولی اعتقادی باتوں میں ہر ایک گروہ کو سبقت کرنی چاہیئے۔ کیونکہ بغیر اس سبقت کے چہوٹی باتوں کا
اجر اوسدن ہوا میں اوڑ جاوے گا یہہ اعتقادی باتیں وہ ہیں جنکا ذکر آیتہ لیس البران تولوا وجوہکم میں آویگا۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَمَا اللّٰهُ

اور جسجگہ سے تو نکلے موہنہ کر طرف مسجد الحرام کے اور یہی تحقیق ہے تیرے رب کی طرف سے اللہ

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۞ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ

بے خبر نہیں تمہارے کام سے جہاں سے تو نکلے موہنہ کر طرف مسجد الحرام کے اور جس جگہ

مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

تم ہوا کرو موہنہ کرو اوسی کی طرف تاکہ نہ رہے لوگوں کو تم سے جہگڑنے کی جگہ مگر جو اون میں بے انصاف ہیں

مِنْهُمْ ۗ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

سو اونسے مت ڈرو اور مجھسے ڈرو اور اسواسطے کہ پورا کروں میں تمپر فضل اپنا شاید تم راہ پاؤ

قرآن شریف میں یہہ پہلا حکم ناسخ ہے جس سے بیت المقدس طرف موہنہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم منسوخ ہوا ہے یہہ اوپر گذر چکا ہے کہ یہودیوں میں جہاں اور غلط باتیں رواج پکڑ گئی تہیں اون میں سے ایک بات یہہ بہی تہی کہ احکام الٰہی میں سے کوئی حکم کبہی منسوخ نہیں ہوتا اپنے اس غلط اعتقاد کیوجہ سے تبدیل قبلہ کے باب میں وہ لوگ طرح طرح سے مسلمانوں کو بہکاتے تہے اسلیئے اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے نازل فرمانے میں یہہ اہتمام فرمایا کہ تمہید کے طور پر پہلے آیتہ سیقول السفہا نازل فرماکر مسلمانوں کو ہوشیار کر دیا اور اب حکم تبدیل قبلہ کو بہی تاکید کے طور پر دو دفعہ فرمایا توراۃ میں جہاں نبی آخر الزماں کی اور علامتوں اور نشانیوں کا ذکر تہا وہاں ایک علامت تبدیل قبلہ کی بہی تہی اسواسطے فرمایا کہ تبدیل قبلہ کے بعد انصاف سے اہل کتاب کو باتیں بنانے کے سوا توراۃ کے حوالہ سے کچھہ بحث کرنے کا موقع باقی نہیں رہا پہر فرمایا اگر اون میں سے کوئی شخص کچہہ غلط حجت کرے بہی تو اوسکا کچہہ خوف نہیں کرنا چاہیئے بلکہ خوف تو ہر مسلمان کو اسبات کا چاہیئے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی مخالفت نہو جاوے کہ اوسکا عذاب بہگتنا پڑے حالانکہ اوسکا عذاب انسان کی برداشت سے باہر اور بہت سخت ہے ترمذی وغیرہ کی روایتہ سے حضرت ابوذر کی حدیث مشہور ہے جسمیں آنحضرت صلعم نے صحابہ سے یہہ فرمایا کہ عذاب الٰہی کا جو حال مجکو معلوم ہے اگر وہ حال تم لوگوں کو معلوم ہو جاوے تو تمہاری ہنسی بالکل کم ہو جاوے اور تم اپنے گہروں اور اہل وعیال کو چہوڑ کر جنگل کو نکل جاؤ ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے جو لایق عمل ہے اسلیئے اس آیتہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان کو بہ نسبت اور کسی کی مخالفت کے خوف کے اللہ کے حکم کی مخالفت سے اوسکے عذاب کا بڑا خوف کرنا چاہیئے نعمت الٰہی کے پورا کرنے کا یہہ مطلب ہے کہ جسطرح سے تم لوگ ملتہ ابراہیمی کی نعمت پر ہو جو شرک سے بالکل پاک وصاف ہے اوسیطرح قبلہ ابراہیمی کا حکم نازل ہو جانے سے وہ نعمت اب پوری ہو گئی ۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ

جیسا بہیجا ہمنے تم میں رسول تم ہی میں کا پڑہتا ہے تمہارے پاس آیتیں ہماری اور تمکو سنوارتا ہی اور سکہاتا ہی کتاب

وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ

اور حکمت اور سکہاتا ہے تمکو جو تم نجانتے تہے ۔ سو تم یاد رکہو مجکو میں یاد رکہوں تمکو اور احسان مانو میرا اور ناشکری مت کرو

یہہ آیتہ پہلی آیتہ کے متعلق ہے اور معنے آیتہ کے یہہ ہیں کہ جسطرح اللہ تعالیٰ نے ملت ابراہیمی کی نعمت تم کو عطا کی اوسیطرح اوسکی یہہ بہی نعمت ہے کہ وہ ملت تمہاری ہی قوم بنی اسمٰعیل میں کی نبی کی معرفت تمکو عطا ہوئی تاکہ

غیر قوم کی اطاعت کا رد کا ؤ باقی تر ہے ÷

قرآن شریف میں جہاں کتاب و حکمت کے دونو لفظ ایک جگہ آئے ہیں اون کی تفسیر سلف نے قرآن - اور حدیث سے کی ہے اور اس تفسیر کی تائید مقدام بن معدیکرب کی اوس حدیث سے ہوتی ہے جو مسند امام احمد ابوداؤد و ابن ماجہ میں معتبر سند سے آئی ہے جسکا مطلب یہہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مجھکو قرآن اور قرآن کے ساتھہ ہی قرآن کی مانند حدیث اللہ کی طرف سے دی گئی ہے معنی اس حدیث کے علمار نے یہہ بیان کیئے ہیں کہ فقط قرآن کے سیکھہ لینے سے مسلمان آدمی کو دین کی طرف سے بے پرواہی نہیں ہو سکتی - جبتک اللہ کی رسول کی حدیث کو آدمی نہ سیکھے کیونکہ نماز روزہ حج زکوۃ ارکان دین کے اکثر مسئلے قرآن شریف میں اللہ تعالی نے مختصر طور پر ذکر فرما کر اونکا تفصیلی بیان اپنے رسول کے سپرد کیا ہے چنانچہ سورۃ نحل میں فرمایا وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم ولعلہم یتفکرون مطلب آیتہ کا یہ ہے کہ قرآن کی جو آیتیں ایسی ہوں کہ اون میں تفصیل کی ضرورت ہو تو تم اے نبی اللہ کے اون آیتوں کی تفصیل قول سے فعل سے اچھی طرح امتہ کے لوگوں کو سمجھا دو تاکہ وہ لوگ قرآن کی آیتوں کے معنے میں فکر اور غور کر سکیں اس حکم کے موافق اللہ کے رسول نے قول کے موقع پر قول سے اور فعل کے موقع پر فعل سے قرآن کا مطلب بخوبی اپنے صحابہ کو اور صحابہ نے تابعیوں کو سمجھا دیا جو سلسلہ بسلسلہ آجتک چلا آتا ہے اور اسیکو قرآن کی تفسیر کہتے ہیں تفسیر قولی کی مثال مثلاً جب سورۃ الانعام کی یہہ آیتہ الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم نازل ہوئی تو آپنے فرمادیا کہ ظلم سے مراد اس آیتہ میں شرک ہے بخاری مسلم ترمذی وغیرہ میں اس تفسیر کی روایتیں ہیں تفسیر فعلی کی مثال مثلاً ایک شخص نے اوقات نماز کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے اوسکی تفسیر آنحضرت صلعم سے پوچھی آپنے اوس سائل کو زبانی کچھ جواب نہیں دیا بلکہ اوسکو دو روز تک اپنے ساتھہ نماز میں شریک رکھکر پہلے دن پنجگانہ نماز اول وقت پڑہی اور دوسرے دن آخری وقت پر اور پھر اوس سائل کو سمجھا دیا کہ نماز کا وقت دونوں دن کے وقتوں کے مابین میں ہے یہہ روایتہ صحیح مسلم وغیرہ میں ہے - یہہ جو فرمایا کہ تم یاد رکھو مجھکو میں یاد رکھوں تمکو اسکی تفسیر اوس حدیث قدسی میں آئی ہے جسکو بخاری مسلم وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایتہ کیا ہے جسمیں یہہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میں اپنے بندہ کے ساتھہ ہوں اگر وہ مجھکو اپنے دل میں یاد کرے گا تو میں بھی اوسکو اپنے دلمیں یاد کرونگا اور اگر وہ مجھکو انسانوں کی مجلس میں یاد کرے گا تو میں اوسکو ملائکہ کی مجلس میں یاد کرونگا جو انسانوں کی مجلس سے بہتر ہے اور جسقدر وہ مجھہ سے قریب ہوگا میں اوس سے زیادہ قریب ہوں گا اور وہ میری راہ میں پاؤں چلکر آوے گا تو میں اوسکی مدد کے لیئے دوڑ کر آنے کو طیار ہوں جو نعمت خدا دیوے اوسکو خدا کی مرضی کے موافق کام میں لانا اوس نعمت کا شکر ہے اور خلاف مرضی کفران نعمت -

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ وَلَا تَقُولُوا

اے ایمان والو قوت پکڑو ثابت رہنے سے اور نماز سے بیشک اللہ ساتھہ ہے صبر والونکے نہ کہو جو کوئی

لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

مارا جائے اللہ کی راہ میں کہ وہ مردے ہیں بلکہ زندے ہیں لیکن تمکو خبر نہیں ہے

صحیح مسلم میں صہیب رومی سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا مسلمان آدمی کو ہر طرح بھلائی پہونچ سکتی ہے اگر وہ نعمت کے وقت شکر اور مصیبت کے وقت صبر کرے پہلی آیتہ میں شکر نعمت کا ارشاد تھا اور اس آیتہ میں مصیبت کے وقت صبر کا ارشاد ہے اسلیئے کہ انسان کی دو ہی حالتیں ہیں یا وہ صاحب نعمت ہوگا یا صاحب مصیبت ان دونوں حالتوں کے باہمی تعلق کے سبب سے اللہ تعالی نے صبر کا ذکر شکر نعمت کے بعد فرمایا تاکہ یہہ آیتہ پہلی آیتہ کا ایک جز قرار پاکر شکر اور صبر کا حکم ایک جگہ ہوجاوے۔ مسند امام احمدؒ ابو داؤد وغیرہ میں جو معتبر سند سے روایتیں ہیں اونکا حاصل یہہ ہے کہ جب آنحضرت صلعم کو کوئی رنج وغم کا موقع پیش آتا تھا تو آپ اوس رنج وغم کو ٹالنے کے لیئے نماز پڑہنے میں مصروف ہوجاتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ جسطرح صبر کرنے سے مصیبت ہلکی ہوجاتی ہے اوسیطرح اللہ تعالی نے نماز میں ایک اثر مصیبت کے ہلکا کردینے کا رکہا ہے اور اسی مناسبت کے سبب سے اپنے کلام پاک میں نماز کو صبر کے ساتھہ ذکر فرمایا ہے مصیبت کے وقت صبر کرنے کی فضیلت میں اور صبر کے اجر میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں مصیبت کے وقت صبر کے علاوہ مامور شرعی کے ادا کرنے اور ممنوع شرعی سے بچنے میں بہی خواہش انسانی کو روکنا اور صبر کرنا پڑتا ہے اسلیئے صبر ہر عبادت کا گویا ایک جز ہے۔ جہاد میں طرح طرح کی تکلیفات پر آخری درجہ جان دینے کی تکلیف پر صبر درکار ہوتا ہے شہید لوگ اس صبر کے متحمل ہوئے اور خدا کی راہ میں اپنی جان دی اسی تعلق اور مناسبت کے لحاظ سے صبر کی آیتہ میں شہیدوں کا ذکر فرمایا تاکہ اور لوگ بہی اسقدر صبر کا تحمل اختیار کریں کہ خدا کی راہ میں درجہ شہادت کا حاصل کرکے شہیدوں کے مرتبہ کو پہونچیں صحیح بخاری صحیح مسلم ترمذی وغیرہ میں حضرت انس رضؓ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد کوئی جنت کی نعمتوں کو چہوڑکر جنت سے نکلنا اور پہر دنیا میں آنا پسند نہ کریگا۔ مگر شہید لوگوں کی یہہ تمنا ہوگی کہ اگر وہ دس دفعہ دنیا میں آن کر خدا کی راہ میں شہید ہوں تو بہی اون کی آرزو پوری نہ ہو۔ شہادت کے سبب سے بڑے بڑے درجہ بارگاہ الہی سے جو شہیدونکو ملیں گے اون کے بڑہانے کی حرص میں شہیدونکو دوبارہ دنیا میں آنے اور پہر شہید ہونے کی تمنا ہوگی صحیح مسلم ترمذی وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہہ ہے کہ اب قیامت سے پہلے ہر ایک شہید کی روح ایک خوبصورت سبز جانور کے پوٹے میں ہے وہ سبز جانور جنت میں سارا دن جہاں چاہتے ہیں طرح طرح کے جنت کے میوے کہاتے پہرتے ہیں اور شام کو عرش کے نیچے ایک قسم کی قندیلیں لٹک رہی ہیں اونمیں بسیرا لیتے ہیں چودہ صحابہ بدر کی لڑائی میں جو شہید ہوگئے تہے منافق لوگ اونکا افسوس کرتے تہے اور مخالف لوگ کہتے تہے کہ اون مرنے والوں نے مفت اپنی جانیں کہوئیں اوسپر اللہ تعالی نے یہہ آیتہ نازل فرمائی اور فرمادیا کہ مرنا تو ایک نہ ایک دن سب کو ہے لیکن اللہ کی راہ میں جان کا دینا ہمیشہ کی زندگی کا حاصل کرنا ہے

چنانچہ شہدا عند اللہ اب بھی زندہ ہیں اچھی سے اچھی غذا پاتے ہیں لیکن تم لوگوں کو اون کی زندگی کا حال معلوم نہیں کیونکہ وہ تم سے جدا ہو گئے ہیں اور علاوہ حال کے زندگی کے جنت میں بھی پھر اپنے اصلی جسم سے داخل ہو کر ہمیشہ زندہ رہیں گے +

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ

اور البتہ ہم آزماوینگے تمکو کچھ ایک ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان سے مالونکے اور جانونکے اور میوونکے اور خوشی سنا

الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ

صبر کرنے والوں کو جب پہونچے اون کو کچھ مصیبت تو کہیں ہم اللہ کا مال ہیں ہمکو اوسکی طرف پھر جانا ہی ایسے لوگ

عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝

اونہیں پر شاباشیں ہیں اپنے رب کی اور مہربانی اور وہی ہیں راہ پر

اوپر کی آیتہ میں مصیبت کے وقت صبر اور نماز سے مدد لینے کا ذکر فرما کر اوسیکے متعلق یہہ آیتہ نازل فرمائی۔ جسکا مطلب یہہ ہے کہ اوپر کی آیتہ میں جو اللہ کا وعدہ ہے کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھہ ہے جو شخص مصیبت کے وقت صبر کرے گا اللہ تعالی اپنے وعدہ کے موافق اوسکو پورا اجر دیویگا سورۃ الزمر میں آوے گا انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب جسکا حاصل یہہ ہے کہ ہر نیکی کا اجر دس درجہ سے لیکر سات سَو تک ہے مگر صبر جیسی مشکل چیز ہے اسیطرح اوسکا ثواب بھی اندازہ سے باہر ہے صحیح ابن حبان وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ سے بسند معتبر روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ اللہ تعالے اپنے بعضے بندوں کو عقبے میں بڑا درجہ دینا چاہتا ہے لیکن اون بندوں کے اعمال اوس درجہ کے قابل نہیں ہوتے اسلئے اون کو بعضی مصیبتوں سے آزماتا ہے اور جب وہ بندے اون مصیبتوں کے وقت صابر رہتے ہیں تو اون کے صبر کے اجر میں اللہ تعالے اون اپنے بندوں کو عقبے کے اوس بڑے درجہ کے قابل کر دیتا ہے۔ اسیطرح مصیبت کے وقت صبر کرنے سے گناہوں کے معاف ہونے کی حدیثیں بہت سی ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ دنیا میں اکثر اچھے لوگ مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تاکہ مصیبت کے وقت صبر کرنے سے اونکا درجہ بڑہے اون کے گناہ معاف ہوں۔ اس لئے مسلمان آدمی کو مصیبت سے گھبرانا نہیں چاہیئے بلکہ ایسے وقت پر صبر اور نماز سے مدد لینی چاہیئے۔ مال کا نقصان یہہ ہے کہ مثلاً کسی تجارت میں گھاٹا آجاوے یا کوئی چوری ہو جاوے جان کا نقصان رشتہ داروں یا دوستوں کا مر جانا خوف سے مراد دشمنوں کا خوف ہے بھوک سے مراد محتاجی و قحط میوہ کا نقصان باغ کے پیڑوں میں پھل کا نہ آنا یا کم آنا یا اولاد کی موت کیونکہ اولاد کو بھی پھل کہتے ہیں۔ چنانچہ ترمذی وغیرہ میں ابو موسے اشعری سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا جب کسی مسلمان شخص کی اولاد کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالی ملک الموت سے فرماتا ہے کہ جسوقت تو نے میرے بندے کے دل کے پھل کو اوس سے چھین لیا تو اوس میرے بندہ نے کیا کہا فرشتہ جواب دیتا ہے یا اللہ اوسوقت تیرے بندہ نے انا للہ پڑہی اور

تیری تعریف کی نہ کچھ بے صبری کی نہ کوئی ناجائز کلمہ مونہہ سے نکالا اسپر اللہ تعالی فرماتا ہے اچھا ایسے بندہ کے لیے جنت میں ایک گھر تیار کرو اور اوسکا نام اللہ کی تعریف کا گھر رکھو ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے جو قابل اعتبار ہے اور مسند امام احمد کی روایتہ سے ترمذی کی روایتہ کو ایک طرح کی تقویتہ بھی حاصل ہو گئی ہے غرض صابروں کو بڑا اجر عقبے میں ملنے والا ہے۔ اسیواسطے آخر آیتہ میں فرمایا کہ ان لوگوں پر اللہ کی رحمت ہے اور انہیں لوگوں نے عقبے کی نجات کا راستہ ڈھونڈ لیا ہے +

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ

صفا اور مروا جو ہیں نشان ہیں اللہ کے پھر جو کوئی حج کرے اس گہر کا یا زیارت تو گناہ نہیں اوس کو کہ طواف کرے ان دونوں میں اور جو کوئی شوق سے کرے کچھ نیکی تو اللہ قدردان ہے سب جانتا

اساف و نائلہ دو شخص تھے اونہوں نے کعبہ کے اندر زنا کیا اللہ تعالے نے اون کو پتھر کا کردیا اوسوقت کے لوگوں نے ان دونوں پتھروں کی مورتوں کو کعبہ کے باہر رکھ دیا تھا تاکہ لوگ اون کو دیکھ کر عبرت پکڑیں پھر رفتہ رفتہ وہ صفا و مروہ پر اسطرح سے رکھدیئے گئے کہ صفا پر اساف کو رکھدیا اور مروہ پر نائلہ کو اور مثل اور بتوں کے اون کی بھی پوجا ہونے لگی اسلام کے بعد لوگوں کو اسوجہ سے صفا و مروہ کے مابین دوڑنے میں تامل ہوا اوس پر اللہ تعالی نے یہہ آیتہ نازل فرمائی اور فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کو عباداتِ حج جو اللہ تعالے کیطرف سے سکھائے گئے ہیں صفا و مروہ کا دوڑنا بھی اونہیں میں سے ہے کیونکہ ہاجرہ پانی کی تلاش میں ان پہاڑوں کے مابین زمزم کا چشمہ نکلنے سے پہلے دوڑی تھیں۔ اللہ تعالے نے اون کے اوس فعل کو حج کی عبادۃ میں داخل کردیا ہے۔ بیچ کے دنوں میں جو وہاں بت رکھدیئے گئے تھے تو اوس سے اصل عبادت کی ادائے میں اون بتوں کے اوٹھہ جانے کے بعد کوئی حرج واقع نہیں ہوسکتا۔ صفا و مروہ کے دوڑنے کو بعضے علما نے حج کا رکن قرار دیا ہے اور بعضوں نے اوسکو مستحب کہا ہے حجۃ الوداع میں آنحضرت صلعم صفا و مروہ کے مابین دوڑے اور عباداتِ حج کو ادا کرتے وقت آپ نے صحابہ سے یہ فرمایا تھا خذوا عنی مناسککم جسکا مطلب تھا کہ عباداتِ حج کو تفصیل وار تمہارے سامنے میں نے اسلئے ادا کیا ہے کہ تم لوگ بھی اون کو مجھ سے سیکھ لو اس صورت میں صفا و مروہ کے مابین دوڑنے کی سنت فعلی ہونے میں تو کسیطرح شک و شبہ باقی نہیں رہ سکتا۔ لیکن بعض روایتوں میں یوں آیا ہے ان اللہ کتب علیکم السعی جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالے نے تمہارے ذمہ ادائے صفا و مروہ دوڑنے کی لکھدی ہے ان روایتوں سے اون علماء سلف کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے جو صفا و مروہ کے مابین دوڑنے کو حج کا ایک رکن کہتے ہیں ومن تطوع خیرا فان اللہ شاکر علیم کے یہ معنے ہیں کہ صفا و مروہ کے مابین کے دوڑنے پر کچھ منحصر نہیں ہے حکم شرع کے موافق جو نیک کام جس نیک نیت سے کیا جاتا ہے وہ اللہ کو سب معلوم ہے اور ایکدن بارگاہ الہی سے اوس کا اجر

تم کو ملنے والا ہے ۞

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ
جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ ہم نے اوتارا صاف اور راہ کے نشان بعد اسکے کہ ہم اونکو کھول چکے لوگوں کے واسطے

فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا
کتاب میں اونکو لعنت دیتا ہے اللہ اور لعنت دیتے ہیں سب لعنت کرنے والے مگر جنہوں نے توبہ کی اور سنوارا

وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۞ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا
اور بیان کردیا تو اون کو معاف کرتا ہوں اور میں ہوں معاف کرنے والا مہربان جو لوگ منکر ہوئے

وَهُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۞
اور منکر ہی مرگئے اون ہی پر ہے لعنت اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ۞
رہ پڑے اوس میں نہ ہلکا ہوگا اونپر عذاب نہ اون کو فرصت ملے گی

یہہ آیتہ اُن اہل کتاب کی شان میں ہے جنھوں نے توراۃ وانجیل کی آیتیں چھپائیں اور نبی آخر الزمان کی نشانیوں اور صفتوں کو عام لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیا اب اون میں سے جو لوگ اِس حال پر بغیر توبہ کے مرگئے فرمایا وہ تو ملعون ہیں ہاں جنہوں نے توبہ کرلی اون کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول کرلی حدیث میں آیا ہے کہ عالم کے حق میں زمین وآسمان اور ملائکہ مغفرت کی دعا کرتے ہیں یہہ اسلئے ہے کہ عالم علم پڑھکر خود بھی راستہ پر آوے گا اور لوگوں کو بھی نیک راہ سکھاوے گا جس عالم نے علم پڑھکر پھر جاہلوں کے سے کام کیے اور اوسی حال میں بغیر توبہ کے مرگیا تو یہی مخلوق اللہ کی اوسپر لعنت کرے گی کیونکہ ایسے عالم نے اون کے دعا مغفرت بالکل رائگاں کردی اور جن مغفرت کے کاموں کی اِس عالم سے توقع تھی مرتے دم تک اوس نے وہ کام نہیں کیے لیکن آیتہ میں علماء اہل کتاب کا ذکر ہے جنمیں سوائے بدعملی کے کفر بھی تھا مسلمان گنہگار پر بالخصوص معین طرح سے تو لعنت جائز نہیں ہے ہاں عام طور پر جیسے حدیث میں عام چوری کرنے سود کھانے والے پر لعنت آئی وہ عام لعنت جائز ہے یہہ تو دنیا کی لعنت ہوئی یہہ بھی آیا ہے کہ دوزخ میں جانے سے پہلے اللہ تعالےٰ اور ملائکہ اور مخلوق الٰہی سب کافر پر لعنت کریں گے ۔

وَاِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۞
اور تمہارا رب اکیلا رب ہے کسیکو اوس کے سوا پوجنا نہیں بڑا مہربان سب سے رحم والا

مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی صفت پوچھی تھی اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہہ آیتہ نازل فرمائی اور حدیث میں آیا ہے کہ اسم اعظم اِن دو آیتوں میں ہے والھکم الہ واحد لا الہ الا ہو الرحمن الرحیم ۔ اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم یہہ حدیث ابوداؤد و ترمذی و مسند امام احمد و ابن ماجہ میں ہے اور ترمذی نے اِس حدیث کو صحیح کہا ہے ۔

لیکن اسکی سند میں ایک راوی شہر بن حوشب ہے جسکو اکثر علماء نے ضعیف بتلایا ہے مگر امام احمد اور یحی بن معین نے اسکو ثقہ کہا ہے معنے آیۃ کے یہہ ہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اُس کی ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں ہے +

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ
آسمان اور زمین کا بنانا اور رات دن کا بدلتے آنا کشتی جو لیکر

تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا
چلتی ہے دریا میں جو چیزیں کام آویں لوگوں کو اور وہ جو اللہ نے اُتارا آسمان سے پانی پھر جلایا اوس سے

بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ
زمین کو مر گئے پیچھے اور بکھیرے اوسمیں سب قسم کے جانور اور پھیرنا ہواؤں کا اور ابر

الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝
جو حکم کا تابع ہے درمیان آسمان اور زمین کے انمیں نمونے ہیں عقلمند لوگونکو

تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں معتبر سند سے ان آیتوں کی شان نزول جو حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے لکھی ہے اوسکا حاصل یہہ ہے کہ قریش نے ایک دفعہ آنحضرت سے کہا کہ آپ کی دعا سے اگر یہہ مکہ کا صفا پہاڑ سونے کا ہو جاوے تو ہم لوگ آپ پر ایمان لے آوینگے اور اُس سونے سے ہتھیار اور گھوڑے خرید کر کے آپکے ساتھہ جہاد کریں گے اسپر آپنے قریش سے مضبوط وعدہ ایمان کا لیا اور اللہ تعالےٰ سے صفا پہاڑ کے سونے کے ہو جانے کی دعا کی حضرت جبرئیل آنحضرت کے پاس آئے اور اللہ تعالےٰ کا یہہ پیام پہونچایا کہ صفا پہاڑ کے سونے کے ہو جانے کے بعد اگر یہہ لوگ ایمان نہ لاوینگے تو انپر بہت سخت عذاب نازل کیا جاوے گا اگر یہہ شرط انکو منظور ہے تو صفا پہاڑ کو ابھی سونے کا کر دیا جاوے گا اسپر آنحضرت نے دعا کی کہ یا اللہ ان لوگوں کو اور مجھکو اسی حال پر چھوڑ دیا جاوے رفتہ رفتہ میں ان کو دعوت اسلام پہونچاتا رہونگا اوسپر اللہ تعالیٰ نے یہہ آیتہ نازل فرمائی مضمون آیتہ میں جو تنبیہ ہے اسکا حاصل یہہ ہے صفا پہاڑ کا سونے کا ہو جانا دور از عقل خیال کر کے ان لوگوں نے اپنے ایمان لانے کو جو اسپر منحصر رکھا ہے عقلمند کے لیئے اوس سے بڑھکر دور از عقل نشانیاں اللہ تعالےٰ کی قدرت کی دنیا میں موجود ہیں مثلاً آسمان کا بلا ستون قایم ہونا اور تارونکا اس خوبی کے ساتھہ اس میں معلق ہونا ہوا کا بادلونکو اکٹھا کرنا اور موسم پر ہر سال ضرورت کے موافق مینہ کا برسنا اور اس سے طرح طرح کی پیداوار کا زمین سے حاصل ہونا زمین کی خاصیت تو یہہ ہے کہ اُس میں جو چیز دبائی جاوے وہ خاک ہو جاتی ہے یہانتک کہ لوہا جیسی سخت چیز کا بھی زمین میں وہی حال ہے لیکن بحکم خدا جب بیج اُس میں دبایا جاوے تو بجائے خاک ہو جانے کے وہ اُگتا ہے پھلتا ہے پھولتا ہے کیا یہہ بات

زمین کی خاصیت میں اللہ تعالی نے نہیں رکھی ہے کہ اس خاصیت کے سبب سے زمین کے اندر ہی اندر مٹی اور پتھر سونا ہو جاتے ہیں اور جگہ جگہ زمین میں سونے کی کان نکلتی ہے جو سونا دنیا بھر میں برتا جاتا ہے اس خاصیت کے اثر سے ایک صفا پہاڑ سونے کا ہو جائے تو کیا اچنبھے کی بات ہے اور اسپر ایمان کا لانا کیا منحصر ہو سکتا ہے بلکہ وہ تو اتنی بات ہے کہ جسطرح اور سونے کی کانیں زمین میں ہیں اوسیطرح یہہ بھی ایک کان گنی جاوے گی اگر یہہ لوگ اللہ کی قدرت کے نمونے دیکھکر اسکو پہچاننا اور اوسپر ایمان لانا چاہتے ہیں تو ہزاروں لاکھوں کروڑوں نمونے اللہ کی قدرت کے عقلمند کے لیئے ایسے دنیا میں موجود ہیں جس طرح کی چند باتیں اس آیۃ میں ذکر کیئے گئے ہیں *

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ

بعضے لوگ ہیں جو پکڑتے ہیں اللہ کی سوا اور برابر اونکی محبت رکھتے ہیں جیسے محبت اللہ کی اور ایمان والونکو

اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ

اوس سے زیادہ محبت اللہ کی اور کبھی دیکھیں بے انصاف اوس وقت کو جب دیکھیں گے عذاب کہ سارا زور

لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۝ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ

اللہ کو ہے اور اللہ کی مار سخت ہے جب الگ ہو جاویں جنکے ساتھ ہوئے تھے اپنے ساتھ

اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ

والوں سے اور دیکھیں عذاب اور ٹوٹ جاویں اون کے سب طرف کے علاقے اور کہیں گے ساتھ پکڑنے والے

اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ

کاشکے ہمکو دوسری بار زندگی ہو تو ہم الگ ہو جاویں اونسے جیسے یہ الگ ہو گئے ہمسے اسطرح دکھاتا ہے اللہ انکو کام اونکی افسوس دلانیکو

عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۝

اور اونکو نکلنا نہیں آگ سے

اوپر کی آیۃ میں اللہ تعالی نے جو اپنی قدرت اور وحدانیت کی نشانیاں تبلائیں ان نشانیوں کو دیکھکر قریش ایمان نہ لائے اور اپنے شرک پر اڑے رہے تو ان کے شرک کا دنیا اور آخرت میں جو انجام ہے اسکی حالت فرمانے کی غرض سے یہہ آیۃ اللہ تعالے نے نازل فرمائی۔ دنیا میں ان کے شرک کے سبب سے بدر کی لڑائی میں وہ رسوائی ان کی ہوئی جسکی تفصیل جنگ بدر کے قصہ میں آوے گی کہ بڑے بڑے لوگ انمیں سے کچھ قتل ہو گئے اور کچھہ قید سب عزت خاک میں مل گئی اور آخرت میں اسی شرک کی بدولت ان کے لیئے وہ عذاب مہیا ہو رہا ہے کہ اگر وہ عذاب دنیا میں نظر آجاوے تو سب شرک و کفر بھول جاویں اور اللہ کو ہی معبود حقیقی جاننے لگیں دنیا میں مجبوری کا ایمان اللہ کو پسند نہیں ہے۔ اسلیئے وہ عذاب اللہ نے آخرت پر منحصر رکھا ہے اور دنیا میں اس عذاب کی یاد ہی ان کو کر دی ہے تا کہ اس عذاب کے حال سے وہ بے خبر اور غافل

نر میں آخرت میں سوا اس عذاب کے یہہ اور شرمندگی ہے کہ اللہ کے سوا جنکو اونہوں نے معبود ٹہرایا تہا۔ وہ اسنے بیزاری ظاہر کریں گے اور اس بیزاری سے انکا دل یہانتک جلیگا کہ انکو یہہ کہنا پڑے گا کہ کاش کے ایک دفعہ دنیا میں ہم پہر جاتے اور ہم بھی اپنے جہوٹے معبودوں سے بیزاری ظاہر کرکے ان کو ایسا ذلیل اور رسوا کرتے جسطرح اونہوں نے ہمکو ذلیل اور رسوا کیا ہے آخرت میں ان مشرکوں کے جہوٹے معبود اور سب جہوٹے معبودوں کا سرگروہ شیطان جسطرح اپنے ہواخواہوں سے بیزاری ظاہر کریں گے اوسکو اللہ تعالے نے سورہ سبا سورہ ابراہیم میں تفصیل سے ذکر فرمایا ہے دونو سورتوں میں یہہ ذکر آوے گا ✤

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ
لوگو کہاؤ زمین کی چیزوں میں سے جو حلال ہے ستہرا اور نہ چلو قدموں پر شیطان کے وہ تمہارا
عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْۗءِ وَالْفَحْشَاۗءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝
دشمن ہے صریح وہ تو یہی حکم کرے گا تمکو برے کام اور بیحیائی کا اور یہ کہ جہوٹ بولو اللہ پر جو تمکو معلوم نہیں

اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالے نے اپنے معبود حقیقی اور خالق مخلوقات ہونے کا ذکر فرماکر اس آیتہ میں اپنے رازق مطلق ہونے کا ذکر فرمایا ہے مشرکین مکہ نے اپنے رسم و رواج کے طور پر بعضے جانوروں کو اپنے اوپر حرام ٹہرالیا تہا مثلاً وہ جانور جنکو وہ سانڈ کے طور پر یا اس کے کان چیر کر چہوڑ دیتے تہے یا وہ اونٹ جس کے نطفہ سے دس جہول بچوں کے پیدا ہو چکے ہوں یا اونٹنی کے پیٹ میں بعضے بچوں کو مردوں کے لیے مخصوص ٹہراتے تہے عورتوں کو وہ گوشت نہیں کہانے دیتے تہے سورہ مائدہ اور انعام میں اسکا ذکر تفصیل سے آویگا اصل تو ان کی تنبیہ میں یہہ آیت نازل ہوئی ہے۔ لیکن اب بھی جو شخص جاندار یا غیر جاندار حلال چیز کو قسم یا نذر مان کر اپنے اوپر حرام ٹھہرا دے یا حرام چیز کو حلال چیز کیطرح کام میں لاوے تو وہ اس آیتہ کے حکم میں داخل ہے چنانچہ ایک شخص نے مسروق تابعی کے زمانہ میں اپنے لڑکے کی قربانی کرنے کی نذر مانی تو انہوں نے بجائے اوس لڑکے کے ایک بکری ذبح کرنے کا فتوی دیا اور کہا کہ شیطان کی پیروی جسکا ذکر اس آیتہ میں ہے ایسی ہی نذر ہے۔ اسیطرح حضرت عبداللہ بن مسعود ایک روز پیوسی کا جما ہوا دودہ نمک سے کہا رہے تہے ایک شخص اودر آگیا اونہوں نے اوسکو بھی صلاح کہانے کی کی اوسنے انکار کیا۔ آپنے پوچہا کیا تیرا روزہ ہے اوسنے کہا نہیں میں نے اپنے جی سے عہد کر لیا ہے کہ میں پیوسی نہ کہاؤنگا آپنے فرمایا جس شیطان کی پیروی کا آیت میں ذکر ہے وہ اسیطرح کی پیروی ہے صحیح مسلم میں عیاض بن حمار سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے جو چیزیں میں نے اپنے بندوں پر حلال کی تہیں شیطان کے بہکانے سے وہ انہوں نے اپنے اوپر حرام کر لیں ہیں ✤

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاۗءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ
اور جو اونکو کہئے چلو اوسپر جو نازل کیا اللہ نے کہیں نہیں ہم چلیں گے اوسپر جسپر دیکہا اپنے باپ دادوں کو بہلا اگرچہ

اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ○ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ
اون کے باپ دادے نہ عقل رکھتے ہوں کچھ نہ راہ کی خبر اور مثال اون منکروں کی جیسے مثال ایک شخص
يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○
کی کہ چلاتا ہے ایک چیز کو جو سنتی نہیں مگر پکارنا اور چلانا بہرے گونگے اندھے ہیں سو اونکو عقل نہیں

یہود اور مشرکین سے جب اسلام لانے اور قرآن شریف کیموافق چلنے کو کہا جاتا تھا تو وہ یہہ جواب دیتے تھے کہ ہم تو اپنے بڑوں کے قدم بقدم چلیں گے اون کی تنبیہ میں اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ ان لوگوں کی مثال جانوروں کی سی ہے جسطرح انکا چرواہا اونکو آواز دیتا ہے تو وہ اس آواز کے مطلب کو تو کچھ سمجھتے نہیں صرف آواز ہی آواز سن لیتے ہیں اسیطرح ان لوگوں کے کانوں میں یہ آواز ہی بسی ہوئی ہے کہ جسطریقہ پر یہ لوگ ہیں وہ ان کے باپ دادا کا طریقہ ہے نیک و بد اور حق و ناحق کے امتیاز سے اونہوں نے جانوروں کیطرح اپنی زبان آنکھہ کان کو بیکار کر رکھا ہے یہاں سے یہہ مسئلہ معلوم ہوا کہ دین کی کوئی حق بات معلوم ہو جانے کے بعد کوئی شخص قومی رسم و رواج پر اڑا رہے گا تو وہ شیوہ انسانیت سے باہر ہے انسان کا کام ہمیشہ حق بات کا دریافت کرنا اور اس دریافت میں اپنے حواس صرف کرنا ہے نہ کہ حیوانوں کی طرح ایک ناحق بات پر بلا دریافت اڑے رہنا ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ
ایمان والو کہاؤ ستھری چیزیں جو ہمنے تمکو روزی دی ہیں اور شکر کرو اللہ کا اگر تم
اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○
اوسیکے بندے ہو۔

ں حلال دنیا میں ہر مسلمان کے لیئے بڑی چیز ہے کوئی عبادت اور کوئی دعا بغیر غذائے حلال کے قبول نہیں ہوتی امام احمد بن حنبل اور مسلم اور ترمذی میں ابوہریرہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالے پاک ہے بدون پاک چیز کے اور کوئی چیز اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتی بعضے لوگ رات دن یا اللہ یا اللہ کہہ کر گڑ گڑا کر طرح طرح کی دعائیں اللہ کی جناب میں کرتے ہیں اور طرح طرح کی حاجتوں کا روا ہونا اوسکی بارگاہ سے چاہتے ہیں اور جب ان کی حاجت روا نہیں ہوتی تو مایوس ہو کر دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا کرتے ہیں کہ ہماری دعا قبول کیوں نہیں ہوتی حالانکہ اون کی قوت بشری رزق حلال سے جبتک نہ ہو اون کی دعا کیا عبادت بھی اللہ کی بارگاہ میں ہرگز قبول نہو گی۔ اسلیئے اللہ تعالے نے جسطرح اپنے رسولوں کو قد افلح المومنون کی آیتہ یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات میں غذائے حلال کی تاکید اور حکم فرمایا ہے اوسیطرح اس آیتہ میں عام مسلمان لوگوں کو اوسکی تاکید اور اسکا حکم فرمایا ہے۔ تاکہ غذائے حلال سے رسولوں کے کلام میں تو یہہ اثر پیدا ہو کہ امت کو جو کچھ وہ نصیحت کریں وہ باتاثیر ہو اور مسلمان لوگوں کے کلام میں غذائے حلال سے یہ اثر ہو کہ بطور دعا یا بطور عبادت کے جو بات ان کے

منہ سے نکلے وہ مقبول ہو اور رائگاں نجاوے ❊

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ
یہی حرام کیا ہے تمپر مردا۔ اور خون اور گوشت سور کا اور جسپر نام پکارا اللہ کے سوا کا پھر جو کوئی

غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ
پھنسا ہو نہ بے حکمی کرتا نہ زیادتی تو اوسپر نہیں گناہ تحقیق اللہ بخشنے والا ہے مہربان

اس سے اوپر کی آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہہ فرمایا تہا کہ جو کچھہ ہمنے دیا ہے وہ کہاؤ اور شکر کرو اس آیۃ میں اُس دی ہوئی چیز میں سے جو کچھہ دینا دار الامتحان میں امتحان کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حرام کیا ہے اُسکا ذکر فرمایا ہے۔ اِس آیۃ میں فقط مردار کا لفظ فرمایا ہے اور سورہ مائدہ میں مردار کی تفصیل فرمائی ہے کہ مردار خواہ اپنی موت سے ہو یا گلا گہونٹنے سے یا لاٹہی وغیرہ کے مارنے سے یا اوپر سے گر پڑنے سے یا ایک جانور کے دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے یا کسی درندہ جانور کے کہا جانے سے سورۂ مائدہ میں اسکی تفصیل زیادہ آوے گی اور قرآن شریف میں تو مردار اور خون کو مطلق طور پر حرام فرمایا ہے مگر حدیث شریف میں اسکی صراحت ہے کہ مردار میں سے دو مردار۔ مچھلی۔ اور ٹڈی اور خون میں سے دو خون کلیجی اور تلی حلال ہیں مسند امام احمد بن حنبل اور ابن ماجہ اور حاکم کی مستدرک۔ اور مسند امام شافعی اور دار قطنی میں بسند معتبر حضرت عبد اللہ بن عمر سے یہہ روایۃ آئی ہے اور لہو کو یہاں اس آیۃ میں تو مطلق فرمایا ہے۔ مگر سورہ انعام میں اسکی یہہ صراحت فرما دی ہے کہ وہ لہو حرام ہے جو ذبح کے وقت رگوں میں سے نکل کر بہتا ہے اور صحیح حدیثوں میں صاف آچکا ہے کہ گوشت میں مخلوط خون حلال ہے اور یہہ جو فرمایا جو کچھہ پکارا جاوے اوپر اسکے سوا خدا کے اس سے مراد یہہ ہے کہ کسی جانور کے ذبح کے وقت سوا اللہ کے اور کسی کا نام لیکر اوسکو ذبح کیا جاوے جسطرح مشرکین مکہ بتوں کے نام پر جانور ذبح کرتے تہے یا ذبح سے پہلے سوا اللہ کے کسی اور شخص کی تعظیم کی غرض سے کسی جانور کو اوس شخص کے نام کا ٹہہرا کر ذبح کیا جاوے اور ذبح کے وقت بطور عادت اور رسم کے اللہ کا نام لیا جاوے یہہ سب حرام ہے صحابہ اور تابعین نے اِس آیۃ کی تفسیر اسطرح سمجہی ہے جسطرح کا مطلب اوپر بیان ہوا ہے اور اسیطرح صحابہ نے فتوے دئیے ہیں چنانچہ حضرت عائشہ رضؓ سے کسی شخص نے مسئلہ پوچہا کہ عجمی لوگ اپنی عیدمیں جو جانور ذبح کرتے ہیں اور اُن جانوروں کا گوشت مسلمانوں کو تحفہ کے طور پر بہیجتے ہیں وہ گوشت کہانا چاہئیے یا نہیں آپنے فرمایا کہ نہیں اہل کتاب کے ذبیحہ کا ذکر اور اوس میں علمار کا جو کچھہ اختلاف ہے اوسکا ذکر تفصیل سے سورہ مائدہ میں آوے گا۔ لیکن حاصل کلام اس بارہ میں حضرت علیؓ کا یہ فتوے ہے کہ اگر معلوم ہو جاوے کہ کسی اہل کتاب نے اللہ کے نام کے سوا جانور کو مثلاً مسیح کے نام پر ذبح کیا ہے تو بموجب اس آیۃ کے حرام ہے اور اگر یہہ معلوم نہو کہ اہل کتاب نے کس کے نام سے یہہ جانور ذبح کیا ہے تو وہ گوشت مسلمان کو بموجب آیۃ وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم کے جائز ہے۔ یہہ ذکر

اُسوقت کے اہل کتاب کے ذبیحہ کا تھا جبکہ معلوم ہوگیا ہے کہ اب گلا گھونٹ کر بھی اہل کتاب لوگ جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں تو منخنقہ کی صاف حرمت سورہ مائدہ میں مذکور ہونے سے وہ گوشت قطعی حرام ہے یہہ جو فرمایا کہ جو کوئی بے بس ہوا اس سے مراد یہہ ہے کہ اوس بے بسی کیحالت میں جب بے بسی سے جان کا خوف ہو حرام چیزوں کی حرمت بقدر جان بچانے کے اوٹھہ جاتی ہے اسیواسطے علماء نے کہا ہے کہ اسطرح کا بے بس آدمی مردار چیز کو بھون کر یا پکا کر نہ کھاوے تاکہ غیر باغ دلا عاد سے حد سے زیادہ مردار کا کھانا جو منع ہے بھنے ہوئے یا پکے ہوئے حرام گوشت کو مزہ دار ہونے کی وجہ سے آدمی زیادہ نہ کھا جاوے۔ اور اس منع کی وعید میں داخل نہ ہو جاوے علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ ایسی حالت میں جان بچانے کے لئے تین لقموں کی حد ہے اس حد سے نہیں بڑھنا چاہیے مسروق بن اجدع ہمدانی کوفی طبقہ تابعین کے ایک بڑے عالم ہیں اونھوں نے فتوا دیا ہے کہ بے بسی کی حالت میں جو کوئی حرام چیز نہ کھاویگا اور اس نہ کھانے کے سبب سے اپنی جان کو ضایع کرے گا تو وہ شخص دوزخی ہے یہہ جو فرمایا نہ بے حکمی کرنا نہ زیادتی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا ہے حلال چیز کے ملتے ہوئے جو حرام چیز کیطرف دوڑے یا جو حرام کو بے بسی میں حلال کی طرح پیٹ بھر کے کھاوے آخر آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو بخشنے والا اسلئے فرمایا کہ ضرورت کے وقت حرام چیز کے مواخذہ کو اوس نے بخش دیا اور مہربان اس لیئے فرمایا کہ براہ مہربانی اُس نے ضرورت کے وقت حرام کو جائز فرمایا ✝

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ الۡکِتٰبِ وَ یَشۡتَرُوۡنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ۙ اُولٰٓئِکَ

جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ نازل کی اللہ نے کتاب لیتے ہیں اوسپر مول تھوڑا وہ نہیں

مَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ اِلَّا النَّارَ وَ لَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَ لَا یُزَکِّیۡہِمۡ ۚۖ

کھاتے اپنے پیٹ میں مگر آگ نہ بات کرے گا اون سے اللہ دن قیامت کے اور نہ سنوارے گا

وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالۡہُدٰی وَ الۡعَذَابَ

اون کو اون کے لیئے ہے دکھ کی مار وہی ہیں جنہوں نے خرید کی گمراہی بدلے راہ کے اور مار بدلے

بِالۡمَغۡفِرَۃِ ۚ فَمَاۤ اَصۡبَرَہُمۡ عَلَی النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ نَزَّلَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ ؕ

مہر کے سو کیا سہار ہے اون کو آگ پر یہ اس واسطے کہ اللہ نے اوتاری کتاب سچی

وَ اِنَّ الَّذِیۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِی الۡکِتٰبِ لَفِیۡ شِقَاقٍۭ بَعِیۡدٍ ﴿۱۷۶﴾

اور جنہوں نے کئی راہیں نکالیں کتاب میں وہ ضد میں دور پڑے ہیں۔

ع ۲۱/۵

یہود لوگ آنحضرت کے زمانہ سے پہلے بڑے عالم وقت کہلاتے تھے اور اُن کی قوم کے جاہل لوگوں نے اُن کے نقد اور غلے کے وظیفہ مقرر کر رکھے تھے اور عرب بھی یہود کے بزرگوں کی تعظیم کرتے تھے اور اس تعظیم کے سبب سے ہمیشہ تحفے یہود کو بھیجتے رہتے تھے آنحضرت کے نبی ہونے کے بعد یہود نے

آپکے اون اصلی اوصاف کو جو توریت میں مذکور تھے اِس خوف سے چہپاڈالا کہ آپکے اصلی اوصاف لوگونپر کھل جاویں گے تو لوگ آپکو نبی برحق جانکر آپ کی طرف رجوع کریں گے اور ہمکو پہر کوئی نہیں پوچھنے کا اور ہماری آمدنی بالکل بند ہو جاوے گی یہود کی اِس حرکت کی مذمت میں اللہ تعالےٰ نے بہت سی آیتیں قرآن شریف میں نازل فرمائی ہیں منجملہ اُن کے یہہ بہی ایک آیتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ تہوڑے لالچ کے مقابل میں اونہوں نے حق باتکو چہپا کر اپنے پیٹ میں آگ بہر لی ہے اور اللہ اُن سے ایسا ناخوش ہے کہ قیامت کے دن اون سے بات نکرے گا اور لوگ بہی جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت گنہگار ہیں اونکی نسبت بہی حدیث شریف میں یہہ آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ اُنسے بات نہیں کریگا چنانچہ صحیح مسلم نسائی تفسیر ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہہ ہے کہ بدکار بڈہے اور جہوٹ بولنے والے بادشاہ اور فقیر مغرور سے اللہ تعالےٰ قیامت کے دن بات نکریگا مطلب اِس سے یہہ ہے کہ اِس قسم کی کوئی بات اللہ تعالیٰ ان گنہگاروں سے نکریگا جس سے انکی نجات ہوئے وہ گنہگاروں سے اللہ تعالیٰ کا جہڑک کر بولنا تو قرآن اور حدیث میں اکثر جگہ آیا ہے یہہ آیتہ اور اِس قسم کی اور آیتیں علمائے یہود کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ مگر اب بہی اِس امت میں سے کوئی مفتی لالچ یا رعایت کے سبب سے خلاف شریعت فتویٰ دے گا یا کوئی حاکم ایسا فیصلہ کرے گا تو تو وہ اِس حکم میں داخل ہے ❊

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ

نیکی یہی نہیں کہ منہ کرو اپنے مشرق یا مغرب کی طرف لیکن نیکی وہ ہے جو کوئی ایمان لاوے

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ

اللہ پر اور پچہلے دن پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور نبیوں پر اور دیوے مال اوسکی محبت پر ناتے والوں کو

وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ

اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور راہ کے مسافر کو اور مانگنے والوں کو اور گردن چہوڑانے میں اور کہڑی رکہے نماز

وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۖ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ

اور دیا کرے زکوۃ اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب قول کریں اور ٹہیرنے والے سختی میں

وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ○

اور تکلیف میں اور وقت لڑائی کے وہی لوگ ہیں جو سچے ہوئے اور وہی بچاؤ میں آئے۔

جب قبلہ بیت المقدس سے کعبہ کیطرف بدلا تو کچہہ مسلمان اِس بدل سدل قبلہ سے متردد ہو کر آپس میں قبلہ کی بابت چرچے کرتے تہے کہ دونو قبلوں میں کونسا قبلہ بہتر تہا۔ اور یہود اور نصارا بہی اپنے اپنے قبلہ کے اچہے ہونے کی بحثیں کرتے تہے اللہ تعالےٰ نے یہہ آیت نازل فرمائی جسکا حاصل یہہ ہے کہ قبلہ تو فقط سجدہ کرنے کا ایک واسطہ ہے یہہ واسطہ جس زمانہ میں جو کچہہ اللہ کی طرف سے ٹہیرا دیا گیا وہی کافی ہے

اس واسطے پر بھلائی منحصر نہیں ہے۔ اصل بھلائی کی باتیں یہ ہیں کہ اللہ پر اور پیغمبروں پر اور اللہ کے فرشتوں پر اور
کتابوں پر پورا ایمان ہو نہ یہہ کہ جیسے یہود نصاری ہیں کہ ایک توریت کو نہیں مانتے اور دوسرے انجیل کو۔ اور
قرآن اور نبی آخر الزمان کے دونوں منکر ہیں اور ملائکہ پر ایمان کا یہہ حال ہے کہ یہود لوگ جبرئیل کو اپنا
دشمن تبلاتے ہیں اور مسلمانوں کو عہد کا ذکر فرما کر گویا یہہ ہدایت کی کہ تم اللہ پر ایمان لا کر اوس کے حکم کی
اطاعت کرنے کا جب عہد کر چکے تو جس قبلہ کیطرف مونہہ کرنے کا اوسکا حکم ہو اوسکی بلا تردد اطاعت کرو
اور پہر تکمیل ایمان کی اور باتوں کی ہدایت فرمائی جیسے نماز زکوۃ نفلی صدقہ ایفائے عہد علی حبہ میں
دو مطلب نکلتے ہیں یا تو یہہ خالص اللہ کی محبت میں مال خرچ کیا جاوے ریا کا اس میں کچہہ دخل نہو۔
اس صورت میں حبہ کی ضمیر کا مرجع اللہ تعالی ٹھہریگا یا یہہ کہ صدقہ میں ایسی چیز دیجاوے جس چیز کی
محبت صدقہ دینے والے کے دل میں ہو بڑی گری دل سے اوتری ہوئی چیز نہ دیجاوے کیونکہ اللہ تعالی
کچہہ محتاج نہیں ہے دنیا میں سب کچہہ اوسیکا دیا ہوا ہے وہ تو فقط دل کے خلوص کو آزماتا ہے اور
دل کا خلوص اللہ کے ساتہ جب ہی ہوگا کہ اللہ کی راہ میں اچہی سے اچہی چیز کو آدمی عزیز نہ جانے یہانتک
کہ جان کو بہی اللہ کی راہ میں فدا کرنے میں دریغ نکرے مال تو کیا چیز ہے یہہ خلوص قلب کا درجہ آدمی کو پورا ایمان
حاصل ہونے کے بعد عطا ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابی ذر نے ایک روز آنحضرت سے پوچھا کہ حضرت ایمان کیا چیز ہے آپ نے اوپر کی آیتہ پڑہی
پھر ایک دفعہ انہوں نے حضرت سے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایمان یہہ چیز ہے کہ جب آدمی ایماندار کوئی نیک کام کرے تو اوس
نیک کام کے ادا ہو جانے پر اندر سے اس کا دل شاد ہو جاوے اور برے کام پر دل اندر سے ناراض ہووے اگرچہ ابو ذر کی اس
حدیث کی سند میں کلام ہے مگر ابو امامہ کی روایتہ مسند امام احمد وغیرہ میں اسکے قریب قریب ہے یہ دونوں
روایتیں ملکر ایک قوی روایتہ بنجاتی ہے اب آپ کے ان دونوں ارشادوں سے یہہ مطلب نکلا کہ اس آیتہ
میں جو باتیں مذکور ہیں وہ تکمیل ایمان کی باتیں ہیں اور خلوص ایمان کی یہہ نشانی ہے کہ دین کا کام ادا تو
ہاتہہ پیر سے ہو مگر اثر اسکا دل پر پیدا ہونے لگے ہر ایک آدمی کا دل اسکے پہلو میں ہے مخبر صادق نے
خلوص ایمان کی یہ ایسی اچہی نشانی تبلائی ہے کہ ہر ایک آدمی جب چاہے اپنے دل کا حال غور کر کے
اپنے ایمان کے کامل اور ناکامل ہونے کا اندازہ کر سکتا ہے عہد کو پورا کرنا جسطرح متقی کی علامت اس
آیتہ میں ہے اوسیطرح صحیح حدیثوں میں منافق کی علامت عہد شکنی ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ

اے ایمان والو حکم ہوا تم پر برابر بدلا لینے کا مارے گیوں میں صاحب کے بدلے صاحب غلام کے بدلے

بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ

غلام اور عورت کے بدلے عورت پھر جسکو معاف ہوا اوسکے بھائی کیطرف سے کچہہ تو چاہیئے مرضی پر چلنا موافق دستور کے

وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى

اور پہنچانا اسکو نیکی سے یہ آسانی ہوئی تمہارے رب کی طرف سے اور مہربانی پھر جو کوئی زیادتی کرے

بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ

بعد اسکے تو اوسکو دکھہ کی مار ہے اور تم کو قصاص میں زندگی ہے اے عقلمندو

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

شاید تم بچتے رہو

اِس آیتہ کے نازل ہونے سے پہلی طرح طرح کی بے عنوانیاں قصاص اور خون بہا میں رائج تھیں چنانچہ مدینہ منورہ کے گرد نواح میں دو قبیلے بنی قریظہ اور بنی نضیر تھے اون دونوں میں لڑائی ہوئی بنی نضیر اس لڑائی میں غالب آئے انہوں نے اوس دن سے یہ قرار داد قبیلہ مغلوب سے ٹھیرائی تھی کہ اگر قبیلہ غالب کا کوئی شخص فرقہ مغلوب کے لوگوں کے ہاتھہ سے مارا جاوے تو اُس کا خون بہا قبیلہ مغلوب کو دو گنا دینا پڑے گا اور فرقہ غالب کے لوگوں کے ہاتھہ سے فرقہ مغلوب کا کوئی مارا جاوے تو خود اکہرا خون بہا فرقہ مغلوب کو دیویں گے اور اپنے قبیلہ کے مقتول کا قصاص بھی جائیز رکھا تھا اور قبیلہ مغلوب میں فقط خون بہا جائیز رکھا تھا اور بعضے قبیلوں میں یہہ عہد تھا کہ اپنے غلام کے قصاص میں آزاد شخص کو قتل کرتے تھے اور عورت کے قصاص میں مرد کو قتل کرتے تھے اور مقابل کے قبیلہ کو ان حقوق سے محروم رکھتے تھے اِن بے عنوانیوں کو روکنے کے لیے اللہ تعالے نے یہ آیتہ نازل فرمائی اور سورہ مائدہ میں النفس بالنفس کی آیتہ سے اِس آیتہ کا حکم منسوخ ہے اوس آیتہ کے حکم سے عورت کے معاوضہ میں مرد قاتل کا اور غلام کے معاوضہ میں آزاد شخص قاتل کا قصاص کیا جا سکتا ہے صرف اسقدر مسئلہ اجماعی ہے کہ خود آقا کو اوس کے غلام کے معاوضہ میں قصاص نہیں کیا جاتا اِس اجماع کی دلیلیں قاضی شوکانی نے نیل الاوطار میں بالتفصیل بیان کی ہیں اور کافر شخص مقتول کے معاوضہ میں مسلمان کا قصاص یہہ مسئلہ اختلافی ہے بخاری میں حضرت علیؓ کی جو یہہ روایتہ ہے کہ مسلمان کو کافر شخص کے معاوضہ میں نہ قتل کیا جاوے۔ اوسکی بنا پر جمہور کا مذہب اِس حدیث کے موافق ہے مگر امام ابو حنیفہ رح اسکے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ سورہ مائدہ کی آیتہ میں النفس بالنفس عام ہے اسواسطے مسلمان کو کافر کے معاوضہ میں قتل کیا جا سکتا ہے اور علماء نے اِس کا یہہ جواب دیا ہے کہ آیتہ مجمل ہے اور حدیث لا یقتل مسلم بکافر میں جسکو بخاری وغیرہ نے حضرت علی سے روایتہ کیا ہے اِس مجمل کی صراحت آئی ہے اسلیئے اِس صراحت کا ماننا ضرور ہے۔ اسیطرح ایک شخص کو کئی شخص ملکر مار ڈالیں تو ایک شخص کے معاوضہ میں کئی شخصوں کو قتل کرنا یہہ مسئلہ بھی صحابہ کا اختلافی ہے جسکی تفصیل حدیث کی شرح کی کتابوں میں ہے۔ اِس آیتہ میں یہہ جو ارشاد ہے کہ حکم قصاص باعث زندگی ہے اِسکا مطلب یہہ ہے کہ قصاص کا حکم لوگوں کو قتل سے روکے گا اور

اپنی جان کے خوف سے کسیکو کوئی بے جا قتل نکرے گا اور اس آیت میں تخفیف کا حکم یہہ ہے کہ اور امتوں میں دیت کا حکم قتل عمد میں نہیں تھا۔ اب دیت لینے کے بعد جو شخص قاتل کو قتل کرے تو فرمایا کہ اسکو عذاب ہوگا بآسا کے معنے محتاجگی کے ہیں ضراء کے معنے بیماری کے اور حین الباس کے معنے جہاد کے ہیں

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۝ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

حکم ہوا تمپر جب حاضر ہو کسیکو تم میں سے موت اگر کچھہ مال چھوڑے کہ دلوا مرے ماں باپ کو اور ناتے والوں کو دستور سے ضرور ہے پرہیزگاروں کو پھر جو کوئی اسکو بدلے بعد اسکے کہ سن چکا تو اسکا گناہ انہیں پر ہے جنہوں نے بدلا بیشک اللہ ہے سنتا جانتا پھر جو کوئی ڈرا دلوانے والے کی طرفداری سے یا گناہ سے پھر اونمیں صلح کروادی تو اوسپر گناہ نہیں البتہ اللہ بخشنے والا ہے مہربان

اسلام سے پہلے عرب میں دستور تھا کہ اہل قرابت کو چھوڑکر اپنے نام نمود کے لیئے مرتے وقت وصیت کر جاتے تھے کہ اونکا مال غیروں کو ملے ابتداے اسلام میں اللہ تعالے نے اس طریقہ کو روکنے کے لیئے یہہ آیۃ نازل فرمائی جس سے ماں باپ اور قرابت داروں کے لیے وصیت فرض تھی پھر سورۂ نساء میں میراث کا حکم نازل ہوکر وصیت کے فرض ہونے کا حکم اب منسوخ ہے مستحب کے طور پر جو شخص چاہے اپنے مال کے تیسرے حصہ تک وصیت کرسکتا ہے تیسرے حصہ سے زیادہ مال کے وصیت منع ہے تاکہ وارثوں کو حصے جو اللہ تعالے نے سورۂ نساء میں ٹھہرادیئے ہیں اونمیں وصیت کے سبب سے کمی نہ پڑ جاوے صحیحین میں سعد بن ابی وقاص کا قصہ ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو مال کے تیسرے حصہ سے زیادہ مال کی وصیت سے روکا ہے اسیطرح مسند امام احمد نسائی ابوداؤد میں معتبر سند سے ابوزید انصاری کی روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سب مال کی وصیت کی تھی آنحضرت نے جب یہہ حال سنا تو فرمایا کہ اگر اس شخص کے دفن سے پہلے مجھکو خبر ہوتی تو میں اوسکو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہونے دیتا اسواسطے اکثر علمائے دین کا یہہ قول ہے کہ جس شخص کا کوئی وارث موجود ہو اوسکو ثلث مال سے زیادہ مال کی وصیت کسیطرح جائز نہیں ہے اس آیۃ میں اللہ تعالی نے وصیت کرنے والے شخص اور اوپر والونکو ہدایت کردی ہے وصیت کرنے والے کو یہہ کہ وصیت اچھی طرح کرے کسیکو کم کسیکو زیادہ مال نہ وصیت کر جاوے اوپر والوں کو یہہ کہ اگر وصیت کرنے والا چوک جاوے یا جان بوجھکر حق تلفی کرے تو اوپر والے اوسکی اصلاح کردیویں۔ وصیت میں حق تلفی کرنا بڑا گناہ ہے ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ بعضے مسلمان مرد اور عورتیں عمر بھر نیک کام کرتے ہیں اور مرتے وقت وصیت میں حق تلفی کرکے اپنی عاقبت

خراب کرتے ہیں ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے شاید غریب اسلیے کہا ہے کہ اسکی سند میں
شہر بن حوشب ضعیف ہے لیکن اوپر گذر چکا ہے کہ امام احمد اور یحیی بن معین نے اسکو ثقہ کہا ہے۔ غرض
غیروں کے نام وصیت کرنے کا جو رواج اور دستور اہل عرب میں تہا اوسکو اللہ تعالے نے حکمت سے
توڑکر اہل قرابت کا حق رفتہ رفتہ جاری کیا پہلے اہل قرابت کے نام وصیت کرنے کا حکم دیا پہر اسکو منسوخ فرماکر اہل
قرابت کے حصے سورہ نساء میں ٹہرا دیے تاکہ قدیم دستور کو ایک دفعہ ہی چہوڑنا لوگوں کو شاق نہ گذرے
اسیطرح پہلے حکم کی منسوخی میں خواہ وہ ایک آیتہ کی دوسری آیتہ سے منسوخی ہو یا ایک شریعت کی دوسری
شریعت سے بہت بڑی حکمت اور وقتی مصلحت ہوتی ہے جو غور کرنے سے کہلتی ہے ✝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ
اے ایمان والو حکم ہوا تمپر روزے کا جیسے حکم ہوا تم سے اگلوں پر شاید تم

تَتَّقُونَ ۝ أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ
پرہیزگار ہوجاؤ کئی دن ہیں گنتی کے پہر جو کوئی تم میں بیمار ہو یا سفر میں تو گنتی چاہیے

مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ
اور دنوں سے اور جنکو طاقت ہے تو بدلا چاہیے ایک فقیر کا کہانا پہر جو کوئی شوق سے کرے

خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ شَهْرُ رَمَضَانَ
نیکی تو اوسکو بہتر ہے اور روزہ رکہو تو تمہارا بہلا ہے اگر تم سمجھ رکہتے ہو مہینا رمضان کا

الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ
جسمیں اوترا قرآن ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور کہلی نشانیاں راہ کی اور فیصلے

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ
پہر جو کوئی پاوے تم میں سے یہ مہینا روزہ رکہے اوس مہینے کا اور جو کوئی ہو بیمار یا سفر میں تو گنتی چاہیے

مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ
اور دنوں سے اللہ چاہتا ہے تمپر آسانی نہیں چاہتا ہے تمپر مشکل اور اسواسطے کہ پوری کرو گنتی

وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝
اور بڑائی کرو اللہ کی اسپر کہ تمکو راہ بتائی شاید تم احسان مانو

ارکان دین میں سے روزہ دوسرا رکن ہے دوسرا رکن اس سبب سے اسکو کہتے ہیں کہ جب آنحضرت مکہ
میں تہے اور آپ کو معراج ہوئی تہی جسکا ذکر سورہ بنی اسرائیل میں آوے گا تو نماز اسی رات فرض ہوچکی
تہی جسکی تفصیل صحیحین کی حدیثوں میں ہے کہ پچاس نمازیں فرض ہوئیں اور حضرت موسے کی صلاح سے

آنحضرت نے اللہ تعالےٰ سے تخفیف کی خواہش کی اور آخر کو رات دن میں یہہ پانچ وقت کی نمازیں باقی رہیں اب روزہ
اِس آیتہ سے ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوا ابتداے اسلام میں اختیار دیا گیا تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے۔ اور
جو چاہے ہر روزہ کے عوض میں دونوں وقت ایک مسکین کو کہانا کھلا دیوے پھر اِس حکم سے کہ پھر جو پاوے
تم میں یہہ مہینہ تو روزہ رکھے فدیہ کا حکم منسوخ ہوگیا مریض اور مسافر کا ذکر اس آیتہ میں دو دفعہ اسواسطے ہوا ہے کہ
پہلی دفعہ فدیہ کے حکم کے ساتھ مریض اور مسافر کا ذکر ہو کر جب وہ فدیہ کا حکم منسوخ ہوگیا تو یہہ شبہ پڑتا تھا کہ
شاید فدیہ کے حکم کی منسوخی کے ساتھ مریض اور مسافر کا حکم بھی منسوخ ہوگیا اسلیئے اللہ تعالیٰ نے دوسری دفعہ
مریض اور مسافر کا ذکر فرما کر صراحت فرمادی کہ مریض اور مسافر کی قضا کا حکم منسوخ نہیں ہوا بلکہ باقی ہے روزہ
کی فضیلت میں بہت حدیثیں آئی ہیں مسند امام احمد بن حنبل صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ کی روایتیں
ہیں جنکا حاصل یہہ ہے کہ اور نیکیونکا ثواب دس درجہ سے سات سو تک لکھنے کا فرشتوں کو حکم ہے مگر روزہ کے
ثواب کے لیئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہہ دیا ہے کہ تم کوئی درجہ ثواب کا روزہ کے اجر میں نہ قایم کرنا
روزہ کا ثواب میں خود اپنی ذات سے قیامت کے دن دونگا اور رمضان کے مہینے کی بزرگی میں بھی بہت
حدیثیں وارد ہیں یہاں تک کہ سارے آسمانی کتابیں اللہ تعالیٰ نے بوجہ بزرگی اس مہینے کے اسی مہینے میں نازل
فرمائیں ہیں مسند امام احمد بن حنبل اور طبرانی اور بیہقی میں معتبر سند سے یہہ روایتہ رمضان کی فضیلت میں آئی ہے
اسلیئے آدمی کو چاہیئے کہ جہانتک ہوسکے رمضان کے روزے اسی مہینے میں رکھے ورنہ قضا کی صورت میں
خود مہینہ رمضان کی جو فضیلت ہے وہ ہاتھہ سے جاتی رہیگی۔ بہت عمر رسیدہ آدمی جو روزہ کی طاقت نرکھتا
ہو ہر روزہ کے عوض میں کسی محتاج کو کہانا کھلا دیوے اور روزہ نرکھے تو جایز ہے حاملہ اور دودہ پلانے
والی عورت کا بھی یہی حکم بعض علماء کے نزدیک ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے ذمہ قضا ہی ہے۔ اللہ کی
بڑائی کرنے کے یہہ معنے ہیں کہ عبادت سے فارغ ہونے کے بعد اللہ کا ذکر کرے جیسے بعد ختم رمضان کے
عید کے دن تکبیر کا حکم حدیث میں آیا ہے ❊

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي

اور جب تجھسے پوچھیں بندے میرے مجھکو تو میں نزدیک ہوں پہنچتا ہوں پکارنے کی پکار کو جسوقت پکارتا ہے تو چاہیئے کہ حکم مانیں میرا

وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝

اور یقین لاویں مجھہ پر شاید نیک راہ پر آئیں۔

بعضے لوگوں نے آنحضرت صلعم سے پوچھا تھا کہ اللہ تعالیٰ پاس ہے یا دور اگر وہ پاس ہے تو ہم چپکے چپکے اُس
سے دعا مانگا کریں اور اگر دور ہو تو چلا کر دعا مانگا کریں اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہہ آیتہ نازل فرمائی اور ہدایت
فرمادی کہ جو کوئی اللہ کی اطاعت پوری کرے گا اور اللہ کے حکم کو مانیگا اللہ اُس سے قریب ہے۔ اور
اوسکی ہر خواہش کا جواب دینے اور اُس کے دعا قبول کرنے کو موجود ہے اوپر سے یہہ آیتہ روزہ کے

ذکر میں تھی ابھی روزہ کا ذکر پورا نہیں ہوا تھا کہ بیچ میں اللہ تعالے نے یہہ دعا کا ذکر فرمایا۔ اس کا مطلب یہہ ہے
کہ دعا کو روزہ کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے جسکی وجہ سے روزہ دار کی دعا بہ نسبت بے روزہ دار کے زیادہ
قبول ہوتی ہے۔ ترمذی ابن ماجہ نسائی اور مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے جس کا
حاصل یہہ ہے کہ تین شخص حاکم عادل اور روزہ دار اور مظلوم کی دعا رائیگاں نہیں جاتی بلکہ اُن کی دُعا
کے لیئے فوراً آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ تعالے اپنی عزت اور جلال کی قسم کھا کر
فرماتا ہے کہ میں ضرور تمہاری مدد کروں گا فقط وقت مقررہ کے آنے کی دیر ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو
حسن کہا ہے اور جسطرح اللہ تعالے نے اِس آیتہ میں قبولیت دعا کے لیئے شرط ٹہرائی ہے کہ دعا کرنے
والا اللہ کا مطیع اور احکام الٰہی کا پابند ہو اسیطرح حدیث میں تفصیل سے مقبولیت دعا کی شرایط وارد ہوئے
ہیں مثلاً اکل حلال قبولیت میں دیر ہونے سے مایوس نہ ہونا کیونکہ تقدیر الٰہی میں ہر کام کا وقت مقرر
ہے اور دعا کے پہلے اللہ کی حمد اور آنحضرت پر درود کا ہونا حضور قلب سے دعا کا مانگنا ممنوعات شرعیہ کی
دعا نہ مانگنا ان شرایط کے ساتھہ جو دعا ہو اُسکی نسبت سند معتبر سے جو مسند امام احمد مستدرک حاکم مسند ابی یعلیٰ
وغیرہ میں روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہہ ہے کہ ایسی دعا یا تو فوراً قبول ہو جاتی ہے اور اگر مصلحت الٰہی میں
وہ دعا اُس شخص کے لیئے فائدہ مند نہیں ہے تو کوئی بُرائی اُس شخص سے ٹل جاتی ہے اور آخرت میں
اُس شخص کے لیئے ایک اجر اُس دعا کا مقرر ہو جاتا ہے انسان اپنے نیک و بد کے انجام کے جاننے سے
ایسا بے خبر اور غافل ہے کہ بہت سی چیزیں یہہ اپنے حق میں بہتر جان کر اون کے ظہور کی آرزو کرتا ہے
مگر علم الٰہی میں اون چیزوں کا ظہور اُس شخص کے لئے مضر ہوتا ہے۔ اِس لیئے مصلحت الٰہی میں اُسکی آرزو
پوری کرنے کے قابل نہیں ہوتی مثلاً ایک شخص کی دوسرے شخص سے دشمنی ہوتی ہے اس دشمنی کی وجہ سے
یہہ شخص اپنے دشمن کی ہلاکت کی دعا مانگتا ہے اور علم الٰہی میں یہہ بات قرار پائی ہوئی ہوتی ہے کہ یہی
دشمن دوست ہو جاوے گا اور اس بددعا کرنے والے شخص کو بہت بڑا نفع پہونچاوے گا۔ اِس واسطے
مصلحت الٰہی میں اس شخص کی دعا قبول کرنے کے قابل نہیں قرار پائی دعا کی فضیلت میں بہت سی صحیح
حدیثیں آئی ہیں بعض صحیح روایتوں میں یہہ بھی ہے کہ آدمی کی تقدیر میں جو بُرائی لکھی ہو وہ دعا کے اثر سے
ٹل سکتی ہے ❊

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

حلال ہوا تمکو روزے کی رات میں بے پردہ ہونا اپنی عورتوں سے وہ پوشاک ہیں تمہاری اور تم پوشاک ہو اُنکی

عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ فَالْآنَ

اللہ نے معلوم کیا کہ تم اپنی چوری کرتے تھے سو معاف کیا تمکو اور درگذر کی تمسے پھر اب

بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ
ملو اون سے اور چاہو جو لکہدیا اللہ نے تمکو اور کہاؤ اور پیو جبتک کہ صاف نظر آوے تمکو

الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ
دہاری سفید جدہی دہاری سیاہ سے فجر کے پہر پورا کرو روزہ رات تک

وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِى الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا
اور نہ لگو اُن سے جب کہ اعتکاف بیٹھے ہو مسجدوں میں یہ حدیں باندہی ہیں اللہ کی سو انکے نزدیک نجاؤ

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝
اسطرح بیان کرتا ہے اللہ آیتیں اپنی لوگوں کو شاید وہ بچتے رہیں

جب رمضان شریف کے روزے فرض ہوئے تو ابتدائے اسلام میں یہہ حکم تھا کہ عشا کی نماز سے پہلے جس کسیکو جو کچھ کھانا پینا ہوتا تھا وہ کھا پی لیتا تھا عشا کی نماز کے بعد پھر کھانا پینا مباشرت سب کچھ حرام ہوجاتا تھا اسیطرح عشا کی نماز سے پہلے اگر کسیکی آنکھ لگ جاتی تو عشا کی نماز سے پہلے ہی یہ سب چیزیں حرام ہوجاتی تھیں۔ یہہ حکم صحابہ کرام پر بہت شاق ہوا اور اس حکم کی پابندی میں رخنہ پڑنے لگا قیس بن صرمہ ایک صحابی تھے وہ روزہ کہولکر بغیر کھانا کھانے کے ایک دفعہ سوگئے اور دوسرے دن روزہ پر روزہ رہنے کے سبب سے دوپہر کے وقت اون کو غش آگیا۔ آنحضرت اور سب صحابہ نے اون کے حال پر بڑا تاسف کیا اور بعضے صحابہ سوجانے کے بعد پھر رات کو اوٹھ کر مباشرت کی جرأت کر بیٹھے اِس رخنہ کے رفع کرنے کی غرض سے اللہ تعالےٰ نے یہہ آیۃ نازل فرمائی اور صبح صادق کے شروع تک یہہ چیزیں حلال فرمادیں جسمیں سحری کا کھانا بھی داخل ہے حدیث میں سحری کے کھانے کی بہت فضیلت آئی ہے کہ سحری کے کھانے والوں کے لئے فرشتے رحمت کی دعا مانگتے ہیں اور صحیح مسلم کی عمرو بن عاص کی روایۃ میں یہہ بھی آپنے فرمایا ہے کہ اہل کتاب کے روزوں میں اور ہمارے روزوں میں اتنا ہی فرق ہے کہ اُن کے روزوں میں سحری نہ تہی اور اسی کھانے کا نام آپنے غذائے مبارک رکھا تھا اور فرماتے تھے کہ جو کوئی سحری کو کھانا نہ کھاوے تو فقط پانی ہی پی لیا کرے تاکہ سحری کی برکت سے محروم نرہے افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں دیر کرنا یہہ بھی سنت ہے صحابہ کا مقولہ ہے کہ آنحضرت کے وقت میں سحری کرنے کے بعد پچاس آیتیں قرآن شریف کی پڑھنے میں صبح کی نماز کا وقت آجاتا تھا ایک اوجالا آسمان پر صبح کاذب کا بہت راستے سے ہوجاتا ہے اوسپر سحری کا کھانا بند نہیں ہوتا یہہ اوجالا آسمان کے طول میں ایک لمبے ستون کے طرح ہوتا ہے سحری کا کھانا صبح صادق پر بند ہوتا ہے جو آسمان کے کنارے پر آسمان کے عرض کیطرف پیدا ہوتی ہے۔ پھیلتی جاتی ہے۔ اور اونچی جگہ پر اوسکی روشنی کا عکس پڑتا ہے اور اوسمیں کسیقدر سرخی بھی ہوتی ہے اور صبح صادق تک

اللہ تعالیٰ نے مباشرت کی جو اجازت دی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مباشرت کے بعد فوراً صبح صادق ہو جاوے اور حالت ناپاکی میں روزہ کی نیت کرکے کوئی شخص روزہ رکھے اور پھر صبح کو نہاوے تو اوس کے روزہ میں کوئی فتور نہیں پڑتا۔ چنانچہ حضرت عائشہ اور ام سلمہؓ سے صحیحین میں روایت ہے کہ آنحضرت کو مباشرت کی وجہ سے نہانے کی حاجت ہوتی تھی اور صبح کو آپ نہاکر روزہ رکھا کرتے تھے اور مسلم میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت سے پوچھا کہ مجھکو ناپاکی کی حالت میں صبح ہو جاتی ہے۔ اور پھر میں روزہ رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں بھی تو ایسا کیا کرتا ہوں اوس شخص نے کہا کہ آپکے تو اگلے پچھلے گناہ اللہ تعالیٰ معاف کرچکا ہے آپ کو ہم لوگوں سے کیا نسبت ہے آپنے جواب دیا کہ میں بہ نسبت تمہارے خدا سے زیادہ ڈرتا ہوں اور اس حدیث کے مخالف حضرت ابوہریرہ کی ایک یہہ حدیث کہ جب صبح کی اذان ہو جاوے اور کوئی شخص ناپاکی کی حالت میں ہو تو وہ شخص اوس دن روزہ نہ رکھے اِس فتوے سے آخر کو حضرت ابوہریرہ نے رجوع کیا ہے اور پہلے حدیث کے موافق اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ اعتکاف کی حالت میں مباشرت منع ہے اعتکاف میں بعض کے نزدیک روزہ شرط ہے اور سنت یہہ ہے کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف ہو روزوں کے آخر پر اللہ تعالیٰ نے اعتکاف کا ذکر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے کسی خاص جگہہ میں بیٹھنے کو شرع میں اعتکاف کہتے ہیں جامع مسجد میں اعتکاف اولیٰ ہے ❊

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ وَتُدْلُوا۟ بِهَآ إِلَى ٱلْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا۟ فَرِيقًا مِّنْ
اور نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق اور نہ پہونچاؤ اونکو حاکموں تک کہ کھا جاؤ کاٹ کر لوگوں کے

أَمْوَٰلِ ٱلنَّاسِ بِٱلْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝
مال میں سے مارے گناہ کے اور تم کو معلوم ہے۔

ع ۲۳

اوپر کی آیتہ میں کھانے پینے کا ذکر آیا تھا اس آیتہ میں اللہ تعالیٰ نے قید لگا دی کہ اوسی مال کے کھانے پینے کی اجازت تمکو دی گئی ہے جو حق طور پر ہو اور شریعت نے اوسکا کھانا پینا اور برتنا تمہارے لیے جائز رکھا ہو اور آپس میں ایک شخص دوسرے کا مال آپس کی خیانت یا حاکموں سے خلاف واقع کرکے ہرگز نہ کھاوے آپس کی خیانت کی صورتیں یہہ ہیں کہ مثلاً کسی کی امانت لیکر مکر جاوے یا جوئے میں کسیکا مال جیت لیوے یا حاکم ہوکر کسی محکوم سے رشوت لے لیوے اور حاکموں سے خلاف واقع فیصلہ کرانے کی صورتیں یہہ ہیں کہ جھوٹی قسم یا جھوٹی گواہی دیکر یا دلاکر یا چرب زبانی سے ناحق بات کو حق جتلاکر فیصلہ کرا یا جاوے صحیحین میں حضرت ام سلمہ سے روایتہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں بھی بشر ہوں بشریت کے سبب سے کسی شخص کی چرب زبانی پر اوس شخص کو کچھہ مال یا کوئی چیز دلانے کا فیصلہ اگر میں کرونگا تو یہہ یاد رہے کہ وہ مال اور وہ چیز آخرت میں اوس شخص کے لیے آگ کا ٹکڑا ہے اِس حدیث اور اس آیتہ کے مطلب سے معلوم ہوا کہ حاکم کا ظاہر کا فیصلہ باطن کے ناحق کو حق نہیں کرتا

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا

تجھسے پوچھتے ہیں چاند کا نیا نکلنا تو کہہ یہ وقت ٹھیرے ہیں واسطے لوگوں کے اور واسطے حج کے اور نیکی یہ نہیں کہ گھر وں میں آؤ چھت

الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَاتَّقُوا

پرسے لیکن نیکی وہی جو کوئی بچتا رہے اور گھروں میں آؤ دروازوں سے اور اللہ سے ڈرتے رہو

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

شاید تم مراد کو پہنچو

بعضے صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ حضرت چاند کا یہ کیا حال ہے کہ شروع مہینے میں باریک نکلتا ہے پھر بڑھتا جاتا ہے پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے پھر آخر مہینہ میں کبھی ایک رات کبھی دو راتیں بالکل نکلتا ہی نہیں اوسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتہ نازل فرمائی۔ حاصل آیتہ کا یہ ہے کہ چاند کی اس حالت میں بڑی حکمت ہے اٹھائیس منزلیں اور بارہ برج جن کے علیحدہ نام ہیں چاند کے لئے مقرر کئے گئے ہیں جنکی تفصیل سورہ یونس اور سورہ یٰسین میں آوے گی۔ اون میں سے چاند ایک منزل جب طے کرتا ہے تو ایک رات ہوتی ہے اور دو منزلیں اور ایک منزل کا تیسرا حصہ جب طے کرتا ہے تو ایک شبانہ روز ہوتا ہے اور پوری منزلیں اور برج طے کرتا ہے تو ایک مہینہ ہوتا ہے اور سب برجوں کے بارہ پھیرے جب کرتا ہے تو ایک سال ہوتا ہے۔ اس مہینہ اور سال پر لوگوں کے ہزارہا دین دنیا کے کام مثلاً لین۔ دین۔ تجارت کے وعدے۔ عمر حیض وعدت کا حساب۔ موسم حج منحصر ہیں۔ حج کا ذکر خاص کر اللہ تعالیٰ نے دو وجہ سے فرمایا ایک تو یہ کہ اہل مکہ نے چاند کا یہہ حساب چھوڑ کر حج کے لئے ایک اپنا فرضی حساب نکال رکھا تھا۔ اوس حساب سے کبھی سوا ذی الحجہ کے اور مہینے میں حج کا موسم ٹھیرا لیتے تھے جسکا ذکر سورہ توبہ میں آوے گا۔ چاند کا حساب بتلا کر اللہ تعالیٰ نے اس فرضی حساب کو باطل کر دیا۔ دوسرے اہل مدینہ میں یہہ دستور تھا کہ احرام باندھنے کے بعد حالت احرام میں گھر کے دروازہ سے گھر میں نہیں آتے تھے۔ بلکہ یا دیوار پر سے سیڑھی لگا کر یا گھر کی پچھلی دیوار میں نقب لگا کر آیا کرتے تھے۔ اوسکو بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہہ کوئی شرعی بات اور نیک بات نہیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ دین میں جبتک کوئی بات کسی دلیل شرعی سے نہ ثابت ہو وہ نیک بات نہیں قرار پا سکتی اور اللہ اوسکو پسند نہیں فرماتا۔ بلکہ وہ بدعت ہے۔ اور ہر مسلمان پہ اس کا چھوڑ دینا لازم ہے ❊

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

اور لڑو اللہ کی راہ میں اونسے جو لڑتے ہیں تم سے اور نہ زیادتی کرو اللہ نہیں چاہتا زیادتی

الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ

والوں کو اور مارو اونکو جہاں پاؤ اور نکالدو اون کو جہاں سے اونہوں نے تمکو نکالا دین سے بچلانا

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ

مارنے سے زیادہ ہے نہ لڑو اون سے مسجد الحرام پاس جب تک وہ نہ لڑیں تم سے

فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاِنِ انْتَهَوْا

اوسجگہ پہر اگر وہ لڑیں تو اون کو مارو یہی سزا ہے منکروں کی پہر اگر وہ باز آویں

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ

تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے لڑو اون سے جبتک نہ باقی رہے فساد اور حکم رہے

لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝

اللہ کا پہر اگر وہ باز آویں تو زیادتی نہیں مگر بے انصافوں پر

ہجرت سے پہلے جبتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تہے تو قوت اسلام نہونے سے اور مسلمانوں کی جماعت تہوڑی ہونے سے جہاد کا حکم نہ تہا۔ ہجرت کے بعد جب آپ مدینہ تشریف لائے اور انصار لوگوں کے سبب سے مسلمانوں کی جماعت کو غلبہ ہوگیا تو اِس آیتہ میں جہاد کا حکم اوترا۔ اور مکہ میں درگذر کرنے کی جتنی آیتیں تہیں وہ سب اِس حکم سے منسوخ ہوگئیں۔ اِس آیتہ میں یہہ جو ارشاد فرمایا کہ جو تُم سے لڑیں اون سے لڑو۔ علمار مفسرین کے نزدیک اِس کے دو معنے ہیں ایک تو یہہ کہ عورتیں بچے۔ بڈہے جو تم سے لڑنے کے قابل نہیں اون سے مت لڑو اور او نکو مت مارو۔ اِس صورت میں یہہ آیتہ کسی دوسری آیتہ سے منسوخ نہیں ہے دوسرے معنے یہہ کہ عورتوں اور بچوں اور بڈہوں کے سوا بہی جو جوان مرد تم سے لڑیں اور مقابلہ کریں اون سے ہی لڑو۔ بلا مقابلہ کرنے والوں سے مت لڑو اس صورت میں یہہ آیتہ آگے کی اِس آیتہ سے کہ لڑو اُن سے یہانتک کہ نہ رہے کفر منسوخ ہے اور مسجد حرام کے نزدیک لڑائی کرنے میں بہی بعضے علمار مفسرین نے اِس شرط کو کہ فقط مقابلہ کرنے والے سے ہی حرم کی حد میں رفع شر کی غرض سے لڑو منسوخ کہا ہے اور اُن کے نزدیک حرم کی حد میں بہی مشرکین سے محض اونکی شرک کیوجہ سے لڑائی جایز ہے خواہ مشرک لوگ مقابلہ کریں یا نکریں۔ لیکن صحیحین کی اُس حدیث کی بنا پر جسمیں آپ نے فرمایا ہے کہ حرم شریف کی حد کے اندر قیامت تک لڑائی حرام ہے فتح مکہ کے دن فقط اپنے رسول کو اللہ تعالیٰ نے ایک گھڑی بہر کے واسطے حرم کی حد میں لڑائی جایز فرمائی تہی یہہ مذہب قابل تردد ہے +

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ

حرمت کا مہینا مقابل حرمت کے مہینے کے اور ادب رکہنے میں بدلا ہے پہر جسنے تمپر زیادتی کی تم اوسپر زیادتی

فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

کرو جیسے اوس نے زیادتی کی تمپر اور ڈرتے رہو اللہ سے جان رکہو کہ اللہ ساتھ ہے پرہیزگاروں کے

ہجرت کے چھٹے سال ذیقعدہ کے مہینے میں آنحضرت صلعم نے مدینہ سے زیارت مکہ کا قصد کیا تہا - اور جب مکہ کے قریب ایک جگہ حدیبیہ ہے وہاں آپکا مقام ہوا تو مشرکین مکہ نے وہاں آنکر آپ کو مکہ میں داخل ہونیسے روکا - آخر صلح اس بات پر ہوئی کہ اِس سال تو آپ مدینہ کو واپس ہوں اور آیندہ سال پہر آویں - اور مکہ کی زیارت کریں - اِس صلح کا نام صلح حدیبیہ ہے اور اسکا ذکر تفصیل سے انا فتحنا میں آویگا یہہ ذکر اُسوقت کا ہے کہ جبتک مکہ کی فتح نہیں ہوئی تہی - اور مشرکین مکہ کا زور باقی تھا اب اِس صلح کیموافق ہجرت کے ساتویں سال جب آپنے ذیقعدہ کے مہینے میں زیارت مکہ کا قصد کیا تو صحابہ کرام کے دل میں یہہ خدشہ پیدا ہوا کہ اگر اب کے بہی مشرکین مکہ نے صلح کو قایم نرکہا اور مکہ میں داخل ہونے سے روکا - اور اسپر باہم لڑائی کا موقع پیش آگیا تو ذیقعدہ کے مہینے میں لڑنا پڑے گا - حالانکہ رجب ذیقعدہ ذوالحجہ - محرم - یہہ چاروں مہینے حرمت والے کہلاتے ہیں اور ان چاروں مہینوں میں لڑائی منع ہے - اوسپر اللہ تعالی نے یہہ آیتہ نازل فرمائی اور مسلمانوں کو جتلا دیا کہ اللہ کے عدل اور انصاف میں حرمتوں کا بدلہ ہے جب صلح حدیبیہ کے وقت اِسی ذیقعدہ حرمت والے مہینے میں اون مشرکوں نے اِس مہینے کی حرمت کو اور حرم کے حد کی حرمت کو قایم نرکہا تو اگر لڑائی کا موقع پیش آجاوے تو کچہہ خدشہ کی بات نہیں ہے اللہ کیطرف سے بدلے کے طور پر تمکو لڑنے کی اجازت ہے - مگر اتنا کر نا کہ جسقدر تم پر کسی کیطرف سے زیادتی ہو اوتنا ہی اوسکے بدلے بدلہ لینا بدلہ کی حد سے بڑھکر زیادتی سے پرہیز کرنا اللہ پرہیزگاروں کے ساتہہ ہے ✤

وَاَنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ ۛۚ وَاَحۡسِنُوۡا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ

اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں اور نیکی کرو اللہ

يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ○

چاہتا ہے نیکی والوں کو

بخاری نے حضرت حذیفہ سے جو شان نزول اِس آیتہ کی بتائی ہے اُس کی صراحت حضرت ابوایوب انصاری کی حدیث میں ہے جسکو ابوداؤد اور ترمذی اور حاکم اور نسائی اور ابن حبان وغیرہ نے روایتہ کیا ہے اور حاکم نے شرط شیخین پر اُسکو صحیح کہا ہے - حضرت ابوایوب انصاری فرماتے ہیں کہ جب ہم انصار لوگ چند لڑائیاں آنحضرت کی ہمراہی میں لڑچکے تو ایک دن ہم چند انصاروں نے خفیہ طور پر آپس میں مشورہ کیا کہ اب تو آنحضرت کے ساتہہ اہل اسلام بہت ہیں اگر ہم لوگ چند لڑائیوں پر آنحضرت کے ساتہہ نہ جاویں تو اِس میں ایسا ہوگا کہ مدتوں گہر سے باہر رہنے میں اخراجات جو پڑے ہیں اوس کی تلافی ہوجاوے گی - اوسپر اللہ تعالے نے یہہ آیتہ نازل فرمائی - اور فرمایا کہ اسطرح کے اخراجات سے ہاتہہ کو روکنا موجب ہلاکت ہے - ایسی ہلاکت میں اپنے آپ کو مت ڈالو - اور آیندہ نیک کام میں لگے رہو اسطرح کے بُرے وسوسوں سے بچو صحابہ کے زمانہ میں یہہ ایک بات رائج تہی کہ ایک خاص معاملہ میں ایک

آیۃ نازل ہوکر پھر دوسرا کوئی معاملہ ایسا ہو کہ جسپر اوس آیۃ کا مطلب صادق آتا ہو تو اوس دوسرے معاملہ کو بھی آیۃ کی شان نزول قرار دیتے تھے چنانچہ یہہ آیۃ بھی اوسی قسم کی ہے اصل شان نزول تو وہی ہے جو حضرت حذیفہ اور حضرت ابوایوب سے بیان ہوچکی اب نعمان بن بشیر سے طبرانی کی روایت میں یا اور بعض صحابہ سے تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں شان نزول اس آیۃ میں یہہ امر جو بیان ہوا ہے کہ انصار لوگ صدقہ دیا کرتے تھے ایک سال قحط پڑا تو وہ قحط سے ڈر کر صدقہ سے ہاتھ کو روکنے لگے اوسپر یہہ آیۃ نازل ہوئی یا ایسا شخص جو گناہ کرکے توبہ سے مایوس ہوکر بیٹھ رہے اوس کے حق میں یہہ آیۃ اوتری ہے یا ایسے مجاہدین جو بلا خرچ جہاد کو چلے جاویں اور وہاں تکلیف اوٹھاویں اون کے حق میں یہہ آیت اوتری ہے مطلب اس سے یہی ہے کہ ان معاملات پر بھی اس آیۃ کا مضمون صادق آتا ہے *

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۭ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ

اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ کے واسطے پھر اگر تم روکے گئے تو جو میسر ہو قربانی بھیجو اور حجامت نہ کرو سر کی

حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ

جب تک پہنچ نہ چکے قربانی اپنے ٹھکانے پر پھر جو کوئی تم میں مریض ہو یا اوسکو دکھ دیا اوسکے سر نے تو بدلہ دیوے

مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۣ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ

روزے یا خیرات یا ذبح کرنا پھر جب تمکو خاطر جمع ہو تو جو کوئی فائدہ لیوے عمرہ ملاکر حج کیساتھ تو جو میسر ہو

مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ۭ تِلْكَ

قربانی پہنچاوے پھر جسکو پیدا نہ ہو تو تین روزے رکھے حج کے وقت میں اور سات روزے رکھو جب تم پھر کر جاؤ

عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَھْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

یہ دس ہوئے پورے یہ اوسکو ہے جسکے گھر والے نہوں رہتے مسجد الحرام پاس اور ڈرتے رہو اللہ سے

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے

ع ۸

اس آیۃ سے حج کا ذکر شروع ہوا حج اسلام کا ایک بڑا رکن ہے حج کی فضیلت میں اور اس وعید کی تاکید میں کہ جس کیسکو قدرت ہو اور وقت پر حج کو نجاوے بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں سورہ آل عمران میں یہہ آیۃ وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔ سے حج فرض ہوا ہے اور اس آیت میں یہہ تاکید ہے کہ حج اور عمرہ کو پورے ارکان کے ساتھ ادا کیا جاوے ارکان حج کے پانچ ہیں احرام عرفات میں جاکر وقت مقررہ پر ٹھہرنا۔ طواف کرنا۔ صفا مروہ کا دوڑنا سر منڈوانا یا بال کتروانا عمرہ میں عرفات میں جاکر ٹھہرنے کے سوا اور یہی باقی کے چار رکن ہیں سیوطی نے اسباب النقول فی اسباب النزول میں تفسیر ابن ابی حاتم کے حوالہ سے یہہ جو کہا ہے کہ ایک شخص آنحضرت سے عمرہ کا سوال کرتے آیا تھا۔ اوس کے جواب میں یہہ آیۃ اوتری

بہہ روایتہ ضعیف ہے کیونکہ صحیحین ہیں جو عمرہ کی بابت سوال کرنے والے شخص کی حدیث ہے اوس میں نزول
آیت کا ذکر نہیں ہے۔ علمار مفسرین کا اسباب میں بہی اختلاف ہے کہ حج کب اور کونسے سال فرض ہوا ہے۔
بعضے کہتے ہیں کہ ہجرت سے پہلے حج فرض ہوا ہے۔ مگر یہہ قول بالکل شاذ ہے اور بعضے ہجرت کے پانچویں
اور بعضے دسویں سال فرضیت حج کے قائل ہیں۔ مگر جمہور مفسرین کا یہہ قول ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال
حج فرض ہوا ہے۔ اور اوسی سال آپ زیارت مکہ کے ارادہ سے مدینہ سے سفر کرکے حدیبیہ تک تشریف لیگئے
اور وہاں مشرکین مکہ نے آپکو روکا اور صلح حدیبیہ ہوئی اور یہہ آیتہ اللہ تعالے نے نازل فرمائی اور ارشاد
فرمایا کہ جو شخص احرام کے بعد روک دیا جاوے اور اوس سال حج نکر سکے تو مقدور کے موافق قربانی کرے
اعلی درجہ قربانی کا اونٹ ہے اور اوسط درجہ گائے اور ادنے درجہ بکری قربانی کرنے والے کا جو
مقدور ہو وہی وہ کرے اگرچہ بعض مفسرین کا یہہ قول ہے کہ روکنا دشمن کا ہی اس آیتہ میں مراد ہے
مگر صحیح حدیثوں میں یہہ صراحت آچکی ہے کہ بیماری بہی آیتہ کے حکم میں داخل ہے۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت
عائشہ سے روایتہ ہے کہ آنحضرت صلعم زبیر بن عبد المطلب کی بیٹی ضباعہ کے پاس تشریف لائے ضباعہ نے
آنحضرت سے یہہ مسئلہ پوچھا کہ حضرت میرا ارادہ حج کا ہے۔ لیکن مجھکو بیماری کا دورہ ہوا کرتا ہے آپنے فرمایا کہ تم اس
شرط سے حج کا سفر کرو کہ جہاں بیماری کا دورہ ہوگا وہیں رک جاؤں گی حج اور عمرہ کے ادا کرنے کی تین شکلیں
ہیں ایک تو حج کے مہینوں میں حج کا احرام باندہکر حج کر لیوے اور عمرہ حج کے بعد کرے یا حج سے پہلے
سوا حج کے مہینوں کے اور دنوں میں عمرہ کر لیوے حج کے مہینے یہہ ہیں۔ شوال۔ ذالقعدہ۔ دس راتیں ذالحجہ
کی دسویں تاریخ ذالحجہ کی صبح صادق کے شروع ہوتے ہی حج کا موسم پہر باقی نہیں رہتا۔ اس شکل کو افراد
کہتے ہیں اور دوسری شکل یہہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندہ کر عمرا کرے۔ اور پہر احرام
کہول ڈالے اور عین حج کے وقت پھر حج کا احرام باندہے اسکو تمتع کہتے ہیں اور اسیکا ذکر اس آیتہ
میں ہے کہ اسطرح کا شخص ایک جانور کی قربانی کرے یا دس روزے رکہے اور یہہ بہی ذکر ہے کہ مسافروں کی
راحت کے لئے یہہ تمتع جائز ہے اہل مکہ کو یہہ تمتع جائز نہیں ہے۔ تیسری صورت یہہ ہے کہ حج اور عمرہ کا
ملاکر احرام حج کے مہینوں میں باندہا جاوے اسکو قران کہتے ہیں سر میں جوئیں پڑجاویں اور کوئی
دماغی مرض ایسا ہو جس سے سر کے بال منڈانے ضرور ہوں تو بال احرام کیحالت میں منڈانے کا حکم بھی
اس آیتہ میں ہے جو حکم حدیبیہ کے سفر کے وقت کعب بن عجرہ صحابی کے جوئیں پڑجانے کے وقت اللہ تعالے
نے نازل فرمایا ہے جمہور کے مذہب کے موافق اگرچہ سنہ چھ ہجری میں حج فرض ہوا ہے۔ لیکن آپنے
فتح مکہ سے پہلے تو اس کراہت کی وجہ سے کہ مکہ اور صفا مروہ میں بت دھرے ہوئے تھے حج نہیں
کیا سنہ آٹھ ہجری میں فتح مکہ ہو جانے سے بت توڑ پہوڑ گئے۔ مگر مشرک لوگ جاہلیت کی رسم کے
موافق برہنہ ہوکر طواف کیا کرتے تھے اسلئے سنہ ۹ ہجری میں حضرت ابوبکر اور حضرت علی کو آپنے موسم حج کے وقت

مکہ روانہ فرماکر لوگوں کو اعلان کردیا کہ سنہ دس ہجری سے کوئی مشرک یا کوئی برہنہ شخص طواف کرنے نہ
پاوے گا۔ اور اسی سال میں آپنے حج کیا جسکو حجۃ الوداع کہتے ہیں +

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ

حج کے کئی مہینے ہیں معلوم پہر جسنے لازم کرلیا اونمیں حج تو نہ بے پردہ ہونا ہے عورت سے نہ گناہ کرنا نہ جھگڑا

فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى

کسی حج میں جو کچھہ تم نیکی کروگے وہ اللہ کو معلوم ہے خرچ راہ لیا کرو کہ بہتر خرچ راہ یہی گناہ سے بچنا ہے

وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۝

اور مجھے ڈرتے رہو اے عقلمندو

جسطرح نماز اور روزہ کا وقت مقرر ہے اسیطرح حج کے مہینے بھی مقرر ہیں اکثر صحابہ اور تابعین اور ائمہ ثلاثہ
کا مذہب یہہ ہے کہ حج کے مہینے شروع شوال سے ذیحجہ کی دسویں کی صبح صادق تک ہیں یہانتک کہ مقام
عرفات میں داخل ہونے سے پہلے اگر کسی شخص کو صبح صادق ہو جاوے گی تو اوسکا اس سال کا حج فوت
ہو جاوے گا۔ مگر امام مالک سے ایک روایت ہے کہ آخر ذیحجہ تک حج کے مہینوں کی مدت ہے مگر اس سے انکا
یہہ مطلب نہیں ہے کہ ذیحجہ کی دسویں کے بعد بھی حج ہوسکتا ہے بلکہ اون کا مطلب یہہ ہے کہ حج کے
مہینوں میں عمرہ ناجایز ہے اور اس ناجایز ہونے کی مدت آخر ذیحجہ تک ہے اور آنحضرت کے چار عمرے جو ذیقعدہ
میں ہوئے ہیں اونکو وہ مخصوصات نبی قرار دیتے ہیں اسیطرح صحیح ابن خزیمہ میں حضرت ابن عباس سے روایت
ہے وہ فرماتے ہیں سنت یہی ہے کہ حج کا احرام بغیر حج کے مہینوں کے جائز نہیں ہے اور یہہ ایک اصول
حدیث کی مسلم بات ہے کہ صحابی جس روایۃ کو طریقہ مسنونہ بیان کریں وہ روایۃ مرفوع حدیث کا حکم رکھتی
ہے لیکن بعض علمار نے برس روز تک احرام حج کو جایز رکھا ہے مگر بالاتفاق ادلے سب کے نزدیک یہی
ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں میں ہی ہونا چاہیئے۔ احرام باندھنے کے بعد مباشرت اور اور خلاف
شریعت باتوں سے بموجب حکم اس آیۃ کے جو شخص بچے گا اوسی کا حج مقبول ہونے کا ذکر حدیث شریف
میں آیا ہے کچھہ لوگ بغیر خرچ کے حج کو چلے جاتے تھے اور پہر لوگوں سے سوال کرکے اون کو تنگ
کرتے تھے اون کی تنبیہ میں اللہ تعالے نے یہہ آیت نازل فرمائی اور فرمادیا کہ آیندہ ایسا کرنے سے
پرہیز کرو اور اللہ سے ڈرو اے عقلمندو فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالی سے ڈرنا عقلمندوں کا کام
ہے جو خدا سے نڈر ہوکر کچھہ کام کرتے ہیں اون کی عقل میں فتور ہے۔ احرام یہہ ہے کہ حج یا عمرہ کے شروع
کرنے کی نیت کرے اور زبان سے لبیک کہے احرام کے بعد مباشرت سر کا ڈھانکنا خوشبو کا ملنا ناخن کترنا
شکار کھیلنا آپس کا لڑائی جھگڑا بال منڈانے یا کتروانے مرد کو سیا ہوا کپڑا پہننا۔ عورت کو منہ پر کپڑا
ڈالنا یہہ سب باتیں منع ہیں +

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ

نہیں تمپر کچھ گناہ کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا پھر جب طواف کو چلو عرفات سے

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِّنْ

تو یاد کرو اللہ کو نزدیک مشعر الحرام کے اور اسکو یاد کرو جس طرح تمکو سکھایا اور تم تھے اس سے

قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ۝ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا

پہلے راہ بھولے پھر طواف کو چلو جہاں سے سب لوگ چلیں اور گناہ بخشواؤ

اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ

اللہ سے اللہ ہے بخشنے والا مہربان پھر جب پورے کرچکو تم اپنے حج کے کام تو یاد کرو اللہ کو جیسے یاد کرتے تھے

آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ

تم اپنے باپ دادونکو بلکہ اس سے زیادہ یاد پھر کوئی آدمی یہ کہتا ہے اے رب ہمارے دے ہمکو دنیا میں اور نہیں اوسکو

فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً

آخرت میں کچھ حصہ اور کوئی ان میں کہتا ہے اے رب ہمارے دے ہمکو دنیا میں خوبی

وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۚ

اور آخرت میں خوبی اور بچا ہمکو دوزخ کے عذاب سے یہ لوگ انہیں کو ہے کچھ حصہ اپنی کمائی سے

وَاللّٰهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

اور اللہ جلد لیتا ہے حساب

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ اسلام سے پہلے موسم حج میں مکہ کے پاس تین بازار لگا کرتے تھے اون میں طرح طرح کی خرید و فروخت ہوتی تھی اور سال بھر کی گذران اکثر لوگوں کی اس خرید و فروخت میں نکل آتی تھی اسلام کے بعد لوگوں کو تردد ہوا کہ اس تجارت کیوجہ سے ہمارے حج میں کچھ فتور نہ پڑتا ہو بلکہ اسطرح کی تجارت پیشہ اور اجرت پیشہ لوگوں کو دوسرے لوگ یہہ کہا کرتے تھے کہ تم حاجی نہیں ہو بلکہ تجارت کی غرض سے مکے کو آئے ہو اوسپر اللہ تعالیٰ نے یہہ آیتہ نازل فرما کر اس تردد کو رفع کر دیا۔ اس شان نزول پر اکثر صحابہ کا عمل ہے چنانچہ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک شخص آیا اور اوس نے کہا کہ حضرت ہم لوگ مکہ تک اپنے اونٹ کرایہ کر کے آتے ہیں اور اس ذیل میں ہم حج بھی کر لیا کرتے ہیں لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ تمہارا حج نہیں ہوتا۔ آپنے فرمایا کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں میری روبرو ایک شخص نے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسطرح کا ذکر کیا تھا اوسیوقت یہہ آیتہ اوتری اور آپنے اس قسم کی تجارت و اجرت پیشہ لوگوں کو خاص طور پر بلا کر اس آیتہ کا حکم سنا دیا اور فرما دیا کہ تم لوگ بلاشک حاجی ہو۔ یہہ

حدیث مسند امام احمد بن حنبل میں بھی ہے اور اُسکے طریقے کئی ہیں جس سے حدیث کو صحیح کہا جاسکتا ہے اور صحیح بخاری کی حضرت عبداللہ بن عباس کی روایتہ سے اوسکی پوری تائید بھی ہوتی ہے حضرت عبداللہ بن عباس احرام کے پہلے اور احرام کے بعد کسی حال میں لوگوں کو تجارت یا اجرت سے منع نہیں کیا کرتے تھے پھر جو فرمایا پھر طواف کو چلو جہاں سے سب لوگ چلیں تفسیر اسکی یہہ ہے کہ مکہ سے رات بسے کے راستہ پر عرفات ایک جگہ ہے۔ نویں ذی الحجہ کے زوال کے بعد سے دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے پہلے وہاں جاکر ٹھرنا حج کا ایک بڑا رکن ہے۔ یہاں تک کہ حجۃ الوداع کے وقت جب آپ نے لوگوں کو حج کے مسائل تبلائے تو تین تین دفعہ آپ نے فرمایا کہ بڑی چیز حج میں عرفات کا ٹھرنا ہے قریش لوگ اسلام سے پہلے عرفات تک نہیں جاتے تھے کہ عرفات حرم کی حد سے باہر ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے یہہ آیتہ نازل فرمائی اور فرمایا کہ جہاں سے سب لوگ طواف کو چلتے ہیں تم بھی وہیں سے چلا کرو کہ حج میں عرفات کا جانا ضرور ہے یہہ اسلئے فرمایا کہ باقی کے ارکان حج اور عمرہ میں مشترک ہیں صرف یہہ ایک رکن خاص الخاص حج میں ہی ہے عمرہ میں نہیں ہے جب یہی فوت ہوجاوے گا تو خواہ مخواہ حج کا عمرہ رہجاوے گا۔ حاکم کی مستدرک میں مسور بن مخرمہ سے روایتہ ہے کہ حجۃ الوداع کے وقت عرفات میں آنحضرت نے خطبہ پڑھا اور اوسی خطبہ میں فرمایا کہ مشرکین عرفات سے غروب آفتاب کے پہلے اور مزدلفہ سے سورج نکلنے کے بعد واپس ہوا کرتے تھے اب طریقہ اسلامیہ یہہ ہے کہ عرفات سے ہم غروب کے بعد اور مزدلفہ سے طلوع سے پہلے منے کو واپس چلے جاوینگے حاکم نے اس حدیث کو صحیح شرط شیخین پر کہا ہے قریش لوگ اسلام سے پہلے حج سے فارغ ہونے کے بعد اپنی باپ دادا کی مدح میں قصائد پڑھا کرتے تھے اسلام میں اللہ تعالیٰ کو اس طریقہ کا بدلنا منظور نظر ہوا اس لیئے اس آیتہ میں اس طریقہ کو بدلکر حکم فرمادیا کہ حج سے فراغت کے بعد اون مدحیہ قصائد کے پڑھنے کا طریقہ موقوف کرکے اللہ کا ذکر کیا جاوے اور اللہ سے ایسی دعا مانگنی چاہئے جسمیں دین دنیا کی بھلائی ہو فقط دنیا کی بہبودی پر گرویدہ نہیں ہونا چاہیے کہ فقط دنیا کی بہبودی کی گرویدگی آدمی کو آخرت سے محروم کردیتی ہے ❁

وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَن تَأَخَّرَ

اور یاد کرو اللہ کو کئی دن گنتی کے پھر جو کوئی جلدی چلا گیا دو ہی دن میں اوسپر نہیں گناہ اور جو کوئی رہ گیا

فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ لِمَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ

اوسپر نہیں گناہ جو کوئی ڈرتا ہے اور تم ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ تم اسی پاس جمع ہوگے۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ گئے ہوئے دن چار دن ہیں عید اضحیٰ کا ایک روز اور تین روز اُس کے بعد کے اور ایک جماعت صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے صحیح مسلم و مسند امام احمد وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے ان دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرماکر یہہ فرمایا ہے کہ یہہ دن کھانے پینے اور اللہ کی یاد کرنے کے ہیں۔ موسم حج میں لوگ حشر کیطرح جمع ہوتے ہیں۔ اسلئے حج کے ذکر کے ساتھ

اللہ تعالےٰ نے حشر کے دن کے جمع ہونے کو یاد دلایا اور ان دنوں میں اللہ کا ذکر کرنے سے مراد وہ تکبیرات ہیں جو ان دنوں میں فرض نماز کے بعد کہی جاتی ہیں اور وہ تکبیرات بھی ہیں جو حاجی لوگ شیطانوں کے کنکریاں مارنے کے وقت ان دنوں میں کہتے ہیں اور اسلام سے پہلے بعضے لوگ تو مقام منےٰ سے گیارہویں ذی الحجہ کو چلے آتے تھے اور بعضے بارہویں کو اور جلدی کرنے والے دیر کرنے والوں پر اعتراض کرتے تھے اور وہ اُن پر اللہ تعالےٰ نے رفع حرج کے لئے دونوں حالتوں کو جائز فرما دیا ۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ

اور بعضا آدمی ہے کہ خوش آتی تجھکو بات اسکی دنیا کی زندگی میں اور گواہ پکڑتا ہے اللہ کو اپنے دل کی بات پر اور وہ

اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ

سخت جھگڑالو ہے اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو دوڑتا پھرتا ملک میں کہ اسمیں ویرانی کرے اور ہلاک کرے کھیتیاں اور جانیں

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ

اور اللہ خوش نہیں رکھتا فساد کرنا اور جو کہا جاوے اس سے کہ ڈر اللہ سے تو کھینچ لاتا ہے اسکو غرور گناہ پر کہ بس ہے اسکو

جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

دوزخ اور بُری طیاری ہے۔

بعضے مفسروں نے کہا ہے کہ آنحضرت کے زمانہ میں ایک شخص اخنس بن شریق منافق کی شان میں یہ آیتہ اوتری ہے وہ آنحضرت کے پاس جب آتا تھا تو اسلام کی تائید میں بڑی میٹھی باتیں کرتا تھا اور جب آپکے پاس سے جاتا تھا تو اسلام کی بدخواہی کی باتیں کرتا تھا اور طرح طرح کے جھگڑے اور فساد کھڑے کرتا تھا اور بعضوں نے کہا ہے کہ واقع رجیع کی خبر جب مدینہ میں پہونچی تو بعضے منافقوں نے ظاہر میں تو مسلمانوں کی ہمدردی کے کلمات اون شہدا کی شان میں منہہ سے نکالے۔ لیکن باطن میں اون شہدا اور مسلمانوں کی ہجو اور مذمت اُن کو مقصود تھی اوسپر اللہ تعالےٰ نے اون منافقوں کی مذمت میں اور شہداء رجیع کے مدح میں یہہ آیتہ نازل فرمائی واقع رجیع کی پوری تفصیل تو بخاری میں ہے حاصل اُس واقعہ کا اسیقدر ہے کہ جنگ احد کے بعد دس صحابہ کرام کو آنحضرت نے جاسوسی کے طور پر قریش کی خبر لانے کے لئے روانہ فرمایا تھا اور عاصم بن ثابت صحابی کو باقی کے نو شخصوں پر سردار مقرر دیا تھا۔ دن بھر یہہ لوگ پہاڑوں میں چھپے رہتے تھے اور رات کو راستہ چلتے تھے ہذیل قبیلہ کے دیہات میں سے ایک گاؤں رجیع ہے وہاں کے پہاڑوں میں ایک روز اونہوں نے مقام کیا اور رات کو راستہ چلتے چلتے مدینہ منورہ کی سرزمین کے چھوارے جو ان کے پاس بطور زاد راہ کے تھے وہ چھوارے اونہوں نے کھاکر گٹھلیاں جنگل میں پھینک دیں ایک عورت اُس جنگل میں بکریاں چراتی تھی اوس نے بنی لحیان اپنے قبیلہ میں یہہ چرچا کیا کہ مدینہ کی سرزمین کے چھواروں کی گٹھلیاں جنگل میں نظر آئی تھیں بنی لحیان نے یہہ خیال کیا کہ مدینہ کے کچھ لوگ ضرور مخالفانہ اس سرزمین پر آئے ہونگے اس خیال سے بنی لحیان میں سے سوا

آدمی سو کے قریب ہتھیار باندھکر مدینہ کے لوگوں کی تلاش میں نکلے اور رجیع مقام کے پاس فریقین کا مقابلہ ہوا پہلے بنی لحیان کے لوگوں نے ان دس شخصوں سے یہہ کہا تھا کہ اگر تم ہتھیار ڈالکر ہماری امان میں آجاؤ تو ہم تمہاری جان بخشی کر دیتے ہیں مگر صحابہ کرام کی ہمت ایسی پست ہمتی کی باتوں کو کب گوارا کرتی تھی۔ حضرت عاصم بن ثابت نے صاف فرمادیا کہ ہم کو مشرکوں کے امان ہر گز منظور نہیں آخر لڑائی شروع ہوئی اور عاصم بن ثابت اور چھ شخص اُن کے علاوہ یہہ سات صحابی تو شہید ہوئے اور تین شخصوں کو مشرکوں نے قید کر لیا عاصم بن ثابت نے جنگ بدر میں مشرکوں کے بڑے نامی سرداروں کو قتل کیا تھا اوس جلن سے مشرکوں نے چاہا تھا کہ حضرت عاصم کی لاش ہم پونہچا کر کچھہ بے ادبی کریں۔ مگر اللہ تعالے نے شہد کی مکھیاں لاش کے گرداگرد بھیجدیں اون مکھیوں نے لاش کی حفاظت کی اور مشرکین لاش تک نہ پہونچ سکے گرفتار شدہ تین شخصوں کو بھی مکہ میں لیجا کر آخر کو مشرکوں نے شہید کر ڈالا جمیں ایک خبیب بھی تھے جنکے شہید ہونیکا بڑا دردناک واقعہ بخاری اور شرح بخاری میں بتفصیل مذکور ہے حافظ ابن کثیر نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ آیتہ ان دونوں سببوں میں سے خواہ کسی سبب سے یا دونوں سببوں کے ملکر ایک سبب ہو جانے سے نازل ہوئی لیکن آیت کا مضمون عام منافقوں کی شان میں ہے اور آیتہ کے معنے میں مسلمانوں کو منافقوں کی عادتوں سے پرہیز کرنے اور شہداء رجیع کیسی ہمت اختیار کرنے کی ہدایت ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

اور کوئی آدمی ہے کہ بیچتا ہے اپنی جان تلاش کرتا خوشی اللہ کی اور اللہ شفقت رکھتا ہے بندوں پر

ابو یحییٰ صہیب ایک صحابی تھے آنحضرت کی ہجرت فرمانے کے بعد انہوں نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا اور مکہ سے باہر نکلے مشرکوں نے خبر پاکر ان کے روکنے کا قصد کیا اور راستے میں آن کر ان کو گھیر لیا اونہوں نے روکنے والوں کو مخاطب ٹھیرا کر کہا تمھیں معلوم ہے کہ مکے کے لوگوں میں میں نامی تیر انداز ہوں میں تمہارے قابو کا نہیں ہوں بہتر ہے کہ تم میرا پیچھا نکرو اور جو کچھہ میرا مال ہے وہ میں نے تمکو دیا۔ جاؤ وہ مال لیلو مشرکین مال لیکر مکہ کو چلے آئے اور حضرت صہیب نے مدینہ کا راستہ پکڑا ابھی مدینہ میں نہیں پہونچے تھے کہ اللہ تعالے نے یہہ آیتہ نازل فرمائی حضرت عمر اور چند صحابہ نے اس آیتہ کو یاد کر کے سفر مدینہ پر بھی حضرت صہیب کو جا ملایا اور اون سے کہا واہ خوب نفع کی تجارت کی اونہوں نے کہا اللہ تمہیں دین دنیا کا نفع دیوے بتلاؤ تو سہی کیا بات ہے مجھکو کونسے تجارت میں نفع ہوا جب حضرت عمر اور اور صحابہ نے اون کو اس آیتہ کے نازل ہونے کا حال تفصیلوار بتلایا بعض مفسرین کا قول ہے کہ شہداء رجیع بلکہ عام مجاہدین کی شان میں یہہ آیت نازل ہوئی ہے +

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ

اے ایمان والو داخل ہو مسلمانی میں پورے اور مت چلو قدموں پر شیطان کے وہ تمہارا صریح

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

دشمن ہے پھر اگر ڈگنے تم بعد اسکے کہ پہنچے تمکو صاف حکم تو جان رکھو کہ اللہ زبردست ہے حکمت والا

بعض اہل کتاب جو اسلام لے آئے تھے اونہوں نے آنحضرت سے ایکدن عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیویں تو ہمارا جی چاہتا ہے کہ جسطرح ہفتہ کے دن کی تعظیم ہم لوگ یہود ہوکر ادا کیا کرتے تھے ایک رات ہم یہہ وہ رسم ادا کریں اور اوسی رات توریت کی چند آیتوں کے موافق عمل کرنے کا ہمارے دین میں حکم تھا وہ بھی بجا لاویں اوسپر اللہ تعالے نے یہہ آیتہ نازل فرمائی۔ اس آیتہ سے معلوم ہوا کہ ناسخ حکم کے معلوم ہو جانے کے بعد منسوخ حکم پر عمل کرنے کا خیال دلمیں لانا شیطان کی پیروی ہے اللہ کے حکم کی پیروی نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ سلم کے معنے اس آیتہ میں اسلام کے ہیں ❖

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ ۚ وَإِلَى اللَّهِ

کیا لوگ یہی انتظار رکھتے ہیں کہ آوے اُنپر اللہ ابر کے سائبانوں میں اور فرشتے اور فیصل ہووے کام اور اللہ ہی

تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝

کی طرف رجوع ہیں سب کام

اس قسم کی آیات اور احادیث میں دو مذہب ہیں ایک مذہب تو زمانہ سلف کے متقدمین کا ہے کہ اسطرح کی آیات اور احادیث میں وہ کسیطرح کی تاویل نہیں کرتے بلکہ اُن کو ظاہر معنوں پر چھوڑ کر اون کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور اون کی پوری کیفیت اور حالت کو اللہ کے علم پر سونپ دیتے ہیں اور ایک مذہب متاخرین کا ہے جنمیں اکثر متاخرین کے فرقہ کے لوگ ہیں اب جن علما مفسرین نے اپنی تفسیروں کا مدار سلف کے مذہب پر رکھا ہے اونہوں نے اس قسم کی آیات کے تحت میں اسی مضمون کی حدیثیں بھی نقل کی ہیں اور بلا کیفیت کے ظاہر معنے پر آیتہ کو زیادہ واضح کر دیا ہے ❖

سَلْ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَمْ آتَيْنَاهُمْ مِنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ ۗ وَمَنْ يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ

پوچھہ بنی اسرائیل سے کتنی دین ہمنے اُن کو آیتیں واضح اور جو کوئی بدل ڈالے اللہ کی نعمت بعد اسکے کہ پہنچ چکے

فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

اُسکو تو اللہ کی مار سخت ہے

اوپر یہہ تو گذر چکا ہے کہ آنحضرت کی پیدائش اور نبوت سے پہلے یہود لوگ آپ کو اچھی طرح آپکے اوصاف سے جانتے تھے اور لڑائیوں میں آپکے نام سے فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے اب جب آپکے تشریف لانے کے بعد وہ آپکی نبوت کے منکر ہو گئے تو اللہ تعالے نے اپنی نبی کو مخاطب ٹھہرا کر یہہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ آپ قائل کرنے کے طور پر ان سے ذرا پوچھئے تو سہی کہ سلف سے لیکر اللہ تعالے نے اون کو کیا کچھہ اپنی قدرت کی نشانیاں دکھلائیں جنمیں کی ہر ایک نشانی خود ایک نعمت ہے یا کسی بڑی نعمت کا سبب ہے مثلاً من وسلوا کا آسمان سے اوترنا نشان قدرت الٰہی بھی ہے اور خود نعمت بھی ہے اور ہلاکت فرعون ایسی نشانی ہے جو اون کو نعمت اور بادشاہت ملنے کا سبب ہے اور ان نعمتوں کا پوچھنا ان سے اس غرض سے ہے کہ اُن کو اُن پہلی نعمتوں کے یاد کرنیسے

اُن کو یہ بھی یاد آجاوے کہ نبی آخر الزماں کا پیدا ہونا بھی ایک ایسی بڑی نعمت ہے جسکی پہلے سے اُن کو خود آرزو تھی اور اِس نعمت کے طفیل سے آپنے دشمنوں پر فتح کی دعائیں مانگتے تھے اگر اس یاد دہی کا بھی اُنپر کچھ اثر نہ ہوگا۔ اور اللہ کی اِس نعمت کی قدر نہ کرینگے تو یہ یاد رکھیں کہ اللہ کا عذاب سخت ہے ❊

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا

رجھایا ہے منکروں کو دنیا کی زندگی پر اور ہنستے ہیں ایمان والوں سے اور پرہیزگار اُنسے

فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

اوپر ہونگے قیامت کے دن اور اللہ روزی دیوے جسکو چاہیئے بیشمار

حضرت بلال اور عمار بن یاسر اور اسطرح کے غریب صحابہ پر کفار ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ یہی کنگال لوگ محمدؐ کے ساتھی ہیں جنکے بھروسہ پر وہ بڑے بڑے شہر فتح کرنے کا دعویٰ رکھتے ہیں اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور کافروں کو تنبیہ فرمادی کہ تمہارا سارا دارمدار دنیا کی چندروزہ خوشحالی پر ہے اور آخرت کے تم منکر ہو لیکن یہ اللہ تعالےٰ کی مصلحت ہے وہ جسکو چاہتا ہے دنیا کی چندروزہ خوشحالی دیدیتا ہے۔ اور جسکو چاہتا ہے دنیا میں تو اسکو تنگ حال رکھتا ہے مگر عقبےٰ میں اوسنے اپنے تنگ حال متقی بندوں کے لیئے بڑے بڑے عالی درجہ کے عیش رکھے ہیں۔ اسلیئے اب تو تمہیں ان غریب مسلمانوں کا حال دیکھکر ہنسی آتی ہے جسوقت وہ آخرت جسکے تم منکر ہو بالکل آنکھوں کے سامنے آجاوے گی اور وہ عالی درجے جو اللہ تعالیٰ بے حساب بخشش کرنے والے نے اِن غریب مسلمانوں کے لیئے عقبےٰ میں رکھے ہیں انکو تم دیکھوگے اور اپنے آپ کو ساتویں زمین کے نیچے دوزخ میں پڑے ہوئے پاؤگے تو اوسوقت تمہیں اِس ہنسی کی قدر کھل جاوے گی

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ

لوگوں کا دین ایک تھا پھر بھیجے اللہ نے نبی خوشی اور ڈر سناتے اور اوتاری اون کے

مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا

ساتھ کتاب سچی کہ فیصل کرے لوگوں میں جس بات میں جھگڑا کریں اور کتاب میں جھگڑا نہیں ڈالا مگر

الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ

انہوں نے جنکو ملی تھی کتاب بعد اسکے کہ انکو پہونچ چکے صاف حکم آپس کی ضد سے پھر اب راہ دی اللہ نے

اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

ایمان والوں کو اِس سچی بات کی جس میں وہ جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے اور اللہ چلاوے جسکو چاہے سیدھی راہ

حضرت آدم اور حضرت نوح کے مابین کے زمانے تک دس قرن گذرے ہیں اِن دس قرن میں سب لوگ موحد تھے بت پرستی سرزمین پر کہیں نہیں تھی حضرت نوح سے پہلے اوس قوم کے چند نیک آدمی مرگئے جو لوگ اُن وفات یافتہ لوگوں کے معتقد تھے اون کو اِن نیک لوگوں کی وفات کا اون کی صورتیں آنکھوں کے

سامنے سے اوٹھہ جانے کا بڑا صدمہ ہوا شیطان نے موقع پاکر اون لوگوں کے جی میں یہہ وسوسہ ڈالا کہ اگر ان
مرے ہوئے بزرگ لوگوں کی صورت کے موافق پتیل اور تانبے کی مورتیں بنا کر جہاں عبادتخانوں میں وہ نیک لوگ بیٹھا
کرتے تھے وہاں وہ مورتیں رکھہ لی جاویں اور ان مورتوں کے وہی نام رکھے جاویں جو اون اصل نیک شخصوں کے
تھے تو تم لوگوں کا جی بھی عبادت میں ویسا ہی لگیگا جسطرح اون نیک لوگوں کی زندگی میں لگتا تھا اور ان کی صورتیں
آنکھوں کے سامنے رہنے سے ان کی وفات کا غم بھی کچھہ بھولا رہے گا اون لوگوں نے اس وسوسہ کے موافق
وہ مورتیں بنائیں اور رفتہ رفتہ آخر کو اون مورتوں کی پوجا ہونے لگی جو پوجا آجتک بت پرست لوگوں میں
قایم ہے اور اس خرابی کی اصلاح کے لیئے حضرت نوحؑ سے لیکر آنحضرت صلعم تک کے انبیا آئے ہیں اور
جسقدر اللہ تعالےٰ کو منظور تھی اوسقدر بت پرستی دنیا سے اوٹھہ بھی گئی۔ مثلاً ایک زمانہ وہ تھا کہ مکہ جو خود اللہ
تعالےٰ کا گھر کہلاتا ہے وہاں تین سو سے زیادہ بت رکھے ہوئے تھے اور بت پرستوں کے زور کے سبب سے
ہر مسلمان کو مکہ سے ہجرت فرض تھی۔ اب اللہ تعالےٰ نے وہ زمانہ کر دیا ہے کہ اور شہروں سے ہجرت کر کے
مکہ کو جانا موجب اجر ہے اور مکہ تو کیا جزیرہ عرب میں بھی بت پرستی کا نام نہیں رہا۔ اس آیتہ میں اتنی بات
محذوف ہے کہ جب سے لوگوں نے توحید چھوڑ کر بت پرستی اور آپس کا اختلاف شروع کیا اوسوقت سے
اللہ تعالےٰ نے صاحب شریعت انبیاء کو بھیجنا شروع کیا چنانچہ سورہ یونس کی آیتہ وما کان الناس الا امتہ واحدۃ
فاختلفوا میں اللہ تعالےٰ نے اس محذوف کو ظاہر فرمایا ہے اسلیئے حاکم نے اپنی مستدرک میں اسی مضمون کی
حدیث کی روایت کی ہے اور اسکو صحیح کہا ہے اور عبد اللہ بن مسعود کی قرات بھی یہہ ہے۔ کان الناس امتہ
واحدۃ فاختلفوا فبعث اللہ النبیین الایہ کل نبی ایک لاکھہ چوبیس ہزار ہیں جن میں تین سو تیرہ رسول ہیں پانچ رسول
حضرت نوحؑ ابراہیمؑ موسےٰؑ عیسےٰؑ۔ محمدؐ رسول اللہ صلعم اولو العزم کہلاتے ہیں اور صحایف کو ملا کر کل ایک سو چار کتابیں
آسمان سے اوتری ہیں ❖

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ
کیا تمکو خیال ہے کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی تم پر آے نہیں احوال اون کے جو آگے ہو چکے تم سے پہنچی انکو

الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ
سختی اور تکلیف اور جھڑ جھڑائے گئے یہاں تک کہ کہنے لگا رسول اور جو اسکے ساتھہ ایمان لائے کب آویگی مدد اللہ کی اور

أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ۝
سن رکھو مدد اللہ کی نزدیک ہے

علماء مفسرین نے کہا ہے کہ جنگ احزاب کے دنوں میں جسکو جنگ خندق بھی کہتے ہیں تین دن کے فاقوں کی
تکلیف مہینہ بھر تک دشمنوں کی محاصرہ کی تکلیف سخت جاڑہ اور مہاوٹ کے موسم میں مہینہ بھر تک جنگل میں پڑا ساتہ
پڑے رہنے کی تکلیف اس قسم کی تکلیفات سے جب مسلمان بہت ہراساں ہو گئے تو اللہ تعالےٰ نے اون کی

تسکین کے لیئے یہہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ تم پر انوکھی یہہ مصیبتیں نہیں آئی ہیں بلکہ تم سے پہلے جو لوگ تہے
وہ بہی اسی قسم کی مصیبتیں جھیل چکے ہیں اور جنت کا عیش اوٹھانے کے لیئے کچھ مصیبت کا جھیلنا ضرور ہے
تا کہ مصیبت کے بعد نعمت کی قدر ہو خندق کی لڑائی کو اسلیئے کہتے ہیں کہ لشکر اسلام کے گرد اگرد
اس لڑائی میں خندق کہودی گئی تہی اور جنگ احزاب اسلیئے کہتے ہیں کہ چند گروہ مشرکوں کے چڑھ کر مدینہ میں اس
لڑائی میں آئے تہے اس لڑائی کے قصے کا حاصل یہ ہے کہ بنی نضیر یہود کا ایک قبیلہ تہا جنکو آنحضرت نے بوجہ انکی
عہد شکنی کے جلاوطن کر دیا تہا جس جلاوطنی کا ذکر سورۂ حشر میں آوے گا۔ اس قبیلہ کے لوگوں نے قریش اور
اور مختلف قبائل سے اپنی عاجزی ظاہر کرکے مدد اور مدینے کی چڑھائی کی خواہش کی اور ان سب قبائل نے
بنی نضیر کی خواہش کو مان لیا اور ۵ھ ہجری میں سب قبائل نے جمع ہو کر دس ہزار آدمیوں کی بہیڑ سے
مدینہ پر چڑھائی کی مسلمان چھہ سات سو کے قریب تہے آنحضرت صلعم نے اون لوگوں کے آنے کی خبر سنکر مدینہ
منورہ کے باہر پڑاؤ کیا۔ اور حضرت سلمان فارسی کے مشورہ سے اوس پڑاؤ کے گرد خندق کہودی۔ دس دس گز
زمین لشکر اسلام کے ہر شخص کے حصے میں آپنے بانٹ دی تہی۔ ہر شخص اوسکو کہودتا تہا۔ اس خندق کے کہودنے
میں آنحضرت سے دو معجزے بہی ظاہر ہوئے۔ ایک تو یہہ کہ صحابہ کے خندق کہودنے میں ایک جگہ پر ایسی سخت
زمین نکل آئی کہ پہاوڑا وہاں بالکل کام نہیں دیتا تہا۔ اون صحابہ نے آن کر یہہ ماجرا آپکے روبرو بیان
کیا آپنے وہاں جا کر پہاوڑا خود لیا اور پہلے حملے میں تیسرا حصہ اوس کھنگر کا کاٹ ڈالا۔ اس کھنگر کے کٹتے
وقت اوسکے نیچے سے ایک جہلک دہوپ کیسی نکلی اسوقت آپنے تکبیر زور سے کہی صحابہ نے بہی آپکے ساتہ
تکبیر کہی پہر آپنے فرمایا اللہ اکبر شام کے ملک کے مکانات مجھکو یہاں سے نظر آرہے ہیں اور اوس ملک کی
کنجیاں مجھکو دیدی گئیں ہیں۔ دوسری دفعہ اسیطرح آپنے کھنگر کا ٹکڑا پہاوڑہ سے توڑا اور ملک فارس کا
اور تیسری دفعہ ملک یمن کا ذکر کیا دوسرا معجزہ یہہ ہے کہ حضرت جابر نے آنحضرت کو پہاوڑہ سے وہ کھنگر
توڑتے وقت دیکھا تو آپکے پیٹ پر پتھر بندہے ہوئے تہے اور حضرت جابر کو دریافت سے معلوم ہوا کہ آپ کو
تین روز کا فاقہ ہے اس حال کی تاب نہ لاکر حضرت جابر اپنے گہر گئے اور ایک بکری جو ان کے گہر میں تہی اوسکو
ذبح کیا اور تہوڑے سے جو تہے اونکا آٹا بہی اپنی بیوی سے پیسنے کو کہا اور خود پہر لشکر میں آئے اور خفیہ طور پر
آنحضرت سے ذکر کیا کہ حضرت کچھہ کہانا میں نے تیار کرایا ہے آپنے یہہ سنکر آٹھہ سو کے قریب لشکر کے سب
آدمیوں کو اذن عام حضرت جابر کے گھر پر کہانا کہانے کا دے دیا اور حضرت جابر سے فرمایا کہ جاؤ آٹا ویسا ہی
گوندہا ہوا اور ہنڈیہ گوشت کی چولہے پر میرے وہاں آنے تک رہنے دینا۔ میں آتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت
جابر کہتے ہیں کہ آپ سب صحابہ کو ہمراہ کو لائے اور سب نے پیٹ بہر کر کہانا کہایا اور روٹی سالن پہر بچ رہا +

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۝ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ
تجہسے پوچہتے ہیں کیا چیز خرچ کریں تو کہہ جو چیز خرچ کرو فائدے کی سو ماں باپ کو اور نزدیک کے ناتے والوں کو

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ

اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور راہ کے مسافر کو اور جو کروگے بھلائی سو وہ اللہ کو معلوم ہے۔

ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ابن جریج سے روایت کی ہے کہ بعضے صحابہ نے آنحضرت سے نفل صدقہ کے خرچ کا محل اور موقع دریافت کیا تھا اوس پر اللہ تعالے نے یہہ آیتہ نازل فرمائی۔ اس صورت میں جبکہ نزول اس آیتہ کا خود نفلی صدقہ کے حکم میں ہے تو زکوۃ کی آیتہ سے اس آیت کو منسوخ ٹھیرانے کی ضرورت نہیں زکوۃ کا حکم اور زکوۃ کے خرچ کا محل موقع جدا ہے اور اس آیتہ میں نفلی صدقہ کا حکم اور اس کے خرچ کے محل کا موقع بیان ہوا ہے جو زکوۃ سے بالکل جدا ہے خرچ کے محل موقعوں میں سے ایک موقعہ جہاد کا بھی ہے کس لئے کہ جہاد میں ہتیار سواری وغیرہ ضروریات کے لئے خرچ درکار ہوتا ہے اسلئے اسی ذیل میں اللہ تعالے نے جہاد کا بھی ذکر فرمادیا جمہور علماء کے نزدیک جہاد فرض کفایہ ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ

حکم ہوا تم پر لڑائی کا اور وہ بری لگتی ہے تمکو اور شاید تمکو بری لگے ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمکو

وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

اور شاید تمکو خوش لگے ایک چیز اور وہ بری ہو تمکو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

جہاد کے حکم کی تعمیل میں جان کے جانے کے خوف کو زخمی ہو جانے کے اندیشہ کو گھر اہل و عیال چھوٹنے کی تکلیف کو خیال کر کے بعضے لوگ جہاد کے حکم کی تعمیل سے گھبراتے تھے ایسے لوگوں کی ہمت بڑھانے کو اللہ تعالے نے یہہ آیتہ نازل فرمائی اور فرمایا کہ تم لوگوں کو علم غیب نہیں ہے اسلئے دنیا کی اکثر چیزوں کی ظاہری حالت دیکھہ کر تم ان کو اچھا نہیں جانتے اللہ تعالے کے علم غیب میں انکا انجام اچھا ہوتا ہے۔ جہاد بھی اسی طرح کی چیز ہے کہ اسکا انجام اچھا ہے چنانچہ جہاد کے حکم کی تعمیل میں مسلمانوں کو یا درجہ شہادت عقبے میں ملا۔ یا دنیا میں بادشاہت ہاتھہ آئی۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

تجھ سے پوچھتے ہیں مہینے حرام کو اس میں لڑائی کرنی کو تو کہہ لڑائی اوسمیں بڑا گناہ ہے اور روکنا اللہ کی راہ سے

وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ

اور اسکو نہ ماننا اور مسجد حرام سے روکنا اور نکال دینا اوسکے لوگوں کو وہاں سے اس سے زیادہ گناہ ہے اور دین سے بچلانا

مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ

مارڈالنے سے زیادہ ہے اور وہ تو لگے ہی رہتے ہیں تمسے لڑنے کو یہانتک کہ تمکو پھیر دیں تمہارے دین سے اگر مقدور پاویں

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا

اور جو کوئی پھیرے گا تم میں اپنے دین سے پھر مر جاویگا کفر ہی پر تو ایسوں سے ضائع ہوئے عمل دنیا

وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ

اور آخرت میں اور وہ آگ والے ہیں وہ اوس میں رہ پڑے جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے

هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

ہجرت کی اور لڑے اللہ کی راہ میں وہ اُمیدوار ہیں اللہ کی مہر کے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اِس آیت کی شانِ نزول نصہ طلب ہے حاصل اس قصہ کا یہہ ہے کہ جنگ بدر سے دو مہینے پہلے آنحضرت کو معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ کے کچھہ لوگ کسیقدر کھانے پینے کا سامان بطن نخلہ کے راستہ سے مکہ کو لا رہے ہیں بطن نخلہ طائف اور مکہ کے بیچمیں ایک مقام ہے آپنے یہہ خبر سنکر حضرت عبد اللہ بن حجش صحابی کو جو آپکے چچازاد بھائی ہیں ایک خط دیکر چند صحابہ کے ہمراہ روانہ کیا اور کچھہ یہ نہیں فرمایا کہ ان کو اور ان کے ساتھیوں کو کہاں اور کس ضرورت سے بھیجا جاتا ہے۔ بلکہ عبد اللہ بن حجش سے یہ فرما دیا کہ بسم اللہ کر کے مدینہ سے سفر کرو دو منزلیں جبتک طے نہوں اُس وقت تک یہہ خط جو تمکو دیا گیا ہے اُسکو ہرگز کھولکر نہ دیکھنا۔ دو روز کے بعد اس خط کو کھول کر پڑھنا اور جو کچھہ اُسمیں لکھا ہے اُسکے موافق عمل کرنا اور اپنے ساتھ کے لوگوں کو بھی یہہ خط سنا دینا۔ مگر ان میں سے کسیکو اس خط کی تعمیل پر مجبور مت کرنا دو روز کے بعد عبد اللہ بن حجش نے جب وہ خط کھولکر پڑھا تو اوس میں بسم اللہ کے بعد یہہ لکھا تھا۔ کہ عبد اللہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بطن نخلہ پر پہونچکر قریش کے مقابلہ کا انتظار کریں اللہ چاہے تو اوس قافلے میں سے کچھہ مال ہاتھہ لگیگا اس خط کو پڑھکر عبد اللہ بن حجش نے اپنے ساتھیوں سے اس خط کا مضمون بیان کیا اور یہ بھی کہدیا کہ اس خط کے موافق میں تم میں کسیکو مجبور نہیں کرتا کہ خواہ مخواہ تم بھی بطن نخلہ تک چلو لیکن میں ضرور وہاں جاؤں گا تم میں جسکا جی چاہے مدینہ کو واپس چلے جاؤ۔ عبد اللہ بن حجش کے سب ساتھیوں نے دل سے واپسی سے انکار کیا اور بطن نخلہ عبد اللہ کے ساتھ جانے پر مستعد ہو گئے مگر جس روز عبد اللہ بطن نخلہ میں داخل ہوئے اون کے ساتھیوں میں سے دو شخص ایک سعد بن ابی وقاص دوسرے عتبہ بن غزوان عبد اللہ کے ساتھہ بطن نخلہ اس سبب سے نہ پہونچ سکے کہ ان دونوں صاحبوں کے اونٹ جنگل میں کہیں جا سکے رہے تھے یہہ دونوں صحابی اپنے اونٹوں کی تلاش میں عبد اللہ سے چھوٹ گئے عبد اللہ کے بطن نخلہ پہونچنے کے بعد قریش کا قافلہ بارادہ مکہ کے بطن نخلہ پر آیا اور مسلمانوں نے اوس قافلہ پر جسکے ساتھ چار آدمی تھے حملہ کیا اور مشرکین میں کا ایک شخص عمرو بن حضرمی مارا گیا۔ اور ایک فرار ہو گیا اور دو شخص گرفتار ہو گئے عبد اللہ ان دو قیدیوں اور مال کے اونٹوں کو لیکر مدینہ آئے مگر جس رات عبد اللہ نے قافلہ پر دھاوا کیا اسی رات رجب کا چاند ہو گیا تھا۔ اسلئے مشرکین مکہ نے بڑا غل مچایا کہ محمدؐ نے حرمت والے مہینے میں لڑائی اور لوٹ جائز کر لی اور مسلمانوں کو بھی خدشہ پیدا ہوا کہ باوجود اتنے سفر اور اتنی محنت کے لڑائی کے رجب میں آن پڑنے سے واللہ علم خدا کے نزدیک اس لڑائی کا کچھہ اجر ملیگا یا نہیں اسلئے اللہ تعالےٰ نے یہہ آیت نازل فرمائی جسکے پہلے ٹکڑے میں تو مشرکین کا یہہ جواب دیا ہے کہ تم خود حرمت والے مہینے میں کیا کیا بد ذاتیاں کر چکے ہو ذرا یاد تو کرو پھر بھلا تمہارا کیا مونہہ ہے کہ تم مسلمانوں کو حرمت رجب توڑنے کا اولاہنا دیتے ہو اور دو

جھگڑے میں مسلمانوں کو بہت تسکین دی ہے کہ جب تم نے جمادی الثانی کا مہینہ خیال کر کے رجب میں بھولے سے بامید اجر جہاد کیا ہے تو تم کو اپنے بھول کی معافی اور اپنے جہاد کی توقع اللہ سے ضرور رکھنی چاہیئے اس آیۃ کے نزول تک آنحضرت نے بھی قیدیوں کو لشکر اسلام کے حوالہ میں دینے اور مال غنیمت کی تقسیم میں تامل فرمایا تھا آیۃ کے اترنے کے بعد مال تو آپ نے تقسیم کر دیا اور دونو قیدیوں کو فدیہ دیکر چھوڑانے کی خواہش مشرکین نے پیش کی پہلے تو آپ نے فرمایا کہ سعد اور عتبہ دو آدمی صحیح وسالم جب آجاوینگے اسوقت ہم تمہارے قیدیوں کو فدیہ لیکر چھوڑیں گے اور اگر ہمنے سنا کہ تم نے موقع پاکر ہمارے دونوں آدمیوں کو شہید کر ڈالا تو ہم بھی تمہارے ان دونو قیدیوں کو مار ڈالیں گے لیکن بعد میں جب سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان اپنے اونٹوں کو لیکر مدینہ میں داخل ہوگئے تو آپ نے ان دونو قیدیوں کو فدیہ لیکر چھوڑ دیا۔ رجب ذوالقعدہ ذی الحجہ۔ محرم ان مہینوں میں دفع شر کے طور پر لڑنا جایز ہے خود لڑائی کی ابتدا اپنی طرف سے جائز نہیں ہے بعضے مفسروں کا یہ قول ہے کہ ان چار مہینوں کی لڑائی پہلے منع تھی پھر آیۃ قاتلوا المشرکین کافۃ اور اس قسم کی اور آیتوں سے یہ ممانعت منسوخ ہوگئی۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ عام حکم سے فاذا انسلخ الاشہر الحرم خاص حکم منسوخ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ زیادہ تفصیل اسکی سورہ توبہ میں آویگی۔

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ

تجھسے پوچھتے ہیں حکم شراب کا اور جوے کا تو کہہ انمیں بڑا گناہ ہے اور فائدے بھی ہیں لوگوں کو اور انکا گناہ فائدے سے

مِنْ نَّفْعِهِمَا ۗ وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۖ قُلِ الْعَفْوَ ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ

بڑا ہے اور پوچھتے ہیں تجھسے کیا خرچ کریں تو کہہ جو افزود ہو اسیطرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے

الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۗ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۖ

واسطے حکم شاید تم دھیان کرو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور پوچھتے ہیں تجھسے یتیموں کا حکم

قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ وَإِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ

تو کہہ سنوار انکا بہتر ہے اور اگر خرچ ملا رکھو تو تمہارے بھائی ہیں اور اللہ کو معلوم ہے خرابی کرنے والا اور

الْمُصْلِحِ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَأَعْنَتَكُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

سنوارنے والا اور اگر چاہتا اللہ تمپر مشکل ڈالتا اللہ زبردست ہے تدبیر والا

اس آیۃ میں تین سوال ہیں جو لوگوں نے آنحضرت سے پوچھے تھے اور اللہ تعالے نے ان تینوں کا جواب ایک ہی جگہ اس آیۃ میں نازل فرمایا ہے پہلا سوال شراب کے متعلق تھا اور شراب کی چار حالتیں زمانہ اسلام میں رہی ہیں پہلی حالت تو یہ ہے کہ جبتک آنحضرت ہجرت سے پہلے مکہ میں تھے اور اس آیۃ کے نازل ہونے سے پہلے مدینہ میں تشریف رکھتے تھے تو شراب حلال تھی چنانچہ سورہ نحل میں جہاں دودھ اور شہد کا ذکر اللہ تعالے نے بطور اپنی نعمتوں کی یاددہی کے فرمایا ہے وہاں شراب کا ذکر بھی فرمایا ہے اسلئے جنگ احد میں چند صحابہ ایسے شہید ہوئے جو شراب کے نشہ میں مخمور تھے جنکا ذکر سورہ مائدہ میں آویگا۔ اور جس زمانہ میں شراب

حلال تھی تو شراب پی کر حالت نشہ میں اکثر لوگوں میں جھگڑے اور فساد رہتے تھے یہاں تک کہ کبھی کبھی نوبت مار پیٹ کی بھی آجاتی تھی اس حالت کو دیکھہ کر حضرت عمرؓ اور معاذ بن جبلؓ اور چند انصار نے آنحضرت کے پاس آکر عرض کیا کہ حضرت شراب اور جوے کی بابت کوئی خاص فتوے درکار ہے ان دونوں چیزوں کے جاری رہنے میں سوا نقصان ہوش و حواس اور نقصان مال کے کوئی فائدہ متصور نہیں ہے اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہہ آیتہ نازل فرمائی اور فرمادیا کہ شراب اور جوئے میں فائدہ تھوڑا ہے اور خرابیاں بہت ہیں علماء مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیتہ گویا شراب کے حرام ہونے کی تمہید ہے اس حکم پر بعضے لوگوں نے تو شراب چھوڑ دی اور بعضے پیتے رہے یہہ گویا شراب کی دوسری حالت ہے اس دوسری حالت میں یہہ ہوا کہ بعضے صحابہ نے نشہ کی حالت میں قرآن شریف نماز میں غلط پڑھ دیا جسپر سورہ نساء کی وہ آیتہ نازل ہوئی جسکا حاصل یہ ہے کہ اپنے مونہہ کی کہی ہوئی بات کے سمجھنے کی ہوش و حواس جبتک نہوں تو نماز کا قصد کوئی شخص نہ کرے یہ شراب کی تیسری حالت ہے اسکا ذکر تفصیل سے سورہ نساء میں آوے گا اس آیتہ کے نزول کے بعد نماز کے اوقات ٹالکر لوگ شراب پیا کرتے تھے ایک روز عتبان بن مالک کے گھر ولیمہ کی دعوت تھی وہاں دعوت میں لوگوں نے خوب شراب پی اور ایک انصاری نے شراب کے نشہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص کا سر پھوڑ ڈالا حضرت عمر نے پھر اللہ سے دعا مانگی کہ یا اللہ شراب کی بابت کوئی صاف حکم نازل فرما اوسپر اللہ تعالےٰ نے سورۂ مائدہ کی آیتہ شراب اور جوئے کی حرمت میں نازل فرمائی اور مشرکین اپنی عبادت کے لئے بتوں کی بھینٹ میں جو جانور ذبح کیا کرتے تھے اوس آیتہ میں ان جانوروں کے گوشت اور شراب کو ایک ساتھہ ذکر فرماکر آئندہ کے لئے شراب کو قطعی حرام فرمادیا اور یہہ شراب کی چوتھی حالت ہے جسکی پوری تفصیل سورۂ مائدہ میں آویگی دوسرا سوال یہہ تھا کہ نفلی صدقہ میں کسقدر مال خرچ کیا جاسکتا ہے اوسکی نسبت اللہ تعالی نے یہہ جواب نازل فرمایا کہ آدمی کی ذات اور اہل و عیال کی خرچ سے جو بچے اوسکو آدمی نفلی صدقہ میں خرچ کرسکتا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ آنحضرت نے ایک شخص کو فتویٰ دیا کہ تیرے پاس جو کچھہ ہو پہلے اپنی ذاتی ضرورت میں اوسکو خرچ کر اور جب اس سے بچے تو اپنے اہل و عیال میں خرچ کر اور جب اس سے بچے تو نفلی صدقہ دے تیسرے سوال کی صراحت یہہ ہے کہ جب سورہ نساء میں یتیموں کے مال کی نسبت یہ سخت حکم اترا کہ جو لوگ یتیموں کا مال زبردستی اور بیجا طور پر کہا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں انگارے بہرتے ہیں تو اوسپر جن لوگوں کی پرورش میں کچھہ یتیم تھے اون لوگوں نے ڈر کر یتیموں کا کہانا بھی اپنے کہانے سے جدا کر دیا اور آنحضرت سے یتیموں کی بابت مسئلہ پوچھا کہ ہم کسطرح کا برتاؤ یتیموں کے ساتھ آخر کھانے پینے میں رکھیں اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہہ آیتہ نازل فرمائی اور فرمادیا کہ یہہ لوگ چاہے اپنا اور یتیموں کا کھانا ملاکر ایک جا پکاویں چاہے علیحدہ پکاویں اصل حکم اتنا ہی ہے کہ نیت اخیر رکہیں اور یتیموں کا مال بیجا صرف نہ کریں ❊

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ

اور نکاح میں نہ لاؤ شرک والی عورتیں جتبک ایمان نہ لاویں اور البتہ لونڈی مسلمان بہتر ہے کسی شرک والی سے اگرچہ تمکو خوش آوے

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ

اور نکاح نہ کردو شرک والوں کو جتبک ایمان نہ لاویں اور البتہ غلام مسلمان بہتر ہے کسی شرک والے سے اگرچہ تمکو خوش آوے

اُولٰۗىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ښ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ

وہ لوگ بلاتے ہیں دوزخ کیطرف اور اللہ بلاتا ہے جنت کیطرف اور بخشش کیطرف اپنے حکم سے اور بتاتا ہے

اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

اپنے حکم لوگوں کو شاید وہ چوکس ہوجاویں۔

فتح مکہ سے پہلے آنحضرت نے ایک صحابی کو جنکی کنیت ابو مرثد ہے مکہ کو اس غرض سے بہیجا تھا کہ مکہ میں جو لوگ مسلمان ہیں اونکو مخفی طور پر مدینہ میں لے آویں جب ابو مرثد مکہ کو پہونچے تو ایک عورت مشرکہ نے جسکا نام عناق تہا ابو مرثد سے نکاح کی خواہش کی ابو مرثد نے کہا کہ میں آنحضرت سے پوچھ لوں تو پہر اسکا جواب دونگا جب ابو مرثد مدینہ میں واپس آئے تو اونہوں نے آنحضرت سے عناق کی خواہش کا ذکر کیا اوسپر اللہ تعالیٰ نے یہہ آیتہ نازل فرمائی اور فرمادیا کہ مسلمان مرد کو مشرک عورت سے اوسوقت تک نکاح نہیں کرنا چاہیے جب تک وہ عورت مسلمان نہ ہوجاوے اور مشرک عورت سے مراد اس آیتہ میں بت پرست یا آتش پرست عورتیں ہیں اہل کتاب عورتیں نہیں ہیں کس لئیے کہ اہل کتاب عورتوں سے مسلمان مرد کو نکاح کرنا جائز ہے چنانچہ اسکا ذکر سورۂ مائدہ میں آوے گا۔ حضرت عمرؓ کی یہہ حکایت جو مشہور ہے کہ آپکو جب خبر ہوتی تہی کہ کسی مسلمان مرد نے اہل کتاب عورت سے شادی کرلی ہے تو فوراً اون دونوں میں تفریق کرادیتے تہے اسکا مطلب یہہ نہیں ہے کہ حضرت عمر اہل کتاب عورتوں کا نکاح حرام جانتے تہے بلکہ اوسکا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر کو یہہ خیال تہا کہ اہل کتاب عورتوں کے نکاح کے مسلمانوں میں زیادہ رواج پاجانے سے مسلمان عورتوں کی ایک طرح کی ناقدری نہ ہوجائے اس مصلحت سے حضرت عمر اہل کتاب عورت سے کسی مسلمان کا نکاح پسند نہیں فرماتے تہے چنانچہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں شقیق ابن سلمہ سے روایتہ کی ہے کہ حضرت حذیفہ صحابی نے ایک یہودیہ عورت سے نکاح کرلیا تہا حضرت عمرؓ نے اون سے ناراضی ظاہر کی اور اس عورت کے چہوڑدینے کا حکم دیا حضرت حذیفہ نے حضرت عمر سے پوچھا کہ کیا آپ اہل کتاب عورتوں سے نکاح حرام جانتے ہیں حضرت عمر نے فرمایا نہیں حرام تو نہیں جانتا مگر یہہ خیال گذرتا ہے کہ رفتہ رفتہ کہیں مسلمان عورتوں کی ناقدری نہوجاوے اور بعض مفسروں نے حضرت عمر کے اس عملدرآمد کی تائید میں یہہ جو کہا ہے کہ سورۂ مائدہ کی آیتہ اس آیتہ سے منسوخ ہے یہہ قول ضعیف ہے کیونکہ سورہ بقر پہلے نازل ہوئی اور سورۂ مائدہ بعد عبد اللہ بن رواحہ ایک صحابی ہیں اون کے گہر میں ایک حبشی لونڈی تہی ایک روز اونہوں نے غصہ میں اوس لونڈی کے ایک طمانچہ مار دیا پہر آنحضرت سے اس واقعہ کا ذکر کیا آپ نے فرمایا۔

ہی کردی اسیطرح امام مالکؒ کی طرف جو یہہ روایت منسوب کیجاتی ہے اوسکی صحت کے بہی اکثر محدثین منکر ہیں۔
اِس آیتہ میں یہ جو ارشاد ہے کہ آگے بہیجو واسطے جانوں اپنی کے اسکی تفسیر حضرت عبد اللہ بن عباس کی اوس حدیث
میں ہے جسکو امام بخاری نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے یوں روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے تہے کہ آنحضرت
نے فرمایا کہ جسوقت کوئی شخص اپنی بی بی سے مباشرت کا قصد کرے تو بسم اللہ کر کے یہہ دعا پڑہے جس دعا کا
حاصل یہہ ہے یا اللہ ہمکو شیطان سے بچا اور کوئی اولاد ہمارے نصیب میں تو نے لکہی ہے تو اوس سے
شیطان کو دور رکہہ آپنے فرمایا کہ جو کوئی اس دعا کو پڑہے گا شیطان اوسکی اولاد کو کبہی ضرر نہ پہونچائے گا
اور اِس آیتہ میں اللہ تعالےٰ نے تقوے کی وصیت اور ہدایت فرما کر پہر متقی مومنوں کو اپنی ملاقات کی بشارت جو دی
ہے اوسکا خلاصہ یہہ ہے کہ ایک آمنا سامنا تو اللہ تعالےٰ کا اور عام خلایق کا قیامت کے دن ہوگا اسمیں
تو مسلمان منافق کافر سب شریک ہیں اور ایک دیدار اللہ تعالےٰ کا۔ اگرچہ خاص مسلمانوں کو جنت میں داخل
ہونے کے بعد ہوگا۔ لیکن وہ عالم برزخ اور حشر اور حساب و کتاب و دخول جنت کے بعد ہے۔ ہاں محض
ایمان و تقوے کے سبب سے روح کے جسم سے علیحدہ ہوتی ہے۔ خاص مسلمانوں کو فوری طور پر ایک ملاقات
جو اللہ تعالےٰ کی نصیب ہوگی وہ سب ملاقاتوں سے پہلے اور جلد ہونیکے سبب سے زیادہ بشارت کے قابل ہے
اِس ملاقات کی کیفیت ابوداؤد و ابن ماجہ مسند امام احمد بن حنبل اور صحیح ابن حبان میں جو بالتفصیل مذکور ہے خلاصہ
اوسکا یہہ ہے کہ متقی مسلمان شخص کا جب قبض روح کا وقت آتا ہے تو چند فرشتے جنت کی خوشبو کا بسا ہوا ایک
ریشمی کپڑا آسمان سے لاکر جتنی دور تک آدمی کی نگاہ کام دے سکتی ہے اوسقدر فاصلہ سے بیٹہے رہتے
ہیں اور حضرت عزرائیل اوس شخص قریب المرگ کے سرہانے آنکر نہایت سہولت سے قبض روح فرماتے ہیں
اور فوراً وہ فرشتے جو دور بیٹہے تہے اوٹہ کر پاس آنکر حضرت عزرائیل سے وہ روح لیکر اوس خوشبودار کپڑے
میں رکہہ آسمان پر لیجاتے ہیں اور ہر آسمان کے فرشتے اپنی حد تک اوس روح کو پہونچاتے جاتے ہیں۔
اور جسطرح دنیا میں بڑی عزت سے اوس شخص کا نام لیا جاتا تہا اوسطرح اسکا نام لیکر آپسمیں ذکر کرتے ہیں کہ یہ
فلاں شخص کا بیٹا ہے اس روح سے اور اور مسلمانوں کی ارواحوں سے آسمانوں پر ملاقات بہی ہوتی ہے وہ
ارواحیں اِس روح سے دنیا کے کچہ حالات بہی پوچہتے ہیں اور پہر آپسمیں کہتے ہیں چلو ابہی اسکو جانے دو
ابہی تو اسکو دنیا کا غم والم کا صدمہ باقی ہے غرض رفتہ رفتہ اسیطرح روح کو اللہ تعالےٰ کی پیشگاہ میں وہ فرشتے
لیجاتے ہیں اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میرے اِس بندہ کی روح کو علیین کی روحوں میں لکہہ لو۔ اور بالفعل
منکر نکیر کے جواب کے لئے وہ روح پہر مردہ کے جسم میں پہیر دی جاتی ہے۔ منافق اور کافر کی روح اسیطرح
آسمان پر جاتی ہے اوسکے لئے آسمان کے دروازے نہیں کہلتے ہیں۔ بلکہ اوس کے زمین پر پہینکنے کا حکم
ہوجاتا ہے کہ سجین میں اِس روح کو لکہہ لو یہہ حدیث صحیح ہے چنانچہ منذری نے اِس حدیث کے صحیح
ہونے کی تصدیق کی ہے علیین ساتویں آسمان پر وہ مقام ہے جہاں مسلمانوں کے نامہ اعمال ہیں۔

سجین ساتویں زمین کے نیچے وہ مقام ہے جہاں کافر اور منافقوں کے نامہ اعمال ہیں۔

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ

اور نہ ٹھہراؤ اللہ کو ہتھ کھنڈا اپنی قسمیں کھانے کا کہ سلوک نہ کرو اور پرہیزگاری اور صلح درمیان لوگوں کے اور اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ

سنتا ہے جانتا نہیں پکڑتا تمکو اللہ تمہاری ناکاری قسموں پر لیکن پکڑتا ہے اس کام پر جو کرتے ہیں

قُلُوْبُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ

دل تمہارے اور اللہ بخشتا ہے تحمل والا

علمار مفسرین نے اس آیتہ کی شان نزول دو تبلائے ہیں ایک تو یہہ کہ عبداللہ بن رواحہ صحابی اور ان کے داماد بشیر بن نعمان میں کچھ تکرار ہوگئی تہی اوسپر عبداللہ بن رواحہ نے قسم کھالی تہی کہ وہ اپنے داماد سے بات چیت نہ کریگے اور نہ اسکی صورت دیکھیں گے اور نہ اسکے کسی نیک و بد میں شریک ہونگے اوسپر یہہ آیتہ نازل ہوئی۔ دوسرے یہہ کہ لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ پر جو بہتان باندھا تھا اوس بہتان میں مسطح ایک صحابی بہی عبداللہ بن ابی منافق کے صلاح کار تہے ان مسطح کے باپ مسطح کی چھوٹی عمر میں مر گئے تہے اور مسطح کی ماں اور حضرت ابو بکر صدیق میں قرابت تہی اسوجہ سے چھوٹی عمر سے مسطح کو حضرت ابو بکر صدیق نے پالا تہا۔ اب جو حضرت ابو بکر صدیق نے سنا کہ عبداللہ بن ابی نے جو حضرت عائشہ صدیقہ کی نسبت بہتان اوٹہایا ہے اسمیں یہ مسطح بہی شریک ہے تو غصہ میں آکر حضرت ابو بکر صدیق نے مسطح کا جو کچھ مقرر کر رکہا تہا وہ موقوف کر دیا اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہہ آیتہ نازل فرمائی عبداللہ بن ابی منافق نے جو بہتان حضرت عائشہ پر باندھا تہا اوسکی پوری تفصیل تو سورہ نور میں آوے گی لیکن خلاصہ اس قصہ کا یہ ہے کہ ۶ سنہ ہجری میں جب آنحضرت بنی مصطلق کی لڑائی سے فارغ ہو کر مدینہ تشریف لا رہے تہے تو راستہ میں ایک روز پچھلی رات سے حضرت عائشہ حاجت کو جنگل میں تشریف لے گئیں ابہی یہہ واپس نہیں آئی تہیں کہ اتنے میں قافلہ کے کوچ کا وقت آگیا اور قافلہ والوں نے اوس خالی کجاوہ کو جسمیں حضرت عائشہ سوار ہوا کرتی تہیں یہہ خیال کر کے کہ حضرت عائشہ اوسمیں ہیں وہ کجاوہ اونٹ پر لاد دیا اور قافلہ چل نکلا وہاں جنگل میں حضرت عائشہ کے گلے کا پوتہوں کا ہار گر گیا تھا اس کے ڈھونڈنے میں ان کو ذرا دیر ہوگئی جب ہار کو ڈھونڈھکر یہہ وہاں تشریف لائیں جہاں قافلہ اوترا تہا تو قافلہ روانہ ہوکر بہت دور نکل چکا تہا آخر یہہ پریشان ہو کر وہیں جنگل میں لیٹ گئیں اور ان کی آنکھہ لگ گئی اتنے میں صبح ہوگئی صبح ان کے کان میں اناللہ کے پڑہنے کی آواز آئی۔ آنکھہ کھولکر دیکھا تو صفوان بن معطل صحابی ہیں ان کو دیکھکر حضرت عائشہ نے اپنا مونہہ ڈہانک لیا یہہ صفوان قافلہ کے پیچھے رہ گئے تہے جب یہہ اس مقام پر پہونچے جہاں قافلہ اوترا ہوا تہا تو اونہوں نے تن تنہا ایک شخص کو سوتے ہوئے دیکھا پردہ کی آیتہ کے نازل ہونے سے پہلے صفوان نے حضرت عائشہ کو دیکھا تھا اسلئے انکو پہچان لیا اور سمجھہ گئے کہ قافلہ سے بچھڑ کر یہہ یہاں رہ گئیں ہیں

اون کے جاگ اوٹھنے کی غرض سے صفوان نے انا للہ پڑہی تہی جب یہہ جاگ اوٹہیں تو صفوان نے اپنا اونٹ
بٹھایا اور حضرت عائشہ اوسپر سوار ہوئیں اور صفوان اونٹ کے ساتہہ ہوئے اور قافلہ کے پیچھے یہہ دونوں بہی مدینہ میں
داخل ہوگئے اوسپر عبداللہ بن ابی اور اور چند لوگوں نے ملکران دونوںپر بدفعلی کا بہتان اوٹھایا جسکی برأت
اللہ تعالے نے سورہ نور میں نازل فرمائی ہے۔ حاصل معنے اس آیۃ کے یہہ ہیں کہ کسی کام سے رُکنے کے لئے
اللہ کی قسم کہاکر بالبعد میں اگر آدمی دیکھے کہ قسم پر قایم رہنے کی صورت میں دینی یا دنیوی کوئی زیادہ فائدہ کی
بات ہے تو ایسی حالت میں ضرور اس فائدہ کی بات کو کرلینا چاہیئے اور قسم کا کفارہ دیدینا چاہیئے قسم کے
کفارہ کا ذکر آگے سورہ مائدہ میں آوے گا کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلادینا ہے یا کپڑا پہنا دینا یا ایک بردہ آزاد
کرنا یا تین روزے رکہنا صحیحین میں حضرت ابوموسے اشعری سے روایۃ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اگر اللہ نے
چاہا تو میری ہر ایک قسم ایسی ہے کہ قسم کھانے کے بعد کوئی چیز اگر میں اوس چیز سے بہتر دیکھہ پاؤں جس چیز کی
میں نے قسم کھائی تو فوراً میں اپنی قسم کا کفارہ دے دوں اور اوس بہتر کام کو ضرور کرلوں سوا اس حدیث
کے اور بہی صحیح حدیثیں اس باب میں اور بہی ہیں ابوداؤد کی صحیح روایتوں میں یہہ بہی ہے کہ قطع رحم۔ یا
اور کسی گناہ کے کام کرنے پر اگر آدمی قسم کہا بیٹھے تو اسطرح کے کام کو چھوڑ دینا ہے قسم کا کفارہ ہے جدا کفارہ
کی ضرورت نہیں ہے تکیہ کلام کے طور پر جو آدمی کے موںہہ سے واللہ باللہ نکل جاتا ہے یا ایک بات کو ایک
طرح گمان کرکے آدمی قسم کھالیوے اور حقیقت میں وہ بات اوسطرح سے نہو وہ قسم میں داخل نہیں نہ اسکا کفارہ
ہے نہ اوسپر کچھہ مواخذہ ہے اوسیکو یمین لغو کہتے ہیں اور اسیکا ذکر اس آیۃ میں ہے کہ یمین لغو پر کچھہ مواخذہ
نہیں ہے اور نہ وہ قسم ہے مواخذہ کے قابل وہی قسم ہے جو دل کے قصد سے ہو یہہ بہی یاد رکہنے کی بات ہے
کہ قسم یا اللہ کے نام کی ہوتی ہے۔ مثلاً جیسے اللہ کی قسم یا اللہ کی صفات کی ہوتی ہے مثلاً جیسے اللہ کی جاہ و جلال
کی قسم سوا اللہ کی ذات اور صفات کے اور چیزوں کی قسم کھانا جیسے لوگوں میں رواج ہے کہ فلاں کے سر کی
قسم یا فلاں کی جان کی قسم یہہ بالکل منع ہے صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایۃ ہے کہ ایک سفر میں
آنحضرت اور حضرت عمر اور عبداللہ بن عمر سب ساتہہ تہے حضرت عمر نے کسی بات پر اپنے باپ کی قسم کہائی آنحضرت
نے فوراً اُن کو روکا اور فرمایا کہ اللہ تعالے نے تم لوگوں کو اس سے منع کیا ہو کہ سوائے اللہ کے اور کسی چیز کی
قسم کہاؤ اسلئے جو کوئی قسم کھاوے تو اللہ کی کہاوے نہیں تو چپکا رہے قسم کہانے کی آدمی کی دو حالتیں ہیں یا
آیندہ کی کسی بات پر قسم ہوتی ہے کہ آیندہ اتنے مدت کے بعد ایسا ہوگا۔ یا کسی گذری ہوئی بات پر قسم ہوتی ہے
کہ کسی آدمی کو کوئی گذشتہ بات معلوم ہو اور پہر وہ لالچ یا رعایت کے سبب جان بوجھکر
اصلی حالت کو چھپا کر قسم کھا جاوے تو یہہ کبیرہ گناہ ہے اور ایسی کو یمین غموس یعنے گناہ میں ڈوبی ہوئی قسم کہتے ہیں

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ

جو لوگ قسم کہا بیٹھے ہیں اپنی عورتوں سے اُن کو فرصت ہے چار مہینے کی پہر اگر مل گئے تو اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝
بخشنے والا مہربان ہے اور اگر ٹہرایا طلاق دینا تو اللہ سنتا ہے جانتا ہے۔

اسلام سے پہلے عرب میں یہہ دستور تہا کہ جو شخص اپنی بی بی سے کسی بات پر خفا ہو جاتا تھا تو کوئی برس دو برس کے لئے اور کوئی ہمیشہ کے لیئے اوس عورت کے پاس آنے کی اوس سے بات چیت کرنے کی قسم کھا لیا کرتا تھا مطلب اس سے عورتوں کو ستانا اور اونکو تنگ کرنا ہوتا تہا کہ عورت دوسرے سے نکاح بھی نہ کر سکے اور یہاں بھی خاوند کی صحبت کو ترستی رہے اللہ تعالے نے اسلام کے بعد اوس طریقہ کو بند فرمانے کے لیے یہہ آیتہ نازل فرمائی اب چار مہینہ کی مدت سے بڑھکر یہہ قسم جسکو ایلا کہتے ہیں جائز نہیں ہے۔ اگر کسی نے زیادہ مدت کی قسم کھائی بھی تو قاضی چار مہینے کے بعد یا ملاپ کرا دیگا یا طلاق دلا دے گا۔ اب رہا علماء کا یہہ اختلاف کہ چار مہینے گذرنے کے ساتھ ہی بغیر خاوند کے طلاق دینے کے خود بخود اوس عورت کو کسی قسم کی طلاق پڑ جاتی ہے یا نہیں اسکی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے اگر کوئی شخص چار مہینے کی مدت سے کم کی قسم کہائے تو وہ قسم اپنی مدت مقررہ پر ہو جاوے گی جسطرح آنحضرت نے ایکدفعہ ایک مہینے کے لیئے ازواج مطہرات کے پاس آنے کی قسم کہائی تہی جسکی روایت حضرت انس سے بخاری میں اور مسلم میں جابر سے ہے ✦

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ
اور طلاق والی عورتیں انتظار کرائیں اپنے تئیں تین حیض تک اور اونکو حلال نہیں کہ چہپا رکہیں جو پیدا کیا اللہ نے
فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ
اون کے پیٹ میں اگر ایمان رکہتے ہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر اور اُن کے خاوندوں کو پہنچتا ہے پہیر لینا اونکا
فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَ
اتنی دیر میں اگر چاہیں صلح کرنا اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا اُنپر حق ہے موافق دستور کے
لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝
اور مردوں کو اُنپر درجہ ہے اور اللہ زبردست ہے تدبیر والا

ع ۲۷ / ۱۲

ابو داؤد اور تفسیر ابن ابی حاتم میں اسماء بنت یزید بن سکن سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ جبتک اوس کے خاوند نے اوسکو طلاق دی اوسوقت تک طلاق شدہ عورت کے لیئے کوئی عدت کی مقرر نہ تہی۔ خاص اُس کی طلاق کے وقت یہہ آیتہ نازل ہوئی ہے اور اس آیتہ میں فقط ان عورتوں کی عدت کا ذکر ہے جنسے نکاح کے بعد مباشرت ہوئی ہو اور جنکی عمر ایسی چھوٹی نہو کہ حیض نہ آتا ہو اور نہ ایسی بڑی عمر ہو کہ حیض بند ہو گیا ہو اور نہ حاملہ ہو کس لیئے کہ بلا مباشرت کے عورت اور چھوٹی عمر والی اور بڑی عمر والی اور حاملہ ان سب کی عدت کا حکم علیحدہ علیحدہ آگے آویگا قرء کے معنی طہر اور حیض دونوں کے ہیں اسیواسطے علماء کا اسمیں اختلاف ہے کہ آیتہ میں کونسے معنے مراد ہیں جنہوں نے طہر کے معنے لئے ہیں وہ بھی چند وجوہات پیش کرتے ہیں۔ اور جنہوں نے حیض کے معنے لیئے ہیں وہ بھی چند وجوہات پیش کرتے ہیں۔

جنکی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے مگر جن علماء نے حیض کے معنے آیتہ میں لیئے ہیں انکی بڑی وجہ ابوداؤد اور نسائی کی وہ حدیث ہے جو فاطمہ بنت ابی حبیش سے مروی ہے کہ آپ نے اوس حدیث میں حیض کے معنے میں قرء کا لفظ استعمال فرمایا ہے اس سند میں منذر بن مغیرہ راوی مجہول ہے ہاں ابن حبان نے اوس کو ثقہ لوگوں میں رکھا ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ

طلاق ہے دو بار تک پھر رکھنا موافق دستور کے یا رخصت کرنا نیکی سے

ترمذی اور مستدرک حاکم میں حضرت عائشہ سے اور نسائی اور تفسیر ابن جریر و ابن ابی حاتم و عبد بن حمید و ابن مردویہ میں اور صحابہ سے روایت ہے کہ اس آیتہ کے نازل ہونے سے پہلے طلاق کی کوئی حد اور گنتی نہیں تھی جسقدر طلاقیں مرد اپنی عورت کو دے عدت کی مدت کے اندر پھر رجوع کر سکتا تھا بلکہ لوگوں نے عورتوں کی ایذادہی کی ایک یہہ عادت پکڑ رکھی تھی کہ بے گنتی طلاقیں دیتے تھے اور عدت کے اندر پھر رجوع کر لیتے تھے اوس طریقہ کے بند کرنے کے لیے اللہ تعالے نے یہہ آیتہ نازل فرمائی جس سے اب یہہ حکم شرعی ٹھہر گیا کہ تین طلاق کے بعد کوئی حق رجوع کرنے کا مرد کو باقی نہیں رہا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ

تمکو روا نہیں کہ لیلو کچھہ اپنا دیا ہوا عورتوں کو مگر کہ وہ دونوں ڈریں کہ ٹھیک نہ رکھیں قاعدے اللہ کے

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ

پھر اگر تم لوگ ڈرو کہ وہ ٹھیک رکھیں گے قاعدے اللہ کے تو نہیں گناہ دونوں پر جو بدلا دیکر چھوٹے عورت یہہ دستور

حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

باندھے ہیں اللہ کے سو ان سے آگے مت بڑھو اور جو کوئی بڑھ چلے اللہ کے قاعدوں سے سو وہی لوگ ہیں گنہگار

اس آیتہ میں دو حکم ہیں شروع آیتہ میں تو بغیر مرضی عورت کے مرد کو اوس مال کے کہانے اور تصرف میں لانے کی ممانعت ہے جو مال مہر کے طور پر یا عطیہ کے طور پر ایک دفعہ مرد عورت کو دیچکا ہے اور عورت اوس مال کی مالک بن چکی ہے اور آخر آیتہ میں عورت کے خلع کا حکم ہے ان دو حکموں کی ایک ہی جگہ ایک آیتہ میں ہونے کے سبب سے حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں اس آیتہ کے دو شان نزول لکھے ہیں چنانچہ ابوداؤد میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت سے پہلے حکم کو بطور شان نزول کے بیان کرکے دوسری روایتہ میں حضرت عائشہ سے دوسری شان نزول میں حبیبہ بنت سہل زوجہ ثابت بن قیس کے خلع کو ذکر کیا ہے اسیطرح تفسیر ابن جریر میں بھی دونوں شان نزول کو ذکر کیا ہے۔ میاں اور بی بی میں ناموافقت ہو کر کچھہ مال عورت خاوند کو دیکر مفارقت کر لے تو اسکو خلع کہتے ہیں بکر بن عبداللہ تابعی سے تفسیر ابن جریر میں اس خلع کی آیتہ کا سورہ نساء کی آیتہ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا سے

منسوخ ہونے کی جو روایت ہے اسکو اکثر علماء نے ایک قول ضعیف ٹھیرایا ہے کس واسطے کہ اول تو بغیر ثبوت نقلی کے محض اجتہاد و رائے سے کسی آیۃ کو منسوخ نہیں کہا جا سکتا۔ دوسرے جبتک دو حکموں میں باہمی مخالفت نہو ایک حکم کو ناسخ اور دوسرے کو منسوخ نہیں کہہ سکتے اِن دونو آیتوں میں باہم کچھہ مخالفت نہیں ہے سورہ بقر کی اِس آیۃ میں خلع کا حکم یہہ ہے کہ عورت کیطرف سے ناموافقت کی ابتدا ہو اور مرد کی مرضی عورت کو چھوڑنے کی نہ ہو اور عورت اپنی خوشی سے مرد کی مفارقت حاصل کرنے کے لیئے کچھہ مال کا لالچ دے تو مرد کو یہہ مال لینا جائز ہے اور سورہ نساء کی آیت کا حکم یہہ ہے کہ مرد کی طرف سے ناموافقت پیدا ہو کر مرد ایک عورت کو طلاق دینا اور دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہے اور جس عورت کو طلاق دینا چاہتا ہے اوسکو مجبور کرے کہ مہر میں سے وہ عورت اس مرد کو کچھہ دیکر جاوے تو نکاح اور قرار داد مہر کے وقت عہد و پیمان جو عورت کیطرف سے ٹھرا تہا یہہ مجبوری اوسکے صریح مخالف ہے یہہ مطالبہ مرد کو ناجائز ہے ٭

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ

پہر اگر اوسکو طلاق دی تو اب حلال نہیں اوسکو وہ عورت اوسکے بعد جبتک نکاح نہ کرے کسی خاوند سے اوسکے سوائے پہر اگر وہ شخص

عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا

اوسکو طلاق دے تب گناہ نہیں ان دونو پر کہ پہر مل جاویں اگر خیال کریں کہ ٹھیک رکہیں گے قاعدے اللہ کے اور یہہ دستور باندہے ہیں اللہ کے

لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝

بیان کرتا ہے واسطے جاننے والوں کے ۔

تفسیر ابراہیم بن المنذر میں ابو لبسطام مقاتل بن حیان سے روایت ہے کہ رفاعہ بن وہب ایک شخص نے آنحضرتؐ کے زمانہ میں اپنی بی بی عائشہ بنت عبد الرحمن بن عتیک کو تین دفعہ طلاق دیدی اوراس نے عبد الرحمن بن زبیر سے دوسرا نکاح کرلیا ایک روز اس عورت عائشہ نے آنحضرتؐ سے آنکر عرض کیا کہ عبد الرحمن نے مجھکو بغیر مباشرت کے طلاق دیدی ہے۔ کیا اب میں رفاعہ سے پہر نکاح کر سکتی ہوں آپنے فرمایا کہ جبتک عبد الرحمن تجہہ سے مباشرت نکرلیوے رفاعہ کے پاس تو نہیں جا سکتی۔ اوسپر اللہ تعالے نے یہہ آیۃ نازل فرمائی اور یہہ اصل حدیث بغیر ذکر شان نزول آیۃ کے صحاح کی سب کتابوں میں ہے صرف ابو داؤد میں رفاعہ کا نام نہیں ہے غرض یہہ حدیث حضرت عائشہ کی روایت سے صحیح ہے اور یہی حدیث آیت کی تفسیر ہے اور اس شان نزول کی پوری موید ہے جسکو ابن منذر نے روایۃ کیا ہے خاص حلالہ کی نیت سے جو کوئی نکاح کرے ایسے آدمی پر حضرت عبد اللہ بن مسعود کی صحیح حدیث میں آپنے لعنت فرمائی ہے اسلئے حاصل معنے آیۃ کے یہہ ہیں کہ تین طلاق کے بعد اگر وہ عورت دوسرا نکاح کرے اور اوس میں دوسرے خاوند کی نیت محض حلالہ کی نہو اور فقط خلوت نہیں بلکہ مباشرت بہی یہہ دوسرا خاوند کر چکے اور اتفاق سے یہہ دوسرا خاوند بہی طلاق دیدیوے تو اسحالت میں پہلا خاوند اپنے گذرا وقات حسن سلوکی سے خیال کرے تو اس عورت سے پہر نکاح کر سکتا ہے

حسن معاشرت کی تاکید کے لئے پہلے شوہر کے حق میں ان یقیما حدود اللہ اسلئے فرمایا کہ پہلے ایک دفعہ میاں بی بی میں جھگڑا ہو کر طلاق ہو چکی ہے اب ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ

اور جب طلاق دی تمنے عورتوں کو پھر پہنچیں اپنی عدت تک تو رکھ لو اونکو دستور سے یا رخصت کرو دستور سے

وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ط

اور مت بند کرو ان کے ستانیکو تا زیادتی کرو اور جو کوئی یہ کام کرے۔ اوس نے برا کیا اپنا۔

اس آیۃ میں بھی دو حکم ہیں ایک تو یہ کہ دو طلاقوں کے بعد عدت کے اندر جو کوئی طلاق سے رجوع کرکے اوس عورت کو اپنے پاس پھر رکھنا چاہیئے تو حسن معاشرت سے اوسکو رکھے تا پھر ناموافقت اور طلاق کی نوبت نہ پہونچے دوسرے یہہ کہ عدت نزدیک پہونچنے کے وقت خاص عورت کے ستانے کی غرض سے طلاق نہ دیوے جسطرح عدت کی مدت بڑھانے کے لیئے مثلاً ثابت بن یسار اور اور لوگوں نے گھڑی گھڑی طلاق دینا اور عدت کے اندر رجوع کرنا شروع کیا تھا جسکو اللہ تعالےٰ نے اس آیۃ میں روکا ہے۔ ان دو حکموں کے سبب سے ان دونوں شان نزول کو ابو جعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ

اور مت ٹھیراؤ حکم اللہ کے ہنسی اور یاد کرو احسان اللہ کا جو تمپر ہے اور وہ جو اوتاری تمپر

مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

کتاب اور کام کی باتیں کہ تم کو سمجھاوے اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ سب چیز جانتا ہے

تفسیر ابن منذر میں عبادہ بن صامت سے روایۃ ہے کہ لوگ طلاق وعتاق کا پہلے اقرار کرکے پھر کہدیتے تھے کہ ہم نے تو ہنسی سے کہا تھا اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہہ آیت نازل فرمائی اور جتلا دیا کہ اللہ تعالےٰ کی تمپر یہہ نعمت ہے کہ رسول وقت تم میں موجود ہیں طرح طرح کے احکام اوترتے ہیں اگر تم اُن احکام کو جو آیات الٰہی میں ہیں ٹھٹھا ٹھہراؤ گے تو یہہ یاد رکھو کہ اللہ کو سب کچھ معلوم ہے یا تو وہ اپنے علم کے سبب سے یہاں دنیا میں تمہارے عتاب کا ایسا کوئی حکم نازل فرماویگا کہ اس ہنسی کے بدلے تمکو بہت شرمندگی اوٹھانی پڑے گی یا عاقبت میں اس ہنسی کا مواخذہ ہو جاوے گا ابو داؤد ابن ماجہ مستدرک حاکم میں حضرت ابو ہریرہ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ نکاح طلاق اور طلاق رجعی سے عدت میں رجوع کرنا ان تین چیزوں میں ہنسی کا کچھ دخل نہیں ہے۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کیا ہے۔

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ

اور جب طلاق دی تمنے عورتوں کو پھر پہنچ چکیں اپنی عدت تک تو اب نہ روکو اونکو کہ نکاح کریں۔ اپنے خاوندوں سے۔

اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
جب راضی ہو جاویں آپس میں موافق دستور کے یہ نصیحت ملتی ہے اوسکو جو کوئی تم میں یقین رکھتا ہے اللہ پر اور پچھلے

الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ
دن پر اسمیں سنوار زیادہ ہے تمکو اور ستہرائی اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

بخاری ابوداؤد وابن ماجہ اور ترمذی میں معقل بن یسار سے روایت ہے کہ اونہوں نے اپنی بہن کا ایک شخص سے نکاح کر دیا کچھ دنوں تو وہ میاں بی بی اچھی طرح سے ساتھ رہے پھر وہ کہتے ہیں کہ اوس شخص نے میری بہن کو طلاق دیدی اور عدت کے اندر اوس نے رجوع بھی نہیں کیا جب عدت گذر چکی تو کئی جگہ سے اور بھی اس کے نکاح کا پیام آیا اور اس میرے بہنوئی نے بھی پھر پیام نکاح کا بھیجا میں نے اوس اپنے بہنوئی کو برا بھلا کہا اور یہہ قسم کھالی کہ اب میں دوبارہ اس سے اپنی بہن کا نکاح ہرگز نہ کرونگا۔ اوسپر اللہ تعالے نے یہہ آیتہ نازل فرمائی۔ بعضے مفسروں نے یہہ جو کہا ہے کہ جابر بن عبد اللہ انصاری کے چچا کی بیٹی بہن کے حق میں یہہ آیتہ نازل ہوئی ہے شاید انکا مطلب یہہ ہے کہ اس معاملہ پر بھی اس آیتہ کا مضمون صادق آتا ہے ورنہ پہلے شان نزول کی روایت بہت صحیح ہے ترمذی نے اس حدیث کی صحت کی ہے۔ آیتہ میں عورت کے رشتہ داروں کو اس بات سے روکا گیا ہے کہ طلاق کی عدت گزر جانے کے بعد وہ عورت کو پہلے خاوند سے نکاح کرنے سے منع کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ عورت اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی جو عورت اپنا نکاح کر لیوے اوسکو آپ نے بدکار فرمایا ہے اس باب میں چند روایتیں ہیں جسکے سبب سے ایک روایتہ سے دوسرے کو تقویت ہو جاتی ہے ✤

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَ
اور لڑکے والیاں دودہ پلاویں اپنے لڑکوں کو دو برس پورے جو کوئی چاہے کہ پوری کرے دودہ کی مدت اور

عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ
لڑکے والی پر کہانا اور پہننا اونکا موافق دستور کے تکلیف نہیں کسی شخص کو مگر اوسکی گنجائش ہے

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ
نہ ضرر چاہے ماں اپنی اولاد کا اور نہ لڑکے والا اپنی اولاد کا اور وارث پر بھی یہی ذمہ ہے

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ
پھر اگر دونوں چاہیں دودہ چھڑانا آپس کی رضا سے اور مشورت سے تو اونکو گناہ نہیں اور اگر تم لوگ چاہو

اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ
کہ دودہ پلوالو اپنی اولاد کو تو تمپر نہیں گناہ جب حوالے کر دیا جو تمنے دینا ٹہیرایا تہا موافق دستور کے

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○
اور ڈرو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے

بعد ذکر نکاح و طلاق کے اللہ تعالےٰ نے یہہ بچے کے دودھ پلانے کا ذکر اسلئے فرمایا ہے کہ کبھی عورت مطلقہ بائنہ اس حالت میں ہوجاتی ہے کہ اوسکی گود میں دودھ پیتا بچہ بھی ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں فرمایا کہ وہ عورت مطلقہ بچہ کو دو برس تک دودھ پلاوے اور بچے کا باپ موافق اپنی حیثیت اور مقدور کے بچہ کی ماں مطلقہ کو روٹی کپڑا دیوے اور اگر اس مدت میں بچے کے باپ کا انتقال ہوجاوے تو بچے کے وارث دودھ پلانے والی ماں کی روٹی کپڑے کی دودھ پلانے کی مدت تک ذمہ وار رہیں گے پھر یہہ فرمایا آپس کی طلاق کی رنجش کے سبب سے نہ ماں دودھ کی مدت کے اندر بچہ کو زبردستی باپ پر ڈالکر چلی جاوے نہ باپ زبردستی دودھ کی مدت کے اندر بچہ کو ماں سے چھین لینے کا قصد کرے ہاں ماں باپ دونوں کی مشورہ سے دو برس کے اندر اگر بچہ کے دودھ چھوڑانے کی صلاح ٹھہر جاوے تو اس صورت میں دودھ چھوٹ جانے کے بعد دو برس کے اندر بھی بچہ ماں سے علیحدہ کیا جاسکتا ہے اسیطرح ماں باپ دونوں کی صلاح سے کسی انا کا دودھ بچہ کو پلایا جاوے تو جایز ہے مگر جتنے دن ماں نے دودھ پلایا ہے اوسکا حق پورا اسکو دیدیا جاوے آخر کو فرمایا اللہ سے ڈرو اور اللہ کے حکموں کی پوری تعمیل کرو کیونکہ اللہ تعالےٰ تمہارے کاموں کو دیکھہ رہا ہے اور ایک دن اس کے موافق جزا و سزا دینے والا ہے۔ دودھ پلانے کے مسئلہ کی زیادہ تفصیل آیتہ وامہاتکم التی ارضعنکم کی تفسیر میں آوے گی۔ دو برس کے بعد دودھ پلانے کا کوئی حکم باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ ترمذی میں حضرت ام سلمہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ دودھ کی مدت کے بعد دودھ پلانے سے کوئی چیز حرام نہیں ہوتی ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے ❖

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ

اور جو لوگ مرجاویں تم میں اور چھوڑ جاویں عورتیں وہ انتظار کرا ئیں اپنے تئیں چار

اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْۤ

مہینے اور دس دن پھر جب پہنچ چکیں اپنی عدت کو تو تم پر نہیں گناہ جو کریں وہ اپنے حق میں

اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

کریں موافق دستور کے اور اللہ کو تمہارے کام کی خبر ہے

نکاح طلاق اور دودھ پلانے کے مسئلوں کے بعد پھر شوہر کی وفات اور اوسکی عدت کا ذکر ہے کہ جس عورت کا شوہر مرجاوے اسکی عدت چار مہینے دس دن کی ہے صحیحین وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہہ ہے کہ کسی ایماندار عورت کو جائز نہیں ہے کہ سوائے اپنے شوہر کے کسی رشتہ دار کے مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے ہاں شوہر کی وفات پر عورت کو چار مہینے دس رات کا سوگ کرنا چاہیے۔ سوگ یہ ہے کہ عدت کے دنوں میں عورت اچھے کپڑے زیور نہ پہنے خوشبو کی چیز کا استعمال نہ کرے غرض سب بناؤ سنگار عدت کے دنوں میں چھوڑ دیوے یہہ عدت اس صورت میں ہے جبکہ شوہر کی وفات کے بعد عورت حاملہ نہو ورنہ حاملہ عورت کی عدت کا حکم سورہ طلاق کی آیتہ واولات الاحمال اجلہن ان یضعن حملہن میں آویگا

کہ اوسکی عدت بچہ کا پیدا ہوجانا ہے خواہ چار مہینے دس رات کے اندر ہو یا اس سے بھی زیادہ عرصہ میں ہو حضرت
عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ حاملہ عورت اگر بچہ کے پیدا ہوجانے سے چار مہینے دس رات کے اندر فارغ ہوجاوے
تو اوسکو چار مہینے دس رات کی عدت پوری کرنی چاہیئے اور اگر بچہ سے اس مدت کے بعد فارغ ہو تو بچہ کے پیدا
ہونے تک اوسکی عدت ہوگی سبیعہ اسلمیہ کے قصہ کی حدیث جو صحیحین وغیرہ میں ہے وہ اس قول کے مخالف
ہے حاصل مطلب اوس حدیث کا یہہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فتوا دیا ہے کہ شوہر کی وفات کے بعد خواہ کسی
قدر مدت میں بچہ پیدا ہوجاوے حاملہ عورت کی وہی مدت عدت کی ہے ابن عبدالبر نے جو روایۃ نقل کی
ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے اپنے اس قول سے رجوع اختیار کیا ہے
عبداللہ بن عباس کے معتبر اصحاب نے سبیعہ کی حدیث کے موافق جو فتوے دیے ہیں اون سے ابن عبدالبر
کی روایۃ کی پوری تائید ہوتی ہے صحیحین وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہہ
ہے کہ حمل رہنے کی تاریخ سے چار مہینے میں بچہ پیٹ میں پھرنے لگتا ہے اور حمل کا حال بخوبی معلوم ہوجاتا
ہے۔ اسواسطے احتیاط کے طور پر دس روز اور بڑھاکر چار مہینے دس رات کی عدت اس آیۃ میں اللہ تعالے
نے شوہر کی وفات کی قرار دی ہے تاکہ حمل کا حال بخوبی معلوم ہوجاوے۔ اس آیۃ سے برس دن کی عدت
کی آیت جو آگے آتی ہے وہ منسوخ ہے جس سے یہہ کہا جاسکتا ہے کہ یہہ آیۃ تلاوت میں مقدم اور نزول
میں اوس آیۃ سے موخر ہے یہہ دس دن اسلیئے بڑھائے گئے ہیں کہ کوئی مہینہ اونتیس دن کا ہوتا ہے
کوئی تیس کا اس عدت کے بعد عورت بناؤ سنگار کرے یا دوسرا نکاح کرے تو اوس کی اجازت اللہ کی
طرف سے اس آیۃ میں ہے ؛

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ
اور گناہ نہیں تمپر جو پردے میں کہو پیغام نکاح کا عورت کو یا چھپا رکھو اپنے دلمیں
عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا
معلوم ہے اللہ کو کہ تم البتہ انکا ذکر کروگے لیکن وعدہ نہ کر رکھو ان سے چھپ کر مگر یہی کہ کہدو
قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ وَاعْلَمُوْٓا
ایک بات جکا رواج ہے اور نہ باندھو گرہ نکاح کی جب تک پہنچ چکے حکم اللہ کا اپنی مدت کو اور جان رکھو
اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ
کہ اللہ کو معلوم ہے جو تمہارے دل میں ہے سو اوس سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ بخشتا ہے تحمل والا

جبتک عورت سوائے طلاق رجعی کے اورکسی طرح کی طلاق یا خاوند کی وفات کی عدت میں ہو تو جائز نہیں
ہے کہ کوئی شخص اس مدت کے اندر خفیہ طور پر اوس عورت سے نکاح کرے یا صاف لفظوں میں نکاح کا پیغام دیوے
ہاں اشارہ کنایہ کے طور پر کچھ کہہ دیوے تو مضائقہ نہیں ہے مثلاً یوں کہدیوے کہ کوئی نیک عورت ملجاوے

منزل

تو میرا بھی ارادہ نکاح کرنے کا ہے ہاں مطلقہ رجعیہ کی عدت میں یہہ اشارہ کنایہ کی بات بھی غیر مرد کو جائز نہیں ہے اگر عدت کے اندر کسی نے نکاح کر لیا تو دونوں میں تفریق کرادی جاوے اور اگر نکاح کے بعد مباشرت بھی ہو گئی ہے تو حضرت عمرؓ سے ایک روایة ہے کہ وہ عورت اوس مرد پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔ لیکن اوسکی سند ضعیف ہے اور یہ بھی روایة ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے اس قول سے رجوع کیا ہے خلوت میں اختلاف ہے کہ وہ قایم مقام مباشرت کے ہے یا نہیں ہے ✤

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً

گناہ نہیں تمپر　اگر　طلاق دو تم　عورتوں کو جبتک یہ　کہ اُن کو ہاتھہ لگایا ہو یا مقرر کیا ہو اُنکا کچھ حق

وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ

اور اونکو خرچ دو　وسعت والے پر اُسکے موافق ہے اور تنگی والے پر اُسکے موافق جو خرچ دستور سے

حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ۝ وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ

لازم ہے　نیکی والوں پر　اور اگر طلاق دو　اُن کو ہاتھہ　لگانے سے پہلے

وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ

اور ٹھیرا چکے ہو　اُنکا حق　تو لازم ہوا آدہا جو کچھ ٹھیرایا تھا　مگر یہ کہ درگذر کریں عورتیں　یا

يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا

درگذر کرے　جسکے ہاتھہ　گرہ ہے نکاح کی　اور　درگذر کرو تم تو قریب ہے پرہیزگاری سے　اور نہ

تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

بھلادو　بڑائی　رکھنی آپس میں　تحقیق　اللہ　جو کرتے ہو سو دیکھتا ہے

نکاح ہو کر مباشرت کی نوبت نہ آوے اور طلاق دیدی جاوے تو بموجب اس آیة کے یہہ طلاق جائز ہے اور اس طلاق کی صورت میں نکاح کے وقت مہر نہ قرار پایا ہو تو اپنے مقدور کے موافق کچھہ دیگر عورت کو خوش کر دینا چاہیئے جو بہر حال کپڑوں کے ایک جوڑے سے کم نہو اور زیادہ کی کوئی حد نہیں اور اگر مہر قرار پایا ہو تو نصف مہر دینا چاہیئے یہہ اور بات ہے کہ عورت اپنا حق چھوڑ دیوے۔ یا مرد حسن سلوک کے طور پر پورا مہر دے دیوے صحیح قول آیة کی تفسیر میں یہی ہے کہ الذی بیدہ عقدة النکاح سے مراد شوہر ہے کہ وہی مختار نکاح کے قایم رکھنے اور نہ رکھنے کا ہے یہی قول بہت صحابہ اور تابعین کا ہے اور امام ابو حنیفہ رح کا مذہب بھی یہی ہے دوسرا قول یہہ ہے کہ الذی بیدہ عقدة النکاح سے مراد عورت کا متولی ہے دلیل ہر ایک قول کی بڑی تفسیروں میں ہے ✤

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ ق

خبردار رہو　نمازوں سے　اور بیچ والی نماز سے

مسند امام احمد بن حنبل ابو داؤد و بیہقی تاریخ بخاری اور تفسیر ابن جریر میں حضرت زید بن ثابت سے روایتہ ہے کہ آنحضرت ظہر کی نماز ٹھیک دوپہر کو پڑھا کرتے تھے اوس وقت بعضے لوگ تو قیلولہ میں رہجاتے تھے اور بعضے اور کاموں میں لگے رہتے تھے غرض دھوپ کے سبب سے تھوڑے سے آدمی نماز میں آتے تھے اسلیے کبھی ایک صف آپکے پیچھے مقتدیوں کی ہوتی تھی انتہا درجہ کبھی دو صفیں ہوتی تھیں اس لیے نماز کو بروقت ادا ہونے کی تاکید میں اللہ تعالی نے یہہ آیتہ نازل فرمائی صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایتہ ہے جسکا ایک ٹکڑا یہہ ہے کہ نماز کا وقت پر پڑھنا سب عملوں سے بہتر ہے اس حدیث کا یہہ ٹکڑا آیتہ کے اس ٹکڑے کی تفسیر ہے بیچ والی نماز میں اگرچہ پہلے صحابہ کا اختلاف تھا کہ وہ کونسی نماز ہے مگر خندق کی لڑائی میں جب آپ کی عصر کی نماز فوت ہو گئی اور آپنے اس صراحت کے ساتھ کافروں کو بددعا دی کہ خدا ان کے گھروں اور قبروں میں انگارے بھرے کہ انہوں نے ہماری بیچ کی نماز کھوا دی یہہ حدیث چند طریقوں سے بخاری مسلم وغیرہ میں ہے غرض اس صراحت کے بعد صحابہ بالاتفاق عصر کی نماز کو صلوۃ الوسطے جاننے لگے چنانچہ حضرت علی سے بعضے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت صلوۃ الوسطے کونسی نماز ہے تو آپنے فرمایا جسطرح اب تم لوگ اختلاف میں پڑے ہو ہم بھی اسیطرح اختلاف میں تھے لیکن جب سے خندق والے دن آنحضرت نے صراحت فرمادی ہم میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہا۔ یہہ قول حضرت علی کا زیادات مسند امام احمد میں اور اور کتابوں میں چند طریقوں سے روایت کیا گیا ہے ❖

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝

اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے

زید بن ارقم سے صحاح ستہ میں روایتہ ہے کہ نماز میں لوگ باتیں کیا کرتے تھے اس کے موقوف کرنے کے لئے اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی بعضے علماء مفسرین کو اس شان نزول میں بڑا تردد پڑ گیا ہے وجہ تردد کی یہ ہے کہ صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کی یہ حدیث ہے کہ اکثر آنحضرت مکہ میں نماز پڑھا کرتے تھے اور میں آپسے سلام علیک کیا کرتا تھا لیکن جب میں حبشہ سے واپس آیا اور آپسے سلام علیک کی تو آپنے جواب نہیں دیا اور نماز کے بعد فرمایا کہ نماز میں جب آدمی مشغول ہو تو بات نہیں کیجا سکتی وہ حدیث یہ چاہتی ہے کہ نماز میں بات چیت کا کرنا ہجرت مدینہ سے پہلے حرام ہو چکا تھا کیونکہ عبد اللہ بن مسعود ہجرت مدینہ سے تین برس پہلے کے ہیں حبشہ سے واپس آن کر آنحضرت سے ملے تھے اور زید بن ارقم کی حدیث یہ چاہتی ہے کہ مدینہ منورہ میں نماز میں کلام حرام ہوا ہے کیونکہ یہ آیتہ بالاتفاق مدنی ہے اور زید بن ارقم خود مدنی ہیں۔ اگرچہ ابن حبان نے کئی جواب اس تردد کے دیئے ہیں مگر وہ ضعف سے خالی نہیں ہیں صحیح جواب وہی ہے جو خطابی نے دیا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود ایک دفعہ حبشہ سے آنکر پھر حبشہ کو چلے گئے تھے پھر بدر کی لڑائی کے وقت مدینے

واپس آئے اور متفق علیہ حدیث میں انکی اوسی واپسی کا ذکر ہے اوسوقت یہ آیۃ مدینہ میں نازل ہو چکی تھی۔ اسلئے عبداللہ بن مسعود اور زید بن ارقم کی روایۃ میں کوئی اختلاف نہیں ہے قنوت کے کئے معنے ہیں مگر اس آیت میں اُس کے معنے چُپکے رہنے کے ہیں ؛

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ
پھر اگر تم کو ڈر ہو تو پیادہ پڑھو یا سوار پھر جسوقت چین پاؤ تو یاد کرو اللہ کو جیسا تم کو سکھایا ہے جو تم نہ

تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝
جانتے تھے

اوپر کی آیت میں محافظت نماز کا ذکر جو آیا اُس سے یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ دشمن کے خوف اور مقابلے کے وقت بھی شاید ہی محافظت اوقات اور ارکان کی نماز میں قایم رہوے گی اوس خیال کے رفع کرنے کے لئے آخر آیتہ میں یہ صلوٰۃ الخوف کا ذکر اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اِس صلوٰۃ الخوف کا ذکر تفصیل سے تو سورہ نسا میں آویگا یہاں اسقدر بیان کر دینا کافی ہے کہ صلوٰۃ الخوف کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہہ ہے کہ نماز میں قصر کیا جا کر مقتدی لوگ دو حصے ہو جاویں ایک حصہ تو دشمن کے مقابلہ میں کھڑا رہے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے پھر امام اتنی دیر چپکا کھڑا رہے جتنے دیر میں یہ لوگ اپنی باقی کی ایک رکعت پڑھکر دشمن کے مقابلہ میں جا کر مستعد ہو جاویں اب وہ دوسرا حصہ مقتدیوں کا آنکر ایک رکعت امام کے ساتھ اور ایک علیحدہ پڑھکر اپنی نماز پوری کر لیوے یہ صورت اوسوقت کی ہے کہ ابھی دشمن سے ہتھیار نہیں چلا صرف آمنے سامنے دونو فوجیں پڑی ہیں دوسری صورت یہ ہے کہ سوار پیدل جسطرح ہوسکے قبلہ کیطرف موںہہ رہے یا نہ رہے اشاروں سے نماز ادا کر لی جاوے یہ لڑائی چھڑ جانے کے بعد کی صورت ہے اور اس صورت کا یہاں ذکر ہے ؛

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا
اور جو لوگ تم میں مر جاویں اور چھوڑ جاویں عورتیں وصیت کر دیں اپنی عورتوں کیواسطے خرچ دینا ایک

اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ
برس تک نہ نکال دینا پھر اگر وہ نکل جاویں تو گناہ نہیں تمپر جو کچھ کریں اپنے حق میں

مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى
دستور کی بات اور اللہ زبردست ہے حکمت والا اور طلاق والیوں کو خرچ دینا ہے موافق دستور کے لازم ہے

الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝
پرہیز والوں کو اس طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے اپنی آیتیں شاید تم عقل رکھو

ابتدا اسلام میں بیوہ عورت کے لیئے یہ برس دن کی عدت کا حکم تھا چار مہینے دس دن کی عدت کے حکم کی آیۃ سے جو پیچھے گذر چکی اب یہ برس دن کی عدت کا حکم منسوخ ہے اور حقا علی المتقین اوس آیۃ سے متعلق

منزل ۱

جنمیں نکاح کے بعد بغیر مباشرت کے ایسی عورت کو طلاق دینے کا ذکر تھا جنکا مہر نہ ٹھہرا ہو اوس آیۃ میں حقاً علے المحسنین کا لفظ جب نازل ہوا تو بعضے لوگوں نے یہہ کہا تھا اگر ہم کو ایسی عورتوں پر احسان کرنا ہوگا تو ہم کچھ دیویںگے نہیں تو نہیں اوسپر یہ ٹکڑا آیۃ کا نازل فرما کر فرمایا کہ جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں اون کو ایسی عورتوں کو ضرور کچھ دینا چاہیئے ٭

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ
تونے نہ دیکھے وہ لوگ جو نکلے اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے پھر کہا

اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
اُن کو اللہ نے مرجاؤ پیچھے اُن کو جلادیا بیشک اللہ تو فضل رکھتاہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ

لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝
شکر نہیں کرتے اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ اللہ سنتا ہے جانتا ہے

جہاد کے حکم کے نازل ہونے کے بعد جان کے خوف سے کچھ لوگ جہاد میں جانے سے پہلوتہی کرتے تھے اوسپر اللہ تعالے نے یہ آیتیں نازل فرماکر جہاد کی تاکید فرمائی اور اس تاکید سے پہلے ایک قصہ فرمایا جسکا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں کے ایک بستی کے آٹھ ہزار کے قریب آدمی وبا سے ڈر کر اپنی بستی چھوڑ بھاگے اور بستی کو چھوڑ کر جہاں گئے تھے وہاں اللہ کے حکم سے ایکدم میں سب مر گئے اور پھر ایک نبی کی دعا سے اللہ تعالے نے اون کو پھر زندہ کیا۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ موت جب آنے والی ہوتی ہے تو وہ ہر حال میں آتی ہے موت سے ڈر کر بستی کا چھوڑنا جسطرح اس قصہ کے لوگوں کے کچھ کام نہیں آیا۔ اسیطرح موت کا وقت جب آجاوے گا۔ تو جہاد کی پہلوتہی اوسکو روک نہیں سکتی اس لیئے اسوقت موت سے ڈرنا اور جہاد سے پہلوتہی کرنا بے فائدہ ہے ٭

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ
کون شخص ہے ایسا کہ قرض دے اللہ کو اچھا قرض کہ وہ اسکو دونا کردے کتنے

وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝
اور اللہ تنگی کرتاہے اور کشایش اور اسی پاس اُلٹے جاؤگے۔

معتبر سند سے صحیح ابن حبان اور تفسیر ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ میں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایۃ ہے کہ جب سورہ بقر کی وہ آیۃ اوتری جسمیں اللہ تعالے نے خیرات کے ایک دانہ کی سات بالیں اور ہر بال میں سو دانہ کی پیدایش کی مثال فرمائی ہے تو آنحضرت صلعم نے اللہ سے دعا مانگی کہ یا اللہ میری امت کے اجر اور ثواب کی تعداد میں کچھ اور زیادتی فرما اوسپر اللہ تعالیٰ نے یہہ آیۃ نازل فرمائی کہ جہاد میں صرف کرنے کے لئے جو کوئی اللہ کو قرض دیوے گا اللہ تعالے اوس کے اجر میں

منزل

بے شمار افزائش کرے گا پھر فرمایا کہ طرح طرح کے اجر کی کمی بیشی اللہ کے اختیار میں ہے اور ایکدن اس اجر کا ظہور ضرور ہوگا کیونکہ تم سب کو ایک اللہ کے سامنے جانا ہے مفسرین نے کہا ہے کہ جب اللہ تعالے نے یہ فرمایا ہے کہ ہم ایک ایک کے بہت بہت سے دو گنے کر دینگے تو ظاہر ہے کہ جس چیز کو اللہ بہت فرماوے اوسکے لئے لاکھوں کی گنتی بھی تھوڑی ہے ❊

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰىۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ

تو نے نہ دیکھی ایک جماعت بنی اسرائیل میں موسے کے بعد جب کہا اپنے نبی کو کھڑا کر دے ہمکو

لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ

ایک بادشاہ کہ ہم لڑائی کریں اللہ کی راہ میں وہ بولا کہ یہی توقع ہے تم سے کہ اگر حکم ہو تمکو لڑائی کا

اَلَّا تُقَاتِلُوْاؕ قَالُوْا وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ

تب نہ لڑو بولے ہمکو کیا ہوا کہ ہم نہ لڑیں اللہ کی راہ میں اور ہمکو نکال دیا ہے ہمارے

دِیَارِنَا وَاَبْنَآىِٕنَاؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْؕ وَاللّٰهُ

گھر سے اور بیٹوں سے پھر جب حکم ہوا اُن کو لڑائی کا پھر گئے مگر تھوڑے اُنمیں اور اللہ کو

عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ۝

معلوم ہیں گنہگار

حضرت موسے کے بعد جتنک بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور توراۃ کے موافق عمل پر مستعد اور قایم رہے اوسوقت تک جس دشمن سے انکا مقابلہ ہوا ہمیشہ اونکو فتح ہوتی رہی پھر جب بنی اسرائیل میں طرح طرح کی نافرمانیاں پھیل گئیں تو وہ فتح یابی اور اقبال مندی ان میں بالکل باقی نہیں رہی۔ وہ قوم عمالقہ جسکو مغلوب کرکے اونہوں نے ملک شام میں اپنا عمل دخل کیا تھا اوس ملک میں کے اکثر شہر قوم عمالقہ میں کے بادشاہ جالوت نے ان سے چھین لیئے وہ فتح مندی کا صندوق جسکا نام تابوت سکینہ تھا ان کے قبضہ سے نکل کر دشمن کے ہاتھ لگ گیا سبط لاوی جسمیں انبیاء پیدا ہوتے تھے اوسمیں سوائے ایک حاملہ عورت کے اور کوئی باقی نہیں رہا۔ جب بڑی آرزو اور تمنا کے بعد حضرت شمویل پیدا ہو کر نبوت کو پہونچ گئے تو بنی اسرائیل نے دشمن سے لڑنے اور لڑائی کے انتظام کے لئے اون سے ایک شخص کو بادشاہ بنا دینے کی خواہش ظاہر کی بنی اسرائیل کے بددین ہوجانے کے سبب سے حضرت شمویل کو بنی اسرائیل کے قول و فعل کا اعتبار نہ تھا اسواسطے حضرت شمویل نے بنی اسرائیل کی خواہش کا یہ جواب دیا کہ اگر تمہاری خواہش کیموافق اللہ تعالےٰ نے تم میں کوئی بادشاہ قایم کر دیا اور تم نے بدعہدی کرکے اللہ کے دین کی حمایت میں دشمن سے جہاد نہ کیا تو پھر کیا ہوگا بنی اسرائیل نے اسکے جواب میں کہا کہ ہم کیونکر بدعہدی کر سکتے ہیں جبکہ دشمن کے ہاتھ سے ہم پر یہ آفت آچکی ہے کہ ہمارے اکثر شہر چھن گئے اہل و عیال کے

منزل ۱

دشمن کی قید میں چلے جانے سے ہم اپنے اہل وعیال سے جدا ہو گئے اب آخر آیتہ میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا
کہ جب انہیں بادشاہ بھی قایم ہوا اور اُس بادشاہ کے ساتھ اُن کو دشمن سے لڑنے کا حکم بھی ہوا تو ایک نہر کے
پانی پینے کی آزمایش میں ہزارہا آدمیوں نے انہیں سے بدعہدی کی اور طالوت بادشاہ کی اطاعت چھوڑدی
اور صاف کہنے لگے کہ ہم میں جالوت اور اُسکے لشکر سے لڑنے کی بالکل تاب وطاقت نہیں ہے غرض ایک
بڑے لشکر میں سے فقط تین سو تیرہ آدمی اپنے عہد پر قایم رہے. باقی سب نے بدعہدی کی پھر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ
کو ایسے گنہ گاروں کا حال خوب معلوم ہے ایک دن یہ اپنے کیے کی سزا پاویں گے +

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ
اور کہا اُن کو اُن کے نبی نے اللہ نے کھڑا کردیا تمکو طالوت بادشاہ بولے کہاں ہوگی اُس کو

الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ قَالَ
سلطنت ہمارے اوپر اور ہمارا حق زیادہ ہے سلطنت میں اُس سے اور اُس کو نہیں ملی کشایش مال کی کہا

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ
اللہ نے اُسکو پسند کیا تمپے اور زیادہ کشایش دی عقل میں اور بدن میں اور اللہ

يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ
دیتا ہے اپنی سلطنت جسکو چاہے اور اللہ کشایش والا ہے سب جانتا

بنی اسرائیل کی بادشاہی سبط یہودا میں چلی آتی تھی طالوت اوس خاندان میں کا نہیں تھا ایک فوجی آدمی سبط بن
یامین کا تھا اور کچھ مالدار بھی نہ تھا اسلیئے جب حضرت شمویل نے بادشاہی کے لیئے طالوت کا نام لیا تو بنی اسرائیل
نے اوسپر اعتراض کیا اور اپنے آپ کو ہر ایک خاندان کے لوگوں نے بادشاہی کا مستحق تبلایا کس لیئے کہ طالوت
بن یامین کے خاندان میں سے تھا اور یہہ خاندان بنی اسرائیل کے سب خاندانوں میں گھٹیا کہلاتا تھا. حضرت
شمویل نے اُن کے اعتراض کا جواب دیا کہ بادشاہی کے لیئے طالوت کا انتخاب میں نے اپنی طرف سے نہیں
کیا بلکہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے یہ انتخاب ہوا ہے اسلیئے کہ طالوت بہ نسبت تم لوگوں کے عقل اور قدوقامت
میں بڑھکر ہے نبی نے یہ اس سبب سے کہا کہ فوجی آدمی ہونے کے باعث سے طالوت جنگ آزمودہ تھا جس
سے لڑائی کے انتظام کی عقل وتدبیر اُسکی بڑھی ہوئی تھی اور اللہ تعالےٰ نے قدوقامت کا ایک پیمانہ
اپنے نبی کو بتلایا تھا جو طالوت کے قد کی برابر نکلا آخر کو اللہ کے نبی نے قطع حجت کے لیئے یہ بھی فرمادیا
کہ بادشاہی اللہ کے ملک کی ایک حکومت اللہ کی طرف سے ہے وہ جسکو چاہے دیوے. اس میں بحث
کی گنجایش نہیں ہے +

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَن يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ
اور کہا اُن کو اُن کے نبی نے نشان اُسکی سلطنت کا یہ کہ آوے تمکو صندوق جس میں ہے دلجمعی تمہاری رب کی طرف سے

منزل

وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً
اور کچھہ بچی چیزیں جو چھوڑ گئے موسے اور ہارون کی اولاد اُٹھا لاویں اُسکو فرشتے اسمیں نشانی پوری ہے

لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ
تمکو اگر یقین رکھتے ہو

بنی اسرائیل میں ایک صندوق موروثی طور پر چلا آتا تھا جسمیں حضرت موسے اور ہارون کے وقت کی چیزیں تبرک کی تھیں لڑائی کے وقت اوس صندوق کو سب لشکر کے آگے لے چلنے سے تمام لشکر میں ایک طرح کی دلجمعی اور اوس دلجمعی کے سبب سے ایک ہمت اور جرأت پیدا ہو جاتی تھی جس سے لشکری لوگ دل کھولکر دشمن سے لڑتے تھے اور فتحیاب ہوتے تھے اسیواسطے اس صندوق کا نام تابوت سکینہ رکھا گیا تھا سکینہ کے معنے دلجمعی اور اطمینان کے ہیں بنی اسرائیل کے اعمال کی شامت سے تابوت سکینہ اُن کے قبضہ سے نکلکر دشمن کے قبضہ میں چلا گیا تھا حضرت شمویل نے بنی اسرائیل کو یہ جو سمجھایا تھا کہ طالوت کی بادشاہت خدا کی طرف سے ہے اوسکی علامت اونہوں نے یہہ بتلائی کہ تابوت سکینہ بغیر لڑائی کے خود بخود طالوت کے پاس آجاوے گا۔ اگر تم اللہ پر پورا ایمان رکھتے ہو تو تابوت کے آجانے کے بعد تمکو پورا یقین آجاوے گا کہ طالوت کی بادشاہت خدا کی طرف سے ہے تابوت سکینہ کے طالوت کے پاس آجانے کا قصہ جو مفسرین نے لکھا ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ قوم عمالقہ کی جس بستی میں تابوت سکینہ رکھا ہوا تھا اوس بستی میں سخت وبا پھیل گئی جس سے بستی کے لوگ گھبرا گئے اوس بستی میں بنی اسرائیل میں کی ایک لڑکی قید تھی اوس نے بستی کے لوگوں سے کہا کہ جتبک یہ صندوق اِس بستی میں رہے گا وبا ہرگز جانے والی نہیں ہے اُن لوگوں نے ایک گاڑی پر اوس صندوق کو لادکر اوس گاڑی کو بستی کے باہر کر دیا اللہ کے حکم سے فرشتوں نے اُس گاڑی کو ہانک کر طالوت کے گھر کے سامنے لاکر کھڑا کر دیا صحیح مسلم میں براء بن عازب سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے سورہ کہف پڑھی اوسکی آواز سے ایک بادل نے اوسکو ڈھانک لیا جس سے اوس شخص کا ایک گھوڑا جو وہاں بندھا ہوا تھا وہ ڈر گیا جب اُس شخص نے اِس قصہ کا ذکر آنحضرت صلعم سے کیا تو آپ نے فرمایا وہ سکینہ ہے اِس حدیث سے فقط یہ معلوم ہوا کہ جس چیز کا نام آنحضرت صلعم نے سکینہ فرمایا وہ ایک بادل تھا اب اس حدیث کے ساتھ وہ حدیثیں ملائی جاویں جنمیں یہہ ذکر ہے کہ ذکر الٰہی کی مجلس میں فرشتے آتے ہیں اور مجلس کو ڈھانک لیتے ہیں تو حاصل یہ ہوتا ہے کہ اُس بادل میں فرشتے تھے جنکو دیکھہ کر وہ گھوڑا ڈر گیا کیونکہ خالی بادل سے گھوڑے کے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور اون فرشتوں کو ہی آپنے سکینہ فرمایا ہے اسیطرح تابوت کے تبرکات کے ساتھ جو فرشتے ہوا کرتے تھے اونکو سکینہ کہا گیا ہے اونہی فرشتوں کی برکت سے لشکر میں ایک دلی اطمینان پھیل جاتا تھا سو اس تفسیر کے سکینہ کی تفسیر میں اور اقوال اہل کتاب کی روایات سے لیئے گئے ہیں جو

منزل ۱

اعتبار کے قابل نہیں ہیں ✤

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَ

پہر جب باہر ہوا طالوت فوجیں لیکر کہا اللہ تمکو آزماتا ہے ایک نہر سے پہر جسنے پانی پیا اسکا وہ میرا نہیں اور

مَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَلَمَّا

جسنے اسکو نہ چکھا وہ ہے میرا مگر جو کوئی بہر لے ایک چلو اپنے ہاتھ سے پہر پی گئے اسکا پانی مگر تہوڑے انمیں پہر جب

جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ

پار ہوا وہ اور ایمان والے ساتھ اسکے کہنے لگے قوت نہیں ہمکو آج جالوت کی اور اسکے لشکروں کی بولے جنکو

يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُوا اللّٰهِ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ

خیال تہا کہ انکو ملنا ہے اللہ سے بہت جگہ جماعت تہوڑی غالب ہوئی ہے جماعت بہت پر اللہ کے حکم سے اور اللہ

مَعَ الصَّابِرِينَ ۝

ساتھ ہے ٹہرنیوالوں کے

جب تابوت سکینہ طالوت کے پاس آگیا تو بنی اسرائیل کو طالوت کی بادشاہت کا پورا یقین ہوگیا کہ اوسکی بادشاہت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے سب نے اوسکی اطاعت اور فرمانبرداری قبول کرلی اور تابوت سکینہ کے واپس آجانے کے سبب یہہ بہی ان سب کو یقین ہوگیا کہ اب اس تابوت کی برکت سے ضرور ہمکو دشمن پر فتح ہوگی۔ اسواسطے جسوقت طالوت نے لڑائی پر جانے کا قصد کیا تو اسی ہزار آدمی کے قریب کا لشکر اوس کے ساتھ ہوا ایک منزل میں پانی نہیں ملا گرمی کا موسم تہا پانی کے نہ ملنے سے لشکر میں بڑی پریشانی پہیل گئی دوسری منزل میں ایک نہر ملی اور نہر کے اوس پار دشمن کی فوج مقابلہ کو تیار تہی طالوت نے یہہ سمجہکر کہ ایک دن کی پیاس کے بعد اگر یہہ لوگ خوب پیٹ بہر کر پانی پی جاویں گے تو بالکل کاہل ہوجاویں گے لشکر میں یہ حکم دے دیا کہ یہہ نہر گویا اللہ کیطرف سے تمہارے حق میں ایک آزمائش ہے اسواسطے لشکر میں کا جو شخص پیٹ بہر کر پانی پیئے وہ میرے ساتھ نہر کے اوس پار نہ چلے۔ کیونکہ وہ لڑنے کے کام کا نہیں ہے۔ ہاں جو شخص چلو دو چلو پانی سے اپنی پیاس بجہا لیوے وہ میرے کام کا ہے ایسا شخص میرے ساتھ چلے پیاس کی شدت میں طالوت کے اس حکم کی تعمیل لوگوں پر ایسی شاق گزری کہ اتنے بڑے لشکر میں صرف تین سو تیرہ آدمیوں نے اس حکم کی تعمیل کی اور باقی کے لوگوں نے خوب پیٹ بہر کر پانی پیا اور پست ہمت ہوکر نہر کے اس پار رہ گئے جو لوگ نہر کے اوس پار گئے تہے اونہوں نے اپنی فوج کو قلیل اور دشمن کی فوج کو کثیر دیکہہ کر جب یہہ بات کہی کہ ہم میں اتنے بڑے لشکر کے مقابلہ کی طاقت نظر نہیں آتی تو طالوت اور لشکر کے اہل علم لوگوں نے سب کی ہمت بندہانے کو کہا کہ خبردار استقامت سے کام لو کہ اللہ ایسے لوگوں کے ساتھ ہے اور اوسکی مدد سے اکثر ایسا ہوا ہے کہ تہوڑی سی جماعت نے بڑے بڑے لشکروں پر فتح پائی ہے ✤

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا

اور جب سامنے ہوئے جالوت کے اور اسکی فوجوں کے بولے اے رب ہمارے ڈالدے ہم میں قلبی مضبوطی اور ٹھہرا ہمارے پاؤں

وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَ

اور مدد کر ہماری اس کافر قوم پر پھر شکست دی انکو اللہ کے حکم سے اور مارا داؤد نے جالوت کو اور

آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ

دی اسکو اللہ نے سلطنت اور تدبیر سکھایا اسکو جو چاہا۔ اور اگر دفع نہ کرواوے اللہ لوگوں کو ایک کو ایک سے

لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا

تو خراب ہوجاوے ملک لیکن اللہ فضل رکھتا ہے جہان کے لوگوں پر یہ آیتیں اللہ کی ہیں ہم تجھکو

عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝

سناتے ہیں تحقیق اور تو بیشک رسولوں میں ہے۔

جب جالوت کے ایک بہت بڑے لشکر سے طالوت اور اصحاب طالوت کا مقابلہ ہوا اوسوقت طالوت کے لشکر کے ایماندار لوگوں نے اللہ تعالےٰ سے بہہ صبر اور استقامت کی دعا مانگی اور اللہ تعالےٰ نے اونکی دعا قبول کی اور دشمن کے لشکر پر اون کو فتح دی اور داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا اور پھر حضرت شمویل کے انتقال کے بعد نبوت اور طالوت کے انتقال کے بعد بادشاہت سب کچھہ حضرت داؤد علیہ السلام کے خاندان میں آگیا۔ اِس کے بعد آیت میں ایک عادت الٰہی کا ذکر ہے کہ اللہ تعالےٰ بعضے سرکشوں کی سرکشی اپنے بعضے بندوں کے ذریعہ سے ہمیشہ اسطرح رفع کرتا رہتا ہے جس طرح جالوت کی سرکشی جو بڑا جابر مشہور تھا طالوت کے ذریعہ سے رفع کی گئی۔ اور آخر کو پورے قصے کے بعد اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی کہ بغیر اہل کتاب کی مدد کے تم جو اون کے انبیاء اور اونکی کتابوں کے صحیح قصے بیان کرتے ہو یہ بات تمہارے نبی صاحب وحی ہونے کی پوری دلیل ہے۔ جسکو اہل کتاب بھی اپنے دل میں خوب سمجھتے ہیں اور ظاہر ہیں جو وہ لوگ تمہاری نبوت کا انکار کرتے ہیں یہ محض اون کی ہٹ دھرمی ہے ❊

پارہ سیقول تمام شد

تلبیس ابلیس مع ترجمہ اردو تجنیس تدلیس

اسکے مصنف علامہ جمال الدین عبدالرحمن بن علی جو ابن جوزی کے نام سے مشہور ہیں آپکو تاریخی دربار میں شہرت کی اعلیٰ کرسی حاصل ہے چنانچہ طبقات ابن رجب جیسی مستند تواریخ میں آپ کے حالات پندرہ ورقوں میں قبضہ کیے ہوئے ہیں ان میں سے چند فقرے نقل کیے جاتے ہیں آپ چھٹی صدی میں گزرے ہیں۔ ابو مظفر کہتے ہیں کہ آپ کے وعظ میں دس ہزار آدمی حاضر ہوتے تھے اور بسا اوقات آپکے وعظ میں ایک ایک لاکھ آدمی حاضر ہوتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں آپکی قبولیت اور ہیبت پڑی ہوئی تھی اور آپ دنیا میں زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے اور دنیا سے کم تعلق رکھتے تھے اور ہفتہ وار قرآن شریف ختم کرتے تھے اور گھر سے صرف وعظ اور جمعہ کے لیے نکلتے تھے اور کبھی کسی سے ہنسی مذاق نہیں کیا۔ اور نہ مشکوک کھانا کھایا اور مرتے دم تک اسیطرح زندگی بسر کی۔ ابن قطیعی کہتے ہیں کہ لوگوں نے آپکے وعظ سے بہت فائدہ اٹھایا۔ بعض مرتبہ ایک مجلس میں سو سو آدمی اور اس سے بھی زیادہ گناہ سے توبہ کرتے تھے اور سال میں ایک دو روز جامع منصور میں بیٹھتے تھے تو اشتہارات تقسیم ہوتے تھے اور ایک ایک لاکھ آدمی جمع ہو جاتے تھے۔ ابن قادسی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ شیخ رات کو نماز پڑھا کرتے تھے اور دن کو اکثر روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور کام بھی کرتے تھے۔ رات کی ظلمت میں بزرگوں سے ملتے تھے اور ذکر الٰہی سے کبھی نہ تھکتے۔ حافظ ذہبی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ آپکی بہت سی تصنیفات مختلف علوم میں ہیں جیسے تفسیر۔ فقہ۔ حدیث۔ وعظ۔ دقائق۔ تواریخ۔ وغیرہ حدیث اور علوم حدیث کی معرفت اور صحیح ضعیف حدیث کی واقفیت آپ پر ختم ہوگئی اور عماد کاتب اور ابن خلکان اور حموی اور ابن نجار اور ابو شامہ وغیرہ معتبر مورخین نے اپنی تواریخوں میں آپکے بڑے بڑے اوصاف لکھے ہیں انتہیٰ۔ اور اگر آپ اس کتاب کی مفصل کیفیت معلوم کرنا چاہتے ہیں تو یہ بات محال ہے بغیر کتاب دیکھے معلوم نہیں ہوسکتی مگر اتنا یاد رکھیے کہ کتاب کی مجموعی صورت اور زمانہ کی ضرورت پر غور کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک ماہر طبیب بیٹھا ہوا ہے اور زمانہ کی نبض اُسکے ہاتھ میں ہے۔ اور اہل زمانہ کی تمام عملی بیماریاں اُسنے تشخیص کرلی ہیں اور ہر ایک بیمار کے لیئے نہایت فراست کے ساتھ نسخہ لکھ رہا ہے مصنف نے اس کتاب میں تیرہ باب مقرر کیے ہیں۔ جن میں یہ باتیں بیان کی ہیں۔

(۱) سنت اور جماعت کو اختیار کرنیکی تاکید	(۵) عقائد اور اعمال کے متعلق شیطانی فریب	(۹) زاہدوں کے متعلق شیطانی فریب۔	(۱۳) بڑی بڑی امیدوں کے متعلق شیطانی فریب
(۲) بدعت اور بدعتیوں کی مذمت۔	(۶) علماء کے متعلق شیطانی فریب۔	(۱۰) صوفیہ کے متعلق شیطانی فریب	یہ تو صرف وہ سرخیاں ہیں جو مصنف نے قائم کی ہیں انکے علاوہ ہر تفصیل میں جس جس مذہب کا جس بسط کیساتھ رد کیا ہے اور جس تفصیل سے بیان میں مصنف نے ایسی دل کی کھال کھینچی ہے کہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے
(۳) شیطانی مکر و فریب سے ڈرانا	(۷) سلاطین اور والیان ملک کے متعلق شیطانی فریب	(۱۱) کرامت کے اشخاص کے متعلق شیطانی فریب	
(۴) مکر و فریب کے معنوں کی تشریح	(۸) عابدوں کے متعلق شیطانی فریب	(۱۲) عوام کے متعلق شیطانی فریب	

اس تفصیل کیساتھ بیان کی گئی ہے کہ شیطان مختلف خیالات کے لوگوں کو کیا کیا روپ بدلکر بہکاتا ہے۔ چونکہ موجودہ زمانے کے لیے ایسی کتاب کی اشد ضرورت تھی لیکن یہ کتاب فقط عربی کا شائع کرنا اردو خواں حضرات کے وسیع دائرے کو محروم کرنا تھا لہذا اس کا ترجمہ کرا کر اس کا نام تجنیس تدلیس رکھا اور اصل کتاب مع ترجمہ کے نہایت آب و تاب کیساتھ چھاپ کر شائع کی اول میں مصنف کے حالات اردو میں سوانح عمری کے طور پر لکھے گئے ہیں اور ایک فہرست مضامین لگائی گئی ہے جس سے تمام مضامین بآسانی مل جائینگے کاغذ چکنا ولایتی مطبوعہ فاروقی دہلی قیمت مجلد علاوہ محصول ڈاک تین روپے

المشتہر سید محمد معظم سید عبدالسلام تاجر کتب مالک مطبع فاروقی دہلی محلہ بلیماران

(نوٹ) دس جلد کے خریداروں کے لیے خاص رعایت ہے

خدا تعالی کا لاکھ لاکھ شکر ہی کہ

محض اُسیکے فضل و توفیق سے کتاب فیض انتساب نسخۂ لاجواب مردمک چشم
اولی الالباب جو درحقیقت تمام تفاسیر معتبرہ کا بیمثل انتخاب اور احادیث حسنہ
صحیحہ مقبولہ کا بینظیر اقتباس اور احسن الفوائد کا کامل اور مکمل اضافہ ہی یعنی بہ

احسن التفاسیر

مؤلفہ رئیس المفسرین بانی المحدثین خاقان اقلیم تحقیق قہرمان ممالک تدقیق
مروج دین متین نبوی شہسوار عرصۂ معانی علامۂ زمن جناب مولنا مولوی سید احمد حسن صاحب
سابق تعلقہ دار اول حیدرآباد دکن دامت برکاتہ ۔ باہتمام احقر الانام سید عبد السلام
ابن مولوی سید محمد معظم مرحوم المغفور مالک مطبع فاروقی

(تعداد طبع ۱۳۰۰)

قیمت فی پارہ ۸/

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ

یہ سب رسول بڑائی دی ہمنے انہیں ایک کو ایک سے کوئی ہے کہ کلام کیا اُس سے اللہ نے اور بلند کیے بعضوں کے

دَرَجٰتٍ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَلَوْ شَآءَ

درجے اور دیں ہمنے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو نشانیاں صریح اور زور دیا اُسکو روح پاک سے اور اگر چاہتا

اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا

اللہ نہ لڑتے اُن کے پیچھلے بعد اسکے کہ پہنچے اُن کو صاف حکم لیکن وہ پھٹ گئے

فَمِنْهُمْ مَنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

پھر کوئی اُنمیں یقین لایا اور کوئی منکر ہوا اور اگر چاہتا اللہ نہ لڑتے لیکن اللہ

يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝

کرتا ہے جو چاہے۔

اوپر کی آیتوں میں ذکر تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے خاندان میں اللہ تعالیٰ نے بادشاہت اور نبوت دونوں کو جمع کر دیا حالانکہ ہمیشہ سے بنی اسرائیل میں یہ طریقہ تھا کہ نبوت ایک خاندان میں تھی اور بادشاہت دوسرے خاندان میں جسکا ذکر اوپر آچکا ہے اب ان آیتوں میں فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی مصلحت کے موافق گروہ انبیا میں کسیکو کسی طرح کی فضیلت دی ہے اور کسیکو کسی طرح کی جن انبیار کو اللہ تعالےٰ نے اپنی ہمکلامی کی فضیلت دی ہے صحیح ابن حبان کی حضرت ابوذر کی روایتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسےٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلعم خاتم الانبیار یہ تین نبی ہیں اور باتوں میں بعضے نبیوں کا درجہ کچھ اور بعضے کا کچھ جو اللہ تعالےٰ نے رکھا ہے اوسکی تفصیل صحیحین وغیرہ کی معراج کی حدیث سے یوں معلوم ہوتی ہے کہ اوس رات مثلاً حضرت آدم علیہ السلام اول آسمان پر تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتویں آسمان پر غرض ان آیتوں اور حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی مصلحت کے موافق گروہ انبیا میں بعضے نبیوں کو بعضے نبیوں پر فضیلت دی ہے اور اُس فضیلت کو مبہم طور پر قرآن شریف میں ذکر فرمایا ہے اسلئے امت کے لوگوں کو نہیں پہونچتا ہے کہ قرآن شریف کے اس ابہام کی تفصیل اپنے رائے سے کریں اور انبیار کی فضیلت باہمی میں بحث و چرچا کر کے بعضے انبیار کی کسرشان کے درپے ہوں اسیواسطے صحیحین وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اونمیں آپنے اسطرح کی بحث سے اپنی امت کو منع فرمایا ہے۔ لیکن صحیح مسلم کی حضرت ابوہریرہ کی اوس روایت سے جسمیں آپنے چھ باتوں کا ذکر فرما کر یہ فرمایا ہے کہ ان چھ باتوں کے سبب سے اللہ تعالےٰ نے مجھکو سب انبیا پر فضیلت دی ہے اور حضرت ابوسعید خدری کی اوس روایت سے جسکو ترمذی نے معتبر سند سے روایتہ کیا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آپنے فرمایا کہ میں کچھ فخر کے طور پر نہیں کہتا بلکہ بیان امر واقعی یہ ہے کہ میں سب اولاد آدم کا سردار ہوں اور اسی قسم کی اور احادیث سے

وقف لازم
ع ۵ ۳۳ ۱
منزل ۱

حال سلف اور خلف امت اس بات پر متفق ہیں کہ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلعم افضل الانبیا ہیں اور آیۃ لیظہرہ علی الدین
کلہ سے اس اتفاق امت کی پوری تائید ہوتی ہے آخر پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انبیاء اور ان کے معجزات
اور آسمانی کتابوں کے آنے کے بعد اللہ چاہتا تو امتوں کا آپس کا اختلاف اوٹھ جاتا اور سب راہ راست پر
آجاتے لیکن دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی سے یہ جان لیا ہے کہ بعضے
لوگ باوجود انبیا اور آسمانی کتابوں کے آنے اور معجزات کے دیکھنے کے راہ راست پر نہیں آویں گے اور اسی اپنے
علم کے نتیجہ کو اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے جسکا نام تقدیر ہے دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اُسکے
علم کے موافق ہے صحیحین کی حضرت ابوہریرہ کی حدیث مشہور ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
ہر ایک انسان کی طبیعت میں دین حق کے قبول کرنے کی صلاحیت رکھ کر انسان کو پیدا کیا ہے اس سے
معلوم ہوا کہ انسان اپنی پیدائشی طبیعت کے مخالف جو کچھ کرتا ہے وہ اپنے فعل مختاری سے کرتا ہے
اللہ کی مرضی انسان سے ایسے کام کرنے کی نہیں ہے ہاں اپنے فعل مختاری سے انسان آج جو کچھ کر رہا ہے
اوسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی سے پہلے ہی جان لیا ہے لیکن اس جان لینے سے انسان کی کوئی
مجبوری لازم نہیں آتی رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ انسان کے فعل مختاری سے اوسکو روکتا تو یہ بات بھی تو اللہ
کی قدرت میں تھی اسکا جواب علماء نے جو دیا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ یہ صورت ایک مجبوری کی ہے اور
مجبوری کا ایمان اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول نہیں ہے کیونکہ دنیا میں انسان کو امتحان کے طور پر پیدا
کیا ہے چنانچہ فرمایا خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ جب ایک شخص کو ایک کام پر مجبور کیا تو پھر
اس کا امتحان کیا باقی رہا۔ مراد بینات سے وہ قطعی وسیلیں ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھیں
مثلاً مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ مراد روح القدس سے حضرت جبرئیل ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ
ہر وقت رہتے تھے ؂

منزل ۱

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا

اے ایمان والو خرچ کرو کچھ ہمارا دیا پہلے اس دن کے آنے سے جسمیں نہ بکنا ہے اور نہ

خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

آشنائی ہے اور نہ سفارش اور جو منکر ہیں وہی ہیں گنہگار

بعضے مفسروں کا یہ قول ہے کہ یہ آیۃ زکوۃ اور نفلی صدقہ دونوں کے باب میں نازل ہوئی ہے آخر آیۃ میں
آیۃ کے حکم کے موافق جو لوگ مال نہ خرچ کریں اونکو ظالم فرمایا ہے اوس سے اس قول کی
تائید بھی ہوتی ہے کیونکہ اسطرح کی سخت وعید زکوۃ کے منکر کے حقمیں ہی صادق آسکتا ہے نفلی صدقہ سے ہاتھ کھینچنے
والے شخص کے حقمیں ظالم کا وعید نہیں صادق آسکتا۔ لیکن یہ تفسیر اونہی مفسرین کے نزدیک صحیح
ہوسکتی ہے جو رمضان کے روزے کو رکن دوم اور زکوۃ کو رکن سوم کہتے ہیں اور رمضان سے

روزوں کی فرضیت کے بعد زکوۃ کی فرضیت کے قائل ہیں اور جو مفسرین اس بات کے قائل ہیں کہ زکوۃ تو مکے میں فرض ہوئی ہے لیکن اوس کے وصول کے لئے عاملوں کا تقرر اور انتظام مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد ہوا ہے اون کے نزدیک اس مدنی آیتہ کا زکوۃ کے حکم میں نازل ہونا صحیح نہیں قرار پا سکتا۔ لیکن مسند امام احمد صحیح ابن خزیمہ نسائی ابن ماجہ مستدرک حاکم میں معتبر سند سے قیس بن سعد بن عبادہ کی جو روایت ہے اوس سے زکوۃ کا مدینہ منورہ میں ہی فرض ہونا صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس روایتہ کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے موافق صدقہ فطر زکوۃ سے پہلے فرض تھا زکوۃ کی فرضیت کے بعد صدقہ فطر ایک اختیاری امر رہ گیا اب اس بات میں تو سب متفق ہیں کہ رمضان کے روزوں اور صدقہ فطر کی فرضیت ہجرت کے بعد ہے پھر ہجرت سے پہلے مکہ میں زکوۃ کیونکر فرض ہو سکتی ہے جسکی فرضیت صحیح روایتہ کے موافق صدقہ فطر کے بعد ہے اس آیتہ میں شفاعت کی اور آپس کی دوستی کی عام طور پر نفی فرمائی ہے لیکن اور آیتوں اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد گنہ گار اہل کلمہ لوگ اللہ کے رسول اور عام مومنوں کی شفاعت کے سبب سے دوزخ سے نکلکر جنت میں جاویں گے اسلئے اس آیتہ کا حکم غیر اہل کلمہ کے ساتھ خاص ہے اور اسیطرح کے حکم میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو پورے اہل کلمہ نہیں ہیں بلکہ ان کے عقیدہ میں قبر پرستی پیر پرستی کا شرک یا ان کے اعمال میں کسیطرح کی ریاکاری ہے ❊

منزل

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ

اللہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں جیتا ہے سب کا تھامنے والا نہیں پکڑتی اوسکو اونگھ نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ

کون ایسا ہے کہ سفارش کرے اس کے پاس مگر اس کے اذن سے جانتا ہے جو خلق کے روبرو ہے اور پیٹھ پیچھے اور وہ نہیں گھیرتے

بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَئُوْدُهٗ

اسکے علم میں سے کچھ مگر جو وہ چاہے گنجایش ہے اسکی کرسی میں آسمان اور زمین کو اور تھکتا نہیں اون کے

حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

تھامنے سے اور وہی ہے اوپر سب سے بڑا

۲۴
۳۴
۲

جسطرح آیتہ والٰہکم الٰہ واحد اور اور توحید کی آیتیں مثلاً قل ہو اللہ احد وغیرہ توحید کے ثابت کرنے اور غیر اللہ کی پرستش کو باطل کرنے کے لیئے نازل ہوئی ہیں اوسی مطلب کے لیئے یہ آیتہ بھی نازل ہوئی ہے اس آیتہ کی فضیلت میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں ان میں سے ابو امامہ کی ایک وہ حدیث ہے جسکو نسائی اور طبرانی وغیرہ نے معتبر سند سے روایتہ کیا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا جو شخص ہر نماز کے بعد آیتہ الکرسی پڑھے گا اوسکے جنت کے جانے میں فقط اتنی ہی دیر ہے کہ اسکی آنکھ بند ہو اور دو دنیا سے اوٹھ جاوے ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع بتلایا ہے لیکن حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ ابن جوزی کی غفلت ہے جو اس حدیث

حدیث کو موضوع کہا ہے۔ طبرانی کی اس حدیث کی سند صحیح ہے طبرانی کی بعض روایتوں میں آیۃ الکرسی
کے ساتھ قل ہو اللہ احد کا ملانا بھی آیا ہے سند اس روایۃ کی بھی معتبر ہے مسند امام احمد ترمذی وغیرہ میں معتبر سند
سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے ناموں میں یا حی یا قیوم اسم اعظم ہے ان ناموں کو پڑھکر جو کوئی کچھ جایز
دعا مانگے گا وہ ضرور قبول ہوگی۔

اللہ لا الہ الا ہو کا مطلب یہ ہے کہ سوا اللہ کے کوئی عبادت کے قابل نہیں لہ ما فی السموات وما فی الارض کا مطلب
یہ ہے کہ ستارہ پرستوں کے تارے اور بت پرستوں کے بت اور سوا اللہ کے جسکی پرستش کیجاوے یہ سب اللہ کی
مخلوق ہیں انہیں خالق بننے کی صلاحیت ہرگز نہیں ہے لا تاخذہ سنۃ ولا نوم کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی بادشاہوں کے
دربار کی طرح اوسکی بارگاہ میں کسیطرح کی غفلت اور بے خبری نہیں ہے من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ
کا مطلب یہ ہے کہ شفاعت کے لیئے اللہ تعالے کی اجازت درکار ہے اور کسی مشرک کے حق میں اللہ تعالے
کسیکو شفاعت کی اجازت نہ دیوے گا کیونکہ اوسنے فرمادیا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ پھر یہ مشرک لوگ
اپنے بتوں سے شفعاؤنا عند اللہ کی توقع جو رکھتے ہیں یہ بالکل بے سود توقع ہے یعلم ما بین ایدیہم وما خلفہم
کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالے کو اپنی مخلوق کا حال اور آیندہ کا ذرہ ذرہ سب حال معلوم ہے اس لیئے
وہی معبود ٹھہرانے کے قابل ہے جن معبودوں کو اپنے عابدین کے نیک وبد کا کچھ حال ہی معلوم نہیں
وہ کیا معبود قرار پاسکتے ہیں اور ان کے عبادت سے کسیکو کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے ولا یحیطون بشیء
من علمہ الا بما شاء کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا علم بالکل ناقص ہے جس سے تم اپنے نیک و بد کو ہرگز نہیں
جان سکتے اس لیئے اللہ تعالے نے تمہارے حال اور آیندہ کی مصلحت کے لحاظ سے اپنے نبی کے ذریعہ سے
جو کچھ راستہ نجات کا اپنے علم ازلی کے موافق تمکو بتلایا ہے اوس کے موافق کاربند ہوگے تو نجات پاؤگے
اور اگر برخلاف علم الٰہی کے اپنی ناقص علم اور عقل سے کام لوگے تو برباد ہو جاؤگے +

وسع کرسیہ السموات والارض ولا یؤدہ حفظہما وہو العلی العظیم مستدرک حاکم میں سند معتبر سے حضرت عبد اللہ
ابن عباس کی ایک روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ کرسی اللہ تعالے کے پاؤں رکھنے کی جگہ کا نام ہے
اور بعض روایتوں میں ہے کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کا عرض وطول کرسی کے مقابلہ میں ایسا ہے
جسطرح ایک بڑے جنگل میں ایک چھلہ ڈالدیا جاوے اور عرش کی لمبائی اور چوڑائی سوا اللہ کے اور کسیکو
معلوم نہیں ہے حاصل مطلب یہ ہے اتنی بڑی کرسی اور زمین اور آسمان کی نگہبانی جس کے ہاتھ
میں ہے پرستش کے قابل وہی ہے ایسے بڑے بادشاہ کو چھوڑ کر دوسروں سے التجا کا کرنا
سراپا نادانی ہے +

لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ

زور نہیں دین کی بات میں کھل چکی ہے حیلا اور بے راہی اب جو کوئی منکر ہو مفسد سے

منزل ۱

وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

اور یقین لاوے اللہ پر اسنے پکڑے رسی مضبوط جو ٹوٹنے والی نہیں اور اللہ سنتا ہے جانتا

ابو داؤد اور نسائی اور صحیح ابن حبان ابن ابی حاتم میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ انصار کی بعض عورتیں اولاد کی تنا میں اسلام سے پہلے یہ نذر مان لیتے تھیں کہ ہمارے یہاں لڑکا پیدا ہوگا تو ہم اوسکو یہودی کر دیویں گے چنانچہ اسطرح کے کئی لڑکے انصار میں کے یہودی بنکر یہود کے قبیلہ بنی نضیر میں رہتے سہی تھے جب اس قبیلہ کو آنحضرت صلعم نے نواح مدینہ سے جلا وطن کیا تو انہوں نے ان لڑکوں کو اپنے ساتھ لیجانا چاہا اور انصار نے اون لڑکوں کو جبراً روکنا چاہا اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہہ آیۃ نازل فرمائی اور انصار کو اون یہودی لڑکوں پر جبر کرنے سے روکا اسسے معلوم ہوا کہ اہل کتاب پر جبر نہیں جبکہ وہ جزیہ دیں اور مشرکین سے جہاد کرنے کی آیتوں کو اس آیۃ سے کچھ تعلق نہیں بعضے تفسیروں میں سوا اس کے اس آیۃ کی شان نزول اور کچھ جو لکھی ہے اوسکی بہ نسبت جو شان نزول اوپر بیان کیگئی ہے وہی قوی ہے اور عبد اللہ بن مسعود کے قول کے حوالہ سے بعض تفسیروں میں یہ جو لکھا ہے کہ ہجرت سے پہلے آنحضرت صلعم جب تلک مکہ میں تھے اوسوقت تک اسطرح درگذر کا حکم تھا جہاد کی آیۃ سے اب یہہ آیۃ منسوخ ہے یہہ قابل اعتراض ہے کیونکہ ابو داؤد اور نسائی اور ابن حبان کی روایۃ متصل سے جب اس آیۃ کا نازل ہونا جلا وطنی بنی نضیر کے بعد ثابت ہے اور کتب مغازی اور کتب شرح حدیث میں یہ صراحت موجود ہے کہ جلا وطنی بنی نضیر کی جنگ احد کے بعد ہے پھر خود یہ آیۃ آیۃ جہاد اور جنگ بدر اور احد کے بعد نازل ہوئی ہے آیۃ جہاد سے اسکو منسوخ کہنا کیونکر صحیح قرار پا سکتا ہے عروۃ الوثقی کی تفسیر مسلم وغیرہ کی اوس روایۃ میں ہے جسمیں عبد اللہ بن سلام کے خواب کا ذکر ہے وہ تفسیر خود آنحضرت نے لفظ اسلام سے فرمائی ہے اسکے سوا کسی دوسری تفسیر کی ضرورت نہیں ؂

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

اللہ کام بنانے والا ہے ایمان والونکا نکالتا ہے اُن کو اندھیروں سے اُجالے میں اور جو منکر ہیں

اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ

اُن کے رفیق ہیں شیطان نکالتے ہیں اُن کو اُجالے سے اندھیروں میں وہ ہیں دوزخ والے

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

وہ اُسی میں رہ پڑے

ابن جریر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ بعضے نصرانی پہلے حضرت عیسے پر ایمان لاچکے تھے اور جب آنحضرت کی نبوت مشہور ہوئی تو آنحضرت پر بھی ایمان لائے ان کی شان میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی ہے معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ جو شخص اللہ کے حکم کے موافق رسول وقت کی

منزل

اطاعت کرتا ہے اللہ کو سیدھا راستہ روز روشن کیطرح ہر وقت دکھلا دیتا ہے اور جو شخص شیطان کے بہکانے میں
ہے وہ گمراہی کے اندھیرے میں پڑ کر فطرتی ایمان بھی کھو دیتا ہے ✣

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ
تو نے نہ دیکھا وہ شخص جو جھگڑا ابراہیم سے اس کے رب پر واسطہ یہ کہ دی تھی اسکو اللہ نے سلطنت جب کہا

إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ
ابراہیم نے میرا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے بولا میں بھی جلاتا اور مارتا کہا ابراہیم نے اللہ تو لاتا ہے

يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ
سورج کو مشرق سے پھر تو لے آ اسکو مغرب سے تب حیران رہ گیا وہ منکر اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝
راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو

وقف النبی ﷺ

یہ بادشاہ جسنے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کے باب میں بحث کی اس کا نام نمرود بن کنعان تھا یہ بابل کا بادشاہ تھا اور چار سو برس کے قریب اس نے سلطنت کی ہے یہ ملعون خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اسی واسطے اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اسطرح کی بحث کی چار بادشاہ روئے زمین پر بہت بڑے ہوئے ہیں دو مسلمان حضرت سلیمان اور ذوالقرنین اور دو کافر نمرود اور بخت نصر یہ مباحثہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا اوسوقت ہوا ہے جب اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اوس آگ سے نجات دی ہے جو نمرود اور اوسکی قوم نے بتوں کے توڑنے کی سزا کے طور پر جلائی تھی جسکا پورا قصہ سورہ انبیا میں آوے گا جب نمرود نے سنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور لوگوں کیطرح نمرود کو خدا نہیں کہتے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ مباحثہ کیا اور سورج کو مغرب کیطرف سے نکالنے کی قدرت اپنے آپ میں نہ پا کر آخر کو قائل ہو گیا۔ اسواسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ظالم لوگ اللہ کے حکم سے غالب ہونے کا راستہ نہیں پا سکتے قطع حجت کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج کے مغرب سے نکالنے کی دلیل پیش کی ورنہ پہلی دلیل میں کسی مردہ کے جلانے کی حجت ابراہیم علیہ السلام پیش کر سکتے تھے اور اس حجت میں بھی وہ کافر عاجز ہو سکتا تھا بعض مفسروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے یہ کہا کہ میرا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے تو نمرود نے یہ کہا کہ تمہارے آنکھوں کے سامنے کوئی مردہ زندہ ہوا ہے اسلیئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اوسوقت سورج کو مغرب سے نکالنے کی دلیل سے اوس کافر کو قائل کر دیا اور پھر اللہ تعالےٰ سے یہ التجا کی کہ یا اللہ تو مجھکو کسی مردہ کو جلا کر دکھا دے چنانچہ اوس کا قصہ آگے آتا ہے اس مباحثہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام تو حضرت لوط اور سارہ کو ساتھ لیکر ملک عراق سے شام کی طرف چلے گئے اور اللہ تعالےٰ نے حجت تمام کرنے کو ایک فرشتہ نمرود کی

منزل ۱

ہدایت کے لیے بھیجا اور باوجود ہدایت کے جب نمرود راہِ راست پر نہ آیا تو مچھروں کا عذاب بھیجکر اوس کو
اور اوس کے لشکر کو غارت کردیا اور لوگ تو مچھروں کے ناک میں گھس جانے اور دماغ میں کاٹنے سے فوراً
مر گئے مگر خدا کی پھٹکار کے سبب سے نمرود اوس حالت میں بھی مدت تک جیا اور جب مچھر اوس کے دماغ
میں کاٹتا تھا تو اوس کے سر پر طرح طرح کی مار پڑتی تھی خدا تعالیٰ کو یہ ذلت اوس ملعون کو دینی تھی
اسلیئے اس بے حیا زیست سے اسکو ایک مدت تک زندہ رکھا اہل کتاب اور مشرکین عرب میں سے جو لوگ
اس آیت کے نازل ہونے تک اللہ کے رسول کی مخالفت سے باز نہیں آئے تھے اون کی تنبیہ کے لیئے اللہ تعالےٰ
نے یہ آیت نازل فرمائی تھی تاکہ یہ لوگ خوب اچھی طرح سمجھ لیویں کہ اللہ کے رسول کی مخالفت ایسی بری چیز
ہے جسنے نمرود جیسے صاحب حشمت بادشاہ کو ایسی ذلت وخواری سے مع اوس کے لشکر کے غارت کردیا ان
لوگوں کی کیا اصل وبنیاد ہے جو اونہوں نے رسول وقت کی مخالفت پر کمر باندھی ہے باوجود فہمایش کے
اگر یہہ لوگ اپنی عادت سے باز نہ آئے تو ان پر بھی نمرود جیسا کوئی وبال پڑنے والا ہے اللہ سچا ہے اللہ کا
وعدہ سچا ہے اس تنبیہ کا جو کچھ نتیجہ اہل کتاب و مشرکین کہ دونوں کے حق میں ہوا اوسکا ذکر اوپر گذر چکا
ہے کہ کچھ لوگ انمیں ذلت سے قتل اور قید ہوئے اور کچھ جلاوطن ؞

اَوۡ كَالَّذِیۡ مَرَّ عَلٰی قَرۡیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوۡشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحۡیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ
یا جیسے وہ شخص کہ گذرا ایک شہر پر اور وہ گرا پڑا تھا اپنی چھتوں پر بولا کہاں جلاوے گا اوسکو اللہ

منزل ١

بَعۡدَ مَوۡتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمۡ لَبِثۡتَ ؕ قَالَ لَبِثۡتُ
مر گئے پیچھے پھر مار رکھا اوس شخص کو اللہ نے سو برس پھر اوٹھایا کہا تو کتنی دیر رہا بولا میں رہا
یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ ؕ قَالَ بَلۡ لَّبِثۡتَ مِائَةَ عَامٍ فَانۡظُرۡ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ
ایک دن یا دن سے کچھ کم کہا نہیں بلکہ تو رہا سو برس اب دیکھ اپنا کھانا اور پینا
لَمۡ یَتَسَنَّهۡ ۚ وَانۡظُرۡ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجۡعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانۡظُرۡ اِلَی الۡعِظَامِ
سڑ نہیں گیا اور دیکھ اپنے گدھے کو اور تجھکو ہم نمونہ کیا چاہتے ہیں لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیاں
كَیۡفَ نُنۡشِزُهَا ثُمَّ نَكۡسُوۡهَا لَحۡمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعۡلَمُ اَنَّ اللّٰهَ
کس طرح ان کو ابھارتے ہیں پھر ان پر پہناتے ہیں گوشت پھر جب اس پر ظاہر ہوا بولا میں جانتا ہوں کہ اللہ
عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۝
ہر چیز پر قادر ہے

جب بنی اسرائیل نے بہت نافرمانی شروع کی تو اللہ تعالےٰ نے بخت نصر بابلی کو اون پر مسلط کیا جو چھ لاکھ
کے قریب فوج ساتھ لیکر بابل سے ملک شام کو آیا اور ہزارہا آدمی بنی اسرائیل کے قتل کر ڈالے اور
ہزارہا آدمیوں کو قید کر کے بابل لے گیا ان قیدیوں میں حضرت عزیر بھی تھے پھر جب نمرود کی طرح

بخت نصر کی ناک میں بھی ایک مچھر گھس گیا جس سے وہ آخر کو ہلاک ہو گیا اور حضرت عزیر قید سے چھوٹ کر بابل سے ملک شام کو آئے اور بیت المقدس پر ان کا گذر ہوا تو بیت المقدس کو نہایت درجہ ویران دیکھ کر ان کے مونہہ سے بے ساختہ یہہ کلمہ نکل گیا کہ دیکھئے اللہ تعالے نے اس اوجڑے دیار کو کب اور کیونکر آباد کرے گا اللہ تعالے نے اپنی قدرت دکھانے کے لئے سو برس تک اُنکو اور اُن کی سواری کے گدھے کو مار ڈالا اور جب اس سو برس کے عرصہ میں وہ شہر پھر بس گیا تو اونکو اور اون کے سامنے اون کے گدھے کو زندہ کیا اور وہ بسا ہوا شہر اونکو دکھا دیا جس پر اونہوں نے یہہ کہا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے بخت نصر کی گردی میں توریت بھی ضائع ہو گئی تھی اسلیئے اللہ تعالے نے جب حضرت عزیر کو زندہ کیا تو توراة بھی اون کو یاد کرا دی بنی اسرائیل نے جو دیکھا کہ اتنے عمر کے بعد عزیر ابھی جوان ہیں اور توریت بھی اون کو یاد ہے تو بنی اسرائیل اون کو خدا کا بیٹا کہنے لگے اس قصہ کے نازل فرمانے سے اہل کتاب کو تو یہ جتلایا گیا ہے کہ باوجود اُمی ہونے کے توراة کے قصے صحیح طور پر جو نبی آخر الزمان بیان کرتے ہیں تو اون کے نبی ہونے میں اور وحی کی مدد سے اُن کے یہہ قصے کتب آسمانی کے بیان کرنے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا اور اہل مکہ کو حشر کا جو انکار تھا اوس انکار کو اسیطرح اس قصہ سے ضعیف کیا گیا ہے جسطرح مقتول شخص کے زندہ کرنے کے قصہ سے اور وبا سے ڈر کر جو لوگ بھاگے تھے اُن کے قصہ سے اہل مکہ کے حشر کے انکار کو بے اصل ٹھہرایا گیا ہے

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰىؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْؕ قَالَ بَلٰى

اور جب کہا ابراہیم نے اے رب دکھا مجکو کیونکر جلاویگا تو مردے فرمایا کیا تو نے یقین نہیں کیا کہا کیوں نہیں

وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ

لیکن اسواسطے کہ تسکین ہو میرے دلکو فرمایا تو پکڑ چار جانور اُڑتے پھر اُن کو ہلا اپنے ساتھ پھر ڈال

عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًاؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ

ہر پہاڑ پر اُنکا ایک ایک ٹکڑا پھر اُن کو پکار کہ آویں تیرے پاس دوڑتے اور جان لے کہ اللہ

عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۠

زبردست ہے حکمت والا

منزل ۱ ع ۳ ۳

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے یہہ کہا کہ میرا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے تو حضرت ابراہیم کو یہہ شوق ہوا کہ حشر سے پہلے ہی خدا کی اس قدرت کا تماشا دیکھا جاوے حاصل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسمیں کچھہ شک نہیں تھا کہ ایک دن حشر ہونے والا ہے اور اوس دن اللہ تعالے سب اگلے پچھلے مردوں کو زندہ کرے گا کیونکہ حشر پر ایمان لانا سب انبیا کا ایک اجماعی مسئلہ ہے اسیواسطے جب اللہ تعالے نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا اولم تومن تو اونہوں نے لفظ بلیٰ سے جواب

ادا کیا لیکن اللہ تعالیٰ سے یہ خواہش حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فقط اسلئے کی تھی کہ مرنے کے بعد متفرق اجزا مردہ کے کیونکر جمع ہوتے ہیں اور پریشان اجزا کے جمع ہو جانے اور ان سے جسم کے تیار ہو جانے کے بعد اوس جسم سے روح کا تعلق کیونکر ہوتا ہے اس سب کیفیت کو آنکھوں سے دیکھ کر حشر سے پہلے ہی اوس کیفیت پر اطمینان حاصل کر لیویں کیونکہ معتبر خبر کے ذریعہ سے ایک کیفیت کو سنکر اوس کا یقین کرنا اور چیز ہے اور اس کیفیت کو آنکھ سے دیکھ لینا اور چیز ہے اسلئے معاینہ احوال محشر کے بعد لوگوں سے یہ ارشاد ہوگا فکشفنا عنک غطارک فبصرک الیوم حدید جسکا یہ مطلب ہے کہ معاینہ احوال محشر کے بعد وہ احوال لوگوں کی نظروں میں جچ جاوینگے صحیحین میں حضرت ابوہریرہ کی وہ حدیث جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہ نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم شک کے زیادہ مستحق ہیں اوسکی معنے بھی معتبر علمار نے یہہ بیان کئے ہیں کہ اتباع ملت ابراہیمی کا ہمکو حکم ہے اور ہمکو اس مسئلہ میں کچھہ شک نہیں ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے جو خواہش کی تھی وہ علم الیقین سے عین الیقین کے درجہ تک ترقی حاصل کرنے کے لئے کی تھی کسی شک کے لئے وہ خواہش نہیں کی کیونکہ انبیار کی شان اس شک سے بری ہے مجاہد اور عکرمہ کے قول کے موافق وہ چار جانور یہ تھے ایک مور دوسرا مرغ تیسرا کوا چوتھا۔ کبوتر اللہ کے حکم کے موافق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان جانوروں کو ذبح کر کے ان کے پروں اور عضار کو ملا دیا اور چار پہاڑوں پر اسکی ایک ایک ڈھیری رکھہ دی۔ پھر ان کے سر ہاتھہ میں لیکر ایک ایک کو پکارا جسکو پکارا ہر ایک ڈھیری میں سے اوس کے پر اور عضا خود بخود جھنٹے۔ اور اون چھنٹے ہوئے پروں اور اعضا سے اوس جانور کا دھڑ تیار ہوا اور فوراً حضرت ابراہیم کے پاس دوڑ کر آ گیا حکم الٰہی کی یہ عظمت بھی غور کے قابل ہے کہ ایک جانور کا سر دوسرے جانور کے دھڑ پر لگانے کے لئے بطور امتحان کے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ہاتھہ بڑھایا۔ تو وہ دھڑ پیچھے ہٹ گیا اور اصلی دھڑ پر اسکا سر لگانا چاہا تو وہ سر آگے آ گیا۔ غرض اصلی دھڑوں پر وہ سر آ کر لگ گئے اور خدا کے حکم سے انمیں جان پڑ گئی۔ اور جانور ذبح کرنے سے پہلے جیسے تھے ویسے ہی ہو گئے۔ جنکو دیکھکر حضرت ابراہیم کو اللہ تعالیٰ کے اس قول کی پوری تصدیق ہوئی کہ اللہ زبردست ہے حکمت والا یہہ قصہ جسمانی حشر کی شہادت ممکن ہونے کی پوری دلیل ہے اور اسی شہادت کے ظاہر کرنے کے لئے یہہ آیتہ نازل فرمائی ہے ✤

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ

مثال ان کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں جیسے ایک دانہ اس سے اگیں سات بالیں

فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

ہر بال میں سو سو دانے اور اللہ بڑھاتا ہے جسکے واسطے چاہے اور اللہ کشائش والا ہے سبجانتا

منزل ۱

وَاسِعٌ عَلِيمٌ

کشایش والا ہی سب جانتا

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب اور اُس خرچ کے اجر کی بڑہنے کے ذکر میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیتہ نازل فرمائی ہے اللہ کی راہ میں جو مال خرچ کیا جاوے بارگاہ الٰہی میں اوسکی شرطیں ہیں بڑی شرط تو یہہ ہے کہ جس مال میں سے اللہ کے نام پر کچھہ خیرات کیجاوے وہ مال نیک کمائی کا ہووے۔ چنانچہ صحیح بخاری مسلم ترمذی نسائی وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ پاک ذات ہے بغیر نیک کمائی کے کسی ناجایز کمائی کے مال کی خیرات اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتی اب نیک کمائی کے مال میں سے خیرات ہونے کی صورت میں یہہ بھی ضرور ہے کہ خیرات کرکے کسی پر اوسکا احسان نہ جتلاوے اور دنیا کے دکھلاوے کا دخل خیرات میں ہرگز نہ آنے دیوے کیونکہ اسطرح کی خیرات بھی اکارت جاتی ہے چنانچہ اسکا ذکر تفصیل سے آگے کی آیتوں میں آتا ہے ان شرطوں کے پورا ہو جانے کی صورت میں مثلاً ایک روپیہ خرچ کیا تو اسکا اجر دس سے لیکر سات سو روپے تک خرچ کرنے کا ملے گا یہہ اپنی اپنی نیت کا پھل ہے جسکی نیت بالکل بخیر ہوگی وہ پورے سات سو کا اجر پاوے گا ورنہ کچھہ کمی ہو جاوے گی۔ اِس آیتہ میں تو عبادت مالی کا ذکر ہے۔ لیکن یہی حال عبادت بدنی کے اجر کا ہے چنانچہ صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہہ ہے کہ نیک عمل کا اجر دس گونے سے لیکر سات سو تک ہے لیکن روزوں کا اجر اِس حساب سے باہر ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا روزہ ایسی ایک بڑی بھاری عبادت کھانا پینا چھوڑنے کی انسان کے حق میں ہے جسکا اجر میں خود اپنی ذات سے مناسب طور پر دونگا معتبر سند سے ترمذی نسائی صحیح ابن حبان مستدرک حاکم وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہہ ہے کہ غیر آدمی غریب کو جو کچھہ دیا جاوے تو وہ اکہری خیرات ہے اور جو کچھہ قرابت دار محتاج کو بطور خیرات کے دیا جاوے وہ دوہری خیرات ہے اِس سے معلوم ہوا کہ غیر آدمی غریب کو دینے سے مثلاً جہاں ایک روپیہ کا سات سو کا اجر مل سکتا ہے اگر وہی ایک روپیہ قرابتدار غریب کو دیا گیا ہو تو بجائے سات سو کے چودہ سو کا اجر ملے گا واللہ واسع علیم کا یہہ مطلب ہے کہ اجر کے دینے میں اللہ کے خزانہ میں بڑی گنجائش ہے مگر وہ ہر ایک کی نیت کا حال خوب جانتا ہے جیسی جسکی نیت ہوگی ویسا ہی اوسکو اجر ملے گا۔

الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُوا مَنًّا وَلَا

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اسکی راہ میں پھر پیچھے خرچ کر کر نہ احسان رکھتے ہیں

أَذًى لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○

نہ ستاتے ہیں انہیں کو ہے ثواب اُنکا اُنکے رب کے ہاں اور نہ ڈر ہے انپر اور نہ وہ غم کھاویں گے

منزل ۱

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ
بات معقول کہنا اور در گزر کرنا بہتر اس خیرات سے جسکے پیچھے ستانا اور اللہ بے پرواہ ہے تحمل والا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِىْ يُنْفِقُ
اے ایمان والو مت ضایع کرو اپنی خیرات احسان رکھکر اور ستا کر جیسے وہ جو خرچ کرتا ہے

مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ
اپنا مال لوگوں کے دکھانے کو اور یقین نہیں رکھتا ہے اللہ پر اور پچھلے دن پر سو اسکی مثال جیسے صاف پتھر

عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَىْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ
اوسپر پڑی ہے مٹی پھر اسپر برسا زور کا مینہ تو اسکو کر رکھا سخت کچھہ ہاتھہ نہیں لگتی انکو اپنی کمائی

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ○
اور اللہ راہ نہیں دیتا منکر لوگوں کو

غزوہ تبوک میں حضرت عثمان نے ایکہزار اونٹ مع سامان اور عبدالرحمٰن بن عوف نے چار ہزار درہم بطور خیرات کے دیئے تھے اوسپر یہہ آیتہ اوتری اور آیت کے اول حصہ میں اللہ تعالےٰ نے عام طور پر ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو خیرات کے بعد اپنے دیئے کا کسی پر احسان نہیں رکھتے نہ اپنے دیئے کو جتلا کر کسی کو شرمندگی اوٹھانے کی ایذا و تکلیف دیتے ہیں بلکہ وہ جو کچھہ عقبےٰ کے اجر کی نیت سے دیتے ہیں اوس سے نہ کسی پر احسان جتانے کی اون کی نیت ہے نہ کسی کو شرمندہ کر کے ایذا دینے کی پھر آیت کے دوسرے حصہ میں اون لوگوں کو ہوشیار کیا ہے جنکی عادت اِس کے برخلاف ہے اور فرمایا ہے کہ جو لوگ دنیا کے دکھاوے کو کچھہ دیتے ہیں اور اونکا وہ دینا اکارت جاتا ہے۔ اسیطرح اونکا دینا بھی اکارت ہے جو دیئے کچھ بعد لوگوں پر احسان کا بوجھہ رکھتے ہیں یا دیئے کے بعد لوگوں کو یہانتک جتلاتے ہیں کہ لینے والے کو شرمندگی اوٹھانے کی ایذا پہونچتی ہے پھر فرمایا کہ یہہ عادتیں تو اون لوگوں کی ہیں جنکو عقبےٰ کے اجر کا یقین نہیں ہے ایماندار آدمی میں اسطرح کی عادت ہرگز نہیں ہونی چاہیئے پھر ایک مثال بیان فرمائی کہ اسطرح کی عادت والوں کا دینا ایسا ہے جیسے کوئی ایک پتھر پر تہوڑی سی مٹی دیکھہ کر کھیتی کرے اور زور کا مینہ برس جانے سے وہ مٹی مع کھیتی کے دھل دھلا کر صفا چٹ پتھر نکل آوے اور اُس کھیتی کی پیداوار کھیتی کرنے والے کے ہاتھہ کچھہ بھی نہ لگے اسیطرح بظاہر دنیا میں تو یہہ لوگ خیرات کرتے ہیں مگر عقبےٰ میں اون کو اوس خیرات کا اجر کچھہ نہیں ملنے والا بلکہ اوس کھیتی والے کی طرح وہاں یہہ لوگ بالکل خالی ہاتھہ رہجاویں گے صحیح مسلم ترمذی نسائی وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ قیامت کے دن بہت سے شہیدوں سے یہہ کہا جاوے گا کہ دنیا میں بہادر مشہور ہونے کے لیئے تم نے اپنی جان دی ہے اسلیئے آج تمکو کچھہ اجر شہادت کا نہیں مل سکتا اور پھر اسیطرح نیک عملوں کا بھی جواب ملے گا اِس سے معلوم ہوا

منزل

کہ عبادت خواہ مالی ہو خواہ بدنی جس عبادت میں آدمی کی عقبےٰ کے اجر کی نیت خالص نہ ہوگی وہ عبادت قیامت میں رائگاں جاوے گی ❖

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِن لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَن تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ۝

اور مثال اُن کی جو خرچ کرتے ہیں مال اپنے اللہ کی خوشی چاہ کر اور اپنا دل ثابت کر کر جیسے ایک باغ ہے بلندی پر اُس پر پڑا مینہ تو لایا اپنا پھل دونا پھر اگر نہ پڑا اوس پر مینہ تو اوس ہی پڑی اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے بھلا خوش لگتا ہے تم میں کسیکو کہ ہووے اُسکا ایک باغ کھجور اور انگور کا نیچے اوسکے بہتی ندیاں اُسکو وہاں حاصل سب طرح کا میوہ اور اوس پر بڑھاپا پڑا۔ اور اوسکی اولاد ہیں ضعیف تب پڑا اُس باغ پر بگولا جسمیں آگ تھی تو وہ جل گیا یوں سمجھاتا ہے اللہ تمکو آیتیں شاید تم دھیان کرو

ع ۳۶ ۴ منزل ۱

دنیا کے ہر ایک باغ کے جسطرح دو موسم ہوتے ہیں ایک پھل کھانے کی نیت سے باغ میں ہر طرح کے پودے لگانیکا موسم اور پھر اون پودوں کے لگ جانے اور بڑھ جانے اور اُن میں پھل آجانے پر اُن کے پھل کھانے کا موسم اسیطرح انسان کے عملوں کے دو زمانہ ہیں ایک دنیا میں نیک عمل کرنے کا زمانہ جسکو باغ میں پودے لگانے کے ساتھ پوری مشابہت ہے۔ دوسرا عقبےٰ میں اون نیک عملوں کا اجر پانے کا جسکو باغ کے پھل کھانے کے موسم کے ساتھ پوری مشابہت ہی۔ اِن ہی مشابہتوں کے سبب سے اللہ تعالےٰ نے اِن آیتوں میں لوگوں کے نیک و بد عملوں کی مثال دو باغوں کا ذکر فرما کر لوگوں کو سمجھائی ہے ایک باغ تو وہ ہے جو اونچی جگہ پر ہر طرح کی پامالی سے بچا ہوا ہے۔ مینہ۔ اوس۔ سب کچھ اوس کی ترقی کا سبب ہے۔ اِس لئے اُمید سے زیادہ اوس کے پیڑوں میں پھل آیا یہ اون لوگوں کے عمل کی مثال ہے جو خالص عقبےٰ کے اجر کے ارادہ سے عمل کرتے ہیں آخر مثال پر واللہ بما تعملون بصیر کا یہ مطلب ہے کہ ہر ایک کے دلی ارادہ کا حال اللہ تعالےٰ ہی کو خوب معلوم ہے۔ دوسرا باغ بھی اچھا تھا۔ مگر عین بہار کے وقت اوس باغ کے حق میں ایسی مخالف ہوا چلی کہ تمام باغ جل کر خاک سیاہ ہوگیا۔ اور ایسے وقت پر جلا کہ بوڑھاپے کے سبب سے باغ والا اور چھوٹی عمر ہونے کے سبب سے اوسکی اولاد دوسرا باغ لگانے سے سب عاجز ہیں یہ اون لوگوں کے عمل کی مثال ہی کہ دیکھنے میں وہ روزہ نماز خیر خیرات سب کچھ کرتے ہیں مگر یہ سب کچھ دنیا کی کسی

غرض سے عقبیٰ کی نیت سے کچھ بھی نہیں اسلئے قیامت کے دن اوس بڈہے باغ والے کی طرح ایسے لوگ اپنے عملوں کے اجر سے بالکل ہاتھ دہو بیٹھیں گے آخر مثال پر کذلک یبین اللہ لکم الآیات لعلکم تتفکرون کا یہ مطلب ہے کہ آیتہ کے نازل ہونے کے وقت تک جو لوگ دنیا میں زندہ وحیات ہیں اون کو اپنے عملوں کی صلاح میں غور وفکر کرنے کا موقع حاصل ہے یہ وقت ہاتھ سے نکل گیا تو عین وقت پر اوس بڈہے باغ والے کی طرح پھر کچھ نہیں ہو سکنے کا صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہ سے پوچھا کہ مفلس کونسا آدمی کہلاتا ہے صحابہ نے جواب دیا کہ حضرت مفلس وہی شخص ہے جسکے پاس کچھ روپیہ پیسہ نہو آپ نے فرمایا نہیں اصل مفلس وہ آدمی ہے جسکے نامہ اعمال میں نیک عمل جنت کے جانے کے قابل ہونگے لیکن ساتھ ہی اس کے اوسنے لوگوں پر ظلم اسقدر کئے ہونگے کہ ان ظلموں کے بدلے میں اوس شخص کے سب نیک عمل مظلوموں کو بٹ جاوینگے اور آخر کو وہ شخص دوزخ میں ڈالدیا جاوے گا اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن بعضے لوگ ایسے بھی ہونگے کہ اون کے عملوں میں کچھ خرابی نہ ہوگی۔ مگر ظلم وزیادتی کے سبب سے اون لوگوں کے نیک عمل اون کے کچھ کام نہ آویں گے اسلئے انسان کو لازم ہے کہ اپنے عملوں کی اصلاح کے ساتھ ظلم وزیادتی سے بچنے کا بھی پورا خیال رکھے۔

منزل ۱

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ

اے ایمان والو خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی کمائی سے اور جو ہمنے نکالدیا تمکو زمین میں سے

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا

اور نیت نہ رکھو گندی چیز پر کہ خرچ کرو اور تم آپ وہ نہ لوگے مگر جو آنکھیں موندلو

فِيهِ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝ الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ

اور جان رکھو کہ اللہ بے پروا ہے خوبیوں والا شیطان وعدہ دیتا ہے تمکو تنگی کا

وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ ۖ وَاللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ

اور حکم کرتا ہے بیحیائی کا اور اللہ وعدہ دیتا ہے اپنی بخشش کا اور فضل کا اور اللہ کشائش والا ہے

عَلِيمٌ ۝ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا

سب جانتا دیتا ہے سمجھ جسکو چاہے اور جسکو سمجھ ملے بہت خوبی

كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ۝ وَمَا أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم

ملی اور وہی سمجھیں جنکو عقل ہے اور جو خرچ کروگے کوئی خیرات

مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ ۗ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ۝

یا قبول کروگے کوئی منت سو اللہ کو معلوم ہے اور گنہگاروں کا کوئی نہیں مددگار

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ
اگر کھلی دو خیرات تو کیا اچھی بات ہے اور اگر چھپاؤ اور فقیروں کو پہنچاؤ تو تمکو

خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ
بہتر ہے اور اوتارتا ہے کچھ گناہ تمہارے اور اللہ تمہارے کام سے واقف ہے

حاکم ترمذی ابن ماجہ ابو داؤد اور نسائی میں معتبر سند سے چند صحابیوں کی روایتیں ہیں جنکا حاصل یہ ہے لوگ صدقہ
دینے میں کچھ تو تنگی کرتے تھے اور کچھ بیکار اور بری چیز صدقہ میں دیتے تھے اوسپر اللہ تعالے نے یہہ آیتہ
نازل فرمائی اور جتلا دیا کہ اللہ تعالے کی ذات غنی ہے اوسکو تمہارے صدقہ اور تمہاری خیرات کی کچھ پروا نہیں
ہے صرف تمہارے بھلے کے لیئے تمکو خیرات کا حکم دیا ہے تاکہ خالص دل سے تم ایک پیسہ یا ایک پیسہ کی چیز
خیرات کرو تو جسقدر تمہارا خلوص ہو اُسکے موافق ایک کے بدلے دس سے سات سو تک تمکو دنیا میں اور
بے شمار عقبے میں اجر عنایت فرماوے اسطرح کی دل سے اوتری ہوئی چیزیں جنکو کوئی تمہیں دے تو تم خود
لینا پسند نکرو اللہ تعالے کی بارگاہ میں ہرگز قبول ہونے والی نہیں صحیح مسلم میں حضرت جابر سے روایتہ
ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ شیطان اپنے شیاطینوں کو بھیج کر لوگوں کو ہر طرح سے بہکاتا ہے۔ اوسیکو اِس
آیتہ میں فرمایا کہ شیطان صدقہ خیرات کے وقت محتاج ہو جانے سے ڈراتا ہے اور طرح طرح کی بری باتیں
سکھاتا ہے۔ اور یہہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالے کا وعدہ یہہ ہے کہ صدقہ خیرات سبب مغفرت کا ہے پھر یہہ
بھی فرمایا کہ تم از خود یا نذر مانکر جو صدقہ خیرات کروگے اللہ کو سب معلوم ہے وہ ایک دن تمکو اوسکا بدلہ دیویگا
نیت خیر ہو تو علانیہ اور چھپا کر دونوں طرح صدقہ جائز ہے مگر صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ کی جو روایت
ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ کا چھپا کر دینا افضل ہے +

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ
تیرا ذمہ نہیں انکو راہ پر لانا لیکن اللہ راہ پر لاوے جسکو چاہے اور مال جو خرچ کروگے سو اپنے

فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ
واسطے جبتک نہ خرچ کروگے مگر اللہ کی خوشی چاہ کر اور جو خرچ کروگے خیرات

يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
پوری ملیگی تمکو اور تمہارا حق نہ رہیگا۔ دینا ہے ان مفلسوں کو جو اٹک رہے ہیں اللہ کی راہ میں

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ
چل پھر نہیں سکتے ملک میں سمجھے انکو بیخبر محفوظ اُن کے نہ مانگنے سے

تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْــَٔـلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ
تو پہچانتا ہے اُنکو اُنکے چہرے سے نہیں مانگتے لوگوں سے لپٹ کر اور جو خرچ کروگے کام کی چیز وہ اللہ کو معلوم ہے

منزل
ربع

نسائی حاکم ابن ابی حاتم طبرانی اور بزار نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اسلام سے
پہلے اکثر صحابہ اور یہود میں قرابت تھی اور اس قرابت کی وجہ سے صحابہ اون سے طرح طرح کے سلوک
کیا کرتے تھے اسلام کے بعد اس سلوک سے صحابہ نے باز رہنے کی اجازت آنحضرت سے چاہی آپنے بھی
اس خیال سے کہ شاید یہہ طریقہ یہود کو کچھ راہ راست پر لاوے صحابہ کو اس کی اجازت دیدی اوس پر
اللہ تعالیٰ نے یہہ آیۃ نازل فرمائی اور فرمادیا کہ جس کسی کی ہدایت اللہ کو منظور ہوتی ہے وہ ہر طرح
راہ راست پر آجاتا ہے۔ بدون مرضی اللہ کے تمہاری ایسی باتوں سے کیا ہدایت ہوگی اور اللہ کو اسطرح
کی مجبوری کا ایمان کب پسند ہے کہ کوئی کھانا بند کرنے سے ایمان لاوے اور کوئی پانی اسلیئے تم اپنے
قرابتداروں سے جو کچھہ سلوک کیا کرتے تھے وہ کیئے جاؤ اور اللہ کی ہدایت کے منتظر رہو اس آیۃ کے
بعد آپنے صحابہ کو حکم دیدیا کہ بلالحاظ دین کے جو کوئی جس سے کچھہ سلوک کرتا تھا وہ کرے جاوے صحیحین میں حضرت
ابوہریرہ سے جو روایۃ اس شان نزول کے ہم معنے ہے اوسکا حاصل یہہ ہے کہ مسکین وہ نہیں ہے جو گھر گھر
مانگتا پھرتا ہے بلکہ اصل مسکین وہ ہے جو اتنا نہیں رکھتا کہ اوسکے خرچ ضروری کے لیئے کافی ہو وہ حدیث
اس شان نزول کی موید ہے مفسرین نے لکھا ہے فقرا سے مراد مہاجرین اہل صفہ ہیں جو باوجود تنگی کے
کسی سے سوال نہیں کرتے تھے ۔

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں رات اور دن چھپے اور کھلے تو اون کو ہے مزدوری اون کی اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے اونپر اور نہ وہ غم کھاویں گے۔

منزل ۱

طبرانی ابن ابی حاتم اور عبدالرزاق ابن جریر اور ابن المنذر نے روایۃ کی ہے کہ عقبےٰ کے اجر کے خیال سے
جب صحابہ میں طرح طرح کی خیرات کا چرچہ ہوا مثلاً اکثر صحابہ نے جہاد کا سامان گھوڑے اور ہتھیار خرید کے
اور مجاہدین کو طرح طرح کی مددی مثلاً حضرت علی کے پاس چار درہم تھے آپ نے ایک رات دن میں
چھپے اور ظاہر وہ سب خیرات کردیئے اوسپر اللہ تعالیٰ نے یہہ آیۃ نازل فرمائی اور فرمادیا کہ جو لوگ
اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اون کو اللہ سے بڑے بڑے اجروں کی توقع رکھنی چاہیئے حضرت علی کے
چار درہم خیرات کرنے کے قصہ کی روایۃ میں اگرچہ ابن جریر وغیرہ کی سند ضعیف ہے مگر ابن مردویہ
نے حضرت عبداللہ بن عباس کے طریق سے جو اس قصہ کو روایۃ کیا ہے وہ سند قوی ہے اور
اس قوی طریق کی مدد سے وہ ضعیف طریقہ بھی کچھہ قوت پکڑ جاتا ہے صحیحین وغیرہ میں جو روایتیں
ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ جو شخص نیک نیتی اور عقبےٰ کے اجر کے خیال سے اپنی بی بی بچوں کے نان و نفقہ
میں بھی کچھہ خرچ کریگا تو اوسکو بھی قیامت کے دن اوس خرچ کرنیکا اجر خدا کی درگاہ سے ضرور ملیگا۔

الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ
جو لوگ کھاتے ہیں سود نہ اوٹھینگے قیامت کو مگر جسطرح اوٹھتا ہے جسکے حواس کھو دیئے جن نے

مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ
لپٹ کر یہ اسواسطے کہ اونہوں نے کہا سودا کرنا بھی تو ویسا ہی ہے جیسا سود لینا اور اللہ نے حلال کیا سودا

وقف لازم

وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ
اور حرام کیا سود پھر جسکو پہنچی نصیحت اپنے رب کی طرف سے اور باز آیا تو اوسکا ہے جو آگے ہو چکا اور اوسکا حکم

اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ يَمْحَقُ اللّٰهُ
اللہ کے اختیار اور جو کوئی پھر کرے وہی ہیں دوزخ والے لوگ وہ اوسی میں رہ پڑے مٹاتا ہے اللہ

الربع

الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ
سود اور بڑھاتا ہے خیرات اور اللہ نہیں چاہتا کسی ناشکر گنہگار کو جو لوگ ایمان لائے

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ
اور عمل نیک کیے اور قایم رکھی نماز اور دی زکوۃ اون کو ہے بدلا اون کا

عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝
اپنے رب کے پاس اور نہ اون کو خوف ہے نہ وہ غم کھاوینگے

منزل ۱

اوپر کی آیتہ میں اللہ تعالیٰ نے اون نیک لوگوں کا ذکر فرمایا تھا جو بذریعہ صدقہ و خیرات کے اپنے مال سے دنیا میں خلق اللہ کو نفع پہونچاتے ہیں اور عقبیٰ میں اوس خیرات کے اجر کی اللہ سے توقع رکھتے ہیں اس آیتہ میں اون لوگوں کے مقابل کے اون بد لوگوں سود خواروں کا ذکر فرمایا ہے جنھوں نے اپنے مال کے طفیل میں اپنی دین دنیا کو خراب اور خوار کر دیا مسند امام احمد وغیرہ کی شب معراج کی حدیث میں آپ نے فرمایا ہے کہ دوزخ میں کچھ لوگ آپنے دیکھے جن کے پیٹ بڑے بڑے گھر اور کوٹھوں کے برابر ہیں اور ہزارہا سانپ اور بچھو اون کے پیٹوں میں بھرے ہیں دنیا میں ایک سانپ یا بچھو کیسکو کاٹتا ہے تو وہ باولوں کی طرح بھاگا بھاگا پھرتا ہے حسب بیان مخبر صادق کے جس شخص پر اوس قسم کا عذاب قبر ہوکہ ہزارہا سانپ بچھو اوسکے پیٹ میں بھرے ہوں تو باولوں کیطرح قبر سے اوسکا اوٹھنا ظاہر ہے اس حدیث کا پورا ذکر سورہ بنی اسرائیل میں آویگا۔ مشرکین عرب میں اکثر سود کے لین دین کا یہ طریقہ جاری تھا کہ ایک شخص دوسرے شخص کو کچھ روپیہ قرض دیتا تھا اور اس قرض کی مدت پر اگر روپیہ ادا نہوا تو مدت کچھ زیادہ کر کے قرضہ کی رقم کو بھی کچھ بڑھا دیا جاتا تھا۔ اور اپنی سمجھ کے موافق وہ لوگ اس طریقہ کو بیع کی ایک قسم خیال کرتے تھے اور ادائے قرضہ کی مدت جو بڑھاتے تھے اوسکو خرید و فروخت کی ایک چیز اور اس مہلت کے معاوضہ میں جو رقم بڑھائی جاتی تھی اوس کو اوس مہلت کی قیمت اونہوں نے

قرار دے رکھا تھا لیکن وہ مدت کوئی مالیت کی چیز نہ تھی اسلیے اللہ تعالےٰ نے اوس صورت کو بیع قرار دینا انکا دیوانہ پن قرار دیا اور حشر میں بھی سزا انکے لیے یہ تجویز کی کہ وہ قبروں سے دیوانہ ہوکر اوٹھیں گے ہاں جو لوگ سود کے حرام ہونے کی آیتہ کے بعد آیندہ سود لینے سے توبہ کرلینگے اون کو آیتہ سے پہلے کا سود کا مواخذہ معاف ہے یہہ تو سود خواروں کا عقبےٰ کا حال ہوا دنیا میں اُن کے سودی مال کا وہی حال ہوتا ہے جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ سود کے لالچ کے مارے وہ لوگوں کو روپیہ دیتے ہیں تھوڑے دنوں تو اپنا دل خوش کرلیتے ہیں کہ ایک ایک کے دو دو اور چار چار ہوگئے پھر تجربہ سے ہزاروں جگہ یہہ بات ثابت ہوئی ہے کہ آخر کو اون کا سود اصل سب کچھ اسطرح مٹ جاتا اور ڈوب جاتا ہے جسطرح خیرات کا مال دس سے سات سو تک بڑھتا ہے صحیح مسلم میں حضرت جابر سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے سود کے کھانے والے کھلانے والے سود کے لین دین کی تحریر لکھنے والے گواہی دینے والے سب پر لعنت فرمائی ہے مراد مومنین سے اس آیتہ میں خاصکر وہ لوگ ہیں جو سود کو حرام جانتے ہیں اور سود کے معاملہ میں نہیں پڑتے سود خواروں کو ناشکر اسلیے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اون کو آسودگی کی نعمت جو دی تھی اسکی شکر گذاری اونہوں نے اوس مال کو نیک کاموں میں خرچ کرکے کچھہ نہیں کی بلکہ سود خواری سے ناشکر اور گنہ گار بن گئے مسند امام احمد ابن ماجہ مستدرک حاکم میں عبداللہ ابن مسعود سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ سود کی رقم کو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یہہ رقم ظاہر میں چند روز بڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے لیکن انجام اسکا نقصان اور گھاٹا ہے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے مستدرک حاکم میں معتبر سند سے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جس بستی میں سود خواری بڑھ جاوے گی وہاں اللہ کا عذاب ضرور آوے گا +

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو رہگیا سود اگر تمکو یقین ہے

فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ

پھر اگر نہیں کرتے تو خبردار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اوس کے رسول سے اور اگر توبہ کرتے ہو تو تمکو پہنچتے ہیں

أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ

اصل مال تمہارے نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر اور اگر ایک شخص ہے تنگی والا تو فرصت دینی چاہیے

مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○

جبتک کشایش پاوے اور اگر خیرات کر دو تو تمہارا بھلا ہے اگر تمکو سمجھہ ہو

مسند ابو یعلےٰ موصلی اور ابن منذر تفسیر ابن جریج تفسیر مقاتل اور تفسیر سدی میں کلبی نے ابو صالح کی سند سے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایتہ بیان کی ہے اور متقدمین مفسرین نے لکھا ہے کہ یہہ سلسلہ روایتہ کا اچھا ہے قابل اعتراض نہیں ہے حاصل اس روایتہ کا یہہ ہے کہ بنی عمرو بن عمیر ایک قبیلہ تھا اسلام سے پہلے

اوس قبیلہ اور ایک دوسرے قبیلہ بنی مغیرہ میں سود کا لین دین تھا سود کے حرام ہو جانے کے بعد بنی عمرو بن عوف نے اپنی باقی رقم سود کے تقاضہ بنی مغیرہ سے کیا انہوں نے کہا اسلام کے بعد سود کی رقم نہیں دیویں گے یہ جھگڑا مکہ کے عامل عتاب بن اسید کے روبرو پیش ہوا انہوں نے آنحضرت کی خدمت میں اس قصہ کی اطلاع لکھ کر بھیجی اوس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ مدینہ منورہ میں نازل فرمائی اور فرمایا کہ جو لوگ مومن اور اللہ کے حکم کے فرمانبردار ہیں اونکو ہرگز روا نہیں ہے کہ حکم الٰہی سے سود کے حرام ہو جانے کے بعد پھر سود کی رقم کا مطالبہ کریں اور جسطرح یہ قرض دینے والے لوگ سود کی رقم کا مطالبہ نہ کریں اسیطرح قرضدار لوگوں کو بھی یہ نہ چاہیئے کہ وہ باوجود آسودہ حالی کے ان کی اصل رقم کے دینے میں دیر کریں۔ یا اصل رقم میں سے کچھہ دبا رکھیں ہاں جو قرضدار تنگ دست ہوں اونکو اسقدر مہلت ضرور دیجاوے کہ اونکا ہاتھ ذرا فراغت ہو جاوے اور اگر قرض دینے والے لوگ تنگدست قرضداروں کو قرضہ کی پوری رقم یا اوسکا کچھہ حصہ معاف کر دیویں تو اونکو یہ جتلا یا جا چکا ہے کہ اسکے اجر میں دس سے لیکر سات سو تک خدا دیوے گا صحیح مسلم وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ جو قرض دینے والا شخص اپنے تنگدست قرضدار کو اوسکی فراغدستی تک ادا ئے قرضہ کی مہلت دیوے گا تو اللہ تعالیٰ حشر کے روز میدان کی گرمی میں ایسے شخص کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دیوے گا اور اگلی آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے حشر کے دن کی اور اوس دن کی جزا سزا کی یاد وہی لوگوں کو اسلئے فرمائی ہے کہ عقبےٰ کی جزا سزا اون کے دلونپر جم جاوے اور اس خیال سے نیک کاموں کی رغبت اون کے دلوں میں پیدا ہو جاوے اور یہہ بھی فرمادیا ہے کہ باوجود اس فہمایش اور نصیحت کے پھر بھی اگر کوئی شخص اللہ کے حکم کی مخالفت کرے گا تو اوسکو چاہیئے کہ اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑنے کو طیار ہو جاوے غرض اسکی یہ ہے کہ اگر یہ لوگ مسلمان ہو کر مشرکوں کی طرح اللہ کے حکم کی مخالفت کریں گے تو مشرکوں کیطرح ان پر بھی اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو فوج کشی کرنیکا حکم دیوے گا ٭

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ

اور ڈرتے رہو اوس دن سے جبمیں تم اوسلٹے جاؤ گے اللہ کے پاس پھر پورا ملیگا ہر شخص کو جو اوسنے کمایا اور اونپر

لَا يُظْلَمُوْنَ

ظلم نہ ہوگا

منزل ۱

ع ۶

معتبر سند سے نسائی تفسیر ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایۃ ہے کہ سب سے آخر قرآن شریف کی یہی آیۃ نازل ہوئی ہے جس سے یہہ اشارہ ہے کہ اس آیۃ کے بعد خوف آخرت ہی ایک چیز ہے جو اللہ سے ڈرنے کا ایک ذریعہ دنیا میں قیامت تک چھوڑا جاتا ہے رسول وقت کی صحبت قرآن شریف کا ہر نصیحت کے موقع پر نازل ہونا آیندہ سے بند ہے چنانچہ اس آیۃ کے نزول کے نوراتوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی انا للہ وانا الیہ راجعون جو آخری ذریعہ عقبےٰ کے پاک کرنے کا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے

دنیا میں رکھا ہے وہی خوف عقبے ہے ہادی مطلق مسلمانوں کو ہدایت دے کہ کوئی مسلمان اوس ذریعہ سے غافل نہ رہے آمین یا رب العالمین

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُبْ

اے ایمان والو جسوقت معاملہ کرو تم ادھار کا کسی وعدے مقرر تک تو اوسکو لکھ لو اور چاہیے لکھدے تمہارے

بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ

درمیان کوئی لکھنے والا انصاف سے اور انکار نہ کرے لکھنے والا اس سے کہ لکھدیوے جیساکہ سکھایا اوسکو اللہ نے سو وہ لکھے

وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا

اور بتاوے جسپر حق دینا ہے اور ڈرے اللہ سے جو رب ہے اوسکا اور ناقص نکرے اوسمیں سے کچھ

فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ

پھر اگر جس شخص پر دینا آیا بے عقل ہے یا ضعیف ہے یا آپ نہیں بتا سکتا تو بتادے

هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ

اوسکا اختیار والا انصاف سے اور گواہ کرو دو گواہ اپنے مردوں میں سے پھر اگر

يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ

نہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں جنکو پسند رکھتے ہو تم شاہدوں میں کہ بھول جاوے

اِحْدٰٮهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰٮهُمَا الْاُخْرٰى وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا

ایک عورت تو یاد دلادے اوسکو دوسری اور انکار نہ کریں گواہ جسوقت بلائے جاویں

وَلَا تَسْــَٔمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖ ذٰ لِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ

اور کاہلی نہ کرو اوسکے لکھنے سے چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا اوسکے وعدے تک اسمیں خوب انصاف ہے اللہ کے ہاں

وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً

اور درست رہتی ہے گواہی اور لگتا ہے کہ تمکو شبہ نہ پڑے مگر ایسا کہ سودا ہو روبرو کا

تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا

پھیر بدل کرتے ہو آپسمیں تو گناہ نہیں تمپر کہ نہ لکھو اوسکو اور گواہ کرلو جب

تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ

سودا کرو اور نقصان نہ کرے لکھنے والا اور نہ شاہد اور اگر ایسا کرو تو یہہ گناہ کی بات ہے تمہارے اندر

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ

اور تم ڈرتے رہو اللہ سے اور اللہ تمکو سکھاتا ہے اور سب چیز سے واقف ہے

سفیان ثوری نے بواسطہ مجاہد کے حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایتہ کی ہے کہ یہہ آیتہ بیع سلم کے جائز
ہونے کے حکم میں نازل ہوئی ہے کسی چیز کی قیمت پیشگی دیکر وہ چیز کچھہ مدت کے بعد لیجاوے تو اوس کو
بیع سلم کہتے ہیں اوسکی شرایط اور اون شرایط میں علمار کا جو اختلاف ہے اوس کی صراحت فقہ کی کتابوں میں ہے
صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ بیع سلم میں ماپ تول اور مدت بیع کا معلوم ہوجانا ضروری ہے اسلئے علمار نے لکہا ہے کہ مہینوں کی مدت ہو
تو اوسکا صاف ذکر بیع سلم میں آجانا چاہیئے مجہول مدت جیسے غلہ کا کٹنا یا کھلیانوں کا اوٹھنا یا کسی قافلہ کا واپس
آنا ایسی باتیں بیع سلم کی مدت مقرر کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں مدتی معاملہ کو لکھہ لینے کا حکم اس لئے ہے
کہ زبانی بات بہت دنوں تک یاد نہیں رہ سکتی یہی حال گواہی کا ہے کہ گواہی کے بعد معاملہ پکا ہوجاتا ہے
بھول چوک یا معاملہ کے انکار کی گنجایش پھر باقی نہیں رہتی کاتب اور گواہوں کو یہ تاکید فرمائی ہے کہ وہ لکھنے
اور گواہی کے اداکرنے میں کوتاہی اور خیانت نہ کریں کاتب سے جو بات کہی جاوے وہ پورے لکھہ دیوے
گواہوں کو جتنی بات معلوم ہو وہ پوری گواہی اسکی ادا کر دیویں سچی گواہی کے اداکرنے کے اجر اور
جھوٹی گواہی کے وبال میں بہت سی صحیح حدیثیں آئی ہیں گواہوں کے باب میں یہہ فرمایا کہ جس شخص پر حق
ہو اگر وہ کم عمر یا کم عقل ہو تو اوسکا متولی ایمانداری سے پوری دستاویز اوسپر لکھوا دیوے یہہ بھی فرمایا کہ بڑے
چھوٹے معاملہ کا خیال ان باتوں میں نہ کیا جاوے ہر ایک معاملہ میں اس حکم کی تعمیل کیجاوے کیونکہ بھول
بڑے چھوٹے معاملات میں یکساں ہے ہاں دست بدست کے معاملہ میں گواہی اکثر علما کے نزدیک ضروری
نہیں ہے اخیر پر فرمایا کہ جو شخص باوجود اللہ کی اس ہدایت کے اوسپر عمل نکرے گا تو وہ گناہ کی بات ہے
ایسی باتوں میں خدا سے ڈرنا چاہیے مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایتہ
ہے کہ جسوقت اقرار کو لکھہ لینے کا حکم اس آیتہ میں اوترا تو آنحضرت نے فرمایا کہ سب سے پہلے جو اقرار کرکے
اپنے اقرار کو بھول گئے وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں یوم المیثاق میں اللہ تعالےٰ نے اون کی سب اولاد
کو جو قیامت تک پیدا ہونے والی تہی حضرت آدم کی پشت سے نکالا تو ان میں ایک صورت کو بڑا نورانی
دیکھہ کر حضرت آدم نے اللہ تعالےٰ سے پوچھا کہ یا اللہ یہہ نورانی صورت کا کون شخص ہے اللہ تعالےٰ
نے فرمایا کہ یہ تمہارے بیٹے داؤد نبی ہیں حضرت آدم نے کہا یا اللہ داؤد کی عمر کتنی ہے اللہ تعالےٰ نے
فرمایا ساٹھہ برس حضرت آدم نے عرض کیا ان کی عمر کچھہ اور زیادہ ہوتی تو خوب تہا اللہ تعالےٰ نے فرمایا
تم اپنی ہزار برس کی عمر میں سے کچھہ انکو دیدو حضرت آدم نے چالیس برس اپنی عمر میں سے حضرت داؤد کو
دینے کا اقرار کیا اور اپنی قبض روح کے وقت فرشتہ سے کہا کہ ابہی میری عمر کے چالیس برس باقی ہیں اور
فرشتہ نے حضرت داؤد کا قصہ یاد دلایا تو حضرت آدم علیہ السلام اوس قصہ کو بالکل بھول گئے اس آیتہ
کے نزول کے وقت اس آیتہ میں جو اقرار کے لکھہ لینے کا حکم تھا اوسکی تفسیر میں جو آنحضرت صلعم نے

منزل ۱

حضرت آدم کا قصہ ذکر فرمایا اس سے خود معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے آیۃ کا یہہ مطلب سمجھا کہ حضرت آدم سے اقرار کے بعد جو بھول ہوگئی تھی اوسطرح کی بھول چوک روکنے کے لیئے اقرار کے لکھ لینے کا یہ حکم ارشادی طور پر اس آیۃ میں ہے۔ فرض کے طور پر نہیں ہے اور خود آنحضرت سے مرفوع طور پر یہ تفسیر آیۃ کی جب موجود ہے تو بعض علماء نے اس حکم کو فرض ٹھیرا کر آیۃ فان امن بعضکم بعضا سے اس آیۃ کو جو منسوخ کہا ہے وہ ظاہر تفسیر مرفوع کے خلاف ہے ٭

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ

اور اگر تم سفر میں ہو اور نہ پاؤ لکھنے والا تو گرو ہاتھ میں رکھنی پھر اگر اعتبار کرے ایک

بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ

دوسرے کا تو چاہیئے پورا کرے جسپر اعتبار کیا اپنی اعتبار کو اور ڈرتا رہے اللہ سے جو رب ہے اسکا اور نہ چھپاؤ تم گواہی کو

وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝

اور جو کوئی اسے چھپاوے گا تو گنہگار ہے دل اسکا اور اللہ تمہارے کام سے واقف ہے

۳۹ ع ۲ ۷

جب آدمی سفر میں ہوتا ہے تو بالکل اجنبی ہوتا ہے کسی سے جان پہچان کم ہوتی ہے اس سفر کی حالت میں اگر کچھہ قرض لینے کی ضرورت ہو تو بغیر کسی چیز کے گروی رکھنے کے نہ کوئی اعتبار کرتا ہے نہ کچھہ قرض مل سکتا ہے اسواسطے سفر کا ذکر خاص طور پر فرماکر اللہ تعالےٰ نے گروی کو اس آیۃ میں جائز فرمادیا۔ اگرچہ بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ اس آیت میں جب سفر کا ذکر ہے تو حالت سفر میں ہی گروی جائز ہے۔ حالتِ مقام میں نہیں لیکن خود صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذراع حالت مقام میں ایک یہودی کے پاس گروی رکھوا کر حدیث فعلی سے اس آیۃ کی تفسیر فرمادی ہے کہ گروی حالتِ سفر اور حالت مقام دونوں حالتوں میں جائز ہے یہ آپ کی ذراع یہودی کے پاس گروی ہونے کی حدیث صحیحین میں ہے جسکی روایۃ حضرت انسؓ سے ہے ٭

منزل ۱

لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِىْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ

اللہ کا ہے جو کچھہ آسمان اور زمین میں ہے اور اگر تم کھولوگے اپنے جی کی بات یا چھپاؤگے

يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

حساب لیگا تم سے اللہ پھر بخشیگا جسکو چاہے اور عذاب کرے گا جسکو چاہے اور اللہ سب چیز پر

شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝

قادر ہے

دل کا وسوسہ آدمی کے قابو کی بات نہیں ہے بعضے وقت سینکڑوں وسوسات دلمیں گذرتے ہیں۔ اور آدمی اپنے آپ کو روک کر ایک کام بھی اون وسوسوں کے موافق نہیں کرتا۔ اسواسطے اس آیت میں دل کے وسوسوں پر

حساب اور عذاب کا حکم آنے سے صحابہ کرام کو بڑا رنج ہوا پھر آنحضرت نے اون کو سمجھایا اور کہا کہ یہود اور نصاریٰ کی طرح اللہ کے حکم سے انحراف نکرو اور اللہ کا جو حکم ہوا وسکو بسر وچشم مان لو اللہ ضرور تمپر رحم کرے گا۔ جب اونہوں نے خوشی سے اللہ کا حکم مان لیا تو اسکے آگے کی آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کی تعریف کی اور دل کے وسوسہ پر جو عذاب کا حکم تھا اوسکو منسوخ فرما دیا چنانچہ اسی منسوخ کے باب میں صحاح ستہ کی کتابوں میں حضرت ابو ہریرہ سے روایۃ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے دل کے وسوسہ کو معاف کر دیا ہے اور صحیح حدیثوں میں یہ بھی ہے کہ جب ظاہر عملوں میں کوئی شخص شیطان کے قابو کا نہیں ہوتا اور شیطان آدمی کو فعل غیر بہکانے کا موقع نہیں پاتا تو آدمی کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اسلئے دل میں وسوسوں کا آنا عین ایمان کی نشانی ہے حضرت عبد اللہ بن عباس نے یہ بھی فرمایا ہے کہ دل کے وسوسوں پر اللہ تعالےٰ کا مقصد عذاب کرنے کا سرے سے اس آیۃ میں تھا ہی نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کا مقصد تو یہہ تھا کہ قیامت کے دن تک کے سارے دل کے وسوسات کا حساب وکتاب رکھا جاوے گا۔ اور قیامت کے دن اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو اون کے وہ وسوسات یاد دلا کر معاف فرما دیگا تاکہ مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ کی رحمت اور عنایت کی زیادہ قدر معلوم ہو اون معنوں کے سبب سے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہہ آیۃ منسوخ نہیں ہے ✣

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ
مانا رسول نے جو کچھ اترا اسکو اسکے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے سب نے مانا اللہ کو اور اسکے فرشتوں کو

وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا
اور کتابوں کو اور رسولوں کو ہم جدا نہیں کرتے کسیکو اسکے رسولوں میں اور بولے جنہے سنا اور قبول کیا

غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ
تیری بخشش چاہیئے اے رب ہمارے اور تجہی تک رجوع ہے اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر جو اسکی گنجایش ہے اسیکو ملتا ہے جو کمایا

وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ
اور اسی پر پڑتا ہے جو کیا اے رب ہمارے نہ پکڑ ہمکو اگر ہم بہولیں یا چوکیں اے رب ہمارے اور نہ رکھ

عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ
ہمپر بوجھ بھاری جیسا رکھا تہا ہم سے اگلوں پر اے رب ہمارے اور نہ اٹھوا ہم سے جسکی طاقت نہیں ہمکو

وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝
اور درگزر کر ہمسے اور بخش ہمکو اور رحم کر ہمپر تو ہمارا صاحب ہے تو مدد کر ہماری قوم کافرپر

منزل ۱ — رکوع ۸

حضرت عبد اللہ بن عباس کی حدیث مسلم اور نسائی کے حوالہ سے اوپر گذر چکی ہے کہ سورہ فاتحہ اور سورۃ بقر کی یہہ دونوں آیتیں ایسے دو نور ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یہ نور کسی نبی پر نازل نہیں ہوئے مسند امام احمد اور صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جو شخص رات کو سورہ بقر کی

یہ دونوں آیتیں آمن الرسول سے سورہ کے ختم تک پڑھ لیگا اوسکی تمام رات کی عبادت اسکی نامہ اعمال میں لکھی جاوے گی مسند امام احمد تفسیر میں معتبر سند سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ عرش معلے کے نیچے اللہ تعالے کا ایک خزانہ ہے اوسمیں سے سورہ بقر کی یہہ دونوں آیتیں اللہ تعالے نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہیں شداد بن اوس سے طبرانی نے یہہ روایتہ کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں سورہ بقر کی یہہ آیتیں پڑہی جاویں اوس گھر پر شیطان کا اثر پہر باقی نہیں رہتا طبرانی کی سند اس روایتہ کی معتبر اور جید ہے حاصل مطلب ان دونوں آیتوں کا یہہ ہے کہ جتنے ایماندار لوگ ہیں اون کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اوس کی ذات وصفات میں کوئی اسکا شریک نہیں اللہ کے سب رسول اور سب آسمانی کتابیں برحق ہیں اللہ کے حکم سے اگرچہ بعضے شریعتیں بعضے شریعتوں سے منسوخ ہوکر پھر پچھلی سب شریعتیں شریعت محمدی ہی سے منسوخ ہوئی ہیں اور اب قیامت تک یہی شریعت محمدی قایم رہوے گی لیکن اپنے اپنے وقت پر وہ سب نبی اللہ کے نبی اور سب کتابیں اللہ کی ہیں کسی رسول اور کتاب کو ماننا اور کسیکو نہ ماننا یہہ حکم الٰہی کے بالکل مخالف ہے اللہ کے فرشتے اللہ کی مخلوق ہیں اور جس کام پر اللہ تعالے نے اونکو مامور کردیا ہے وہ اسکے بجالانے میں اللہ کے پورے فرمانبردار ہیں لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا سے اوپر کی آیتہ وہ منسوخ ہوئی ہے جسمیں دل کے وسوسہ پر محاسبہ کا حکم تھا لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت کی تفسیر حضرت ابوہریرہ کی حدیثوں میں جنکو بخاری اور مسلم نے روایتہ کیا ہے یہہ ہے کہ انسان نیک کام کا محض قصد بھی دل میں کرے تو اوس قصد کے اجر میں ایک نیکی کا ثواب اوسکے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے اور اگر اپنے اوس قصد کے موافق وہ نیک کام کرلیوے تو دس سے لیکر سات سو نیکیوں تک کا ثواب لکھا جاتا ہے اور برے کام کے محض ارادہ اور قصد پر کوئی بدی نہیں لکھی جاتی جب تک آدمی اوس برے کام کو کر نہ لیوے اور برے کام کا ارادہ کرکے اگر آدمی اوس کام کے کرنے سے باز رہی تو اوس باز رہنے کے اجر میں بھی ایک نیکی کا ثواب اوس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے باقی لفظ ان دونوں آیتوں میں دعا کے ہیں جو اللہ تعالے نے اپنے بندوں کو سکھائے ہیں کہ وہ اس معبود سے اسطرح دعا کیا کریں اس سورۃ میں نماز روزہ حج زکوۃ نکاح طلاق عدۃ ایلاء رضاعت بہت سے احکام ہیں اسلیئے یہہ سورت قرآن شریف کی گویا کتاب الاحکام ہے اصر کے معنے سخت تکلیف کے ہیں یہود پر سخت احکام جو نازل ہوئے تھے مثلاً توبہ کی جگہ قتل پچاس نمازیں چوتھائی مال کی زکوۃ نزول قرآن کے زمانہ میں اللہ تعالے نے اپنے بندوں کو یہہ دعا سکھلائی ہے تاکہ قرآن شریف میں نرم احکام نازل ہوں اور اگر کوئی سخت حکم نازل بھی ہو تو وہ اس دعا کی برکت سے اسطرح منسوخ ہوجاوے جسطرح دل کے وسوسہ کی آیتہ منسوخ ہوئی یہ محض اللہ کا فضل ہے جو اوس نے اس دعا کے سکھانے سے اپنے بندوں پر کیا ہے یہہ وقت تو ایسا ہے کہ نرم احکام کی تعمیل بھی ہم لوگوں سے نہیں ہوسکتی اوس وقت اگر کچھ سخت احکام باقی رہ جاتے تو ہم لوگوں کے لیئے بڑی دشواری تھی جسطرح اللہ تعالے

منزل ۱

اپنے فضل سے اس دشواری کو آسان کر دیا ہے۔ اسیطرح وہ اپنے فضل سے دین دنیا کی سب دشواریاں آسان کر دیوے
آمین یا ارحم الراحمین ٥

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

سورۃ آل عمران

الٓمّٓ ۚ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ؕ نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ
اللہ اسکے سوا کسیکی بندگی نہیں جیتا ہے سب کا تھامنے والا اوتاری تجھپر کتاب تحقیق
مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىۃَ وَالْاِنْجِیْلَ ۙ مِنْ قَبْلُ ھُدًی
ثابت کرتی اگلی کتابونکو اور اوتاری تھی توارات اور انجیل اس سے پہلے
لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ
لوگوں کی ہدایت کو اور اوتارا انصاف جو لوگ منکر ہیں اللہ کی آیتوں سے اُن کو سخت
شَدِیْدٌ ؕ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ٥
عذاب ہے اور اللہ زبردست ہے بدلا لینے والا

سورہ آل عمران کی فضیلت میں بہت سی صحیح حدیثیں آئی ہیں یہ سورۃ مدنی ہے اس سورۃ کی دوسو آیتیں ہیں اس تفسیر کے مقدمہ میں اسکا ذکر ہے کہ تفسیر ابن ابی حاتم بڑی صحیح تفسیر ہے اسمیں اور اور صحیح تفسیروں میں جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل یہہ ہے کہ سنہ ۹ ہجری میں کچھہ عیسائی لوگ شام اور یمن کے مابین میں ایک نجران بستی ہے وہاں سے اپنی قوم کی طرف سے ایلچی بنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے اور اُن عیسائی لوگوں نے حضرت عیسے علیہ السلام کے خدا کا بیٹا ہونے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا مباحثہ کیا اوسپر اس سورہ کی اکثر آیتیں نازل ہوئیں جنمیں مباہلہ کی آیت بھی ہے مباہلہ کی پوری تفصیل تو اُسی آیۃ کی تفسیر میں آوے گی لیکن اوسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ جب دو فریق میں کسی دینی امر کا جھگڑا ہو اور وہ جھگڑا زبانی مباحثہ سے طے نہو تو دونوں فریق کو مع قریب کے رشتہ داروں کے جنگل میں جانے اور فریق ہٹ دھرم پر عذاب الٰہی نازل ہونے کی بددعا کرنے کا حکم ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب وہ عیسائی لوگ مباہلہ کی آیۃ سے پہلے کی آیتوں میں طرح طرح کی جو نصیحتیں تھیں اونکو خیال میں نہلائے اور حضرت عیسے علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنے کی ہٹ دھرمی پر اڑے رہے تو آخر مباہلہ کی آیۃ اوتری اور اس آیۃ کے اوترتے ہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

منزل ۱

حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین کو ساتھہ لیکر جنگل میں تشریف لے گئے اور اون عیسائی لوگوں کو آدمی بھیجکر بلایا مگر ان عیسائی لوگوں میں کئی شخص بڑے پادری تھے اونہوں نے مباہلہ منظور نہیں کیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ نبی سے مباہلہ کرنا بڑی خرابی کی بات ہے غرض ان لوگوں نے مباہلہ قبول نہیں کیا اور سالانہ خراج دینا قبول کرلیا اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کہا کر یہہ فرمایا کہ اگر یہہ لوگ مباہلہ کرتے تو ضرور آسمان سے آگ برستی اور یہہ لوگ وہیں جنگل میں جلکر بہسم ہوجاتے۔ الم ان حروف مقطعات کی بحث سورہ بقرہ میں گذرچکی ہے اور یہہ حدیث بہی گذرچکی ہے کہ اسم اعظم ان دونوں آیتوں میں ہے اللہ لاالہ الاہوالحی القیوم والم اللہ لاالہ الاہوالحی القیوم صحیح حدیثوں میں ہے کہ اسم اعظم کے پڑہنے کے بعد آدمی جو دعا مانگی وہ قبول ہوتی ہے حیّ کے معنے ہمیشہ باقی رہنے والا قیوم کے معنے اپنی ذات سے قایم رہ کر تمام مخلوقات کا طرح طرح بندوبست کرنے والا اون دونوں لفظوں کے ذکر فرمانے میں یہہ نصیحت ہے کہ جب ان عیسائی لوگوں کا یہہ اعتقاد ہے کہ یہودیوں نے عیسےٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑہادیا اور اسی اعتقاد کے سبب سے یہہ لوگ سولی کی صورت کو مانتے ہیں تو عیسےٰ علیہ السلام میں کوئی صفت ان دونوں صفتوں میں کی نہ پائی گئی کیونکہ جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہو اوسکو سولی پر چڑہانا اور جس کے ہاتھہ میں تمام عالم کا انتظام ہو یہودیوں کا اوسکے انتظام سے باہر ہوکر اتنی بڑی بےانتظامی کا پہیلانا کسطرح ہوسکتا ہے پہر باپ بیٹے میں مناسبت کیونکہ ہوئی اور اون لوگوں کے اعتقاد کے موافق عیسےٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کس مناسبت سے کہا جاسکتا ہے۔ اب آگے یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالےٰ نے جسطرح موسےٰ پر توراۃ اور عیسےٰ پر انجیل نازل فرمائی اوسیطرح نبی آخرالزماں پر قرآن نازل فرمایا جسطرح قرآن میں اون کتابوں کی صداقت موجود ہے اوسیطرح اون کتابوں میں قرآن کی صداقت موجود ہے ایک کو بہی ان میں سے جہٹلایا جاوے تو دوسری کی صداقت کو بٹا لگتا ہے۔ پہر یہہ لوگ قرآن کے کیوں منکر ہیں جس سے سخت عذاب اون کو بہگتنا پڑے گا۔ پہر یہہ نصیحت فرمائی کہ اللہ ایسا زبردست ہے کہ وقت مقررہ پر کتاب آسمانی کے منکروں سے جب وہ بدلہ لینا چاہے گا تو اوسکو کوئی روک نہیں سکتا۔ اللہ سچا ہے۔ اللہ کا کلام سچا ہے۔ دنیا میں تو ان لوگوں سے اللہ تعالےٰ نے یہہ بدلہ لیا کہ ان آیتوں کے نزول سے پانچ برس کے بعد ان لوگوں کی بستی پر اہل اسلام کا قبضہ کرادیا۔ اور عقبےٰ کا بدلا عقبےٰ کے ساتھہ ہے ٭

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝ هُوَ الَّذِيْ

اللہ اوسپر چہپی نہیں کوئی چیز زمین میں اور آسمان میں وہی ہمارا

يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

نقشہ بناتا ہے ماں کے پیٹ میں جسطرح چاہے کسیکی بندگی نہیں اوسکے سوائے زبردست حکمت والا

منزل ۱

حاصل مطلب ان دونوں آیتوں کا یہہ ہے کہ اللہ تعالے کا علم ایسا وسیع ہے کہ اسکو زمین و آسمان کی سب غیب کی باتیں معلوم ہیں کوئی بات اوسکے علم سے باہر نہیں ہے اسیلیے ماں کے پیٹ میں گورا کالا لڑکا لڑکی نیک و بد سب کچھ اوسیکے علم کے موافق ہوتا ہے اسیکو تقدیر کہتے ہیں اب آئیں اون عیسائی لوگوں کو یہ دہمکی ہے کہ عیسے علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہہ کر خدا کی توحید میں جو یہ لوگ خلل ڈالتے ہیں اور اللہ کے کلام کو جھٹلاتے ہیں ذرا ذرا یہ سب باتیں اللہ کو معلوم ہیں اور ان لوگوں کے اعمال نامہ میں یہہ سب باتیں لکھی جاتی ہیں وقت مقررہ آنے کی دیر ہے پھر یہہ لوگ دیکھہ لیویں گے کہ کیا ہوتا ہے اور اس دہمکی کے ساتھہ ہی یہہ فہمایش بھی ہے کہ جب عیسے علیہ السلام اور مخلوق کیطرح حضرت مریم کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور ماں کے پیٹ میں نطفہ کیحالت سے لیکر پیدائش کی حالت تک بچہ پر جو کچھ تغیرات گذرتے ہیں وہ اون کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں تو پھر باوجود اس کے عیسے علیہ السلام کو یہہ لوگ خدا کا بیٹا کس مشابہت سے کہتے ہیں رہا عیسے علیہ السلام کا بغیر باپ کے حضرت مریم کے پیٹ سے پیدا ہونا یہ اللہ کی اوس قدرت سے کچھہ بعید نہیں جس قدرت سے اوس نے آدم اور حوا کو بغیر ماں اور باپ کے پیدا کر دیا۔ کیونکہ وہ بڑا زبردست حکمت والا ہے۔ کوئی مشکل کام اوس کی حکمت کے آگے مشکل اور کوئی بڑا کام اوس کی قدرت کے آگے بڑا نہیں۔ اگرچہ یہہ آیتیں اون نجرانی عیسائیوں کی شان میں اوتری ہیں لیکن قرآن کی نصیحتیں عام ہیں۔ اب کسی قوم کے کسی شخص میں کسی نصیحت کے قابل کوئی ویسی بات پائی جاوے گی تو قرآن کی نصیحت گویا اوسی کی شان میں ہوگی ؞

منزل ۱

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ

وہی ہے جسنے اُتاری تجھہ پر کتاب اُسمیں بعضے آیتیں پکی ہیں سو جڑ ہیں کتاب کی اور

اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ

دوسری ہیں کئی طرف ملتے سو جنکے دل پھرے ہوئے ہیں وہ لگتے ہیں اُن کے ڈھب والیوں سے تلاش کرتے

ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ

گمراہی اور تلاش کرتے ہیں اُنکی کل بٹھانی اور اُنکی کل کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے اور جو مضبوط

فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ

علم والے ہیں سو کہتے ہیں ہم اُسپر یقین لائے سب کچھہ ہمارے رب کیطرف سے ہے اور سمجھائے وہی سمجھتے ہیں جنکو عقل ہے

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً

اے رب ہمارے دل نہ پھیر ہمارے جب ہمکو ہدایت دیچکا اور دے ہمکو اپنے ہاں سے مہربانی بیشک تو ہی

اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ اِنَّ اللّٰهَ

ہے سب دینے والا اے رب ہمارے تو جمع کرنے والا ہے لوگوں کو ایک دن جسمیں شبہہ نہیں بیشک اللہ

ع ۱ ۸ ۹

لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ

خلاف نہیں کرتا وعدہ

سب سے پہلے یہہ ایک بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قرآن شریف میں محکم اور متشابہ کو دو معنے میں اللہ تعالےٰ نے استعمال فرمایا ہے ایک استعمال کی رو سے تو سارے قرآن کو ایک جگہ محکم فرمایا ہے اور دوسری جگہ متشابہ جس استعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ سارا قرآن محکم بھی ہے اور متشابہ بھی ہے چنانچہ فرمایا ہے کتاب احکمت آیاتہ پھر دوسری جگہہ فرمایا ہے کتابا متشابہا اس محکم کے یہہ معنے ہیں کہ سارا قرآن فصاحت و بلاغت اور اخبار غیب میں محکم ہے کسیجگہ قرآن شریف کے ان اوصاف میں خلل واقع نہیں ہوا ہے چنانچہ اسی وجہ سے عرب کے فصیح و بلیغ مشرک لوگ باوجود سخت مخالف ہونے کے قرآن شریف کی کسی آیتہ کی مانند بھی ایک آیتہ بناکر نہ لاسکے اور اس متشابہ کے یہ معنے ہیں کہ سچے ہونے میں اور کلام الٰہی ہونے میں اور معجزہ ہونے میں جیسے ایک آیتہ ہے ہوبہو ویسی دوسری ہے ایک دوسری سے ایسی مشابہ ہے کہ گویا ایک ہی ہے۔ دوسرا استعمال محکم اور متشابہ کا یہہ ہے کہ بعضی آیتوں کو اللہ تعالےٰ نے محکم فرمایا ہے اور بعض کو متشابہ اور متشابہ کے معنے میں غور کرنے سے منع فرمایا ہے جسطرح کے اس آیتہ میں ہے اور اس محکم اور متشابہ میں ہی علماء کی بحث ہے۔ اور اس بحث کا طے کر دینا بقدر ضرورت یہ ہے کہ معتبر مفسرین اور علماء اور ائمہ مذہب نے بالاتفاق اس بات کو مان لیا ہے کہ تفسیر کی بابت جس مسئلہ میں اختلاف ہو تو وہاں عبداللہ بن عباسؓ کا قول سب سے بڑھکر ہے کیونکہ صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ آنحضرت نے خاص طور پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے لیئے یہ دعا کی ہے کہ خدا تعالےٰ ان کو قرآن شریف کا مطالب سکھاوے اور ان سے اس علم تفسیر کو دنیا میں پھیلاوے اب حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے تفسیر کی باتوں کو بہت سے طریقوں سے روایت کیا جاتا ہے۔ مگر ان سب طریقوں میں اعلیٰ درجہ کا طریقہ علی بن طلحہ ہاشمی کا طریقہ ہے جسکو بخاری نے اپنی کتاب التفسیر میں اپنا معتمد علیہ قرار دیا ہے اور امام احمد بن حنبل نے اس طریقہ کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ مدینے سے مصر تک اس طریقہ کی ایک روایت کے لیئے کوئی شخص سفر کرے تو گویا اوس نے اس روایتہ کو مفت پایا۔ اب تفسیر ابن ابی حاتم میں علی بن طلحہ کے طریقہ سے محکم اور متشابہ کے معنوں کی بابت جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایتہ ہے وہ نقل کیجاتی ہے تا اجماع مفسرین کے موافق اور کسی صحابی تابعی کا قول یا دوسرا ادنی طریقہ کا خود عبداللہ بن عباسؓ کا قول جو اس روایتہ کے مخالف ہو وہ حجت قایم کرنے کے قابل نہ رہے اور یہ بات دراز کی مفسرین کی بحث طے ہو جاوے وہ روایتہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ قرآن شریف میں جو آیتیں عمل کے لیئے نازل ہوئی ہیں وہ محکم ہیں۔ اور جن سے عمل متعلق نہیں فقط ان پر بندوں کا ایمان لانا اللہ کا مقصود ہے جیسے صفات الٰہی کی آیات یا قیامت یا دجال کے حال کی آیات یا حروف مقطعات یہ سب متشابہ ہیں اب رہی یہہ بات کہ

منزل ۱

ان متشابہ آیات کا حکم کیا ہے آیا سوا اللہ تعالیٰ کے اون کے معنے اون کی تاویل کو کوئی جانتا ہے یا نہیں
اس کا حال یہہ ہے کہ صحیحین میں حضرت عائشہ سے روایۃ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جو لوگ متشابہ آیتوں کے
تاویل کے درپے ہوں اون کو اللہ کا خوف دلاؤ اور اونہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مرفوع روایۃ
تفسیر ابن جریر میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ متشابہ آیتوں کا مطلب سوا اللہ کے کیسکو معلوم نہیں جو کوئی
اسبات کا دعوے کرے کہ اوسکو متشابہ آیات کا مطلب یا تاویل معلوم ہے۔ تو وہ جھوٹا ہے اور مستدرک
حاکم میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایۃ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ محکم آیتوں پر عمل کرو اور متشابہ پر فقط ایمان
لاؤ اس روایۃ مستدرک سے عبداللہ بن عباس کی اوس روایۃ کی پوری تائید ہوتی ہے جو تفسیر ابن ابی حاتم کے حوالہ
سے اوپر محکم اور متشابہ کی معنوں کی صراحت میں بیان کی گئی ہے کیونکہ جو اوس روایۃ کا مطلب ہے کہ محکم وہ آیت ہے
جس سے عمل متعلق ہو اور متشابہ وہ آیۃ ہے جس سے محض ایمان متعلق ہو وہی اس روایۃ مرفوع کا حاصل مطلب ہے
صحابہ میں اگرچہ دس صحابی خلفائے اربعہ عبداللہ بن عباس عبداللہ بن مسعود ابی بن کعب زید بن ثابت ابو موسے
اشعری اور عبداللہ بن زبیر مفسرین مشہور ہیں لیکن عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود یہہ دونوں زیادہ مشہور ہیں
اور بہ نسبت دوسروں کے تفسیر میں ان دونوں کی روایۃ زیادہ معتبر ہے اسلئے ان دونوں کی روایۃ سے
محکم اور متشابہ کے معنے بیان کر دیے گئے اور طبرانی میں ابی مالک اشعری سے روایۃ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ مجھے
اپنی امت سے یہہ خوف ہے کہ وہ متشابہ آیتوں کی تاویل کے درپے ہونگے حالانکہ اون کی تاویل سوا خدا کے
کیسکو معلوم نہیں حاصل کلام یہہ ہے کہ صحابہ اور تابعین کا زمانہ اسی طریقہ پر گزرا ہے کہ متشابہ آیتوں کی تاویل
کے وہ لوگ درپے نہ ہوتے تھے بلکہ اوسکو برا جانتے تھے چنانچہ دارمی وغیرہ میں ایک شخص صبیغ کا قصہ ہے
کہ وہ مدینہ میں لوگوں سے متشابہ آیتوں کے معنے پوچھا کرتا تھا حضرت عمرؓ نے اوسکو اتنا پٹوایا
کہ اوسکا سر لہو لہان ہو گیا اور وہ جب چلا اٹھا کہ جو بات میرے دماغ میں بسی ہوئی تھی وہ نکل گئی
تو حضرت عمر نے اوسکو چھوڑا اب آخر سب دین ہم لوگوں تک صحابہ اور تابعین سے ہی آیا ہے اس لئے
اس باب میں بھی اونہیں کی پیروی کرنے چاہیئے سوا اسکے تفسیر ابن جریر کی روایۃ میں حضرت عبداللہ بن مسعود
کی یہہ قرأت موجود ہے کہ ان تاویلہ الا عند اللہ جسکا مطلب یہ ہے کہ آیات متشابہات کے صحیح معنے سوائے
اللہ تعالیٰ کے کیسکو معلوم نہیں اور مفسرین کے نزدیک صحیح قرأت کا حکم بمنزلہ آیت کے حکم کے ہوتا ہے تو اب اس باب
میں دوسرے معنے کی کیا گنجائش باقی رہی سورۃ النساء میں حضرت عیسے علیہ السلام کے حق میں یہ لفظ آئے ہیں
انما المسیح عیسے ابن مریم رسول اللہ و کلمتہ القاہا الی مریم و روح منہ جسکا صحیح مطلب یہ ہے کہ عیسے علیہ السلام کا کوئی باپ
نہیں اسلئے ماں کی طرف اون کی نسبت کیجا کر اونکو عیسے بن مریم کہا جاتا ہے وہ اللہ کے رسول ہیں اون کی
پیدایش اللہ کے حکم کلمہ کن سے ہے اور اون میں روح سے ہے جسکو اللہ کے فرشتے جبرئیل نے اللہ کے حکم سے
مریم کے جسم میں پھونک دیا اب وہی نجرانی عیسائی لوگ اہل اسلام کو شک میں ڈالنے کے لیئے اسکے معنے یہ

منزل ۱

بتلاتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور اسیطرح بعضے یہودی لوگ حروف مقطعات کے کچھ غلط معنے
بتلاتے تھے اوسپر اللہ تعالے نے فاما الذین فی قلوبہم زیغ سے آخر رکوع تک جو فرمایا اوسکا حاصل یہ ہے کہ
جن لوگوں کے دل حق بات کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں وہ اپنا غلط مطلب ثابت کرنے اور دوسروں کو
شک میں ڈالنے کے لئے ایسی باتیں کرتے ہیں جو لوگ اپنے علم دین میں مضبوط ہیں اونکا یہہ کام نہیں ہے
بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ محکم اور متشابہ آیتیں سب اللہ کا کلام ہے جن متشابہ آیتوں کا مطلب اللہ تعالے نے کسی دوسری
آیہ سے ہمکو سمجہا دیا وہ ہمکو معلوم ہے باقی کا علم اللہ تعالے کو ہے مثل آیۃ ان مثل عیسی عند اللہ
کمثل اٰدم اور آیۃ انّ ھو الا عبد انعمنا علیہ سے آیۃ انما المسیح عیسے بن مریم رسول اللہ وکلمتہ
القاھا الی مریم وروح منہ کا جو مطلب ہمکو معلوم ہوگیا اوسکو ہم جانتے ہیں حروف مقطعات کا مطلب کسی
دوسری محکم آیۃ سے ہمکو نہیں معلوم ہوا اسلئے اونکا مطلب ہم نہیں جانتے پہر یہ فرمایا کہ یہ علم دین میں مضبوط
رہنے والے لوگ اللہ سے یہہ دعا بھی مانگتے ہیں کہ حق بات سے پھرے ہوئے دل والے لوگوں کی حالت سے
یا اللہ تو ہمکو بچا اور جسطرح تو نے حق بات کی ہمکو ہدایت دی ہے اسی ہدایت پر قایم رہنے کی ہمکو توفیق دے کہ
توہی اپنے بندوں کو ہر طرح کے نیک کام کی توفیق کا دینے والا ہے اور قیامت کے دن نیک و بد سب کو
جمع کرنے اور ہر ایک کو جزا و سزا کا تیرا جو سچا وعدہ ہے اوس کے موافق اوسدن ہر طرح کے نیک کام کی جزا
ہمکو عنایت فرما اسی دعا کی رغبت دلانے کے لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا مانگا کرتے تہے اللھم
مصرف القلوب صرف قلوبنا علے طاعتک چنانچہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی روایتہ سے یہ حدیث صحیح مسلم
میں آئی ہے اور صحابہ کرام کے زمانہ کے بڑے حصّہ تک اس دعا کا اثر بہی رہا پہر حضرت علی کے زمانہ میں فرقہ خارجیہ
اور پھر قدریہ معتزلہ جھمیہ قرآن کی آیتوں کی غلط تاویلات نکالکر پیدا ہوگئے اور قیامت تک نیچری قادیانی
اور خدا جانے کون کون پیدا ہونگے اب جسطرح محکم اور متشابہ کے معنے کے جاننے اور نہ جاننے میں علماء کا اختلاف
ہے اسیطرح آیۃ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والرٰسخون فی العلم کی قرأت میں بھی یہہ اختلاف ہے کہ الا اللہ پر وقف کرنا اور ٹہرنا
چاہیئے یا نہیں اسمیں امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس کا قول یہی ہے کہ الا اللہ پر وقف کرنا اور ٹہرنا چاہیئے
اور اس سے کوئی حرج دینی بھی لازم نہیں آتا کیونکہ ضرورت دینی کی جسقدر باتیں تہیں وہ اللہ تعالے نے ظاہر المعنے
آیتوں میں بتلا دی ہیں اور پھر ان آیتوں میں کوئی آیۃ مبہم تہی تو اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اوسکو کھولدیا ہے مثلاً یوم یاتی بعض ایات ربک لا ینفع نفسا ایمانہا میں یہہ امر مبہم تہا کہ وہ کونسی نشانی ہے جسکے
ظاہر ہوجانے کے بعد ایمان لانے والے شخص کا ایمان اور توبہ کرنے والے شخص کی توبہ قبول نہو گی اللہ کے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا کہ وہ نشانی سورج کا مغرب کیطرف سے نکلنا ہے مگر یہہ نہیں تبلایا
کہ مغرب کیطرف سے سورج کب نکلے گا اسلئے کہ اس سے کوئی دینی بات متعلق نہ تہی جسطرح مثلاً حروف مقطعات کے
معنوں سے کوئی دینی غرض متعلق نہیں ایسی ہی باتوں کا علم اللہ تعالے کو سونپنا اور اوس کے جاننے میں

منزل ۱

عقل کو نہ دوڑانا اسیکا نام دین کی مضبوطی ہے اور یہی طریقہ صحابہ اور تابعین کا تھا اور اسی طریقہ کے چھوڑ دینے سے بہت فرقے گمراہ ہوگئے اور اس گمراہی سے بچنے کی وہ دعا ہے جسکا ذکر آیتہ اور حدیث میں ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰہِ شَیْئًا ؕ وَاُولٰٓئِکَ

جو لوگ منکر ہیں ہرگز کام نہ آویںگے اُنکو اُن کے مال اور نہ اولاد اللہ کے آگے کچھہ وہی ہیں

ھُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۙ کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ؕ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ

چھپٹیاں دوزخ کی جیسے دستور فرعون والوں کا اور جو اُن سے پہلے تھے جھٹلائیں ہماری آیتیں

فَاَخَذَھُمُ اللّٰہُ بِذُنُوْبِھِمْ ؕ وَاللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝

پھر پکڑا اُن کو اللہ نے اُن کے گناہوں پر اور اللہ کی مار سخت ہے۔

اوپر کی آیتوں میں یہہ ذکر تھا کہ پچھلی کتابوں میں قرآن کی اور قرآن میں پچھلی کتابوں کی صداقت موجود ہے اسپر بھی جو لوگ کلام الہی کی آیتوں کو جھٹلا دینگے اون کو سخت عذاب بھگتنا پڑے گا ان آیتوں میں یہہ ارشاد ہے کہ اگر ان لوگوں کو یہہ خیال ہو کہ جسطرح دنیا کی بعض آفتوں سے یہہ لوگ اپنے مال اور اولاد کے سبب سے بچ جاتے ہیں اسیطرح عقبے میں بھی انکا مال اون کی اولاد اون کے کچھہ کام آجاویں گے تو اُن لوگوں کا یہ خیال بالکل غلط ہے عقبے میں تو اونہی لوگوں کا صدقہ خیرات کا مال اور اون ہی کی نیک اولاد کام آوین گے جنکے دلمیں نور ایمان کی کچھہ چمک ہے جو لوگ اللہ کے کلام اللہ کے رسول کے جھٹلانے کے درپے ہیں اون کے مال و اولاد کا حال تو عذاب الہی مسلط ہو جانے کے بعد عقبے میں وہی ہوگا جو دنیا میں انہوں نے فرعون کا حال سنا کہ عذاب الہی کے نازل ہو جانے کے بعد ایک دم میں مع اپنے لشکر کے غرق ہو گیا اتنی بڑی مالداری اور اتنا بڑا لشکر کوئی چیز بھی اوس کے کام نہ آئی مسند امام احمد اور صحیحین میں انس بن مالک سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ اس قسم کے منکر لوگوں کو جب دوزخ میں ڈالا جاوے گا تو اون سے پوچھا جاوے گا کہ بھلا اگر ساری دنیا کی زمین بھر کے سونا تم لوگوں کے پاس اسوقت ہو تو تم اوسکو دیکر عذاب سے بچنے کا ارادہ رکھتے ہو وہ لوگ کہینگے ہاں اوسپر اللہ تعالے فرماوے گا ایک آسان بات شرک سے باز رہنے کی تم لوگوں سے چاہی گئی تھی وہ تم سے نہو سکی تو اب کیا ہو سکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ معمولی مال تو درکنار بغیر ایمان کے زمین بھر سونا بھی وہاں عذاب الہی سے کسی منکر دین کو نہیں بچا سکتا ✦

قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَھَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِھَادُ ۝ قَدْ کَانَ لَکُمْ

کہدے منکروں کو کہ اب تم مغلوب ہوگے اور ہانکے جاؤ گے دوزخ کو اور کیا بُری تیاری ہے ابھی ہو چکا ہے تمکو

اٰیَۃٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَۃٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاُخْرٰی کَافِرَۃٌ یَّرَوْنَھُمْ

ایک نمونہ دو فوجوں میں جو بھڑی تھیں ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے اللہ کی راہ میں اور دوسری منکر ہے یہ اونکو دیکھتے ہیں

منزل ۱

مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ ۚ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَنْ يَشَاءُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً
اپنی دو برابر صریح آنکھوں سے اور اللہ زور دیتا ہے اپنی مدد کا جسکو چاہے اسی میں خبردار
لِّأُولِي الْأَبْصَارِ
ہو جائیں جنکو آنکھ ہے

ابو داؤد اور بیہقی اور تفسیر ابن منذر میں بسند معتبر حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایتہ ہے کہ جب قریش کو مسلمانوں کے ہاتھ سے جنگ بدر میں صدمہ پہونچا جسکا قصہ سورہ انفال میں آوے گا تو اوسپر یہود نے آنحضرت سے ذکر کیا کہ قریش اناڑی اور لڑائی سے ناواقف تھے جسدن آپسے اور ہم لوگوں سے لڑائی ہو گی اوس دن قدر کھل جاوے گی کہ لڑائی ایسی ہوتی ہے اوسپر اللہ تعالے نے یہہ آیتہ نازل فرمائی اللہ سچا ہے اور اللہ کا کلام سچا ہے آخر کو وہی ہوا جو اِس آیتہ میں تھا کہ اِن یہودیوں میں سے بنی قریظہ قتل ہوئے اور بنی نضیر نکالے گئے باقی یہود پر وہ سالانہ خراج قایم ہو گیا جسکو جزیہ کہتے ہیں اور پھر یہہ تو اِن لوگونکی دنیا کی آفتیں ہوئیں وہ عذاب آخرت کا جسکا ذکر آیتہ میں ہے اوس کی سختی کا تو کچھہ ٹھکانا نہیں بدر کی لڑائی کے بعد جو یہود نے عرب کی ناواقفی فن جنگ پر اپنی نخوت ظاہر کی تھی اور اپنی واقفکاری فن جنگ کا دعوے کیا تھا آیتہ کے آخر پر اللہ تعالے نے اوسکا یہہ جواب دیا ہے کہ اسلام اللہ کے نزدیک ایک دین حق ہے اور اللہ ہمیشہ سے حق کا مددگار ہے اسلئے اللہ کی مدد سے اہل اسلام کو باوجود قلت لشکر اور قلت سامان جنگ کے جو فتح حاصل ہوئی ہے وہ کچھہ اسی بدر کی لڑائی پر منحصر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالے اس دین حق کی ہمیشہ ایسی مدد کرے گا اِس لڑائی میں مسلمانوں کے کل تین سو تیرہ آدمی تھے اور دو گھوڑے اور چھہ زرہیں اور آٹھہ تلواریں تھیں اور مشرکین مکہ ہزار کے قریب تھے اور لڑائی کا سامان بھی اون کے ساتھہ بہت کچھہ تھا اس صورت میں دشمنوں کی فوج اگرچہ مسلمانوں کے تین گونی تعداد سے بھی زیادہ تھی لیکن اللہ تعالے کی یہہ ایک حکمت تھی کہ دشمن کی فوج عین لڑائی کے وقت مسلمانوں کو اپنی فوج سے دوچند نظر آئے اور اُن کی ہمت لڑنے کے لئے بندھی رہی اور لڑائی سے پہلے ہر ایک لشکر کے آدمی دوسرے لشکر کے آنکھوں میں بالکل تھوڑے سے بچے جسکے سبب سے ہر ایک گروہ لڑنے پر آمادہ ہو گیا اور لڑائی شروع ہو گئی اِس آیتہ اور سورۃ انفال کی آیتہ وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ کو ملا کر پڑھنے سے یہہ مطلب خوب سمجھہ میں آتا ہے فتح غیر مترقبہ سے اور اسی حکمت کے جتلانے کے لیئے آخر کو فرمایا ہے کہ اس بدر کی لڑائی سے سمجھہ دار لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیئے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ
رجھایا ہے لوگوں کو مزدوں کی محبت پر عورتیں اور بیٹے اور ڈھیر جوڑے ہوئے سونے کے

منزل ۱

وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اور روپے کے اور گھوڑے پلے ہوئے اور مواشی اور کھیتی یہ برتنا ہے دنیا کی زندگی میں

وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا

اور اللہ جو ہے اوسی پاس ہے اچھا ٹھکانا تو کہہ میں بتاؤں تمکو اس سے بہتر پرہیزگاروں کو

عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ

اپنے رب کے یہاں باغ ہیں جنکے نیچے بہتی ندیاں رہ پڑے ادنہیں میں اور عورتیں ہیں

مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

ستھری اور رضامندی اللہ کی اور اللہ کی نگاہ میں ہیں بندے

اوپر کی آیۃ میں ذکر تھا کہ مال واولاد کے سبب سے آدمی خدا کے عذاب سے بچ نہیں سکتا اوس ذکر کے نتیجہ کا ذکر تھا کہ عذاب الٰہی سے بچنے کے لیے آدمی نیک عمل کرے اب مال اور اولاد کا ذکر پورا کرنے کے لئے دنیا میں جن چیزوں پر لوگوں کے دل زیادہ گرویدہ اور راغب ہیں پہلے آیۃ میں اون چیزوں کا ذکر فرما کر دوسری آیۃ میں ان چیزوں سے لوگوں کو اسطرح بے رغبت کیا ہے کہ خود دنیا کو دنیا کی ہر ایک چیز کو زوال لگا ہوا ہے اسلئے قابل رغبت جنت کی نعمتیں ہیں جنکو کبھی زوال نہیں قطع نظر زوال نہ ہونے کے زبان یا قلم میں یہہ طاقت کہاں ہے کہ جنت کی چیزوں کی خوبیاں بالتفصیل بیان کرسکے اسواسطے خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی چیزوں کے اوصاف جن مختصر مطلب خیز لفظوں میں بیان فرمائے ہیں اونکا مطلب بیان کیا جاتا ہے کہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جنت میں وہ وہ نعمتیں ہیں جنکا حال نہ دنیا میں کسی نے آنکھ سے دیکھا نہ کان سے سنا نہ کسی کے دل میں اونکا خیال و تصور گذر سکتا ہے۔ دنیا میں آدمی دنیا کی نعمتوں کی کبھی ناشکری کرتا ہے جسکے سبب سے اللہ تعالےٰ کی ناخوشنودی ہوکر دنیا کی نعمتوں میں کمی ہوجاتی ہے جنت میں شرع کی تکلیف کے نہونے سے اللہ تعالےٰ کی ناخوشنودی کا کھٹکا جنتیوں کو نہیں اسلئے جنت کی نعمتوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے اپنی ہمیشہ کی رضامندی کا ذکر آیۃ میں فرمایا ہے اور یہہ سب سے بڑھکر ایک نعمت ہے چنانچہ صحیحین میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اہل جنت سے فرماوے گا میری ہمیشہ کی رضامندی تمہارے لئے سب سے بڑھکر ایک نعمت ہے حاصل یہ ہے کہ انسان کو دنیا کی نعمتوں پر اسقدر گرویدہ نہیں ہونا چاہیئے جس سے دین کے کاموں میں فتور پڑکر جنت کی نعمتوں سے محروم رہجاوے چنانچہ اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے آیۃ کو واللہ بصیر بالعباد پر ختم کیا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ جنت کی نعمتیں ہر شخص کو اوسکے عمل کے موافق ملیں گی علماء کا اختلاف ہے کہ قنطار کسقدر مال کو کہتے ہیں مستدرک حاکم میں حضرت

منزل ۱

انس سے بسند صحیح روایۃ ہے کہ قنطار دو ہزار اوقیہ کا ہوتا ہے اور ہر اوقیہ میں چالیس درم ہوتے ہیں مسومۃ چرائی کے عمدہ گھوڑے کو کہتے ہیں ؂

الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

وہ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم یقین لائے ہیں سو بخش ہمکو گناہ ہمارے اور بچا ہمکو دوزخ کے عذاب سے

الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ وَالْمُنْفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ ۝

محنت اٹھانے والے اور سچے اور بندگی میں لگے رہتے اور خرچ کرتے اور گناہ بخشواتے پچھلی رات کو

اوپر کی آیۃ کو اللہ تعالے نے واللہ بصیر بالعباد پر ختم فرماکر اس آیۃ میں اپنے اون بندوں کا ذکر فرمایا ہے جنکے اعمال نیک اور وہ اپنے اعمال کے سبب سے جنت کی نعمتوں کے پورے مستحق ہیں اور اون کی نشانیاں یہہ فرمائیں کہ احکام شرع کے پابند اور اعمال شرع کی تکلیفات پر صابر صادق الاقوال جو کہیں سو کریں۔ نیک کاموں میں اپنا مال خرچ کرنے کو تیار عذاب الٰہی سے بچنے کی دعا اور گناہوں کی مغفرت کی دعائیں ہر وقت خصوصاً پچھلی رات کو قریب صبح لگے رہتے ہیں اسوقت کا اسلئے ذکر فرمایا کہ یہہ بڑی قبولیت کا وقت ہے۔ چنانچہ صحیحین وغیرہ میں صحابہ کی ایک جماعت سے روایتیں ہیں جنکا حاصل یہہ ہے کہ تہائی رات باقی رہے ہر رات کو اللہ تعالے اول آسمان پر نزول فرماکر یہہ فرماتا ہے کہ کوئی دعا یا استغفار کرنے والا ہو تو اوسکی دعا اور توبہ قبول کرنے کو اور کوئی کچھہ حاجت رکھتا ہو تو اوسکی حاجت روائی کو میں موجود ہوں ؂

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ

اللہ نے گواہی دی کہ کسیکی بندگی نہیں اسکے سوائے اور فرشتوں نے اور علم والوں نے وہی حاکم انصاف کا

لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ

کسیکو بندگی نہیں اسکے سوائے کہ زبردست ہے حکمت والا دین جو ہے اللہ کے یہاں سو یہی مسلمانی حکمبرداری اور مخالف

الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَنْ يَكْفُرْ

نہیں ہوئے کتاب والے مگر جب ان کو معلوم ہو چکا آپس کی ضد سے اور جو کوئی منکر

بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ

ہو اللہ کے حکموں سے تو اللہ شتاب لینے والا ہے حساب پھر جو تجھسے جھگڑیں تو کہہ میں نے تابع کیا اپنا منہ اللہ کے حکم پر

وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوا

اور جو کوئی میرے ساتھہ ہے اور کہدے کتاب والوں کو اور ان پڑھوں کو کہ تم بھی تابع ہوتے ہو پھر اگر تابع ہوئے

فَقَدِ اهْتَدَوْا ۖ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۝

تو راہ پر آئے اور اگر ہٹ رہے تو تیرا ذمہ یہی ہے پہنچا دینا اور اللہ کی نگاہ میں ہیں بندے

جن نجرانی عیسائی لوگوں کا اوپر ذکر تھا یہہ آیتیں بھی اونہی کے ذکر میں ہیں لیکن توحید پر تو آخر یہود۔

النصف

ع ۲ ۱۱ ۱۰

عیسائی مشرکین کو سب کو لانا اللہ کو منظور ہے۔ اسلئے توحید کے ذکر کے بعد ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک
میں اسکا ذکر تصدیق کے طور پر کیا ہے کہ اول صاحب شریعت نبی نوح علیہ السلام سے لیکر عیسےٰ علیہ السلام تک سب
اولو العزم انبیاء اور اون کی ساتھی اسی توحید کے دین پر تھے کبھی کوئی شرکی دین اللہ کو پسند نہیں ہوا اسیطرح
اللہ کے فرشتے آسمان پر ہمیشہ سے اس توحید کا دم بھرتے ہیں اور اب یہی توحید نبی آخر الزماں کے دین میں
ہے جس پیغمبر کو اللہ تعالےٰ نے وقت مقررہ پر اس توحیدی دین کے قایم کرنے کے لئے بھیجا اوس پیغمبر وقت
کی اطاعت کا نام اسلام ہے اس آخر زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے اون سب پچھلے شریعتوں کو اس آخری
شریعت پر ختم کیا ہے اسلئے اب کوئی نجات کا رستہ سوائے اس شریعت کے پابندی کے باقی نہیں رہا چنانچہ فرمایا کہ
ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه جسکا مطلب یہ ہے کہ اس آخری زمانہ میں سوائے اس آخری
شریعت کے اور کوئی شریعت اللہ کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے اسیواسطے ان آیتوں میں فرمایا کہ
اہل کتاب مشرکین مکہ سب سے کہدیا جاوے کہ اس آخری شریعت کو جسمیں سب پچھلی شریعتوں کی صداقت اور
سب پچھلی شریعتوں میں اسکی صداقت موجود ہے تم سب مل کر مانتے ہو یا نہیں۔ اگر انہوں نے اس
آخری شریعت کو اے نبی اللہ کے تمھارے کہنے سے مان لیا تو اپنا بھلا کیا نہیں تو تم نے اپنا کام پورا کر دیا۔ پھیر
ان سب کے اعمال اللہ کی نظر میں ہیں ہر ایک کی جزا سزا وقت مقررہ پر اوس کے سامنے آجاوے گی اللہ تعالیٰ کے اس
پیغام کو اللہ کے پیغمبر نے اچھی طرح پورا کر دیا زبان سے خط و کتابت سے سب طرح آخری دم تک لوگوں کو
سمجھایا حدیث کی کتابوں میں صدہا روایتیں اس باب میں موجود ہیں۔ قائما بالقسط کے یہ معنے ہیں کہ اللہ تعالےٰ
نے زمین آسمان اور زمین میں سب گنتی چیزیں اسطرح کے منصفانہ اور حکیمانہ ڈھنگ سے پیدا کی ہیں کہ انکی
کی ہر ایک چیز اوسکی وحدانیت کی پوری گواہی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ
جو لوگ منکر ہیں اللہ کی آیتوں سے اور مار ڈالتے ہیں نبیوں کو ناحق اور مار ڈالتے ہیں جو کوئی کہے

بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ
انصاف کو لوگوں میں سے سو انکو خوشخبری سنا دکھ والی مار کی وہی ہیں جن کی محنت ضائع ہوئی

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ۝
دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں انکا مددگار

اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو آخری شریعت کی پابندی کی تاکید کا یہ حکم فرمایا تھا کہ اہل کتاب
مشرکین مکہ سب کو یہ حکم پہونچا دو اوس حکم کی تعمیل میں مدینہ منورہ کے گرد و نواح میں جو یہود رہتے تھے
وہ اکثر حجتیں کیا کرتے تھے رجم کی آیۃ کے منکر ہو گئے۔ اسیطرح اور طرح طرح کے فساد کرتے تھے جن سے

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا کرتا تھا۔ اسپر اللہ تعالے نے اپنی رسول کی تسکین فرمائی کہ یہہ لوگ جو کچھہ برتاؤ اے اللہ کے رسول تمہارے ساتھ کر رہے ہیں اُن کی یہہ عادت نئی نہیں ہے ان کے بڑے توراۃ اور انجیل کے احکام پہونچانے والے انبیا اور اونکے نائب علمار کے ساتھ بڑی بڑی سلوکیوں کے ساتھ پیش آچکے ہیں ابن جریر میں ابوعبیدۃ بن الجراح سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ ایک زمانہ میں بنی اسرائیل نے تینتالیس انبیا صاحب توراۃ کو صبح سے سہ پہر تک قتل کیا اور پھر سہ پہر کو ایک سو بارہ علمار کو قتل کیا پھر آخر پر ان یہود کو اللہ تعالے نے یہہ تنبیہ فرمائی کہ یہہ لوگ کلام الہی کے انکار کے اگر اسیطرح درپے رہینگے تو ان کو سخت عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا جس سے اُنکو کوئی بچا نہ سکے گا۔ اور دنیا میں کوئی نیک عمل ان سے بن آوے گا تو وہ آخری شریعت کے انکار کے وبال سے قبول نہوگا۔ کیونکہ اس آخری زمانہ میں سوائے اِس آخری شریعت کی پابندی کے کسیکا کوئی نیک عمل اللہ کی درگاہ میں قابل قبول نہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ یُدْعَوْنَ اِلٰی کِتٰبِ اللّٰہِ لِیَحْکُمَ بَیْنَہُمْ

تو نے نہ دیکھے وہ لوگ جنکو ملا ہے کچھہ ایک حصہ کتاب کا اُن کو بلاتے ہیں اللہ کی کتاب پر کہ اُنمیں حکم کرے

ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْہُمْ وَہُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا

پھر ہٹ رہتے ہیں بعضے اُنمیں تغافل کر کر یہ اسواسطے کہ کہتے ہیں ہمکو ہرگز نہ لگے گی آگ مگر

اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ وَّغَرَّہُمْ فِیْ دِیْنِہِمْ مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۝ فَکَیْفَ اِذَا جَمَعْنٰہُمْ

کئی دن گنتی کے اور بہکے ہیں اپنے دین میں اپنی بنائی باتوں پر پھر کیا ہوگا جب ہم اُنکو جمع کرینگے

لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْہِ وَوُفِّیَتْ کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَہُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝

ایکدن جسمیں شبہہ نہیں اور پورا پاوے گا ہر کوئی اپنا کیا اور اُنکا حق نہ رہے گا۔

ابن ابی حاتم اور ابن منذر نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایۃ کی ہے کہ ایک روز آنحضرت اور چند یہود کا ایک مدرسہ میں آمنا سامنا ہوا آپنے اُن سے اسلام لانے کو کہا اُنمیں دو شخص یہودی نعیم بن عمرو اور حارث بن زید نے آپ سے پوچھا کہ آخر آپ کس دین پر ہیں آپنے فرمایا میں دین اور ملت ابراہیمی پر ہوں اونہوں نے جواب دیا کہ حضرت ابراہیم تو خود دین یہود پر تھے پھر آپ ہم سے اور کونسا دین اختیار کراتے ہیں۔ آپنے فرمایا اگر حضرت ابراہیم دین یہود پر تھے تو توراۃ میں ضرور اسکا ذکر ہوگا۔ اگر تم سچے ہو تو لاؤ توراۃ میں کہاں یہ بات لکھی ہے دکھاؤ ان دونو شخصوں نے توراۃ کے لانے سے انکار کیا اوسپر اللہ نے یہود کے قائل کرنے کو یہ آیتہ نازل فرمائی اور فرمایا کہ یہہ لوگ توراۃ کے بھی پابند نہیں ہیں کیونکہ جس حق بات کا فیصلہ توراۃ پر قرار دیا جاتا ہے اوس سے بھی یہ لوگ پھر جاتے ہیں اور اس سے آگے کی آیتہ میں اوسطرح یہود کا جھوٹ ثابت کیا کہ یہہ لوگ جو کہتے ہیں کہ چند روز کے سوا دوزخ میں ان کو

رہنا نہیں ہے یہ بات بھی تورات کے خلاف ہے اور اسی جھوٹے عقیدہ نے دوزخ سے ان کو بےخوف کر دیا ہے اور اس بےخوفی کے سبب سے ایسی جرأت کرتے ہیں مگر آخرت میں ان کو سب حال کھل جاوے گا بعض تفسیروں میں اس آیۃ کی شان نزول سوا اس کے اور اور جو بیان کی ہیں اوس سے اس شان نزول کی سند قوی ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ

تو کہہ یا الله مالک سلطنت کے تو سلطنت دیوے جسکو چاہے اور سلطنت چھین لیوے جس سے چاہے

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اور عزت دیوے جسکو چاہے اور ذلیل کرے جسکو چاہے تیرے ہاتھ ہے سب خوبی بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ

تو لے آوے رات کو دن میں اور تو لے آوے دن کو رات میں اور تو نکالے جیتا مردے سے اور

تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

تو نکالے مردہ جیتے سے اور تو رزق دیوے جسکو چاہے بےشمار

قتادہ سے ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں روایۃ کی ہے کہ آنحضرت نے الله تعالےٰ سے ملک روم و فارس اپنی امت کے قبضہ میں آجانے کی ایک روز دعا کی تھی۔ اوس پر الله تعالےٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی۔ اور اپنے نبی کی تسکین فرمائی کہ ملک روم و فارس کیا چیز ہے اوس پاک ذات کے دست قدرت میں بڑے بڑے تصرفات ہیں کبھی راتیں بڑی ہیں کبھی کے دن کبھی نبوت بنی اسرائیل میں تھی آج بنی اسمٰعیل میں ہے وہ صاحب تصرف جو چاہے کر سکتا ہے۔ چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا کہ بڑے بڑے ملک آپکے اور آپکی امت کے قبضہ میں آگئے طبرانی میں حضرت عبد الله بن عباس سے روایت ہے کہ اسم اعظم اسی آیۃ میں ہے۔ طبرانی میں حضرت انس سے بسند صحیح روایۃ ہے کہ جو کوئی شخص اس آیۃ کو پڑھے گا۔ اوس پر اگر پہاڑ کے برابر بھی قرضہ ہوگا تو الله تعالےٰ وہ ادا کرا دیوے گا +

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

نہ پکڑیں مسلمان کافروں کو رفیق مسلمان چھوڑ کر اور جو کوئی یہ کام کرے

فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى

وہ الله کا کوئی نہیں مگر یہ کہ تم پکڑا چاہو انسے بچاؤ اور الله تمکو ڈراتا ہے آپسے اور

اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝

الله ہی تک پہنچنا ہے

تفسیر ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایتہ ہے کہ انصار میں بعضے لوگوں کی کعب بن
اشرف یہودی اور اُس کی ساتھیوں سے بہت دوستی تھی۔ اِن یہود کے دل میں فریب تھا کہ کبھی
موقع پاکر ان اپنے دوست مسلمانوں کو دہوکا دیں ان مسلمان انصار کے چند دوستوں نے یہود کی
اِس ارادہ کا تذکرہ ان انصار مسلمانوں سے کیا اور یہود کے دوستی چھوڑنے کی نصیحت کی۔ مگر
ان مسلمان انصار نے اون یہود کی دوستی چھوڑنے سے انکار کیا اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہہ آیتہ نازل
فرمائی اور فرمادیا کہ مسلمانوں کو کافروں سے دوستی نہیں رکھنی چاہیئے۔ کیونکہ اللہ کی محبت اور کافروں کی
محبت ایک جگہ ایک دل میں نہیں جمع ہوسکتی ہاں اگر ایسا ہی کہیں جان کا خوف ہو تو ظاہر میں اون سے دفع
ضرر کے لئے میٹھی بات کرلی جاوے مگر دلی دوستی اون سے نہ رکھی جاوے باوجود اِس فہمایش کے
جو کوئی باز نہ آوے گا اللہ اوس سے بیزار ہے اور اسطرح کا شخص قیامت کے دن اللہ سے معاملہ پڑنے کے
وقت اپنے کئے پر پچھتاوے گا۔ اسیواسطے ابھی سے اللہ اوس دن کا اپنا معاملہ پڑنے سے اُن مسلمانوں
کو ڈرائے دیتا ہے تاکہ اوسوقت تمکو پچھتاوا نہو اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے اسلیئے اُن کو یہہ
فہمایش کرکے قیامت کے دن کا اپنا معاملہ پڑنے سے پہلے توبہ کرنے کا موقع اونکو دیتا ہے۔ ورنہ وہ
چاہتا تو اپنے خلاف مرضی کاموں کا مواخذہ بلا توبہ کے موقع دینے کے فوراً ابھی کر لیتا بخاری نے ابودردا
سے روایتہ کی ہے کہ بہت سے مخالف ملت لوگوں سے ہم ظاہر میں خندہ پیشانی سے ملتے تھے اور دلسے
ہم اونپر لعنت کرتے تھے اور اہل کتاب سے دوستی رکھنے کی جو ممانعت ہے اوسکا سبب آیتہ ودّ
کثیر من اھل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم میں گذر چکا ہے۔ اِس آیتہ سے لوگوں نے
تقیہ نکالا ہے۔ مگر تقیہ کے یہہ معنے ہیں کہ جب آدمی کو جان کا خوف ہو تو صرف زبان سے کوئی بات
ایسی کہدینی جائز ہے جس سے جان بچ جاوے خلاف شریعت کسی عمل میں تقیہ جائز نہیں ہے چنانچہ
سفیان ثوری نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایتہ کی ہے کہ تقیہ صرف زبان سے ہے عمل میں
نہیں ہے بعض صحابہ کا یہہ مذہب ہے کہ صرف لڑائی کے وقت تقیہ جائز ہے اور کسی وقت نہیں ۔۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَيَعْلَمُ مَا فِي

تو کہہ اگر تم چھپاؤ گے اپنے جی کی بات یا ظاہر کروگے وہ اللہ کو معلوم ہے اور اسکو معلوم ہے جو کچھ ہے

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ

آسمان اور زمین میں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے جسدن پاوے گا ہر شخص

مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۖ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗ

جو کی ہے نیکی روبرو اور جو کی ہے برائی آرزو کریگا کہ مجھمیں اور اسمیں

ع ۱۰/۱۱

أَمَدًا بَعِيدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

فرق پڑجاوے دورکا اور الله ڈراتا ہے تمکو آپسے اور الله شفقت رکہتا ہے بندوں پر

معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ خواہ تم کفار کی دوستی کو دل میں پوشیدہ رکھو خواہ قول وفعل سے اوس کا اظہار کرو جب اوس سے آسمان وزمین کی چیزیں پوشیدہ نہیں ہیں تو تمہارا حال کیسے پوشیدہ رہ سکتا ہے اور الله تعالے کا برے کاموں کے انجام سے بندہ کو ڈرا دینا بڑی شفقت ہے تاکہ وہ توبہ کرے ۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو الله کی تو میری راہ چلو کہ الله تمکو چاہے اور بخشے تمہارے

ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

گناہ اور الله بخشنے والا مہربان ہے

تفسیر ابن منذر میں حسن بصری سے روایۃ ہے کہ آنحضرت کے زمانہ میں مختلف قوموں نے الله کی محبت کا دعویٰ کیا مثلاً قریش نے ایک دن اپنے بتوں کو خوب آراستہ کیا آنحضرت نے قریش سے جب کہا کہ ملت ابراہیم کے مخالف تم یہہ بت پرستی کیوں کرتے ہو تو اونہوں نے کہا ہم تو اونکو درگاہ آلہی کا مقرب جانکر الله کی محبت کیوجہسے اونکو پوجتے ہیں اسیطرح نجران کے نصاریٰ نے کہا کہ ہم تو الله کی محبت کے سبب حضرت عیسیٰ کی اتنی قدر ومنزلت کرتے ہیں اون لوگوں کے ایسے دعوٰں پر الله تعالے نے یہہ آیۃ نازل فرمائی اور فرمادیا کہ الله کی محبت کا دنیا میں ایک ہی طریقہ ہے کہ رسول وقت کی پوری تابعداری کیجاوے کیونکہ ہر حاکم کی محبت کا طریقہ یہی ہے کہ اوسکے احکام کو مانا جاوے ۔ اگر کوئی شخص ایک حاکم وقت کے احکام کی تعمیل میں سرتابی کرے اور موںہہ سے کہے کہ میرے جی میں اوس حاکم کی محبت ہے تو ضرور ایسا شخص حاکم کا دوست اور مطیع نہیں بلکہ باغی کہلاوے گا ۔ اسیطرح الله کی محبت اوس کے احکام کے ماننے سے ظاہر ہوگی اور الله کے احکام بغیر وسیلہ رسول وقت کے معلوم ہو نہیں سکتے اسواسطے الله کی محبت کا دعوےٰ بلا اطاعت رسول وقت کے بالکل ایک غلط دعوے ہے چنانچہ اسیواسطے صحیحین میں حضرت ابوہریرہ سے جو روایۃ ہے اوسمیں صاف آنحضرت نے فرمایا ہے ۔ کہ میری اطاعت عین الله کی اطاعت ہے اور میری نافرمانی عین الله کی نافرمانی ہے ۔ اس آیۃ ۔ اور حدیث سے معلوم ہوگیا کہ کوئی طریقہ جسمیں اطاعت رسول کی نہ پائی جاوے خواہ کسی قدر محبت الہی کے جوش کے دعوے کا ہو ہرگز الله تعالے کے نزدیک مقبول نہیں ہے ۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝

تو کہہ حکم مانو الله کا اور رسول کا پھر اگر وہ ہٹ رہیں تو الله نہیں چاہتا منکروں کو

اوپر کی آیۃ جب نازل ہوئی اور آنحضرتؐ نے اوسکا حکم لوگوں کو سنا دیا کہ اللہ کی محبت بدون فرمانبرداری رسول وقت کے حاصل نہیں ہو سکتی تو عبداللہ بن ابی منافق نے لوگوں کو بہکانا شروع کیا کہ جسطرح نصاریٰ حضرت عیسےٰ کو مانتے ہیں اوسیطرح محمدؐ بھی تم لوگوں سے اپنے آپ کو منوانا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اون سے وہ محبت کریں جو نصاریٰ حضرت عیسےٰ سے کرتے ہیں اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہہ ٹکڑا آیتہ کا نازل فرمایا اور فرما دیا کہ اللہ تعالےٰ نے رسولونکو دنیا میں اسیواسطے بھیجا ہے کہ وہ تمکو اللہ کی مرضی اور نامرضی کی باتیں تبلا دیں اور ان کے ذریعہ سے اللہ کے حکم تم تک جو آتے ہیں وہ تمکو سنا دیں پھر بغیر فرمانبرداری رسول کے اللہ کی مرضی کے حکم تمکو کیونکر معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور جب ضد سے تم نے اللہ کی مرضی کے حکموں کو ہی نہ جانا اور اون حکموں کے منکر رہے تو اللہ تعالےٰ کی محبت کا تمہارا دعوےٰ غلط ہے کیونکہ ایسے منکروں کو اللہ تعالےٰ ہرگز اپنا دوست نہیں ٹھہراتا اور نصاریٰ نے جسطرح کی محبت حضرت عیسےٰ کی اپنے دلسے تراشی ہے نہ وہ رسول وقت نے تم سے چاہی ہے اور نہ وہ اللہ کی مرضی کے موافق ہے اور نہ وہ انہوں نے حضرت عیسےٰ سے سیکھی ہے پھر یہ مغالطہ تم کہاں سے پیدا کرتے ہو کہ محمدؐ لوگوں سے وہ اپنی محبت چاہتے ہیں جو نصاریٰ حضرت عیسےٰ سے رکھتے ہیں ✝

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَۙ۝

اللہ نے پسند کیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے گھر کو اور عمران کے گھر کو سارے جہان سے

ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌۚ۝

کہ اولاد تھی ایک دوسرے کی اور اللہ سنتا جانتا ہے

اوپر کی آیۃ میں اللہ کے رسول کی اطاعت کا ذکر تھا اوس کے پورا کرنے کے لئے اِس آیۃ میں رسولوں کے انتخاب کا سلسلہ بیان فرمایا پہلے نبی آدم علیہ السلام تھے جنکو اللہ تعالےٰ نے اپنی ہاتھہ سے بنایا۔ اور جن سے سب انبیاء اور امتوں کا سلسلہ دنیا میں چلا لیکن حضرت آدم سے لیکر حضرت نوح علیہ السلام کے نبی ہونے تک کوئی حرام حلال کی شریعت نہیں تھی۔ چنانچہ شفاعت کی صحیح حدیث میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نوح علیہ السلام کو اول صاحب شریعت نبی فرمایا ہے اسلئے سلسلہ انبیاء کے دوسرے اور صاحب شریعت انبیاء کے اول منتخب نبی حضرت نوح علیہ السلام اور تیسرے حضرت ابراہیم جن کی دو شاخیں ایک شاخ حضرت اسحاق کی جسمیں بنی اسرائیل ہیں انمیں نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک رہی دوسری شاخ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جسمیں محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہہ اوپر گذر چکا ہے کہ اسرائیل حضرت یعقوب کا لقب ہے اسلئے بنی اسرائیل اولاد یعقوب میں پہلے نبی حضرت یوسف ہیں اور آخری نبی حضرت عیسےٰ عمران سے یہاں عمران بن ماثان حضرت مریم کے باپ مراد ہیں اور اسی سلسلہ میں بنی اسرائیل کے اکثر رئیس اور علما ہوئے ہیں ایک عمران بن یصہر حضرت

موسےٰ اور ہارون کے والد بھی ہیں لیکن آیۃ میں عمران کے ذکر کے بعد حضرت مریم اور حضرت عیسےٰ کا ذکر ہے۔ اسلئے آیۃ میں حضرت مریم کے والد عمران ثانی کا ذکر معلوم ہوتا ہے اِن دونوں عمرانوں کا اٹھارہ سو برس کے قریب کا فاصلہ ہے۔ اِس آیۃ میں اہل کتاب اور مشرکین عرب دونو کو تنبیہ ہے حضرت ابراہیم کی شاخوں میں اگرچہ یہہ دونوں ہیں مگر اون کے طریقہ پر دونوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے ٭

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا

جب بولی عورت عمران کی کہ اے رب میں نے نذر کیا تیرے جو کچھ میرے پیٹ میں ہے آزاد

فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ

سو تو مجھسے قبول کر تو ہے اصل سنتا جانتا پھر جب اسکو جنے بولی اے رب

إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنثَىٰ ۖ

میں نے یہ لڑکی جنی اور اللہ کو بہتر معلوم ہے جو کچھ جنے اور بیٹا نہو جیسے وہ بیٹی

وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝

اور میں نے اوسکا نام رکھا مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اوسکو اور اوسکی اولاد کو شیطان مردود سے

حضرت مریم کی ماں کا نام حنہ تھا یہہ بانجہ تھیں ایک روز انہوں نے ایک پرند جانور کو دیکھا کہ وہ اپنے بچے کو دانہ بھرا رہا ہے یہہ دیکھہ کر اون کو اپنے ہاں بھی بچہ ہونے کی حرص پیدا ہوئی۔ اللہ تعالےٰ سے بچہ پیدا ہونے کی دعا کی اور نذر مانی کہ بنی اسرائیل کے رواج کے موافق جب بچہ پیدا ہوگا تو اوسکو دنیا کے کاموں سے باز رکہہ کر بیت المقدس کا خادم بنایا جاویگا۔ اتفاق سے لڑکی پیدا ہوئی۔ اور لڑکی کو بیت المقدس کی خادمہ بنانے کا دستور نہ تھا۔ اسپر اونہوں نے افسوس سے وہ باتیں موہنہ سے نکالیں جنکا ذکر آیتہ میں ہے مگر اونہوں نے خواب دیکھا کہ اللہ تعالےٰ نے بجائے لڑکے کے اوس لڑکی کو نذر میں قبول کر لیا۔ پھر یہہ حضرت مریم کو بیت المقدس کے خادموں پاس لے گئیں اور اون سے اپنا خواب بیان کیا۔ اسپر اون خادموں نے حضرت مریم کو بیت المقدس کی خادمہ بنانا منظور کر لیا۔ حضرت مریم کے باپ عمران حضرت مریم کی پیدایش سے پہلے مر گئے تھے اسلئے ان یتیمہ کی پرورش کی فکر ہوئی۔ قرعہ اندازی کے بعد اِن کی پرورش اِن کے خالو حضرت زکریا کے ذمہ ٹھیری بعضی روایتوں میں ہے کہ حضرت زکریا حضرت مریم کے بڑے بہنوئی تھے اِس صورت میں بعضے راویوں نے خالہ کو مشابہ بہن کہا ہے کیونکہ حضرت مریم کی ماں حضرت مریم کی پیدایش سے پہلے بانجہ تھیں پھر حضرت مریم کی بڑی بہن کا ہونا کیونکر ہو سکتا ہے۔ صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بچے کی پیدایش کے وقت شیطان بچہ کے پہلو میں ایک اونگلی چبھوتا ہے جس سے بچہ روتا ہے۔ مگر حضرت مریم کی ماں کی دعا کے سبب سے حضرت مریم اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام اِس سے محفوظ رہے۔ مریم کے معنے عبادۃ گذار کے ہیں ٭

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ

پھر قبول کیا اوسکو اوسکے رب نے اچھی طرح کا قبول کرنا اور بڑھایا اوسکو اچھی طرح کا بڑھانا۔ اور سپرد کیا زکریا کو جسوقت آتا اوس پاس

عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ

زکریا حجرے میں پاتا اوسکے پاس کچھہ کھانا بولا اے مریم کہاں سے آیا تجھکو یہ کہنے

هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

لگی یہ اللہ کے پاس سے اللہ رزق دیتا ہے جسکو چاہے بے قیاس

حضرت مریم کی پرورش حضرت زکریا کے سپرد تھی اسکا حال اوپر گذر چکا ہے حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ حضرت مریم ایکدن میں اتنا بڑھتی تھیں جتنا اور کوئی بچہ ایک برس میں بڑھتا ہے جب حضرت مریم سیانی ہوگئیں تو حضرت زکریا نے حضرت مریم کے لئے ایک عبادت خانہ بنوادیا اس عبادت خانہ میں حضرت زکریا حضرت مریم سے ملنے آیا کرتے تو حضرت مریم کے پاس اون کو بے فصل کا میوہ رکھا ہوا نظر آتا۔ حضرت زکریا پوچھتے یہہ میوہ کہاں سے آیا تو حضرت مریم جواب دیا کرتیں۔ یہہ میوہ اللہ نے دیا ہے۔ اس آیۃ میں اولیاء کی کرامت کا ثبوت ہے اور کثیر احادیث سے بھی اسکا ثبوت پایا جاتا ہے۔ محراب عبادت خانہ کو کہتے ہیں۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ

وہاں دعا کی زکریا نے اپنے رب سے کہا اے رب میرے عطا کر مجھکو اپنے پاس سے اولاد پاکیزہ بیشک تو

سَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ۝ فَنَادَتْهُ الْمَلٰۗئِكَةُ وَھُوَ قَاۗئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ

سننے والا ہے دعا پھر اوسکو آواز دی فرشتوں نے جب وہ کھڑا تھا نماز میں حجرے کے اندر کہ اللہ

يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ

تجھکو خوشخبری دیتا ہے یحیی کی جو گواہی دیگا اللہ کے ایک حکم کی اور سردار ہوگا اور عورت پاس نہ جائیگا اور نبی ہوگا

الصّٰلِحِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ

نیکوں میں بولا اے رب کہاں سے ہوگا مجھکو لڑکا اور مجھپر آیا بڑھاپا اور عورت میری بانجھ ہے۔

قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ۝ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ

فرمایا اسیطرح اللہ کرتا ہے جو چاہے بولا اے رب مجھکو دے کچھہ نشانی کہا نشانی تیری یہ کہ

اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ

نہ بات کرے تو لوگوں سے تین دن مگر اشارہ سے اور یاد کر اپنے رب کو بہت اور تسبیح کر شام

وَالْاِبْكَارِ ۝ ع

اور صبح

منزل ۱ — ع ۴ ۱۱ ۱۲

حضرت زکریا کی قصہ کی پوری تفصیل تو سورہ مریم میں آوے گی۔ مگر اوسکا حاصل یہ ہے کہ جب حضرت زکریا نے

دیکھا کہ اللہ تعالے نے باوجود بانجھ ہونے کے حضرت مریم کی ماں کو صاحب اولاد کیا اور حضرت مریم کو خلاف عادت بے فصل کا میوہ عنایت فرمایا تو مجھکو بڑھاپے میں اور میری بیوی کو بانجھ پنے میں اگر وہ صاحب قدرت اولاد عطا فرماوے تو اوسکی قدرت سے کچھ بعید نہیں اسی خیال سے وہیں حضرت مریم کے عبادت خانہ میں انہوں نے اولاد کی دعا کی اور وہ دعا قبول ہوئی اور اون کی بی بی کے حاملہ ہونے کی نشانی یہہ قرار پائی کہ باوجود تندرست ہونے کے تین راتوں سوائے تسبیح اور تہلیل کے اور کچھ بات کسی سے نکر سکیں سید کے معنے سردار خوریہ کے معنے نسل حصور وہ جو باوجود قدرت کے عورت کی صحبت سے باز رہے۔ مصدقاً بکلمۃ من اللہ کے یہ معنے ہیں کہ حضرت یحیےٰ حضرت عیسےٰ کے نبی ہونے کی صداقت اوا کریں گے سب سے پہلے حضرت عیسےٰ پر حضرت یحیےٰ ایمان لائے ہیں حضرت یحییٰ کا نام پچھلی کتابوں میں یوحنا تھا اوپر گزر چکا ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو کلمۃ من اللہ اسلئے کہتے ہیں کہ وہ بغیر باپ کے اللہ کے حکم کلمہ کن سے پیدا ہوئے ہیں سورج ڈھلنے سے غروب تک کے وقت کو عشی اور طلوع صبح سے چاشت تک کے وقت کو ابکار کہتے ہیں ✠

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ

اور جب فرشتے بولے اے مریم اللہ نے تجھکو پسند کیا اور ستھرا بنایا اور پسند کیا تجھکو سب جہان

الْعٰلَمِيْنَ ۝ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ ذٰلِكَ

کی عورتوں سے اے مریم بندگی کر اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھہ رکوع کرنیوالونکے

مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۭ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ

یہ خبریں غیب کی ہیں ہم بھیجتے ہیں تجھہ کو اور تو نہ تھا اونکے پاس جب ڈالنے لگے اپنے قلم کو کون

اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝

پالے مریم کو اور تو نہ تھا اون کے پاس جب وہ جھگڑتے تھے۔

صحیح حدیثوں سے قرعہ کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بنی اسرائیل میں قرعہ ڈالنے کا طریقہ یہہ تھا کہ کسی کام میں جب یہ بحث آنکر پڑتی کہ اس کام کو کون کرے تو وہ لوگ نہر اردن پر جاکر تورات کے لکھنے کے اپنے اپنے قلم بہتے پانی میں ڈالتے تھے جسکا قلم بہاؤ کو چھوڑ کر اولٹا بہتے یا بہنے سے رک کر ٹھہر جاوے تو وہی شخص اوس کام کو کرتا تھا جب حضرت مریم کی ماں اپنی نذر کے موافق حضرت مریم کو بیت المقدس میں لائیں اور بیت المقدس کے مجاوروں سے اپنا خواب بیان کیا تو سب چاہنے لگے کہ مریم کو ہم پالیں آخر رواج کے موافق قرعہ پر فیصلہ قرار پایا اور حضرت زکریا کا قلم پانی کے بہاؤ کو چھوڑ کر اولٹا بہا۔ اسلئے حضرت مریم کے پالنے کے وہی حقدار ٹھہرے حضرت مریم کو یہ خوشخبری جو دی گئی ہے کہ اللہ تعالے نے اونکو پسند کیا اوسکا مطلب یہ ہے کہ اون سے پہلے خدا تعالے نے یہہ مرتبہ کسی عورت کو نہیں دیا اور اپنے زمانہ کی عورتوں میں وہ سب سے بلند مرتبہ کی تھیں اون کی ماں نے اُنکا

یہہ مطلب ہے کہ اونکو اور عورتوں کی طرح ہمیشہ کے حیض کی عادت نہیں تھی۔ حضرت عیسے کے حمل سے پہلے صرف دو دفعہ اونکو عمر بھر میں حیض آیا تھا۔ عبادت کا حکم سنکر حضرت مریم اسقدر عبادت کیا کرتی تھیں کہ اون کے پاؤں سوج جاتے تہے قنوت کے معنے یہاں خالص دل سے عبادت کرنے کے ہیں اس قصہ میں اللہ تعالے نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی وحی آسمانی بھی اسطرح ثابت فرمائی ہے کہ یہہ قصہ اور اسطرح کے اور قصے دنیا میں سوا اہل کتاب کے کسی دوسرے کو معلوم نہیں پھر اے نبی اللہ کے بغیر مدد اہل کتاب کے تم جو قصے اونکو سناتے ہو تو اون کے دل جانتے ہیں کہ یہہ قصے تمکو آسمانی وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوتے ہیں جس سے یہہ ثابت ہوا کہ تم بلاشک اللہ کے وہی خاتم النبیین ہو جنکا ذکر اونکی کتابوں میں ہے اور یہ فقط عناد سے تمکو اور اللہ تعالے کے کلام کو نہیں مانتے ؀

إِذْ قَالَتِ الْمَلَٰٓئِكَةُ يَٰمَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى

جب کہا فرشتوں نے اے مریم اللہ تجھکو بشارت دیتا ہے ایک اپنے حکم کی جسکا نام مسیح عیسے

ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ

مریم کا بیٹا مرتبے والا دنیا میں اور آخرت میں اور نزدیک والوں میں اور باتیں کرے گا لوگوں سے جبکہ ماں کی گود میں ہوگا

وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّٰلِحِينَ ۝ قَالَتْ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ ؕ

اور جب پوری عمر کا ہوگا اور نیکبختوں میں ہے بولی اے رب کہاں سے ہوگا مجھکو لڑکا اور مجھکو ہاتھ نہیں لگایا کسی آدمی نے

قَالَ كَذَٰلِكِ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ؕ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ۝

کہا اسیطرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہے جب حکم کرتا ہے ایک کام کو تو یہی کہتا ہے اسکو ہو وہ ہوجاتا ہے۔

منزل ۱

حضرت عیسے علیہ السلام کی پیدایش کا پورا قصہ تو سورہ مریم میں آوے گا۔ مگر حاصل اوسکا یہہ ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام کے حمل سے پہلے حضرت مریم کو جو حیض آئے تہے اونمیں سے آخری حیض سے فارغ ہو کر جب وہ سب سے الگ نہانے کو گئیں اور پردہ کرکے نہانے لگیں تو ایک خوبصورت مرد کی شکل میں حضرت جبرئیل علیہ السلام اونکو نظر آئے حضرت مریم نے اونکو دیکھ کر یہہ کہا کہ اے شخص اگر تو پرہیزگار آدمی ہے تو میں تیرے بدارادہ سے اللہ کی پناہ میں آنا چاہتی ہوں۔ حضرت جبرئیل نے جواب دیا کہ اے مریم میں تو تیرے رب کی طرف سے تجھکو ایک بڑی شان کے لڑکے کے پیدا ہونے کی خوشخبری دینے آیا ہوں۔ حضرت مریم نے اسبات کو سنکر بڑے تعجب سے کہا کہ میرے یہاں لڑکا کیونکر پیدا ہوگا۔ مجھکو تو کسی مرد نے ہاتھ تک نہیں لگایا حضرت جبرئیل نے کہا کہ اللہ تعالے کا حکم یوں ہی ہے کہ بغیر باپ کے ایک لڑکا تمہارے ہاں پیدا ہو کر اللہ کی قدرت کی ایک نشانی دنیا میں لوگوں کو نظر آوے یہہ کہکر حضرت جبرئیل نے حضرت عیسے علیہ السلام کی روح حضرت مریم کے جسم میں پہونکدی اور حضرت مریم کو حمل رہگیا اور وقت مقررہ پر حضرت عیسے علیہ السلام پیدا

ہوئے اور اسطرح بغیر باپ کے بچہ پیدا ہو جانے پر لوگوں نے حضرت مریم سے طرح طرح کی قیل وقال شروع کی
تو اونہوں نے حضرت عیسے علیہ السلام کیطرف اس قیل وقال کے جواب کا اشارہ کیا اور حضرت عیسے علیہ السلام
نے خلاف عادت لوگوں سے کہا کہ تم کیا قیل وقال کرتے ہو۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اسیکا ذکر اس آیۃ میں
ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام نے بچہ پنے میں لوگوں سے باتیں کیں۔ دنیا میں حضرت عیسے علیہ السلام کی وجاہت
یہ بہی کہ وہ نبی ہوکر آئے۔ آخرت میں اون کی وجاہت یہہ ہوگی کہ وہ گنہگار لوگوں کی شفاعت کرینگے۔ مسیح و دہبکے
ہاتہہ لگانے سے بیمار اچھے ہوں یا جنکا کہیں وطن نہ ہو ہمیشہ سیاحی میں رہیں۔ حضرت عیسے علیہ السلام میں یہہ
دونوں باتیں تہیں دجال کو بھی مسیح اسلئے کہتے ہیں کہ سوا مکہ اور مدینہ اور بیت المقدس کے وہ سب جگہ پہریگا
بعضے مفسروں نے یہاں دو لطیفے نقل کیئے ہیں۔ ایک حضرت مریم کے متعلق اور دوسرا حضرت عیسے کی
متعلق۔ حضرت مریم کے متعلق لطیفہ یہہ ہے کہ ایک عیسائی شخص نے ایک مسلمان شخص سے یہہ کہا کہ تم کو کچہ
خبر ہے کہ لوگوں نے تمہارے پیغمبر کی بی بی کی نسبت کیا الزام لگایا تہا مسلمان نے جواب دیا کہ ایک پیغمبر
کی ماں پر بھی یہی الزام لگایا جا چکا ہے۔ مطلب یہہ ہے کہ جسطرح حضرت مریم جہوٹے الزام سے بری ہیں اسیطرح
حضرت عائشہ۔ حضرت عیسے کے متعلق لطیفہ یہہ ہے کہ ایک عیسائی شخص نے ایک مسلمان شخص سے کہا
کہ آیۃ قرآنی وکلمتہ القاہا الی مریم وروح منہ سے یہ پایا جاتا ہے کہ عیسے اللہ تعالے کے جز ہیں مسلمان نے جواب دیا
کہ آیۃ ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منہ سے کیا پایا جاتا ہے وہ عیسائی شخص یہہ بات سنکر لاجواب ہوگیا۔
انجیل میں حضرت عیسے علیہ السلام کا نام یشوع ہے۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ ۝ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ

اور سکہاویگا اوسکو کتاب اور کام کی باتیں اور توریت اور انجیل اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف

أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ

کہ میں آیا ہوں تم پاس نشان لیکر تمہارے رب کا کہ میں بنا دیتا ہوں تمکو مٹی سے صورت جانور کی

فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ

پہر اسمیں پہونک مارتا ہوں تو وہ ہو جاوے اڑتا جانور اللہ کے حکم سے اور چنگا کرتا ہوں جنمانداہ پیدا ہو اور کوڑہی

وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي

اور جلاتا ہوں مردے اللہ کے حکم سے اور بتا دیتا ہوں تمکو جو کہا کر آؤ اور جو رکہہ آؤ اپنے

بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ وَمُصَدِّقًا لِمَا

گہر میں اسمیں نشانی پوری ہے تمکو اگر تم یقین رکہتے ہو اور سچ بتاتا ہوں

بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ

توریت کو جو مجہسے پہلے کی ہے اور اسیواسطے کہ حلال کردوں تمکو بعضی چیز جو حرام تہی تمپر اور آیا ہوں

منزل ۱

وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ
تم پاس نشانی لیکر تمہارے رب کی سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو بیشک اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا
فَاعْبُدُوهُ ۗ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ۝
سو اوسکی بندگی کرو یہ سیدھی راہ ہے

اللہ تعالے نے ہر نبی کو اوس زمانہ کے موافق معجزہ دیا ہے چنانچہ حضرت موسے علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا بڑا زور تھا اسلئے اونکو ایسا معجزہ دیا کہ جس سے سب جادوگر دنگ ہوگئے۔ حضرت عیسے علیہ السلام کے زمانہ میں طبیبوں کا بڑا زور تھا اسواسطے اونکو ویسا ہی معجزہ دیا کہ مردہ کو جلانا تو در کنار مادرزاد اندھے اور بدن پر کے سفید داغ والے کو بھی کوئی طبیب اچھا نہیں کر سکتا اور نہ کوئی طبیب یہ بتلا سکتا ہے کہ بیمار نے کل کیا کھایا تھا۔ حضرت عیسے علیہ السلام یہ سب کچھ کرتے تھے جس سے سب طبیب حیران تھے۔ اسیطرح نبی آخر الزماں کے زمانہ میں عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کا بڑا زور تھا اللہ تعالے نے ان پر اون فصیح و بلیغ لفظوں میں قرآن اوتارا کہ کسی سے ایک آیتہ بھی ویسی نہ بن سکی۔ حضرت عیسے علیہ السلام بڑے خوشنویس تھے اور توراۃ اور انجیل اونکو زبانی یاد تھی حکمت سے مراد تہذیب اخلاق ہے۔ بعضی چیزیں جو یہود پر اونکی شرارت کے سبب سے حرام تھیں حضرت عیسے علیہ السلام نے اون پر اون چیزوں کو اللہ کے حکم سے حلال کر دیا جس سے بہ نسبت شریعت موسوی کے شریعت عیسوی بہت آسان ہوگئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت عیسے علیہ السلام نے فقط چمگادڑ لوگوں کی فرمایش سے بنائی تھی۔ جہانتک لوگوں کی نگاہ کام دیتی تھی وہاں تک وہ اوڑتی تھی۔ پھر مر کر گر پڑتی تھی۔ تاکہ اللہ کے کام اور بندے کے کام میں فرق پیدا ہو جاوے۔ اس آیتہ میں حضرت عیسے علیہ السلام نے سیدھا رستہ اللہ تعالے کی خالص عبادت کو بتلایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ حضرت عیسے کو اللہ کی عبادت میں شریک ٹھہراتے ہیں وہ غلطی پر ہیں +

منزل

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ
پھر جب معلوم کیا عیسے نے بنی اسرائیل کا کفر بولا کون ہے کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ میں کہا حواریوں نے
نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۝ رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنزَلْتَ
ہم ہیں مدد کرنیوالے اللہ کے ہم یقین لائے اللہ پر اور تو گواہ رہ کہ ہمنے قبول کیا اے رب ہمنے یقین کیا جو تونے اوتارا
وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝ وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝
اور ہم تابع ہوئے رسول کے سو تو لکھ لے ہمکو ماننے والوں میں اور فریب کیا ان کافروں نے اور فریب کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے

ع ۱۳ ۱۴

اگرچہ یہود کو توراۃ کے پڑھنے سے یہ معلوم تھا کہ حضرت عیسے علیہ السلام جب نبی ہونگے تو توراۃ کے بعضے مسئلے

خدا کی حکم سے منسوخ ہونگے لیکن جب وہ وقت آیا تو محض عناد سے یہود حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے دشمن ہوگئے اور اوسوقت کے بادشاہ سے ملکر حضرت عیسےٰ کے قتل پر آمادہ ہوگئے یہاں تک کہ موقع پاکر اونکو ایک مکان میں گھیر لیا۔ اسیوقت خدا تعالے نے حضرت عیسےٰ کو تو آسمان پر اوٹھا لیا اور حضرت عیسےٰ کے ساتھیوں میں سے یا یہود میں سے ایک آدمی میں جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا حضرت عیسیٰ کی شکل پیدا کردی اور یہود نے اوسی شخص مشابہ عیسےٰ کو عیسےٰ سمجھکر سولی پر چڑھا دیا۔ غرض اللہ تعالے نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے مخالفوں کے مکر و فریب کو ایک حکمت اور تدبیر سے جو نیست و نابود کیا ہے اوسیکو مقابلہ کلام کے طور پر مکر اللہ فرمایا ہے۔ حضرت عیسےٰ پر بارہ شخص جو ایمان لائے تھے۔ اونکو حواری کہتے ہیں حواری کے معنے مددگار کے ہیں چنانچہ صحیحین وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک نبی کا ایک حواری یعنے سچا مددگار ہوتا ہے میرے حواری زبیر ہیں فاکتبنا مع الشاہدین کے یہہ معنے ہیں کہ یا اللہ ہمکو اون لوگوں میں لکھہ لے جنہوں نے تیرے رسول عیسےٰ علیہ السلام کے سچے رسول ہونے کی گواہی دی ہے۔ اسمیں امت محمدیہ بھی داخل ہے ✣

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جسوقت کہا اللہ نے اے عیسے میں تجھکو بھر لونگا اور اوٹھا لونگا اپنی طرف اور پاک کردونگا کافروں سے

منزل ۱

وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ

اور رکھونگا تیرے تابعوں کو اوپر منکروں سے قیامت کے دن تک پھر میری طرف ہے تمکو پھر جانا

فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ

پھر فیصلہ کردونگا۔ تم میں جس بات میں تم جھگڑتے تھے سو وہ جو کافر ہوئے ان کو عذاب کرونگا

عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ○ وَاَمَّا الَّذِيْنَ

سخت عذاب دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں انکا مددگار اور وہ جو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○

یقین لائے اور عمل نیک کئے سو اونکو پورا دیگا انکا حق اور اللہ کو خوش نہیں آتے بے انصاف

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ○

یہ پڑھ سناتے ہیں ہم تجھکو آیتیں اور مذکور

مفسرین میں اختلاف ہے کہ مراد انی متوفیک ورافعک الی سے کیا ہے۔ لیکن حضرت ابوہریرہ کی متفق علیہ حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام پھر دنیا میں آویں گے اور اس باب میں اور بہت سی حدیثیں ہیں اسیطرح ابوداؤد اور حاکم کی ابوہریرہ کی صحیح حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

سکے دنیا میں دوبارہ آسنے کے بعد پھر اون کی وفات ہو گی اور اوسوقت کے مسلمان اُنکی جنازہ کی نماز پڑھینگے اور آیتہ الله الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کی موت دنیا میں ایک ہی دفعہ الله تعالےٰ نے قرار دی ہے۔ اِسی سبب سے آیتہ وہو الذی یتوفاکم باللیل کے قرینہ سے انی متوفیک کے معنے جن مفسروں سنے یہ لئے ہیں کہ الله تعالےٰ نے جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی حالت نیند کی سی تھی انہی مفسروں کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے الله تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے یہہ جو وعدہ فرمایا ہے کہ تمہارے تابع قیامت تک یہود پر غالب رہینگے اسکا ظہور اب موجود ہے کہ ہر شہر میں یہود بالکل بلا حکومت اور عیسائی یا مسلمانوں کے زیر حکومت ہیں۔ آیتہ میں قیامت کے دن جس اختلاف کے فیصلہ کا ذکر ہے اوسمیں وہ بھی داخل ہے جو قسطنطین بادشاہ نے اصلی عیسائی دین میں طرح طرح کا اختلاف ڈالا ہے آخر آیتہ میں الله تعالےٰ نے اپنی نبی کی نبوت کی تصدیق اوسطرح کی ہے جسکا ذکر اوپر کی آیتوں میں گذرا ❊

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن
تحقیق عیسےٰ کی مثال الله کے نزدیک جیسے مثال آدم کی ہے بنایا اُسکو مٹی سے پھر کہا اُسکو ہو جا

فَيَكُونُ ۝ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن
وہ ہو گیا حق بات ہے تیرے رب کیطرف سے پھر تو مت رہ شک میں پھر جو جھگڑا کرے تجھسے اِس بات میں

بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَ
بعد اسکے کہ پہنچ چکا تجھکو علم تو تو کہہ آؤ بلاویں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور

نِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ
اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان پھر دعا کریں اور لعنت ڈالیں الله کی

عَلَى الْكَاذِبِينَ ۝ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ
جھوٹوں پر یہ جو ہے سو یہی ہے بیان تحقیق اور کسیکی بندگی نہیں سوائے الله کے اور الله جو ہے

لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ۝
وہی ہے زبردست حکمت والا پھر اگر قبول نہ کریں تو الله کو معلوم ہیں فساد کرنے والے

منزل ۱

۱۴۷

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اور ابن سعد نے طبقات میں اِس آیتہ کی شان نزول جو بیان کی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت نے نجران کے نصارا کو ایک خط لکھا تھا جسمیں اونکو اسلام لانے کا پیغام تھا وہاں سے کچھہ نصارا کے عنبر اور پادری لوگ آنحضرت کے پاس بحث کو آئے۔ آنحضرت نے اون سے اسلام لانے کو کہا اونہوں نے جواب دیا کہ ہم تم سے پہلے ہی اسلام لاچکے ہیں آپنے

فرمایا تم حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہو اور سور کا گوشت کہاتے ہو اور حضرت عیسےٰ اور مریم کی تصویروں اور صلیب کی پوجا کرتے ہو یہ باتیں تمہارے دین میں کب جایز ہیں اونہوں نے کہا کہ حضرت عیسےٰ اگر خدا کے بیٹے نہیں تو بتلاؤ دنیا میں اونکا باپ کون ہے۔ اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہہ آیتہ نازل فرمائی اور فرمادیا کہ جسطرح بے ماں باپکے حضرت آدم اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے اسطرح حضرت عیسےٰؑ بغیر باپکے اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ اگر بعد اس فہمائش کے بھی یہ نصارا نہ مانے تو جھوٹے گروہ پر بد دعا کرنے کا جو طریقہ ہے دونو فریق مسلمان و نصارا جنگل میں جاکر اوسکو جاری کریں جھوٹا گروہ خود وبال میں پہنس جاوےگا یہ حکم سنکر نصارا نے آنحضرت سے کہا کہ کل ہم آپس میں صلاح کرکے بد دعا کرنے کے طریقہ پر عمل کرینگے پھر آپسمیں صلاح کی اور دوسرے روز آنحضرت صلعم حضرت علی اور حسنین اور حضرت فاطمہ کو ساتھ لیکر جنگل میں جاکر جھوٹے گروہ پر بد دعا کرنے کو طیار ہوگئے اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور دونوں صاحبزادوں سے یہ کہدیا کہ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا ان نصارا میں ایک شخص شرحبیل پادری تھا اوس نے نصارا سے کہا کہ یہ تمکو معلوم ہے کہ نبی کی بد دعا کے بعد ہم سب ہلاک ہوجائیں گے اسواسطے میری رائے یہہ ہے کہ بد دعا باہمی کو موقوف کردیا جاوے۔ چنانچہ پھر رجب کے مہینہ میں اور صفر کے مہینے میں کچہہ مال داخل کرنے پر ان لوگوں سے آنحضرت نے صلح کرلی اس صلح کے مال کو جو سالانہ ان نصارا سے ٹھرایا گیا تھا بعض مفسرین نے جزیہ کہا ہے اور بعض مفسرین نے اوسپر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ معاملہ فتح مکہ سے پہلے سنہ ۹ ہجری کا ہے اور جزیہ کی آیتہ جو سورہ توبہ میں ہے فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے پھر آخر یہ بات قرار پائی ہے کہ یہ مال جزیہ کا نہیں تھا بلکہ بطور صلح کے تھا مسند امام احمد بن حنبل بخاری ترمذی اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایتہ ہے کہ ابوجہل نے ایک دفعہ ہجرت سے پہلے یہ جو کہا تھا کہ مکہ میں آنحضرت کو نماز پڑہتے دیکھونگا تو اون کی گردن پر پاؤں رکھکر اونکو کچل ڈالوں گا۔ اگر وہ اپنا ارادہ پورا کرنے کو آنحضرتؐ کی نماز پڑہنے کے وقت مسجد حرام کیطرف آتا بھی تو فوراً آسمان سے فرشتے آکر سب کے سامنے اوس کو ہلاک کرڈالتے۔ اسیطرح یہود کو جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اگر اپنے اس قول میں تم سچے ہو کہ مرنے کے بعد چند روز کے سوا تمکو دوزخ کی آگ نہیں جلاوےگی تو مرنے سے کیوں ڈرتے ہو مرنے کی خواہش کرو اوسپر یہود اگر آج اپنے آپ کو سچا جانکر موت کی خواہش کریں تو ابھی سب مرجائیں اور آج ہی اسکے ہمیشہ رہنے کے دوزخ کے ٹہکانے اونکو دکہادیے جاویں اور نجران کے نصارا آنحضرت سے بد دعا کا مقابلہ کرتے تو ایک بھی اون میں کا جیتا نہ رہتا۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ

تو کہہ اے کتاب والو آؤ ایک سیدہی بات پر ہمارے تمہارے درمیان کی کہ بندگی نہ کریں مگر اللہ کو

منزل ۱

وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا

اور شریک نہ ٹھیرادیں اوسکی کوئی چیز اور نہ پکڑیں آپسمیں ایک ایک کو رب سوائے اللہ کے پھر اگر وہ قبول نہ کریں

فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

تو کہو شاہد رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں ۔

یہ آیۃ اونہی نجرانی لوگوں کے مباحثہ کے وقت نازل ہوئی ہے اور اوس کے حکم میں سب اہل کتاب شریک ہیں سیدہی بات کی تفسیر وہی ہے جو خود آیۃ میں ہے کہ ہم تم سب ملکر سوا اللہ کے کسی کی عبادت نکریں کیونکہ یہ ایسی سیدہی بات ہے کہ اول صاحب شریعت نبی نوح علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسے علیہ السلام تک سارے انبیاء اس پر قائم رہے ہیں اس شریعت اعتقادی میں کبھی ایسا اختلاف نہیں پڑا جیسا اختلاف تم لوگوں نے اہل کتاب ہوکر ڈال رکھا ہے پھر آخر کو فرمادیا کہ بات تو یہ سیدہی ہے اگر اہل کتاب ہوکر یہہ لوگ اسکو نہ مانیں تو اون سے کہدیا جاوے کہ تم ہمارے گواہ رہو کہ ہم تو حکم الٰہی کے تابع ہیں حاصل مطلب یہ ٹھہرا کہ اہل کتاب ہوکر تم لوگوں نے جو باتیں تراش رکھی ہیں وہ نوح علیہ السلام کی شریعت سے لیکر عیسے علیہ السلام کی شریعت تک کبھی نہیں تہیں اسلیے تم لوگ حکم الٰہی کے ہرگز تابع نہیں بلکہ نبی آخر الزمان جس مسئلہ توحید کی تم لوگونکو ہدایت کرتے ہیں وہی مسئلہ سب شریعتوں میں ہے اور جو اوسپر عمل کرتے وہی حکم الٰہی کا تابع ہے ۔

منزل ۱

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ

اے کتاب والو کیوں جھگڑتے ہو ابراہیم پر اور توریت انجیل تو اوتریں اوسکے

اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَاۤءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ

بعد کیا تمکو عقل نہیں سنتے ہو تم لوگ جھگڑ چکے جس بات میں تمکو خبر تھی

فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ مَا كَانَ

اب کیوں جھگڑتے ہو جس بات میں تمکو خبر نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے نہ تھا

اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ

ابراہیم یہودی اور نہ نصرانی لیکن تھا ایک طرف کا حکم بردار اور نہ تھا

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا

شرک والے لوگوں میں زیادہ مناسبت ابراہیم سے انکو تھی جو ساتھ اسکے تھے اور اس

النَّبِىُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

نبی کو اور ایمان والونکو اور اللہ والی ہے مسلمانونکا

بیہقی نے دلایل النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایۃ کی ہے کہ ایک روز آنحضرت کے روبرو مسلما یہود

اور نجران کے پادریوں کا بڑا جھگڑا ہوا یہود کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم یہودی تھے اور نصاریٰ کہتے تھے کہ نہیں نصرانی تھے اوسپر اللہ تعالے نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور فرمایا کہ توراۃ اور انجیل جن دونوں کتابوں سے یہود و نصاریٰ کا دین دنیا میں چلا ہے وہ تو حضرت ابراہیم کے بعد اوتری ہیں ابراہیم علیہ السلام اور موسے علیہ السلام میں ہزار برس کے قریب کا فاصلہ ہے اور حضرت عیسے علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام میں تین ہزار برس کے قریب کا پھر حضرت ابراہیم یہودی یا نصرانی کیونکر ہو سکتے ہیں رہی یہ بات کہ حضرت ابراہیم کو دنیا میں اب کون سے دین سے مناسبت ہے خلاف علم الٰہی انجانی بات میں یہ لوگ جو بحث کر رہے ہیں یہ اللہ کو ہرگز پسند نہیں اس آیۃ سے معلوم ہوا کہ جو بات آدمی کو معلوم نہو اوسمیں نفسانیت سے ہرگز بحث نکرے شان نزول کی روایۃ چند طریقوں سے ہے جسکے سبب ایک سند کو دوسرے کو قوت ہے -

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ

آرزو ہے بعض کتاب والوں کو کسی طرح تمکو راہ بہلا دین اور راہ بہلاتے نہیں مگر آپ کو

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝

اور نہین سمجھتے اے کتاب والو کیون منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے اور تم قائل ہو

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

اے کتاب والو کیون ملاتے ہو صحیح مین غلط اور چہپاتے ہو سچی بات جان کر

ع منزل ۸ ۱۵

چند یہود نے معاذ بن جبل اور حذیفہ بن الیمان وغیرہ کو یہہ رغبت دلائی کہ وہ دین محمدی کو چھوڑ کر یہودی ہو جائیں اوسپر اللہ تعالے نے یہ آیۃ نازل فرمائی کہ مسلمان اپنے دین پر خدا کیطرف سے پکے ہیں اون کو کسی کے بہکانے سے کچھ ضرر نہیں پہونچ سکتا۔ مگر بہکانے کا اثر بہکانے والوں کے نامہ اعمال میں لکھا جاویگا جس سے وہ غافل ہیں ؂

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ

اور کہا ایک لوگون نے اہل کتاب مین کہ مان لو جو کچھ اترا مسلمانون پر دن چڑھے

النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ صلے

اور منکر ہو جاؤ آخر دن شاید وہ پھر جاوین

جب دن بدن دین محمدی میں لوگ بڑہنے لگے تو یہود کو یہہ امر شاق گذرا اسلئے عداوت سے خیبر کے بارہ شخص یہود نے یہ صلاح کی کہ تازہ دم نئے مسلمانوں کو دہوکے میں ڈالنے کے لئے ایک دن صبح کو فریب کے طور پر مسلمان ہو گئے۔ اور صبح کی نماز بہی مسلمانوں کے ساتھ پڑہی اور تیسرے پہر کو یہ مرتد ہو گئے تاکہ نئے

مسلمان اپنے دل میں خیال کریں کہ اس دین محمدی میں کچھہ نقصان ضرور تھا جو یہ اہل کتاب لوگ اس دین میں داخل ہوکر پھر منحرف ہوگئے اللہ تعالےٰ نے ان یہود کا اونی فریب ظاہر کرنے اور نئے مسلمانوں کا وسوسہ دور کرنے کی غرض سے یہ آیتہ نازل فرمائی اور فرمایا کہ ایسے فریبوں سے کچھہ نہیں ہوتا۔ ہدایت اللہ کے ہاتھہ ہے اور نبوت اللہ کا ایک فضل ہے وہ اپنے اس فضل کو جب تک جس خاندان میں چاہے رکھے ان لوگوں کا یہہ حسد کہ نبوت بنی اسمٰعیل میں کیوں ہوئی۔ ان ہی کے نقصان کا موجب ہے۔

وَلَا تُؤْمِنُوا إِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِينَكُمْ قُلْ إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَى اللَّهِ أَنْ يُؤْتَىٰ

اور یقین نہ کریو مگر اسیکا جو چلے تمہارے دین پر تو کہہ ہدایت وہی جو اللہ ہدایت کرے اسو اسطے کہ کسیکو

أَحَدٌ مِثْلَ مَا أُوتِيتُمْ أَوْ يُحَاجُّوكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ

ملا جیسا کچھہ تمکو ملا تھا یا مقابلہ کیا تمسے تمہارے رب کے آگے تو کہہ بڑائی اللہ کے ہاتھہ میں ہے

يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ

دیتا ہے جسکو چاہے اور اللہ گنجایش والا ہے خبردار خاص کرتا ہے اپنی مہربانی جسپر چاہے

وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

اور اللہ کا فضل بڑا ہے

منزل ۱

تفسیر ابن ابی حاتم میں ابی مالک سے روایتہ ہے کہ اس آیتہ کے دو ٹکڑے ہیں پہلا ٹکڑا علماء یہود کا ہے کہ وہ اپنے قوم کے ان پڑھ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ دیکھو اپنے دین والے کے سوا کسیکی بات کو ہرگز نہ ماننا۔ دوسرا ٹکڑا اللہ تعالےٰ نے انکی اوس بات کے جواب میں اتارا ہے کہ ان سے آپ نبی اللہ کے حکم کہدو کہ ہدایت کے ہاتھہ ہے۔ ایسی باتوں سے وہ اللہ کی ہدایتہ کو ہرگز روک نہیں سکتے چنانچہ وہی ہوا کہ اللہ کی ہدایت پھل کر اسلام بڑھتا گیا اور یہود حسد اور عداوت میں خوار اور ذلیل ہوتے گئے ہرچند انہوں نے سب نبی کے اوصاف کو جو توراۃ میں مذکور تھے چھپایا ان پڑھ یہود کو غیر دین کی بات ماننے سے روکا مگر کون مقابلہ کر سکتا ہے آخر ہوا وہی جو اللہ کو منظور تھا ۔

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ إِنْ

اور بعضے اہل کتاب میں سے وہ ہیں کہ اگر تو ان پاس امانت رکھے ڈھیر مال کا ادا کریں تجکو اور بعضے انمیں سے وہ ہیں اگر تو

تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ لَا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ

ان کے پاس امانت رکھے ایک اشرفی ادا نہ کریں تجکو مگر جب تک تو رہے اسکے سر پر کھڑا یہ اسواسطے کہ انہوں نے

قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ

یہہ رکھا ہے نہیں ہمپر جاہلوں کے حق میں کچھ گناہ اور جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر

يَعْلَمُونَ ۝ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

کیوں نہیں جو کوئی پورا کرے اپنا قرار اور پرہیزگاری تو اللہ چاہتا ہے پرہیزگاروں کو

اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے یہود کے اوس فرقہ کا ذکر فرمایا تھا جسمیں سراسر برائی ہی برائی تھی۔ بھلائی کچھ بھی نہ تھی۔ اور حقیقت میں بعضے اونمیں سوا اوس برے فرقے کے بھلے بھی تھے اسلیئے یہ آیتہ نازل فرما کر بروں کی ساتھ اچھوں کا ذکر بھی فرمادیا تاکہ مسلمانوں میں اون اچھوں کی عزت بڑہے اور برے بھی ان اچھوں کی عادت سیکھیں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایتہ ہے کہ عبداللہ بن سلام جو پہلے یہودی تھے اور پھر مسلمان ہوگئے انکے پاس کسی نے کئی سو تولے سونا امانت رکھوادیا اور اونہوں نے وقت پر ادا کردیا۔ اور ایک یہودی ادرختا کہ ایک شخص کی ایک اشرفی امانت لیکر مکر گیا صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایتہ ہے کہ امانت میں خیانت کرنا جھوٹ بولنا وعدہ خلافی کرنا لڑائی کے وقت گالیاں بکنا یہ منافقوں کی علامتیں ہیں یہود کے برے فرقے نے جہاں اور غلط باتیں توراۃ میں اپنی طرف سے بڑھا دی تھیں وہاں ایک بات یہ بھی تھی کہ وہ کہتے تھے کہ عرب کے لوگ بت پرست اور بد دین ہیں انکا مال جس طرح ہضم کرلینا توراۃ میں روا لکھا ہے اسلیئے اونکے مال کے ہضم کرنے پر ہمکو کوئی مواخذہ کا راستہ نہیں ہے اللہ تعالےٰ نے اونکی وہ بات بھی اس آیتہ میں جھٹلادی اور فرمادیا کہ جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں توراۃ میں ہرگز کہیں یہ بات نہیں ہے پرایا مال ہضم کرنے پر ضرور مواخذہ ہے ہاں اگر وہ جسطرح اول سے اور اللہ سے توراۃ میں معاہدہ ہے اوسکے موافق اسلام لے آوینگے تو اسلام پچھلی ساری برائیاں مٹاڈالتا ہے اس سبب سے اون سے یہ برائی مٹکر اونکو متقی بنادیگا۔ اللہ متقیوں کو دوست رکھتا ہے۔

منزل ۱

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ

جو لوگ خرید کرتے ہیں اللہ کے قرار پر اور اپنی قسموں پر تھوڑا مول ان کو کچھ حصہ نہیں

فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

آخرت میں اور نہ بات کریگا انسے اللہ اور نہ نگاہ کریگا انکی طرف قیامت کے دن اور نہ سنوار یگا ان کو اور انکو دکھ کی مار

صحیحین اور صحاح کی کتابوں میں روایتہ ہے کہ اشعث بن قیس صحابی اور ایک یہودی میں کچھ زمین کا قضیہ تھا اوسکی فریاد آنحضرت کے پاس آئی۔ آنحضرت نے اشعث بن قیس سے فرمایا تمہارے پاس اس دعوے کے ثبوت کے گواہ ہیں۔ اشعث بن قیس نے کہا نہیں۔ گواہ تو نہیں ہیں۔ آپنے یہودی سے کہا کہ تو اپنے دعوے پر قسم کھا۔ اشعث بن قیس نے کہا کہ حضرت یہ یہودی فوراً جھوٹی قسم کھا کر میری زمین دبا لیگا۔ اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور فرمادیا دنیا کی تھوڑی سی طمع کے لیئے جو کوئی جھوٹی قسم کھائیگا۔ وہ عقبیٰ میں جنت کی بڑی بڑی نعمتوں سے محروم رہے گا۔ اور اللہ تعالےٰ کا اوسپر ایسا غصہ اور غضب ہوگا کہ اللہ تعالےٰ نظر رحمت سے اوسکی طرف نہ دیکھیگا۔ اور نہ اوس سے بات کریگا۔ اور نہ اوس کے کسی گنہ سے درگذر فرماویگا صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ٹخنے سے نیچے پاجامہ رکھنے والا جھوٹی قسم کھانیوالا

صدقہ دے کر احسان جتانے والا ان تین شخصوں پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا ایسا غصہ ہوگا کہ اون سے اللہ کلام نہ کرے گا نہ اون کے گناہوں سے درگذر کرے گا سوا اس شان نزول کے جو متفق علیہ حدیث میں ہے۔ اور شان نزول اس آیۃ کی حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں جو مذکور ہے اوسکا مطلب یہ ہے کہ ان معاملات پر بھی آیۃ کا مطلب صادق آتا ہے ورنہ معتبر شان نزول وہی ہے جو متفق علیہ حدیث کی رو سے بیان کیگئی ہے۔

وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ○

اور اون میں ایک لوگ ہیں کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں کتاب کہ تم جانو وہ کتاب میں ہے اور وہ نہیں کتاب میں اور کہتے ہیں وہ اللہ کا کہا ہے اور وہ نہیں اللہ کا کہا اور اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں جان کر

حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا ہے کہ یہود اور نصارا دونوں نے توراۃ اور انجیل میں اپنی طرف سے جو باتیں ملادی تھیں اوس تحریف کو مسلمانوں پر ظاہر کر دینے کی غرض سے اللہ تعالےٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے نازل کئے ہوئے لفظ جو اون دونوں کتابوں آسمانی میں ہیں اون اصلی لفظوں سے زبان بدلکر اور موڑ کر اون لفظوں کو اے مسلمانوں تمہارے سامنے اس ڈھنگ سے یہ اہلکتاب پڑھتے ہیں کہ تم اوسکو اللہ کا کلام خیال کرتے ہو حالانکہ وہ اللہ کا کلام نہیں ہے اور خود اونکا دل جانتا ہے کہ وہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔ مگر جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے قرب وجوار میں اکثر یہود رہتے تھے اور مسلمانوں کے اور اون کے بات چیت اور ملاقات ہوتی رہتی تھی اور یہود لوگ اپنی بدلی ہوئی آیات توراۃ میں سے اس قسم کے احکام توراۃ کے مسلمانوں کی روبرو بیان کرتے تھے کہ جس سے مسلمانوں کی جی میں کچھ شبہات پیدا ہوں اس آیۃ کے حکم سے اور اس آیۃ کے حکم کے موافق چند احادیث سے آنحضرت نے جب مسلمانوں کو اہل کتاب کے اسطرح کے میل جول سے روکا تو مسلمانوں نے پھر اسطرح کا میل جول اہل کتاب سے چھوڑ دیا اور دین محمدی میں اہل کتاب کے سبب سے ایک رخنہ جو پڑتا تھا وہ مٹ گیا وہ حدیثیں جنمیں آنحضرت نے مسلمانوں کو اہل کتاب کے اسطرح کے میل جول سے دین میں رخنہ نہ پڑنے کی غرض سے روکا ہے یہ ہیں امام احمد بن حنبل نے عبد اللہ بن ثابت سے روایت کی ہے کہ ایکدن حضرت عمر اپنے ایک دوست یہودی سے چند باتیں توراۃ کی سنکر آئے اُنھوں نے آنحضرت سے عرض کیا کہ میں توراۃ کی چند باتیں سنکر آیا ہوں جو مجھکو اچھی معلوم ہوتی ہیں اگر آپ فرماویں تو میں اُن باتوں کو آپکے سامنے بیان کروں آپکو یہ بات حضرت عمر سے سنکر غصہ آگیا فرمایا کہ اگر آج کی تاریخ تم میں خود حضرت موسےٰ زندہ ہوتے اور تم مجھکو چھوڑ کر حضرت موسےٰ کی فرمانبرداری کرتے

تو بیشک تم لوگ گمراہ ہو جاتے دوسری روایۃ ابو یعلیٰ موصلی کی مسند میں حضرت جابر سے ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ تم
اہل کتاب سے دین کی بات چیت مت کیا کرو اہل کتاب اپنی کتابوں میں تحریف کرنے سے خود راہ پر نہیں ہیں وہ تمکو
کیا ہدایت کر سکتے ہیں آج حضرت موسیٰ اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ دونوں زندہ
ہوتے تو وہ بھی میری فرمانبرداری قبول کرتے۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں لفظی
معنوی طرح طرح کا تصرف کیا ہے اور پھر اوسی پر جمے ہوئے ہیں۔ مرضی الٰہی کے موافق آخری شریعت
شرع محمدی کو نہیں مانتے حالانکہ جسطرح ہر حاکم وقت ایک قانون بنا کر مصلحت ملکی کے لحاظ سے ایک مدت تک اوس
قانون کا رواج اور عمل جاری رکھتا ہے اور جب مصلحت ملکی اوس قانون نافذ الوقت کے موافق اوس حاکم کو نظر نہیں
آتی۔ تو اوس پہلے قانون کو منسوخ کر کے بجائے اوس کے دوسرا قانون نافذ کر دیتا ہے اسیطرح اللہ تعالیٰ نے
اپنے علم میں دنیا کے پیدا کرنے سے ہزارہا برس پہلے دنیا کی ہر ایک دورہ کی مصلحت کے موافق ایک قانون
قرار دیا ہے جسکو اوس دورہ کی شریعت ٹھہرایا ہے اور یوم المیثاق میں اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء سے
اور سب انبیاء نے اپنی اپنی امتوں سے یہ مضبوط عہد لیا ہے کہ دنیا کے ہر دورہ میں اوسی شریعت کا عمل
ہوگا جو شریعت اوس دورہ کے لئے ٹھہرائی گئی ہے اور ہر نبی وقت اور امت وقت کو اوس معاہدہ میں
یہ تاکید ہے کہ جو کوئی پچھلے دورہ کا نبی یا امت اگلے دورہ کی شریعت اور نبی کو پاوے تو فوراً پچھلے دورہ
کی شریعت کو چھوڑ کر نافذ الوقت شریعت کا پورا فرمانبردار ہو جاوے اور کوئی کتاب آسمانی ایسی نہیں ہے
جسمیں اس معاہدہ کا ذکر نہو لیکن اہل کتاب نے اس معاہدہ کی آیات کو کتب آسمانی میں بدل ڈالا تھا جس سے اللہ کے
انتظام میں ایک رخنہ پڑتا تھا۔ اوس رخنہ کے روکنے کی اکثر آیات قرآن شریف میں مثل اس آیۃ کی ہیں اور
رسول وقت نے اللہ کی مرضی کے موافق اکثر احادیث میں اس رخنہ کو روکا ہے اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے
ان دونوں آیتوں کے بعد جسمیں اس رخنہ کے روکنے کا ذکر ہے اوس معاہدہ کا ذکر فرما کر اہل کتاب کو وہ معاہدہ
یاد دلایا ہے ٭

منزل

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ
کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ اسکو دیوے کتاب اور حکم اور پیغمبری پھر وہ کہے لوگوں کو کہ تم
كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ
میرے بندے ہو اللہ کو چھوڑ کر لیکن تم مربی ہو جاؤ جیسے تھے تم
تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۙ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ
کتاب سکھاتے اور جیسے تھے تم پڑھتے اور نہ یہ کہے تمکو کہ ٹھیراؤ فرشتوں کو
وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۭ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝
اور نبیوں کو رب کیا تمکو کفر سکھاوے گا بعد اسکے کہ تم مسلمان ہو چکو۔

ع ۸ ۱۴

تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایتیں ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ نجران کے مباحثہ کے وقت ایک شخص ابورافع یہودی نے آنحضرت سے کہا کہ کیا آپ ہم سے اپنی ذات کی ویسی عبادت چاہتے ہیں جسطرح سے نصارا لوگ حضرت عیسے کی پوجا کرتے ہیں اوسپر اللہ تعالے نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور فرمایا کہ اللہ کے نبی کا یہہ کام نہیں کہ سوا اللہ کے کسی کی عبادت کی وہ فرمایش کرے اور طبری نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ یہود اور نصارا اوس معاہدہ کے خلاف آنحضرت سے جو باتیں کرتے تھے جو معاہدہ اللہ تعالے نے سب انبیاء اور امتوں سے لیا ہے جسکا ذکر سب آسمانی کتابوں میں ہے اسلیئے اِس آیۃ اور اوپر کی آیۃ کے بعد اللہ تعالے نے معاہدہ کا ذکر کرکے اونکو معاہدہ یاد دلایا ہے تاکہ معاہدہ کے پابند ہوکر ایسی باتوں سے پرہیز کریں اور معاہدہ کے موافق اپنے وقت پر ایمان لائیں ⁂

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ

اور جب لیا اللہ نے قرار نبیوں کا کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر

جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ

آوے تم پاس کوئی رسول کہ سچ بتاوے تمہارے پاس والے کو تو اسپر ایمان لاؤ گے اور اسکی مدد کروگے فرمایا کہ تم نے اقرار کیا

وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ

اور اس شرط پر لیا میرا ذمہ بولے ہمنے اقرار کیا فرمایا تو اب شاہد رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ

الشّٰهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

شاہد ہوں پھر جو کوئی پھر جاوے اسکے بعد تو وہی لوگ ہیں بیحکم

منزل

یہ وہی معاہدہ ہے جسکا ذکر اوپر کی آیۃ کی تفسیر میں گذرا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالے نے پہلے نبی سے اوس کے بعد میں آنے والی نبی کی بابت یہ عہد لیا ہے کہ اگر پہلا نبی بعد میں آنے والے نبی کا زمانہ پاوے تو خود اوسپر ایمان لاوے جب ضرورت پڑے اوسکی مدد کرے ورنہ اپنی امت کو اس کے موافق وصیت کرجاوے یہہ معاہدہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوکر حضرت عیسے علیہ السلام پر ختم ہوتا ہے چنانچہ اِس معاہدہ کی بنا پر اوپر کی حدیث میں آپنے یہہ فرمایا ہے کہ اگر میرے زمانہ میں موسے و عیسے علیہما السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی میری فرمانبرداری قبول کرتے اِس معاہدہ کو یاد دلاکر اللہ تعالے نے اہل کتاب مشرکین مکہ سب کو یوں قایل کیا ہے کہ یہود اگرچہ اپنے آپکو شریعت موسوی کا پابند کہتے ہیں لیکن موسیٰ علیہ السلام کے معاہدہ اور وصیت کے خلاف ہیں اسیطرح شریعت عیسوی اور ملت ابراہیمی کی پابندی کے مدعیوں کا حال ہے لیکن اونکو یہہ یاد رہے کہ یہہ معاہدہ اللہ تعالے کی گواہی سے مکمل ہوا ہے جسکے خلاف ورزی کے وبال کا کچھہ ٹھکانہ نہیں حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ آیۃ میں لفظ اصر سے مراد وہی معاہدہ ہے

جسکا ذکر میثاق کے لفظ سے فرمایا ہے اصر کے معنے سخت اور شدید معاہدہ کے ہیں ؟

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا
اب کچھ اور دین ڈھونڈتے ہیں سوائے دین اللہ کے اور اوسی کے حکم میں ہے جو کوئی آسمان اور زمین میں ہے خوشی سے یا زور سے

وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ قُلْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ
اور اوسی کیطرف پھر جاوینگے تو کہہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ اترا ہمپر اور جو کچھ اترا ابراہیم پر

وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَالنَّبِيُّونَ
اور اسماعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور اوسکی اولاد پر اور جو ملا موسے کو اور عیسے کو اور جو سب نبیوں کو

مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ وَمَنْ يَبْتَغِ
اپنے رب کیطرف سے ہم جدا نہیں کرتے اونمیں کسیکو اور ہم اوسی کے حکم پر ہیں اور جو کوئی چاہے

غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ
سوائے حکمبرداری کے دین سو اوس سے ہرگز قبول نہوگا۔ اور وہ آخرت میں خراب ہے

غصہ کے ایک استفسار کے طور پر اس آیتہ کا تعلق اوپر کی آیتہ سے حاصل مطلب یہ ہے کہ جبکہ اللہ تعالے نے دنیا کے پیدا کرنے سے ہزار برس پہلے دنیا کے ہر ایک دور کی مصلحت کیموافق ایک قانون قرار دیا ہے جسکو اوس دور کی شریعت ٹھرایا ہے اور اسی مصلحت وقتیہ کے انتظام کے لئے ہر نبی اور امت سے وہ معاہدہ قرار پاچکا ہے جسکا ذکر اوپر کی آیتہ میں ہے تو پھر اب جو کوئی اس انتظام الٰہی میں خلل ڈالیگا اور سوائے اس شریعت وقتیہ کے غیر وقتیہ شریعت پر چلے گا وہ اللہ تعالے کی درگاہ سے کچھ اجر نہ پائیگا اور اوسکا سب کیا کرایا اکارت ہے کیونکہ اجر اوسی عمل پر ہے جو مرضی کے موافق ہو خلاف مرضی الٰہی کا کام پڑتو اور مواخذہ ہوگا اجر کہاں رہا۔ اور آسمان و زمین میں سب پر اللہ ہی کا حکم چلتا ہے اسلئے جو اوس کے حکم کے برخلاف کرے گا وہ آخرت میں نقصان اوٹھائیگا ؟

منزل

كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَ
کیونکر راہ دیگا اللہ ایسے لوگوں کو کہ منکر ہوگئے مان کر اور تباچکے کہ رسول سچا ہے اور

جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ
پہنچ چکے انکو نشان اور اللہ نہیں راہ دیتا بےانصاف لوگوں کو ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے

أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ
کہ انپر لعنت اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی پڑے رہیں اوسمیں نہ ہلکا ہو

عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ

اُن پر عذاب اور نہ اُنکو فرصت ملی مگر جنہوں نے توبہ کی اسکے بعد اور سنوار پکڑی تو البتہ اللہ

غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ

بخشنے والا مہربان ہے جو لوگ منکر ہوئے مان کر پھر بڑھتے رہے انکار میں ہرگز قبول نہوگی اُن کی توبہ

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ

اور وہی ہیں راہ بھولے جو لوگ منکر ہوئے اور مرگئے منکر ہی تو ہرگز قبول نہ ہوگا ایسے کسی سے

مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ۝

زمین بھر کر سونا اگرچہ بدلا دیوے یہ کچھ اُن کو دکھ کی مار ہے اور کوئی نہیں اُنکا مددگار

ع ۹ ۱۷

نسائی اور صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایتہ ہے جسکو حاکم نے صحیح کہا ہے۔ حاصل اس روایتہ کا یہ ہے کہ حارث بن سوید انصاری اور طعمہ بن ابیرق وغیرہ سب بارہ شخص اسلام لانے کے بعد مرتد ہوگئے اور مدینہ سے مکہ کو چلے گئے اوسپر اللہ تعالے نے اس آیتہ کا ٹکڑا ولاہم ینظرون تک نازل فرمایا پھر حارث بن سوید کو اپنے مرتد ہوجانے پر بڑا افسوس ہوا تو انہوں نے انصار سے جو اونکی قوم کے مدینہ میں تھے یہ پیغام کہلا بھیجا کہ وہ آنحضرتؐ سے دریافت کریں کہ کیا ہم لوگوں کی توبہ قبول ہوسکتی ہے۔ اوسپر اللہ تعالے نے دوسرا ٹکڑا آیتہ کا الا الذین تابوا نازل فرمایا۔ اوسپر حارث بن سوید پھر مدینہ میں آکر مسلمان ہوگئے اور ان کے ساتھ کے گیارہ آدمی فتح مکہ تک مرتد رہے فتح مکہ کے وقت چند شخص اونمیں کے مسلمان ہوگئے اور چند حالت کفر میں مرگئے جنکا ذکر آیتہ کے آخر میں ان الذین کفروا سے آخر پارہ تک ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے دوسری روایتہ جو ہے کہ یہہ آیتہ کا ٹکڑا اہل کتاب کی شان میں ہے اوسکا مطلب یہ ہے کہ یہود کی شان میں بھی یہ آیتہ صادق آتی ہے ورنہ پہلے شان نزول جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مسند بزار میں ہے اوسکی سند قوی ہے اور یہود پر مرتد ہوجانے کا مطلب اسطرح صادق آتا ہے کہ آنحضرتؐ کے نبی ہونے سے پہلے یہود لوگ آنحضرتؐ کو نبی برحق جانتے تھے اور آپکا نام لیکر فتح کی دعا مانگتے تھے جب آنحضرت نبی ہوئے تو مرتدوں کی طرح آپ سے پھر گئے اس آیتہ کے معنے میں ایک شبہ یہہ پڑتا ہے کہ الا الذین تابوا سے فان اللہ غفور رحیم تک تو اللہ تعالے نے ہر طرح کی توبہ کے قبول فرمانے کا وعدہ کیا ہے اور پھر ان الذین کفروا بعد ایمانہم ثم ازدادوا کفرا لن تقبل توبتہم و اولئک ہم الضالون سے آخر پارہ تک یہ فرمایا ہے کہ جو لوگ مرتد ہوں اور زمانہ مرتدی میں خوب کفر میں سرشار رہیں تو اون کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی آیتہ کے دونوں ٹکڑوں کے ملانے سے مطلب اصلی آخر کو کیا نکلا جواب اس شبہ کا یہہ ہے کہ جسطرح ہر چیز کا اللہ کے یہاں وقت مقرر ہے اسیطرح توبہ کا بھی وقت مقرر ہے وہ وقت یہ ہے کہ مثلاً آدمی ایسے مجبوری اور اضطرار کی حالتمیں شرک کفر یا کبیرہ گناہ سے توبہ کرے جیسے فرعون نے بالکل ڈوبتے وقت توبہ کی اور قبول نہیں ہوئی یا مغرب سے آفتاب نکلنے کے وقت سب لوگ توبہ کرینگے تو ایسی توبہ قبول نہوگی۔ بلکہ وہ توبہ قبول ہوگی کہ ایسے وقت آدمی توبہ کرے کہ اپنی موت کا ابھی اوسکو پورا یقین ہو کر اوسکی حالت اضطرار کی نہ ہوئی ہو اپنی زیست کا اوسکو بھروسا ہو اور اس زیست کے سوچے ہوئے زمانہ میں اوسکا گناہ سے باز رہنے کا اور آئندہ نیک کام کرنے کا پورا پورا ارادہ ہو ورنہ اگر دم اکھڑ جانیکے بعد

جب خرّاٹا لگ گیا اور موت کا پورا یقین ہو گیا اور موت کے سامنے آجانے سے ایک اضطرار کی حالت پیش آگئی تو اوس وقت کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ چنانچہ سورہ نساء میں جو توبہ کے قبول ہونے کی آیۃ آوے گی اسمیں اللہ تعالےٰ نے فرمادیا ہے کہ توبہ اونہی لوگوں کی قبول ہوتی ہے کہ گناہ کرتے ہی جھٹ پٹ توبہ کر لیتے ہیں اور جو لوگ مرتے دم تک برائیاں کرتے ہیں اور جب موت بالکل سامنے آجاتی ہے تو توبہ کرتے ہیں اُنکی توبہ تو بہ نہیں ہے اور موت بالکل سامنے آجانے کی تفسیر حدیث شریف میں آئی ہے کہ وہ خرّاٹا لگجانیکا وقت کہ دم اکھڑ کر سینہ میں آجاتا ہے اور کوئی چیز پینے کی منہ میں ڈالے تو دم خرخر کرتا ہے اور وہ چیز نگلی نہیں جاتی چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل اور ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایۃ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جبتک موت کا خرّاٹا نہ لگے اوس وقت تک اللہ تعالےٰ بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اب رہی یہ بات کہ کوئی مشرک بلا توبہ مر جاوے تو اوسکا اور مسلمان جو گناہ کبیرہ کر کے بغیر توبہ کے مر جاوے اوسکا ایک حکم ہے یا دونوں میں کچھ فرق ہے اوسکی صراحت بقدر ضرورت یہ ہے کہ آیۃ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء اور آیۃ انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو مشرک وقت مقررہ پر توبہ نہ کرے اور بغیر توبہ کے مر جاوے تو اوسکی بخشش نہیں ہے اور مسلمانان کبیرہ کا گناہ گار بغیر توبہ کے مر جاوے تو اوسکی بخشش اللہ تعالےٰ نے اپنے اختیار میں رکھی ہے۔ حدیث میں ان دونوں آیتوں کی صراحت یوں آئی ہے کہ نامہ اعمال اللہ کی بارگاہ میں تین طرح کے ہیں ایک نامہ اعمال شرک کا ہے۔ اس نامہ اعمال والے شخص کی بخشش ہرگز نہیں ہے۔ ایک نامہ اعمال اون کبیرہ گناہوں کا ہے جو فقط اللہ کا گناہ ہے جیسے نماز کا نہ پڑھنا۔ یا روزہ کا نہ رکھنا۔ ان گناہوں کی توقع ہے کہ اللہ غفور رحیم ہے بخشش دیوے گا۔ ایک نامہ اعمال اون کبیرہ گناہوں کا ہے جن گناہوں میں بندوں کا بھی حق ہے۔ جیسے کسیکا مال چرانا۔ یا کسیکی عورت سے بدفعلی کرنا اسکا بدلا اور انصاف ضرور ہوگا۔ یہ روایۃ حضرت عائشہ رض سے مسند امام احمد بن حنبل اور مستدرک حاکم میں آئی ہے اور شرح جامع صغیر میں اسکو صحیح کہا ہے۔ اور اسباب میں مثل حدیث حضرت عائشہ کے اور بھی صحیح حدیثیں ہیں اسکے بعد آیۃ کے جن دو ٹکڑوں میں شبہ پڑتا تھا اون دو ٹکڑوں کو ملا کر حاصل معنے یہ ہوئے کہ وقت مقررہ پر مرتد اور گناہگار کی توبہ قبول ہے۔ اور مرتد یا گنہگار وقت مقررہ ٹال کر موت کے بالکل سامنے آجانے تک حالت مرتدی یا گنہگاری میں سرشار رہے اور عین مرتے وقت توبہ کرے تو اوسکی توبہ قبول نہیں ہے۔ اور جس مسلمان گنہگار کی آخری وقت کی توبہ قبول نہیں ہے اوسکی بخشش کی توقع ہے۔ مشرک کی بخشش کی توقع نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ ہر ایک مسلمان کو ہر ایک طرح کے شرک سے بچائے۔ آمین ط

پارۂ تلک الرسل تمام شد

بلااجازت کوئی صاحب اسکے چھاپنے کی مجاز نہیں

خداتعالی کا لاکھ لاکھ شکر ہی کہ

محض اُسیکے فضل و توفیق سے کتاب فیض انتساب نسخۂ لاجواب مردمک چشم

اولی الالباب جو درحقیقت تمام تفاسیر معتبرہ کا بیمثل انتخاب اور احادیث حسنہ

صحیحہ مقبولہ کا بینظیر اقتباس اور احسن الفوائد کا کامل اور مکمل اصفا ہی اعنی بہ

احسن التفاسیر

پارہ ۴ لن تنالوا

مؤلفہ رئیس المفسرین سند المحدثین خاقان اقالیم تحقیق قہرمان ممالک تدقیق

مروجِ دین متین نبوی شہسوارِ عرصۂ معانی علامۂ زمن جناب مولنا مولوی سید احمد حسن صاحب

سابق تعلقہ دار اول حیدرآباد دکن دامت برکاتہ۔ باہتمام احقر الانام سید عبد السلام

ابن مولوی سید محمد مظہر مرحوم المغفور مالک مطبع فاروقی

(تعداد طبع ۱۳۰۰) حسب ضابطہ رجسٹری شدہ ہے قیمت فی پارہ ۸؍

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۥ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ
ہرگز نہ پہنچو گے نیکی کی حد کو جبتک نہ خرچ کرو اس چیز سے جس سے محبت رکھتے ہو اور جو چیز خرچ کرو گے

فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○
پس اللہ کو معلوم ہے

اوپر ذکر تھا کہ عقبے میں زمین بھر کے سونا بھی عذاب الہی سے نہیں چھوڑا سکتا اسلیئے دنیا میں صدقہ کی رغبت دلانے کے لیئے اللہ تعالے نے یہ آیتہ نازل فرمائی اور جب یہ آیتہ اوتری۔ تو اس سے صحابہ کرام کو نفلی صدقہ کی حرص اور رغبت بھی بہت کچھ پیدا ہوئی چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت انس بن مالک سے روایتہ ہے کہ جب یہ آیتہ نازل ہوئی تو حضرت ابو طلحہ کا ایک باغ جو مسجد نبوی کے پاس تھا اوسمیں ایک کنواں میٹھے پانی کا تھا جسکا پانی بہت اچھا تھا اور آنحضرت اکثر اوس باغمیں جاکر بیٹھا اور اوس کنوئیں کا پانی پیا کرتے تھے اونہوں نے وہ باغ اپنے سب مال سے عمدہ اور نفیس جانا اور اللہ کی راہ میں اوس باغ کو خیرات کر دیا۔ اور صحیحین میں روایتہ ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے اوس غنیمت کے حصہ کو جو اونکو خیبر کی لڑائی میں ملا تھا اپنا بڑا عمدہ مال سمجھتے تھے اوسکو اونہوں نے اللہ کی راہ میں خیرات کر دیا۔ اور ابو بکر بزار نے اپنے مسند میں روایتہ کی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے تھے کہ جب آیتہ اوتری تو میں نے اپنے دلمیں خیال کیا کہ جو کچھ میرے پاس مال ہے اوس سب میں زیادہ عزیز مجھکو کیا چیز ہے میرے دل نے گواہی دی کہ روم کی ایک لونڈی جو میرے پاس ہے اوس سے زیادہ کوئی چیز مجھکو دنیا میں عزیز نہیں اسلیئے میں نے اللہ کی راہ میں اوس لونڈی کو آزاد کیا ✤

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ
سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کو مگر جو حرام کرلی تھی اسرائیل نے اپنی جان پر

تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ فَمَنِ افْتَرٰى
توریت نازل ہونے سے پہلے توکہہ لاؤ توریت اور پڑھو اگر سچے ہو پھر جو کوئی باندھے

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا
اللہ پر جھوٹ اسکے بعد تو وہی ہیں بے انصاف توکہہ سچ فرمایا اللہ نے اب تابع

مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○
ہوجاؤ دین ابراہیم کے جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا شرک کرنے والا

یہود نے ایک روز آنحضرت سے بحث کی کہ آپ ملت ابراہیمی پر اپنے آپکو بتلاتے ہیں اور اونٹ کا گوشت کھاتے ہیں اور اونٹنی کا دودھ پیتے ہیں حالانکہ ملت ابراہیمی میں یہ دونوں چیزیں حرام ہیں توراۃ میں اوسکا ذکر موجود ہے آپنے فرمایا توراۃ میں یہہ ہرگز نہیں ہے کہ ملت ابراہیمی میں یہہ دونو چیزیں حرام ہیں بلکہ حضرت یعقوب ایک دفعہ بیمار ہوگئے تھے اونہوں نے نذر مانی تھی کہ اس بیماری سے اللہ تعالے اون کو صحت دیوے

توجو چیزیں اونکو بہت بھاتی ہونگی وہ اوسکو چھوڑ دیوینگے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اونکو صحت دی۔ اور یہ دونو چیزیں اون کو بہت بھاتی تھیں اون کو اونہوں نے چھوڑ دیا۔ یہود نے اِس بات کو نہ مانا اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی برحق کے کلام کی تصدیق میں یہہ آیتہ نازل فرمائی اس آیتہ میں آنحضرت کا بڑا معجزہ اور اون کی نبوت کی بڑی دلیل ہے۔ کیونکہ بنی اسرائیل میں صدہا برس سے توراۃ کا علم چلا آتا تھا۔ لیکن باوجود امی لقب ہونے کے جو مسئلہ توراۃ کا آپنے فرمایا کہ اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ بنی اسرائیل میں کسی آسمانی حکم سے حرام نہیں ہے۔ بلکہ حضرت یعقوب کی نذر کیوجہ سے اِس گوشت کے نہ کھانے اور اِس دودھ کے نہ پینے کا رواج اون کی اولاد میں پڑ گیا ہے یہہ مسئلہ خود یہود کو بھی معلوم نہ تھا اور یہ ایک ظاہر بات ہے کہ اسطرح کا غیبی علم بلا تائید غیبی کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ اور اسطرح کی تائید غیبی بلاشک آپکی نبوت کی پوری دلیل ہے ✤

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۚ فِيْهِ اٰيٰتٌ
تحقیق پہلا گھر جو ٹھیرا لوگونکے واسطے یہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور نیک راہ جہانکی لوگونکو اُسمیں نشانیاں

بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ
ظاہر ہیں کھڑے ہونیکی جگہ ابراہیم کی اور جو اسکے اندر آیا اسکو امن ملا

مکہ اور بکہ دونو مکہ کے نام ہیں تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت علی سے روایتہ ہے کہ لوگوں کے رہنے کے گھر دنیا میں مکہ سے پہلے بھی تھے لیکن اللہ کے عبادت کا یہہ پہلا گھر ہے جو روئے زمین پر بنایا گیا ہے ✤

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ
اور اللہ کا حق ہے لوگونپر حج کرنا اس گھر کا جو کوئی پاوے اُس تک راہ اور جو کوئی منکر ہوا تو اللہ

غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝
بیپرواہ نہیں رکھتا جہانکی لوگونکی

سنن سعید بن منصور میں عکرمہ سے روایتہ ہے کہ بنی اسرائیل نے اپنے آپکا ملت ابراہیم پر ہونے کا دعوےٰ کیا تو آنحضرت نے بنی اسرائیل سے فرمایا ملت ابراہیم میں حج فرض ہے۔ اگر تم ملت ابراہیم پر ہو تو حج کیوں نہیں کرتے بنی اسرائیل نے حج کی فرضیت کا انکار کیا۔ اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہہ آیتہ نازل فرمائی بعضے مفسرین نے اگرچہ لکھا ہے کہ آیتہ واتموا الحج سے حج فرض ہوا ہے۔ لیکن جمہور مفسرین کے نزدیک حج کی یہی آیتہ ہے استطاعت سے مراد زاد اور راحلہ ہے اور زاد و راحلہ کا یہ مطلب ہے کہ حج جب فرض ہوتا ہے۔ کہ آدمی کے پاس رستہ کا خرچ ہو اور سواری کا بھی انتظام ہوسکے۔ باقی حج کی بحث سورہ البقرہ میں گذر چکی ہے ✤

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ۝

اے اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے اور اللہ کے روبرو ہے جو کرتے ہو

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا

تو کہہ اے اہل کتاب کیوں روکتے ہو اللہ کی راہ سے ایمان لانے والے کو ڈھونڈھتے ہو اسمیں

وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

عیب اور تم خبر رکھتے ہو اور اللہ بیخبر نہیں تمہارے کام سے

تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایتیں ہیں اونکا حاصل یہہ ہے کہ یہود نے پہلے تو ملت ابراہیمی پر اپنے آپکو بتلایا اور جب ملت ابراہیمی کے موافق اون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا کرنے کو کہا تو حج سے اونہوں نے انکار کیا۔ اوسپر اللہ تعالے نے یہہ آیۃ نازل فرمائی اور فرما دیا کہ جو لوگ اللہ کے حکم کے تابع ہیں استطاعت کی حالت میں اونپر حج فرض ہے اور اہل کتاب کی طرح جو لوگ اللہ تعالے کے حکم کے منکر ہیں اللہ کو اون کے انکار کی کچھہ پروا نہیں۔ مگر اللہ اون کے کاموں سے غافل نہیں ہے وقت مقررہ پر اپنے کئے کی سزا پاویں گے۔ اِس آیۃ میں اہل کتاب کو یہہ بھی تنبیہ ہے کہ وہ توراۃ اور انجیل پر ایمان لانا اگرچہ بیان کرتے ہیں لیکن اونکا بیان غلط ہے کیونکہ اگر انکا بیان صحیح ہوتا تو ان کتابوں میں نبی آخر الزماں کے اوصاف کی جو آیات تھیں اون کو چھپا کر اون آیات الٰہی اور نبی آخر الزماں کے منکر کیوں ہوتے ✣

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ

اے ایمان والو اگر تم مانو گے بعضے اہل کتاب کی بات تو پھیر کر دیں گے تمکو ایمان لائے پیچھے

كٰفِرِيْنَ ۝ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ وَمَنْ

منکر اور تم کسطرح منکر ہو اور تم پر پڑھی جاتی ہیں آیتیں اللہ کی اور تم میں اسکا رسول ہے اور جو کوئی

يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ

مضبوط پکڑے اللہ کو وہ پہنچا سیدھی راہ پر اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے

حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

جیسا چاہیئے اُس سے ڈرنا اور نہ مریو مگر مسلمان اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی سب ملکر اکٹھے اور پھوٹ

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ

نہ ڈالو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب تھے تم آپس میں دشمن پھر الفت دی تمہارے دلوں میں اب ہو گئے اسکے فضل

بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ

سے بھائی اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے گڑھے کے پھر تمکو خلاص کیا اوس سے اسی طرح کھولتا ہے اللہ

ع ۴

لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

تمپر نشانیاں اپنی شاید تم راہ پاؤ

تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اور تفسیر ابو الشیخ اور تاریخ ابن اسحاق میں زید بن اسلمؓ سے روایت ہے کہ انصار کے دو قبیلوں اوس اور خزرج میں اسلام سے پہلے بڑی عداوت اور صدہا برس کی لڑائی تھی اسلام کے بعد ان دونوں قبیلوں میں بڑا میل جول ہوگیا۔ اور مدتوں کی آپس کی لڑائی بالکل جاتی رہی ایک روز اون دونوں قبیلے کے کچھہ مسلمان بیٹھے ہوئے بڑی محبت سے آپس میں باتیں کررہے تھے اتنے میں ایک شخص یہودی شاس بن قیس کا اودہر سے گذر ہوا اس یہودی کو یہہ امر شاق ہوا کہ ان دونوں قبیلوں میں باوجود ایسی سخت عداوت کے ایسی یکدلی کیونکر ہوگئی اور اس یہودی نے چاہا کہ ان مسلمانوں میں پہر پہوٹ پڑجاوے اپنے اس ارادے کے پورا کرنے کی غرض سے اوس نے ایک یہودی کے لڑکے کو ان دونوں قبیلوں میں اکثر جا کر بیٹھنے اور اون دونوں قبیلوں کی پچھلی لڑائی اور عداوت کا ذکر کرنے کی پٹی پڑھادی وہ لڑکا آنکر ان دونوں قبیلوں میں بیٹھا اور اون کو ان پچھلی عداوت کے قصے یاد دلائے پچھلی باتیں یاد کر کے انکو بہی غصہ آگیا اور آپس میں لڑنے کو مستعد ہوگئے آنحضرت یہ قصہ سنکر ان مسلمانوں کے پاس تشریف لائے اور اونکو سمجھایا کہ اسلام کے بعد زمانہ جاہلیت کی باتیں یاد کر کے آپس میں پہوٹ کا ڈالنا مناسب نہیں ہے آخر آنحضرت کے سمجھانے سے یہہ مسلمان آپس میں پھر مل گئے۔ اللہ تعالے نے آخر رکوع تک یہ آیتیں مسلمانوں کو آیندہ یہود کے اسطرح کے فریب میں نہ آنے کی غرض سے نازل فرمائیں۔ اور ان آیتوں کے اوپر کے دو ٹکڑے اہل کتاب کے اس طرح کے فریب سے باز رہنے کی غرض سے نازل فرمائے اور اہل کتاب کو یہہ تنبیہ فرمادی کہ اللہ کے رستہ سے لوگوں کو جو تم روکتے ہو اللہ تعالے تمہاری کرتوت سے غافل نہیں ہے ایکدن اسکا خمیازہ تم بھگتنے والے ہو اور مسلمانوں کو یہہ تنبیہ فرمادی کہ اللہ سے ڈرتے رہیں اور آخر دم تک مسلمانی کا شیوہ اختیار کریں اور اہل کتاب میں جسطرح آپس میں پہوٹ ہے اسلام میں وہ پہوٹ روا نرکہیں اور اللہ تعالے نے ایک مدت کی عداوت کے بعد آپسمیں تمہارے دلوں کو جو ملادیا ہے یہہ اللہ کی بڑی نعمت ہے اس نعمت کی ناشکری نہیں چاہیے اور قیامت کے دن کی سرخروئی اور منہ کالے ہونے کا دل میں خیال رکہنا چاہیے اور نبی وقت تم میں موجود ہیں اور روزانہ کلام اللہ تعالے کا تمہارے روبرو اترتا ہے اور احکام الٰہی تمہارے سامنے پڑہے جاتے ہیں پہر تم کیوں بہکانے سکہانے سے جاہلیت کی باتیں اختیار کرنے لگ جاتے ہو ان آیات میں یہہ جو فرمایا اے ایمان والو ڈرو اللہ سے حق ڈرنے کا بعضے مفسروں نے کہا ہے کہ یہہ ٹکڑا آیۃ کا سورۃ تغابن کے اس آیۃ کے ٹکڑے سے فاتقوا اللہ ما استطعتم منسوخ ہے لیکن ایک روایۃ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اور اکثر علماء سلف نے یہہ کہا ہے کہ سورہ تغابن کے آیۃ کے ٹکڑے سے اس آیۃ کے ٹکڑے کی صراحت کی گئی ہے یہہ ٹکڑا منسوخ نہیں ہے وجہ اختلاف کی یہی ہے کہ اس آیۃ کے معنوں میں

علمار کا اختلاف ہے بعضے علمار مفسرین یہ کہتے ہیں کہ آیۃ کے یہ معنے ہیں کہ اللہ کی شان اور عظمت کے موافق اللہ سے ڈرو اس صورت میں جب دوسری آیۃ میں یہ صراحت آگئی کہ ہر ایک شخص کو اپنی طاقت کے موافق اللہ سے ڈرنا کافی ہے تو یہ فرقہ علمار کا آیۃ اول کے حکم کو منسوخ قرار دیتا ہے اور اکثر علمار حق تقاتہ کے یہ معنے کرتے ہیں کہ جسقدر اللہ سے ڈرنا آدمی سے بن پڑی اوسیقدر آدمی کو اللہ سے ڈرنا چاہیئے۔ اس حالت میں سورۃ تغابن کی آیۃ اس آیۃ کی تفسیر ٹھرتی ہے ناسخ نہیں ٹھرتی +

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ

اور چاہیئے کہ رہے تم میں ایک جماعت بلاتی نیک کام کی طرف اور حکم کرتے رہیں پسند بات کو اور منع کرتے رہیں ناپسند کو اور وہی

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَھُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَ

پہنچے مراد کو اور مت ہو انکی طرح جو پھوٹ گئے اور اختلاف کرنیلگے بعد اسکے کہ پہنچ چکے انکو صاف حکم اور

اُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ

انکو بڑا عذاب ہے جسدن سفید ہونگے بعضے منہ اور سیاہ ہوں گے بعضے منہ سو وہ جو سیاہ ہوئے انکے

وُجُوْھُھُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ

منہ کیا تم کافر ہوگئے ایمان میں آکر اب چکھو عذاب بدلا اس کفر کرنے کا اور وہ جو

ابْيَضَّتْ وُجُوْھُھُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْھَا

سفید ہوئے منہ انکے سو رحمت میں ہیں اللہ کی وہ اسی میں رہیں پڑے یہ حکم ہیں اللہ کے ہم سناتے ہیں تجکو

عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ

تحقیق اور اللہ نہیں چاہتا ظلم جہان والوں پر اور اللہ کا مال ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

اور اللہ تک رجوع ہے ہر کام کی

اوپر ذکر تھا کہ یہود نے انصار کے دو گروہ کو بہکا کر ان دو گروہ کو آپس میں لڑانے کی شرارت کی تھی مگر اللہ کے رسول کی فہمایش سے یہود کا وہ بہکانا چل نہ سکا۔ ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ سب بہکانے والوں کے سرگروہ ابلیس علیہ اللعنۃ اور شیاطین الجن والانس کے اغوا سے انجان مسلمانوں کو بچانے کے لئے مسلمانوں میں ہمیشہ کے لیئے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے کہ دین کی باتوں کی لوگوں کو نصیحت اور فہمایش کیا کرے۔ اس سے زیادہ تفسیر اس باب میں آیندہ کی آیۃ کی تفسیر میں آتی ہے +

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

تم ہو بہتر سب امتوں سے جو پیدا ہوئے ہیں لوگوں میں حکم کرتے ہو پسند بات پر اور منع کرتے ہو ناپسند سے

وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ

اور ایمان لاتے ہو اللہ پر اور اگر ایمان میں آتے اہل کتاب تو ان کو بہتر تھا کوئی ہیں انہیں ایمان پر اور

اَكْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ

اکثر بےحکم ہیں وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے مگر ستانا اور اگر تم سے لڑینگے تو تم سے پیٹھ

الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ

دیں گے پھر ان کو مدد نہو گی ماری گئی ہے اوپر ذلت جہاں دیکھئے سوائے دست آویز اللہ کے

اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ

اور دست آویز لوگوں کے اور کمالائے غصہ اللہ کا اور ماری ہے اوپر محتاجی

ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ

یہ اس واسطے کہ وہ رہے ہیں منکر اللہ کی آیتوں سے اور مارتے رہے نبیوں کو ناحق

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝

یہ اس سے کہ وہ بےحکم ہیں اور حد سے بڑھتے ہیں

خازن وغیرہ میں جو روائتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ مالک بن صیف اور وہب بن یہودا یہودیوں نے ایک روز عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب اور معاذ بن جبل سے بڑا جھگڑا کیا۔ اور یہ کہا کہ جس دین کی طرف تم لوگ ہمکو بلاتے ہو بلاشک ہم لوگ تم سے اور ہمارا دین تمہارے دین سے اچھے ہیں۔ اوسپر اللہ نے یہ آیتہ نازل فرمائی اگرچہ بعضے مفسروں نے کہا ہے کہ اس آیتہ سے مراد فقط صحابہ ہیں۔ لیکن اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ جسطرح کتب علیکم الصیام کتب علیکم القصاص ان آیتوں میں صحابہ کرام کو ہی مخاطب ٹھرایا ہے اور مراد عام امت ہے۔ اسیطرح اس آیتہ میں بھی عام امت مراد ہے مسند امام احمد ترمذی ابن ماجہ مستدرک حاکم میں معاویہ بن حیدہ سے روائتہ ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ ستر امتوں کو پورا کرتے ہو اور اون سب میں تم اللہ کے نزدیک بہتر ہو یہ حدیث مشہور ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے بخاری میں حضرت ابوہریرہ سے روائتہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ سب میری امت جنت میں جاویگی مگر جو مجھکو نہ مانے گا وہ دوزخ میں جاویگا۔ صحابہ نے عرض کیا حضرت وہ کون لوگ ہیں آپنے فرمایا جو میری اطاعت نہیں کرتے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ آنحضرت کی اطاعت پوری نہیں کرتے اون کو اس خوشخبری سے جو اس آیتہ میں ہے کہ آنحضرت کی امت بہترین امت ہے کچھ بہرہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس امت کا شرف آپکے اشرف الانبیاء ہونے کے سبب سے ہی ہے چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت علی سے روائتہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ مجھکو اللہ نے وہ شرف عنایت فرمایا ہے کہ کسی نبی کو نہ تھا۔ اور میری امت بہترین امت ہے پھر جو شخص باوجود ان کی امت میں ہونے کے پوری اطاعت ان اشرف الانبیاء کی نہ کرے وہ اس شرف کو جو محض آپکی اطاعت کے سبب سے اس امت کو ملا ہے کیونکر حاصل کرسکتا ہے بلکہ اس شرف کا حاصل کرنا تو در کنار بخاری کی حدیث جو اوپر بیان ہوئی اوسکی رو سے ایسے شخص کا جنت میں داخل

ہونا بھی دشوار ہے اس آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے اس امت مرحومہ کے اوصاف میں یہ وصف جو ذکر فرمایا ہے کہ اچھی باتوں کا امر
کرتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اس کے متعلق اسقدر صراحت کردینی ضرور ہے کہ اچھی باتوں کا امر کرنا۔ اور
بُری باتوں سے منع کرنا دو قسم کا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ اس امت میں سے خاص ایک جماعت خاص اسی کام کی ہونی
چاہیئے۔ کہ وہ اَن پڑھ لوگوں کو اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم سناتے رہیں۔ یہ ایک دین کا بڑا کام ہے اسپر اللہ تعالیٰ نے
فلاح دارین کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ اس آیۃ سے پیشتر کی آیۃ میں گزر چکا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں میں ایک
گروہ ایسا ہونا چاہیے جو اور لوگوں کو نیک باتوں کی رغبت دلاتا رہے اور بری باتوں سے روکتا رہے اور اس گروہ کو اللہ
فلاح دارین کی خوشخبری سناتا ہے یہ گروہ علمائے واعظین کا ہے۔ مگر اصل خوشخبری اون واعظین کو فلاح دارین کی ہے
جن کے وعظ میں اللہ اور اللہ کے رسول کا کلام سنایا جاتا ہے چنانچہ اس آیۃ کی تفسیر میں ابن مردویہ نے حضرت امام جعفر سے
روایۃ کی ہے کہ آنحضرت نے یہ آیۃ پڑہی اور یدعون الی الخیر کی تفسیر میں فرمایا کہ مراد خیر سے قرآن اور حدیث
ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو وعظ اپنے واعظ کو ادہر اُدہر کے بے سند قصوں اور نقلوں اور حکایتوں میں پورا
کر دیتے ہیں نہ اونکا وعظ اس آیۃ کے حکم میں داخل ہوسکتا ہے نہ اون کے وعظ سے شریعت کی اچھی بری بات
کسی انجان آدمی کو معلوم ہوسکتی ہے۔ بلکہ اسطرح کے وعظ سے ایک طرح کے عقبے کے مواخذہ کا اندیشہ ہے کس لیئے
کہ اگر کوئی انجان آدمی اسطرح کے کسی وعظ میں بے سند بات کو سنکر شریعت کی ایک بات جان لیوے گا تو اوسکا
وبال اسطرح کے بے سند واعظ کے ذمہ رہے گا۔ اسلیئے اس گروہ کو لازم ہے کہ اپنے وعظ میں وہی بات پیدا کریں۔
جسپر اللہ تعالیٰ نے فلاح دارین کا وعدہ فرمایا ہے دوسری قسم اچھی بات کی رغبت دلانے اور بری بات سے
روکنے کی کسی خاص گروہ کے لیئے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ جہانتک بن پڑے ہر مسلمان کو اوسکی تاکید ہے چنانچہ صحیح
مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے روایۃ ہے کہ جو کوئی شخص خلاف شریعت کوئی بات کہیں دیکھے تو اوسکو لازم ہے کہ ہاتہ سے
زبان سے جسطرح بن پڑے اوس خلاف شریعت بات کو نیست و نابود کر ڈالے اور اگر ایسی خلاف شریعت بات کا نیست نابود کرنا
اوس مسلمان آدمی کی طاقت سے باہر ہو تو اتنا تو ضرور ہے کہ دل سے اوس خلاف شریعت بات کو برا جانے۔ اور
یہ نہایت ضعیف ایمان کا مرتبہ ہے اور بعضی روایتوں میں یوں ہے کہ جس شخص میں اتنی بہی بات نہیں اوسمیں رائی کے
دانہ برابر بھی ایمان نہیں اور ترمذی ابن ماجہ اور مسند امام احمد بن حنبل میں مرفوع اور موقوف روایتوں میں ہے
کہ اس امت میں سے جب یہہ بات اوٹھہ جاوے گی۔ کہ ایک دوسرے کو اچھی بات کی رغبت دلاوے یا بری بات
سے روکے تو اوسوقت اللہ کا کوئی عذاب اس امت پر آویگا۔ اور عذاب کے وقت پر نجات کی دعا ہرگز قبول نہوگی۔

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ

وہ سب برابر نہیں اہل کتاب میں ایک فرقہ ہے سیدہی راہ پر پڑہتے ہیں آیتیں اللہ کی راتوں کے وقت اور سجدے کرتے ہیں

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ

یقین لاتے ہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر اور حکم کرتے ہیں پسند بات کو اور منع کرتے ہیں ناپسند سے اور

يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرٰتِ ط وَاُولٰۤئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ط

دوڑتے ہیں نیک کاموں پر اور وہ لوگ نیک بختوں میں ہیں اور جو لوگ کرینگے نیک کام سو نا قبول نہ ہوگا

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ

اور اللہ کو خبر ہے پرہیزگاروں کی۔ وہ لوگ جو منکر ہیں اُن کو کام نہ آوینگے اُنکے مال اور نہ اولاد

مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ط وَاُولٰۤئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ

اللہ کے آگے کچھ اور وہ دوزخ کے لوگ ہیں وہ اُسمیں سے پڑے جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس

هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ط

دنیا کی زندگی میں اُسکی مثال جیسے ایک باؤ اُسمیں وہ پالا مارگئی کھیتی ایک لوگوں کی جنھوں نے اپنے حق میں بُرا کیا تھا۔

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

اور اللہ نے اونپر ظلم نہیں کیا پر اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

طبرانی اور ابن ابی حاتم اور ابن مندہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایتہ کی ہے کہ جب یہود میں سے عبداللہ بن سلام وثعلبہ بن شعبہ اور اسد بن عبد اور یہودی لوگ مسلمان ہوئے تو یہود کے علما نے ان مسلمانوں کی طرح طرح کی مذمت اپنی قوم کے لوگوں میں کرنی شروع کردی۔ اُسپر اللہ تعالےٰ نے ان مسلمانانِ اہل کتاب کی تعریف میں ان مسلمانوں کا دل بڑھانے کی غرض سے یہہ آیتیں نازل فرمائیں اور بعض مفسرین نے یہہ شانِ نزول اِن آیات کی جو بیان کی ہے کہ امت محمدیہ اور اہل کتاب کے برابر نہونے اور امت محمدیہ کی تعریف میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں اور مسند امام احمدؒ بن حنبل میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہہ روایتہ کہ ایکبار وز آنحضرت نے عشا کی نماز بہت دیر کرکے پڑھی۔ اور پھر فرمایا کہ سوا اس امت محمدیہ کے کسی امت کے لوگ اسوقت اللہ کی عبادت میں نہوں گے اوس کے یہ معنے ہیں کہ اِس معاملہ پر بھی ان آیات کا مطلب صادق آتا ہے۔ کیونکہ اکثر مفسرین کے نزدیک مشہور وہی شان نزول ہے جو پہلے بیان کی گئی حاصل اُن آیتوں کا یہ ہے کہ جو لوگ شریعت رائج الوقت کے موافق عمل کر رہے ہیں اِن کی مثال ایسی ہے کہ ایک کسان نے کھیتی کی اور وقت پر اناج کاٹ کر اپنے گھر لے گیا۔ اور جو لوگ ضد سے شریعت منسوخ پر عمل کر رہے ہیں اب کے حساب سے اون کے عمل اللہ کے نزدیک ایسے ہیں جسطرح ایک شخص کھیتی کرے اور عین کاٹنے کے وقت سخت آندھی چلکر یا اولے پڑکر وہ کھیتی ستیاناس ہوجاوے پھر یہ دونو گروہ کیونکر برابر ہوسکتے ہیں اِس سے معلوم ہوا کہ جو عمل شریعت محمدیہ کے موافق نہو وہ بالکل رائگاں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ط وَدُّوْا

اے ایمان والو نہ ٹہیراؤ بھیدی اپنے غیر کو وہ کمی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں اُنکی خوشی ہے

مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ

جسقدر تم تکلیف پاؤ نکلی پڑتی ہے دشمنی منہ انکی زبان سے اور جو چھپا ہے انکے جی میں سو اس سے زیادہ ہے ہمنے بتا دیئے تمکو

الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ

پتے اگر تمکو عقل ہے سنتے ہو تم لوگ اون کے دوست ہو اور وہ تمہارے دوست نہیں اور تم سب کتابوں کو مانتے

كُلِّهٖ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ

ہو اور جب تمسے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں کاٹ کاٹ کہاتے ہیں تمپر انگلیاں دشمنی سے

قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ

تو کہہ مرو تم اپنی دشمنی میں اللہ کو معلوم ہے جیوں کی بات اگر تم کو ملے کچھ بھلائی

تَسُؤْهُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ

بری لگے انکو اور اگر تمپر پہنچے برائی خوش ہوں اس پر اور اگر تم ٹھہرے رہو اور بچتے رہو کچھ نہ بگڑیگا

كَيْدُهُمْ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝

تمہارا انکے فریب سے جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے بس میں ہے

ع ۱۲ / ۱۱ / ۳

ابن جریر اور ابن اسحاق نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ جسطرح اسلام سے پہلے یہود اور اہل عرب میں دوستی تھی اور آپس میں کچھ کفر اور اسلام کا فرق نہ تھا اسلام کے بعد بھی اکثر مسلمان یہود اور منافقوں سے وہی قدیمی اتحاد برتتے تھے اور یہود اور منافقوں کا یہہ حال تھا کہ دوستی کے پردہ میں یہ کیا کہ اوس اور خزرج مسلمانوں کے دو قبیلوں میں لڑائی کا سامان کر دیا۔ جسکا ذکر اوپر کی آیتوں میں گذر چکا اور عبد اللہ بن ابی منافق نے یہہ کیا کہ عین میدان جنگ میں سے احد کی لڑائی کے وقت لشکر اسلام میں سے تین سو آدمیوں کو بہکا کر مدینہ میں لے آیا جسکا ذکر آیندہ کی آیتوں میں آوے گا۔ اور زیادہ تر یہود اور منافقوں کا فریب اسی سبب سے کارگر ہو جاتا تھا کہ یہود اور منافق پہلے دوست بنکر مسلمانوں کی ہر طرح کے بھید پر واقف کاری حاصل کر لیتے تھے اور پھر فریب دے بیٹھتے تھے۔ اسواسطے اللہ نے اس سبب کو منقطع کرنے کی غرض سے یہ آیتیں آخر رکوع تک نازل فرمائیں جنکا حاصل مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانوں تمہارے ساتھ منافقوں کا تو یہ حال ہے کہ موہنہ پر کچھ پیٹھ پیچھے کچھ ہیں اور یہود کا یہہ حال ہے کہ تم اون کی کتاب اون کے دین کو حق جانتے ہو اور وہ تم سے جل جل کر اپنی بوٹیاں کاٹ کاٹ کہاتے ہیں۔ اگرچہ یہ دونو فرقے جلکر مر ہی جاویں تو آخر ہوگا وہی جو اللہ کو منظور ہے کہ اسلام بڑہیگا اور یہ دونوں خوار ہوں گے۔ لیکن جب یہ دونو فرقے تم سے دلی بغض رکھتے ہیں جس بغض کا حال اللہ کو خوب معلوم ہے آیندہ تم بھی ان سے دوستی بالکل ترک کر دو۔ اس آیتہ سے معلوم ہوا کہ کسی غیر اسلام والے شخص کو اسطرح کا دوست بنانا جس سے وہ صلاح کار اور مشیر بن سکے مسلمانوں کو منع ہے۔ حدیث شریف میں بطانہ کے معنے مشیر اور

صلاح کار کے ہیں۔ چنانچہ بخاری اور کتب صحاح میں حضرت ابو سعید خدری سے روایۃ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ ہر نبی اور حاکم کے دو بطانے ہیں۔ ایک نیک صلاح دینے والا اور دوسرا بد صلاح سے بچانا اور نیک صلاح پر چلانا اللہ کے ہاتھ ہے

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

اور جب فجر کو نکلا تو اپنے گھر سے بٹھانے لگا مسلمانوں کو لڑائی کے ٹھکانوں پر اور اللہ سنتا جانتا ہے

جمہور مفسرین کے نزدیک یہ لڑائی احد کی ہے جسکا آیۃ میں ذکر ہے اور پانچ رکوع تک اللہ نے اس لڑائی کے طرح طرح کے حالتوں کے بیان میں آیتیں نازل فرمائی ہیں اور اس لڑائی میں لشکر اسلام میں سات سو آدمی ہونے کے باوجود بعض مسلمانوں کی بے احتیاطی سے مسلمانوں کو شکست ہو گئی تھی اور بدر کی لڑائی میں کچھ اوپر تین سو آدمی تھے اور فتح ہوئی تھی اسلئے مثال کے طور پر اللہ نے اس احد کی لڑائی کے ذکر میں بدر کی لڑائی کا بھی حوالہ دیا ہے یہاں شروع میں بدر اور احد دونوں لڑائیوں کے قصہ کا حاصل بیان کر دیا جاتا ہے تاکہ آئندہ کی آیتوں کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاوے بدر کی لڑائی کے قصہ کا حاصل اسیقدر ہے کہ ۲ھ میں مشرکین مکہ کا ایک قافلہ شام ملک سے مکہ کو جا رہا تھا اس قافلہ میں تجارت کا بہت سا سامان تھا۔ آنحضرت نے اس قافلہ کی خبر پا کر اسکا مال چھین لینے کا ارادہ کیا اور کچھ اگلے تین سو صحابہ کے ساتھ مدینہ سے نکلے ادھر مشرکین مکہ اپنے قافلہ کے لوٹے جانے کی خبر سنکر مکہ سے چلے اور بدر کے مقام پر جو مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے لڑائی ہو کر مسلمانوں کی فتح ہوئی مشرکین کے بڑے بڑے سردار ابو جہل وغیرہ ستر آدمی مارے گئے اور ستر آدمی قید ہو گئے جنکو پھر آنحضرت نے فدیہ لیکر چھوڑ دیا اور تفصیل اس قصہ کی سورہ انفال میں آوے گی غرض مشرکین کو اپنی اس شکست کا بڑا قلق تھا اس لئے تیرہ مہینے کے بعد پھر آئے پہلے آنحضرت کی یہہ صلاح ہوئی کہ مدینہ کے باہر نہ جانا چاہیئے۔ بلکہ جب مشرکین چڑھ کر آدیں تو گھروں کے کوٹھوں پر سے اور بلند مقاموں پر سے ان کو پتھروں اور تیروں سے مارنا چاہیئے عبد اللہ بن ابی منافق بھی اس صلاح میں ہم صلاح آنحضرت کا تھا لیکن اوپر بیان ہو چکا ہے کہ بدر کی لڑائی کے وقت جب آنحضرت مدینہ سے نکلے تو شروع میں لڑائی کا ارادہ نہ تھا۔ اس سبب سے اکثر صحابہ اس لڑائی میں شریک نہ ہو سکے تھے اونہوں نے میدان کی لڑائی کی آرزو ظاہر کر کے اوس صلاح کے مان لینے سے انکار کیا۔ آخر ہزار آدمی کی جمعیت سے ابتداءً آپ مدینہ سے نکلے اور احد کے پاس مناسب اور اچھے مقامات مسلمانوں کے لئے لڑائی کے وقت کھڑے رہنے کی تجویز کیے اوسی حالت کا اس آیۃ میں ذکر ہے اسکے بعد عبد اللہ بن ابی نے لوگوں کو بہکایا کہ جب ہماری صلاح کو بعضے مسلمان لوگوں نے نہیں مانا تو ہمکو اون کے ساتھ نہیں لڑنا چاہیئے اور تین سو آدمیوں کو بہکا کر لشکر اسلام میں سے مدینہ کو واپس لے آیا۔ اب لشکر اسلام میں سات سو آدمی رہ گئے اور مقابلہ شروع ہوا پہلے لڑائی ایسے ڈھنگ سے تھی کہ احد پہاڑ مسلمانوں کی پشت پر تھا اور لڑائی سے پہلے پچاس تیر انداز آدمیوں کو آپ نے پہاڑ پر تعینات کر دیا تھا۔ اور عبد اللہ بن جبیر کو ان تیر اندازوں پر افسر کر کے نہایت تاکید فرمائی تھی کہ خواہ مسلمانوں کی

فتح ہو یا شکست یہہ لوگ اپنے مقام کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑیں اور مشرک لوگ وہو کا دیکر اگر مسلمانوں کی پشت پر سے لڑائی کے وقت حملہ کرنا چاہیں تو اونکو روکیں سبب اسکا یہہ تہا کہ ابوسفیان اور سو سوار احد پہاڑ کی ایک جانب اسی ارادہ سے کھڑے تہے کہ جب پیدلوں کی لڑائی شروع ہو جاوے تو مسلمانوں کی پشت پر سے یہہ سوار حملہ کریں آنحضرت نے ابوسفیان کے اس ارادہ کو روکنے کی غرض سے ان تیر اندازوں کو تعینات کیا تہا اول اول تو تین دفعہ ابوسفیان نے حملہ کیا مگر ان تیر اندازوں نے بڑی جرأت سے روکا۔ مگر اتنے میں اون تیر اندازوں نے دیکھا کہ مسلمان غلبہ کر کے مشرکوں کو دباتے اور پیچھے ہٹاتے جاتے ہیں اور مشرکوں کے پیر اکھڑے جاتے ہیں ایک دفعہ ہی یہہ سب مسلمان تیر انداز لوٹ لوٹنے کے خیال میں ہوئے اپنی تعیناتی کی جگہ چھوڑ کر پیدل لشکر کی طرف چلے ہر چند عبداللہ بن جبیر نے روکا۔ اور کہا کہ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی نہ کرو مگر اونہوں نے ایک نہ سنی اور اپنی جگہہ کو خالی چھوڑ دیا موقع کا خالی ہونا تہا کہ ابوسفیان نے سو سواروں کے ساتہہ پشت پر سے مسلمانوں پر حملہ کیا اور مسلمانوں کے پیر اوکھاڑ دئے۔ آخر ستر آدمی مسلمانوں کے شہید ہوئے۔ حضرت امیر حمزہؓ اور نامی نامی صحابہ بھی انہی ستر میں شہید ہوئے۔ آنحضرت کا دندان مبارک شہید ہوا آپ کے رخسارے اور ناک میں بھی زخم آئے۔ گھٹنا مبارک بھی چھل گیا شیطان نے غل مچا دیا کہ رسول وقت شہید ہو گئے۔ چنانچہ ہر ایک آیتہ کے نیچے باقی قصہ کا ذکر آوے گا +

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَاۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَاؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ

جب قصد کیا دو فرقوں نے تم میں سے کہ نامردی کریں اور اللہ مددگار تہا اونکا اور اللہ ہی پر چاہئے بہروسا کریں مسلمان

صحیحین میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایتہ ہے کہ خزرج قبیلہ کی ایک شاخ بنی سلمہ اور اوس قبیلہ کی ایک شاخ بنی حارثہ کی شان میں یہہ آیتہ نازل ہوئی ہے جس وقت عبداللہ بن ابی منافق نے لوگوں کو بہکا کر میدان جنگ سے مدینہ کی واپسی کی صلاح دی تو بنی سلمہ اور بنی حارثہ نے بھی مدینہ کی واپسی کا دل میں خیال کیا تہا۔ مگر اللہ تعالے مقلب القلوب نے فوراً اون کے دلوں کو پہیر دیا اور وہ عبداللہ بن ابی کے ساتہ مدینہ کو واپس نہیں گئے اسیواسطے فرمایا کہ اللہ انکا دوست وار تہا کہ اونکو اتنے بڑے گناہ سے بچا لیا ورنہ اون کے دل میں اس گناہ کا خیال جم چکا تہا ان دو قبیلوں کے لوگ کہا کرتے تہے کہ آخر آیتہ میں اللہ تعالے نے ہمارے ساتہ اپنی دوستداری کا ذکر فرمایا ہے۔ اسلئے اگرچہ اس آیتہ میں ہماری نامردی کا ذکر ہے۔ مگر یہ آیتہ ہمکو بڑی عزت کا باعث ہے ابن جریر اور ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں اسما بنت یزید بن سکن سے روایتہ کی ہے کہ اسما نے آنحضرت کو اکثر یا مقلب القلوب کہتے ہوئے سنکر آپ سے پوچھا کہ حضرت کیا دل بھی پہر جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ہر آدمی کا دل اللہ تعالے کی دو انگلیوں میں ہے جسے چاہے اوسے قایم رکہے یا جسطرف چاہے موڑ دے۔ اسیطرح کی روایتہ مسلم اور ترمذی میں بھی عبداللہ بن عمرو بن عاص سے ہے۔

اِس آیتہ اور حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی بُرے کام کا دل میں وسوسہ آکر پھر دل اوسی بُرے کام سے پھر جاوے تو اوسکو نعمت سمجھکر آدمی کو اللہ کا شکر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ہر نعمت شکر سے بڑھا کرتی ہے۔ اگر آدمی اِس نعمت پر شکر کریگا تو دن بدن اللہ تعالے اوسکو بُرے کاموں سے زیادہ بچاوے گا اور رفتہ رفتہ یہ شخص بڑا نیک ہوجاوے گا ؛

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اور تمہاری مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم بیقدر تھے سو تم ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم احسان مانو

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

جب تو کہنے لگا مسلمانوں کو کیا تمکو کفایت نہیں کہ تمہاری مدد بھیجے رب تمہارا تین ہزار فرشتے

مُنْزَلِيْنَ ۝ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ

آسمان سے اترے البتہ اگر تم ٹھہرے رہو اور پرہیزگاری کرو اور وہ آویں تم پر اسی دم مدد بھیجے تمہارا رب

بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ

الربع

پانچ ہزار فرشتے پلے ہوئے گھوڑوں پر اور یہ تو اللہ نے تمہارے دل کی خوشی کی اور تا تسکین ہو

قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ

تمہارے دلوں کو اور مدد ہے نہیں مگر اللہ کے پاس سے جو زبردست ہے حکمت والا تا کاٹ ڈالے بعضے

كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ۝

کافروں کو یا اونکو ذلیل کرے کہ پھر جاویں نامراد

احد کی لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہوکر ایک بڑی پریشانی مسلمانوں میں پھیل گئی تھی۔ اسواسطے اللہ تعالے نے احد کی لڑائی کے ذکر میں دو جگہ بدر کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک اِس آیتہ میں اور دوسرے آیندہ کے آیتہ میں اسطرح کہ اگر اِس احد کی لڑائی میں تمہارے ستر آدمی شہید ہوگئے تو تم بھی تو بدر کی لڑائی میں کافروں کے ستر آدمی مار چکے ہو اور ستر کو قید کر چکے ہو یہ ایک لڑائی کے ذکر میں دوسری لڑائی کا ذکر اسیواسطے فرمادیا ہے کہ اوس فتح کی لڑائی کو یاد کر کے اِس شکست کی لڑائی کا زیادہ افسوس مسلمانوں کو نہ رہے یہ فرشتوں کی مدد کا ذکر جو اِس آیتہ میں ہے اوسمیں مفسروں کا اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں کہ بدر اور احد دونوں لڑائیوں میں فرشتے مدد کو آئے تھے اور بعضے کہتے ہیں کہ فقط بدر کی لڑائی میں فرشتے مدد کو آئے تھے۔ اِس اختلاف کا فیصلہ وہی ایک صحیح فیصلہ ہے جو فخر المتاخرین ابوجعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر میں کیا ہے۔ کہ آنحضرت کی رفاقت خاص کے لیئے احد کی لڑائی میں صرف حضرت جبرئیل ؑ و میکائیل ؑ آئے تھے۔ جسکا ذکر صحیحین میں ہے بدر کی لڑائی کی طرح عام ملائکہ احد کی لڑائی میں آتے تو مسلمانوں کو شکست نہ ہوتی ؛

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

تیرا اختیار کچھ نہیں یا اونکو توبہ دیوے یا اونکو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں اور اللہ کا مال ہی جو کچھ آسمان

وَمَا فِي الْاَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور زمین میں ہے بخشے جسکو چاہے اور عذاب کرے جسکو چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اس آیتہ کے شان نزول علماء نے کئی طرح بیان کی ہی چنانچہ بخاری اور احمد بن حنبل کی مسند میں حضرت ابن عمر سے اور بخاری کی ایک اور روایتہ میں حضرت ابوہریرہ سے روایتہ ہے کہ چند روز تک صبح کی نماز کی دوسری رکعت کے قومہ میں آنحضرت نے صفوان بن امیہ اور حارث بن ہشام اور سہیل بن عمر اور قریش کے نام لیکر بددعا کرنی شروع کی اوس پر یہ آیتہ نازل ہوئی اور مسلم اور مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت انس سے روایتہ ہے کہ احد کی لڑائی کے بعد عتبہ بن ابی وقاص اور ابن قمیہ وغیرہ پر جنہوں نے آنحضرت کو زخمی کیا تھا آپنے بددعا کی اوس پر یہ آیتہ اوتری اور مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے روایتہ ہے کہ رعل اور ذکوان اور عصیتہ ان تینوں قبیلے کے لوگوں پر آپنے بددعا کی تھی جب ان لوگوں نے ستر صحابہ کو شہید کر ڈالا تھا جسکو بیر معونہ کا واقعہ کہتے ہیں لیکن فیصلہ صحیح اس اختلاف کا وہی ہے جو علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں کیا ہے کہ احد کی لڑائی اور بیر معونہ کا واقعہ یہہ دونوں واقعے ایک ہی سال کے اندر کے ہیں ان دونوں واقعوں کے بعد ان دونوں واقعوں کے سرکش لوگوں کے حق میں آپنے بددعا کی تھی اوس پر یہ آیتہ اوتری ہے اللہ تعالیٰ کے دنیا میں دو انتظام ہیں ایک شرعی انتظام ہے جسکا تعلق انبیاء سے ہے اور جس کے قیام کے لیئے اللہ تعالیٰ نے ہر وقت کی حالت کے موافق آسمانی کتابیں نازل فرمائیں دوسرا انتظام تکوینی ہے یعنی قضا و قدر کے حکم کے موافق تمام عالم کے موجودات کا انتظام جس انتظام کی رو سے اللہ نے سوا حضرت موسیٰ کی ماں کے اور دائیوں کا دودہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حرام کرکے وحرمنا علیہ المراضع فرمادیا یہ حرمت شرعی نہیں تھی بلکہ تکوینی تھی یا جس طرح الہام کے ذریعہ سے کشتی کے توڑنے یا دیوار کے سیدہا کرنے اور لڑکے کے مار ڈالنے کے اسباب تکوینی حضرت خضر کو اللہ تعالیٰ نے بتلادیئے اور حضرت موسیٰ کو اون اسباب سے بے خبر رکہا۔ اسیطرح شرعی اسباب کی بنا پر ان لوگوں کو آنحضرت نے قابل بددعا خیال فرمایا تھا۔ اور اسباب تکوینی اس بددعا کے مخالف تہے یعنے علم ازلی الٰہی میں فتح مکہ پر صفوان بن امیہ وغیرہ کا اسلام لانا تھا اسلیئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو بددعا کرنے سے منع فرمایا۔ اور فرمادیا۔ کہ ان لوگوں کا حال اللہ پر چہوڑ دیا جاوے۔ جو ظالم انمیں سے حالت کفر میں مریگا۔ اوسکو اللہ عذاب کرے گا اور جو اسلام لاویگا اوسکی توبہ قبول ہوگی۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا ابن قمیہ اور عتبہ بن ابی وقاص سعد بن ابی وقاص کا بہائی حالت کفر میں مرے اور اکثر لوگ انہیں کے ایمان لائے صدق اللہ العلی العظیم ✣

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اے ایمان والو مت کہاؤ سود دونے پر دونا اور ڈرو اللہ سے شاید تمہارا بہلا ہو

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۚ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۚ

اور بچو اس آگ سے جو تیار ہوئی ہے کافروں کے واسطے اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا شاید تم پر رحم ہو۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ

اور دوڑو اپنے رب کی بخشش پر اور جنت کی طرف جسکا پھیلاؤ ہے آسمان اور زمین تیار ہوئی ہے واسطے

لِلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ

پرہیزگاروں کے وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں۔ خوشی میں اور تکلیف میں اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں

عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۚ

لوگوں کو اور اللہ چاہتا ہے نیکی کرنے والوں کو

احد کی لڑائی کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے یہہ سود کا ذکر اسلئے فرمایا کہ اسی لڑائی میں ایک بڑا موقع لین دین کا پیش آیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ احد کی لڑائی کے بعد مکہ کو واپس جاتے جاتے اپنے ساتھ کے مشرکین سے ابوسفیان نے کہا کہ مسلمانوں کی جوان جوان عورتیں لونڈیاں۔ بنا کر نہ لایا اور ان کے سرگروہ رسول وقت کو اور بقیہ مسلمانوں کو ناحق زندہ چھوڑ آیا۔ اسکا مجھکو بڑا افسوس ہے۔ یہہ خبر آنحضرت کو پہونچی۔ آپ نے حکم دیا کہ کل کے روز لڑائی میں جو لوگ گئے تھے وہی لوگ آج پھر مشرکین کے تعاقب میں چلیں۔ اگرچہ یہہ لوگ زخمی تھکے ہوئے تھے۔ لیکن اونہوں نے فوراً اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم کی تعمیل کی جس تعمیل کی تعریف اللہ تعالیٰ نے آیندہ کی آیتوں میں فرمائی ہے۔ غرض دوسرے روز آنحضرت نے یہہ قصد کیا کہ مشرکین پر رعب ڈالنے کی نیت سے اونکا تعاقب کیا اور اودہر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں میں ضعف اور رعب ڈالدیا۔ اونہوں نے مقابلہ سے انکار کیا۔ اور آیندہ سال کے مقابلہ کا وعدہ کیا واپسی کے وقت مسلمانوں نے اون تاجروں سے جو ان دنوں میں ہمیشہ مکہ کو تجارت کے لیئے جایا کرتے تھے بہت سا تجارت کا سامان خریدا اور اللہ تعالیٰ نے اس تجارت میں بہت نفع مسلمانوں کو دیا۔ لیکن اسلام میں اسطرح کی تجارتوں میں خرید و فروخت اسطرح اکثر قبیلوں میں ہوا کرتی تھی کہ خرید و فروخت قرض کے طور پر ہوتی اور پہلی مدت پر روپیہ ادا نہ ہو تو دوسری مدت کی بابت کچھہ روپیہ اور بڑھا دیا جاتا تھا۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ نے اوس تجارت والی لڑائی کے ذکر میں اِس سود کی صورت کی ممانعت کے حکم کو ذکر فرما دیا۔ تاکہ آیندہ کی آیتہ میں اِس تجارت اور اوس تجارت کے نفع کا ذکر جو آتا ہے اوس نفع حلال کا ذکر اس نفع حرام کی صراحت سے خالی نہ ہے اِس سود کی بیع کی صراحت میں مجاہد سے روایتہ ہے کہ ایک بیع اہل عرب میں اسطرح کی تھی کہ پہلی ایک مدت کے وعدہ پر ایک چیز فروخت کی جاتی تھی۔ اگر اوس مدت مقررہ پر قیمت ادا نہو سکتی تو مالک مال مدت میں کچھہ اور دن بڑھا دیا کرتا تھا۔ اور خریدار قیمت میں کچھہ دام اور بڑھا دیا کرتا تھا۔ یہہ صورت سود کی تھی اسکی مخالفت میں یہہ آیتہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اس آیتہ میں یہ جو ذکر آیا ہے کہ جنت کا عرض آسمانوں او

زمینوں کی چوڑائی کے برابر ہے اوسکی صراحت اسقدر کافی ہو کہ صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ جنت ساتوں آسمانوں کے اوپر عرش معلے کے نیچے ہے اور عرش معلی۔ کرسی سے بہت بڑا ہے۔ اور کرسی زمین اور آسمان سے بہت بڑی ہے۔ چنانچہ تفسیر ابوبکر بن مردویہ میں حضرت ابوذر غفاری سے روایتہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے قسم کہا کر فرمایا کہ کرسی کے مقابلہ میں ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ایسے ہیں جسطرح بہت بڑے میدان میں ایک انگلی کا چھلا گر اپڑا ہو۔ اور عرش معلے کرسی سے اتنا ہی بڑا ہے جیسا چھلے سے وہ میدان خیال کیا جاسکتا ہے اس حالت میں جنت کا زمین و آسمانوں کی لنبائی کے برابر ہونا یہہ شبہ نہیں پیدا کرسکتا۔ کہ پھر وہ جنت زمین آسمان میں کیونکر سماوے گی اور جنت کے ملنے کی کوشش کے ذکر میں اہل جنت کے چند اوصاف بہی اللہ تعالے نے ذکر فرمائے ہیں اور انہیں غصہ کے وقت تحمل کرنے اور غصہ کو ٹال جانے کا جو ذکر ہے اوسکی نسبت مسند امام احمد بن حنبل اور ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ میں مرفوع اور موقوف روایتیں ہیں جنکا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو غصہ آوے اور باوجود طاقت بدلا لینے کے وہ اپنے غصہ کو پی جاوے اور جس شخص پر اس غصہ کہونے والے کو غصہ آیا ہے اوس سے بدلا نہ لیوے تو قیامت کے دن اللہ تعالے ایسے شخص کو اختیار دیوے گا کہ جنت کی جس حور کو وہ چاہے پسند کرلے۔ اسیطرح صحیحین اور مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت ابوہریرہ سے روایتہ ہے کہ پہلوان وہ نہیں ہے جو کسی آدمی کو کشتی میں پچھاڑ دے۔ بلکہ اصل پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت تحمل کرکے اپنے غصہ پر غالب اور اپنے نفس پر قادر رہے ❖

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ

اور وہ لوگ کہ جب کر بیٹھیں کہلا گناہ یا برا کریں اپنے حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی

وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ أُولَٰئِكَ

اور کون ہے گناہ بخشتا سوائے اللہ کے اور اڑے نہ رہیں اپنے کیے پر جانتے ان کی

جَزَاؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَنِعْمَ

جزا ہے بخشش اون کے رب کی اور باغ جنکے نیچے بہتی نہریں رہ پڑے انمیں اور خوب

أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۝

مزدوری ہے کام کرنے والونکی

جسطرح اوپر کی آیتہ کو لڑائی سے ایک طرح کا تعلق تھا جسکی تفصیل اوپر بیان ہوچکی ہے اسی طرح اس آیتہ کو بھی لڑائی سے ایک تعلق ہے۔ چنانچہ ابی صالح نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایتہ کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی انصاری اور دوسرے ثقفی میں دینی بھائی چارہ کرا دیا تہا۔ اتفاق سے ثقفی تو آنحضرت کے ساتھ لڑائی پر گیا اور انصاری مدینہ میں رہا اور اس ثقفی نے لڑائی پر جاتے وقت اپنی بی بی کی خبرگیری انصاری کو سونپی

یہ انصاری اپنی دینی بھائی کی بی بی کو سودا سلف بازار سے لادیا کرتا تھا۔ ایک دن انصاری نے بازار سے گوشت لاکر کواڑ کی جھری میں سے دیا۔ اور اوس عورت نے کواڑ کی درز میں سے ہاتھ نکال کر گوشت لے لیا۔ اس عورت کا ہاتھ دیکھکر انصاری کی نیت بگڑ گئی۔ اور گوشت لیکر جب وہ عورت گھر میں گئی تو یہ انصاری بھی اوس کے پیچھے گھر کے اندر گھس گیا اور عورت کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اتنے میں خدا نے ہدایت کی فوراً عورت کا ہاتھ چھوڑ کر گھر کے باہر چلا آیا۔ اور بہت نادم ہوا۔ اور اپنے سر پر خاک ڈالی اور جنگل اور پہاڑوں میں ندامت زدہ پھرتا رہا ثقفی نے لڑائی سے واپس آکر اپنے دینی بھائی کا حال اپنی بی بی سے پوچھا۔ عورت نے کہا خدا اس طرح کے دینی بھائی مسلمانوں میں نہ بڑھاوے یہ کہکر سارا قصہ اپنے خاوند سے بیان کیا ثقفی انصاری کی تلاش میں نکلا۔ اور اوسکو جنگل میں سے ڈھونڈ کر پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس لایا۔ اور سارا قصہ نقل کیا۔ انصاری نے بھی اپنے قصور کا اقرار کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انصاری سے فرمایا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ کو لڑائی پر جانے والے لوگوں کی اہل و عیال کی کیا کچھ عزت و حرمت مد نظر ہے پھر ثقفی اور انصاری حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور حضرت عمرؓ نے بھی وہی فرمایا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا تھا۔ پھر یہ دونوں آنحضرت کے پاس آئے اوس وقت اللہ تعالے نے یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ جو لوگ کبیرہ یا صغیرہ گناہ کرکے اللہ کو یاد کرتے ہیں کہ ایک دن اللہ کو مونہہ دکھانا ہے اور اوس ڈر سے فوراً توبہ استغفار کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ بعد خالص توبہ کے اللہ غفور رحیم بخشنے والا ہے اوس کے سوا گناہوں کا بخشنے والا کوئی نہیں۔ تو ایسے لوگوں کی اللہ عقبے میں مغفرت فرماکر اونکو جنت میں داخل کرے گا۔ اللہ تعالے ایسا غفور رحیم ہے اور اوس کو بخشش کی صفت ایسی پیاری ہے کہ کسیطرح کا گناہ کرکے آدمی توبہ کرے تو وہ فوراً معاف کر دیتا ہے بخشش کی صفت اللہ تعالے کو یہانتک پیاری ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایۃ ہے کہ آنحضرت نے قسم کھاکر فرمایا کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالے تم کو زمین پر سے اوٹھا کر بجائے تمہارے اور گنہگار مخلوق پیدا کرتا تاکہ اوسکی مغفرت کرے اور اپنی پیاری صفت غفور رحیمی کو کام میں لاوے جب یہ آیۃ نازل ہوئی تو شیطان توبہ کرنے والے مسلمانوں کو اپنے ساتھ دوزخ میں لیجانے سے مایوس ہوکر بہت رویا۔ گناہ پر ہٹ کرنے اور اڑنے کے یہ معنے ہیں کہ آدمی گناہ کرکے توبہ نہ کرے۔ چنانچہ ابوداؤد میں حضرت ابوبکر صدیق سے روایۃ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جو شخص دن بھر میں ستر دفعہ بھی گناہ کرکے توبہ کرے۔ تو وہ شخص گناہوں پر ہٹ کرنے والا نہیں اس حدیث کی سند میں اگرچہ ترمذی نے کلام کیا ہے۔ مگر اور علماء نے اس حدیث کو حسن کہا ہے توبہ کے لئے دو رکعت نفل کا پڑھنا اور پھر توبہ کرنا یہ بھی حدیث میں آیا ہے۔ گناہ خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ توبہ فوراً بلا تاخیر ضرور ہے بخاری میں ابوہریرہؓ سے روایۃ ہے کہ آنحضرت نے قسم کھاکر فرمایا کہ میں دن بھر میں ستر دفعہ سے زیادہ توبہ کرتا ہوں اور مسلم میں اغر بن یسار سے روایۃ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اے لوگو اللہ سے توبہ کرو میں تو دن بھر میں سو دفعہ توبہ کرتا ہوں گناہ کی دو قسمیں ہیں ایک فقط اللہ کا گناہ ہے مثلاً نماز کا نہ پڑھنا روزہ نہ رکھنا۔ دوسرے وہ گناہ ہے جسمیں بندوں کا حق بھی شریک ہے جسطرح کسیکا مال چھرانا۔ یا کسی کی غیبت کرنا۔ اول قسم کے گناہوں کی توبہ صحیح ہونے کی یہ تین شرطیں ہیں۔

ایک توبہ کے وقت گناہ سے بیزار ہونا دوسرے گناہ پر نادم ہونا تیسرے اوسوقت دلمیں یہہ ٹھان لینا کہ پھر ایسا کام نکرونگا دوسرے قسم کے گناہوں کی توبہ میں سوا ان تین شرطوں کے صاحب حق کا راضی کر دینا بھی شرط ہے چنانچہ اوپر اس باب میں حضرت عائشہ کی حدیث گذر چکی ہے اور یہ بھی ابھی اوپر بیان ہو چکا کہ اللہ تعالے کو غفور رحیم کی صفت بہت پیاری ہے۔ اسیواسطے جب کوئی شخص اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالے کو بہت خوشی ہوتی ہے چنانچہ صحیحین میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ ایک مسافر آدمی کا جنگل میں وہ اونٹ جسپر اوسکا کھانا پینا لدا ہوا تھا کھو جاوے اور پھر ملجاوے تو جسقدر خوشی اوس مسافر کو اپنے اونٹ کے ملجانے کی ہوتی ہے اوس سے بہت بڑھکر اللہ تعالے کو خوشی ہوتی ہے جبکہ کوئی گناہ گار آدمی توبہ کرتا ہے۔ اگرچہ اس آیت کی شان نزول اور طرح بھی مفسرین نے بیان کی ہے لیکن یہہ شان نزول جو بیان کی گئی جید طریقہ سے تھی اسلئے اسیکو اختیار کیا گیا ✤

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ
ہو چکے ہیں تم سے آگے دستور سو پھرو زمین میں تو دیکھو کیا ہوا آخر جھٹلانے والوں کا

هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ۝ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ
یہ بیان ہے لوگوں کے واسطے اور ہدایت اور نصیحت ڈر والونکو اور سست نہو اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی غالب رہوگے

إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ ۚ وَتِلْكَ
اگر تم ایمان رکھتے ہو اگر تمکو زخم پایا تو وہ لوگ بھی پا چکے ہیں زخم ایسا ہی اور یہ

الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ
دن بدلتے لاتے ہیں ہم لوگوں میں اور اسواسطے کہ معلوم کرے اللہ جنکو ایمان ہے اور کرے بعضے تم میں

شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ۝
شہید اور اللہ چاہتا نہیں ناحق والوں کو اور اسواسطے کہ نکھارے اللہ ایمان والوں کو اور مٹا وے منکروں کو

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ
کیا تمکو خیال ہے کہ داخل ہو جاؤگے جنت میں اور ابھی معلوم نہیں کئے اللہ نے جو لڑنیوالے ہیں تم میں

وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ۝
اور معلوم کرے ثابت رہنے والے

احد کی لڑائی میں جب مسلمانوں کی شکست ہوئی تو مسلمانوں کو یہہ خیال گذرا کہ ہم اسلام کی تائید میں لڑتے ہیں اور حق پر ہیں اور ہمارے دشمن اور مخالف لوگ ناحق پر ہیں اور دین الٰہی کو مٹانا چاہتے ہیں پھر ہماری شکست اور انکی

فتح کیوں اور کس مصلحت الٰہی سے ہوئی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تسلی اور کافروں کی تنبیہ میں یہ آیتہ نازل فرمائی حاصل معنی آیتہ کے یہ ہیں کہ اللہ کی درگاہ میں ہر کام کا وقت مقرر ہے ابھی ان دین الٰہی کے دشمنوں کی بیخ کنی کا وقت نہیں آیا ہے جب وقت مقرر آجاوے گا تو کچھ ان میں سے اپنے حال کی اصلاح کر کے مسلمان ہو جاویں گے اور جو اپنے کفر پر اڑے رہیں گے فوراً جسطرح اگلے لوگ رسولوں کی مخالفت کے سبب سے ہلاک ہو چکے ہیں یہ بھی ہلاک ہو جاویں گے۔ اور تم مسلمان لوگ ہی آخر کو غالب رہو گے۔ چنانچہ اس آیتہ کے نزول کی تاریخ سے دس برس کے اندر فتح مکہ ہو کر جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا تھا ویسا ہی ہو گیا۔ اور مسلمانوں کی یہ بھی تسکین فرمادی۔ کہ اگر تمہارے کچھ لوگ اس لڑائی میں زخمی ہو گئے ہیں تو اس سے پہلے کی لڑائی میں اون کے لوگ بھی زخمی ہو چکے ہیں گھبرانے کی بات نہیں ہے اگر ہمیشہ تمہاری ہی فتح ہوتی تو نہ تمہاری ثابت قدمی کمزوری کے وقت کی جانچی جاسکتی اور نہ اوس ثابت قدمی کا اجر تم پاسکتے اور نہ شہادت کا درجہ مل سکتا +

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝

اور تم آرزو کرتے تھے مرنے کی اوسکی ملاقات سے پہلے سو اب دیکھا تمنے اوسکو آنکھوں کے سامنے

ع ۱۴ ۵

منزل ۱

تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایتہ ہے کہ جو صحابہ بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ وہ آرزو کیا کرتے تھے کہ خدا پھر کوئی ویسا دن دکھاوے۔ جب اللہ تعالےٰ نے احد کا دن دکھایا اور تیر اندازوں کے گھاٹی چھوڑ دینے کے سبب سے جسکا ذکر اوپر گذرا مسلمانوں کی شکست ہو گئی تو اکثر وہ آرزو کرنے والے لوگ ثابت قدم نہ رہے اوس پر اللہ تعالےٰ نے ایسے لوگوں کی تنبیہ میں یہ آیتہ نازل فرمائی تاکہ جن لوگوں نے اللہ تعالےٰ سے جان بازی کا عہد کیا اور وقت پر اپنے عہد کو پورا نہ کیا اون کی آنکھیں ذرا نیچے ہوں اور آئندہ پھر کبھی ایسا نہ کریں بلکہ اپنے عہد کے موافق جسطرح کی جان بازی انس بن نضر حضرت انس کے چچا نے کی ہے آئندہ موقع پڑے تو یہ لوگ بھی ویسی ہی جان بازی کریں چنانچہ بخاری میں حضرت انسؓ سے روایتہ ہے کہ اون کے چچا انس بن نضر بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہو سکے۔ تو اون کو بڑا افسوس ہوا کہ اسلام کی پہلی لڑائی میں وہ شریک نہ ہوئے اور اونہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر اب کے اللہ تعالےٰ نے کسی لڑائی میں شریک ہونا نصیب کیا تو وہ بڑی جان بازی کریں گے احد کی لڑائی میں وہ بھی شریک تھے۔ جب مسلمانوں کی شکست ہوئی اور کچھ مسلمان تو مدینہ کو واپس چلے گئے اور کچھ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ اور آنحضرتؐ کے ساتھ گیارہ بارہ آدمی رہ گئے تو انس بن نضر نے اللہ تعالےٰ سے دعا کی کہ یا اللہ جو کچھ مسلمانوں نے کیا اوس سے در گذر فرما اور تلوار لے کر آگے بڑھے رستہ میں اونکو سعد بن معاذؓ ملے تو اونہوں نے کہا کہ اے سعد تم کہاں پھر رہے ہو مجھکو تو احد کے ارد گرد جنت کی خوشبو آرہی ہے یہ کہکر مشرکوں کیطرف چلے گئے۔ پھر اون کا پتہ نہ لگا۔ آخر جب اون کی لاش ملی تو اوسپر کچھ اوپر اسی زخم تھے +

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ

اور محمد تو ایک رسول ہے ہو چکے پہلے اُس سے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مرگیا یا مارا گیا

انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ

تم پھر جاؤ گے اُلٹے پاؤں اور جو کوئی پھر جاویگا اُلٹے پاؤں وہ نہ بگاڑے گا اللہ کا کچھہ اور اللہ

وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا

ثواب دے گا بھلا ماننے والوں کو اور کوئی جی مر نہیں سکتا بغیر حکم اللہ کے لکھا ہوا

مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ

وعدہ اور جو کوئی چاہے گا بدلا دنیا کا اُسمیں سے دینگے اُسکو اور جو کوئی چاہیگا بدلا آخرت کا

نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ○ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِىٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ

اسمیں سے دینگے اُسکو اور ہم ثواب دینگے احسان ماننے والونکو اور بہت نبی ہیں جنکے ساتھہ ہوکر لڑے ہیں بہت خدا کے طالب

فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ

پھر نہ ہارے ہیں کچھہ تکلیف پہنچنے سے اللہ کی راہ میں اور نہ سست ہوئے ہیں نہ دب گئے ہیں اور اللہ

يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ○ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا

چاہتا ہے ثابت رہنے والوں کو اور کچھہ نہیں بولے مگر یہی کہا کہ اے رب ہمارے بخش ہمارے گناہ

وَاِسْرَافَنَا فِىْۤ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ فَاٰتٰىهُمُ

اور جو ہمسے زیادتی ہوئی ہمارے کام میں اور ثابت رکھہ ہمارے قدم اور مدد دے ہمکو منکر قوم پر پھر دیا

اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○

اللہ نے اُنکو ثواب دنیا کا بھی اور خوب ثواب آخرت کا اور اللہ چاہتا ہے نیکی والوں کو

منزل ۱

۱۵ ع ۵ ۶

بیہقی نے دلائل النبوت میں اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر اور اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں جو کچھہ اس آیتہ کی شان نزول بیان کی ہے اوس کا حاصل یہ ہے کہ جب احد کی لڑائی میں شیطان نے یہ افواہ اوڑائی کہ آنحضرت شہید ہو گئے تو مسلمانوں میں طرح طرح کی باتیں ہونے لگیں کچھہ لوگ تو یہہ کہتے تھے کہ اگر آپ نبی ہوتے تو زندہ رہتے۔ اور کچھہ لوگ یہہ کہتے تھے کہ دین تو اللہ کا ہے اگر آپ شہید بھی ہو گئے تو جس دین کے واسطے آپ لڑتے تھے ہمکو بھی ضرور لڑنا چاہئے۔ اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتہ نازل فرمائی۔ اس شان نزول کی روایتہ کے چند طریق ہیں اسلئے ایک کو دوسرے سے قوت ہو جاتی ہے۔ حاصل معنے اس آیتہ کے یہ ہیں کہ پہلے زمانہ میں انبیا اور اُنکے ساتھ کے لوگ لڑے اور اُمت کے لوگوں کے سامنے بعضے نبی شہید بھی ہو گئے لیکن وہ لوگ اوسیطرح ثابت قدم رہے جسطرح اپنی نبی کی زندگی میں تھے اسیطرح تمکو بھی چاہئے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ

اے ایمان والو اگر تم کہا مانو گے منکروں کا تو تمکو پھیر دینگے اُلٹے پاؤں

فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ۝ سَنُلْقِيْ فِيْ

پھر جا پڑو گے نقصان میں بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے اور اُسکی مدد سب سے بہتر اب ڈالیں گے ہم

قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَ

کافروں کے دل میں ہیبت اسواسطے کہ اُنہوں نے شریک ٹھیرایا اللہ کا جسکی اُس نے سند نہیں اُتاری اور

مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ

اُنکا ٹھکانا دوزخ ہے اور بُری بستی ہے بے انصافوں کی اور اللہ تو سچ کر چکا تم سے اپنا وعدہ جب

تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

تم لگے اُن کو کاٹنے اُسکے حکم سے جبتک کہ تم نے نامردی کی اور کام میں جھگڑا ڈالا اور بیحکمی کی بعد اس کے

مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ

کہ تمکو دکھا چکا تمہاری خوشی کی چیز کوئی تم میں سے چاہتا تھا دنیا اور کوئی تم میں سے چاہتا تھا آخرت

صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى

پھر تمکو اُلٹ دیا اُنپر سے اسواسطے کہ تمکو آزماوے اور وہ تو تمکو معاف کر چکا اور اللہ فضل رکھتا ہے

منزل

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ

ایمان والوں پر جب تم چڑھے جاتے تھے اور پیچھے نہ دیکھتے تھے کسی کو اور رسول پکارتا تھا تمکو پچھاڑی میں

فِيْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ

پھر تمکو تنگ کیا بدلا تمہارے تنگ کرنے کا تو غم نہ کھایا کرو جو ہاتھ سے جاوے اور جو سامنے آوے

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

اور اللہ کو خبر ہے تمہارے کام کی

جب شیطان نے یہ خبر اُڑا دی کہ آنحضرت شہید ہو گئے تو بعضے کچے مسلمان یہہ کہنے لگے کہ اب ہم اپنے باپ دادا کے دین پر قایم ہو جاویں تو اچھا ہے اون لوگوں کی صلاح نہ ماننے کی تنبیہ میں اللہ تعالےٰ نے یہہ آیتہ نازل فرمائی اور فرمایا کہ ایسے لوگوں کا کہنا ماننے میں دین و دنیا کا خسارہ ہے دنیا کا تو یہہ کہ اللہ مسلمانوں کا حامی اور مددگار ہے اسلئے آخر اونکو غلبہ ہوگا۔ اور جسطرح اب تمکو جان و مال کا خوف کافروں سے ہے۔ اگر تم کافروں میں شریک ہو گئے۔ تو وہی خوف تمکو مسلمانوں سے کرنا پڑے گا اور دین کا یہہ نقصان کہ عقبےٰ میں اللہ کے عذاب میں پکڑے

جاؤ گے اور جن کافروں کا تمکو خوف ہے اللہ تعالےٰ نے اون کے دلوں میں بہ سبب اونکے جھوٹے دین پر ہونے کے مسلمانوں کا رعب ڈالدیا ہے اسلئے اون سے ڈرنا بے فائدہ ہے صحیحین میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایۃ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مہینہ کے رستہ پر سے میرا رعب دشمنوں پر پڑتا ہے یہ بھی ہدایت اللہ تعالےٰ نے اس آیۃ میں فرمائی کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اس رعب کے سبب سے باوجود اس کے کہ مسلمان سات سو تھے اور اون کے دشمن تین ہزار تھے۔ اول اول شروع لڑائی میں اللہ کے حکم سے مسلمانوں کی فتح ہوئی تھی لیکن تیراندازوں نے لوٹ کے لالچ سے اللہ کے رسول کے حکم کی نافرمانی کی اوس سے یہہ شکست خود تمہارے ہاتھوں سے ہوئی۔ اور مال غنیمت ہاتھ نہ لگنے کا غم رسول وقت کے شہید ہونے کی خبر سننے کا غم بھائی بندوں کے شہید ہونے کا غم شکست کھانے کا غم یہ غم پر غم سب تمکو سہنے پڑے ہیں۔ خیر اللہ نے اپنے فضل سے اب تو تمہارا قصور معاف کیا۔ مگر آیندہ ایسا نہیں کرنا چاہئے

ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُعَاسًا يَغْشَىٰ طَائِفَةً مِنْكُمْ

پھر تم پر اُتارا اُنگھی کے بعد امن کو اونگھ کہ گھیر رہی تھی تم میں بعضوں کو

وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ

اور بعضوں کو فکر پڑا تھا اپنے جی کا خیال کرتے تھے اللہ پر جھوٹے خیال جاہلوں کے

يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۗ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ ۗ يُخْفُونَ

کہتے تھے کچھ بھی کام ہے ہمارے ہاتھ تو کہہ سب کام ہے اللہ کے ہاتھ اپنے چھپاتے ہیں

فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ ۖ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ

جی میں جو تجھسے ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں اگر کچھ کام ہوتا ہمارے ہاتھ تو ہم مارے نہ جاتے

مَا قُتِلْنَا هَاهُنَا ۗ قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ

اس جگہہ تو کہہ اگر تم ہوتے اپنے گھروں میں البتہ باہر نکلتے جنپر لکھا تھا مارا جانا اپنے

إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ ۖ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۗ

پڑاؤ پر اور اللہ کو آزمانا تھا جو کچھ تمہارے جی میں ہے اور نکھارنا تھا جو کچھ تمہارے دل میں ہے

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ

اور اللہ کو معلوم ہے جی کی بات جو لوگ تم میں ہٹ گئے جس دن بھڑیں دو فوجیں

إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۖ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ

سو اونکو ڈگا دیا شیطان نے کچھ اون کے گناہ کی شامت سے اور اونکو بخش چکا اللہ اللہ بخشنے والا ہے تحمل کرتا

منزل ۱

نصف

ع ۱۶

جب مسلمان اون طرح طرح کے غموں میں مبتلا ہوئے جنکا ذکر اوپر گذرا تو اللہ تعالے نے عین لڑائی کے وقت اون پر تھوڑی دیر کے لئے ایک طرح کی غنودگی اوتاری جس سے اونکی تھکان ذرا رفع ہوگئی۔ مگر اس غنودگی میں یہ حکمت الٰہی تھی کہ جو پکے مسلمان تھے اونکو تو غنودگی ہوگئی اور جو کچے تھے وہ اوسیطرح پریشانی کے عالم میں رہے اور گھبرا کر یہ کہتے تھے کہ ہمارا کچھ اختیار ہوتا اور مدینے کے اندر سے لڑائی لڑنے کی صلاح مان لیجاتی تو ہم یہاں جنگل میں کیوں ہلاکت میں پڑتے یہ مقولہ دبی زبان سے اسطرح چپکے چپکے کہتے تھے کہ آنحضرت کو معلوم نہو۔ مگر اس مقولہ کے کہنے والے کے پہلو میں جو شخص تھے اونہوں نے اس مقولہ کو سنا ابھی آنحضرت تک یہ چرچا نہیں پہونچا تھا کہ اللہ تعالے نے اون کچے مسلمانوں کا کچا پن ظاہر ہوجانے کی غرض سے یہ آیۃ نازل فرمائی۔ چنانچہ اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت زبیر سے روایت کی ہے حضرت زبیر کہتے ہیں کہ میں ایک غنودگی کی حالت میں تھا جیسطرح خواب میں کوئی شخص کوئی آواز سنتا ہے۔ اوسیطرح میں نے معتب بن قشیر کی زبان سے یہی مقولہ سنا اور غنودگی میں اوسکو میں نے یاد بھی کر لیا۔ اوسیوقت یہ آیۃ نازل ہوئی حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ یہ اون لوگوں کی خام خیالی ہے کہ اونکا اختیار ہوتا تو جو کچھ اللہ کے اختیار اور قدرت سے ہوا ہے یہ لوگ اوسکو روک لیتے۔ بلکہ یہ لوگ اپنی گھروں میں بھی ہوتے تو جو کچھ ہونے والا تھا وہ ہوتا کہ پکے مسلمانوں اور منافقوں کی جانچ ہوجاتی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ تدبیر سے تقدیر نہیں ٹلتی۔ خواہ آدمی گھر میں ہو یا جنگل میں ✢

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَقَالُوا۟ لِإِخْوَٰنِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا۟ فِى

اے ایمان والو تم نہو اُن کی طرح جو منکر ہوئے اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں سے جب سفر کو

ٱلْأَرْضِ أَوْ كَانُوا۟ غُزًّى لَّوْ كَانُوا۟ عِندَنَا مَا مَاتُوا۟ وَمَا قُتِلُوا۟ لِيَجْعَلَ ٱللَّهُ

نکلیں ملک میں یا ہوں جہاد میں کہ اگر رہتے ہم پاس نہ مرتے اور نہ مارے جاتے کہ اللہ اس سے ڈالے

ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِى قُلُوبِهِمْ ۗ وَٱللَّهُ يُحْىِۦ وَيُمِيتُ ۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ وَلَئِن

افسوس اُن کے دل میں اور اللہ ہے جلاتا اور مارتا اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے اور اگر

قُتِلْتُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ

تم مارے گئے اللہ کی راہ میں یا مر گئے تو بخشش اللہ کی اور مہربانی بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں

وَلَئِن مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى ٱللَّهِ تُحْشَرُونَ

اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے اللہ ہی پاس اکٹھے ہو گے

اوپر ذکر تھا کہ احد کی شکست کیوقت کچے مسلمان طرح طرح کی پریشانی اور بے ہراسگی کی باتیں کرتے تھے ان آیتوں میں اللہ تعالے نے اپنے پکے مسلمان بندوں کو اون کچے مسلمانوں کی باتوں اور اونکا سا اعتقاد رکھنے سے منع فرمایا ہے

اور فرمایا کہ زندگی اور موت اللہ کے اختیار میں ہے جب موت کا وقت آجاتا ہے تو آدمی خواہ گھر میں ہو یا جنگل میں وہ وقت کہیں نہیں ٹلتا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ خدا کی راہ میں جان کا دینا دنیا کے رہنے اور مال کے جمع کرنے سے بہتر ہے جسکی بہتری تمکو حشر کے دن معلوم ہو جاوے گی اور فرمایا کہ یہ حسرت اور افسوس کے کلمات ان منافقوں کی زبان سے اللہ تعالے اس لئے نکلواتا ہے کہ صادق اور منافق اچھی طرح لوگوں کو معلوم ہو جاویں اور اسطرح کے کلمات سے منافقوں کا رنج اور افسوس و غم اور بڑھے غرض آیۃ میں کفار سے مراد وہ منافق ہیں جنہوں نے پریشانی کی باتیں مونہہ سے نکالکر اپنے ساتھ کے مسلمانوں کو بھی پریشانی میں ڈالنا چاہا تھا۔ اور گھڑی گھڑی یہ کہتے تھے کہ اگر وہ گھر سے باہر نہ نکلتے تو اس آفت میں نہ پھنستے ✣

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ
سو کچھ اللہ کی مہر ہے جو تو نرم دل ملا اُن کو اور اگر ہوتا تو سخت گو اور سخت دل تو منتشر ہو جاتے
حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ
تیری گرد سے سو تو اُنکو معاف کر اور اُنکے واسطے بخشش مانگ اور اُن سے مشورت لی کام میں پھر جب ٹھہرا چکا تو
فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا
بھروسہ کر اللہ پر اللہ چاہتا ہے توکل والوں کو اگر اللہ تمکو مدد کرے گا تو کوئی تم پر
غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ
غالب نہ ہوگا اور جو وہ تمکو چھوڑ دے گا پھر کون ہے کہ تمہاری مدد کرے گا اُسکے بعد اور اللہ پر
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝
بھروسہ چاہئے مسلمانوں کو

منزل ۱

یہ اوپر گزر چکا ہے کہ احد کی طیاری کے وقت پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صلاح تھی کہ اس لڑائی کے لئے مدینہ کے باہر نہ جانا چاہئے۔ پھر بعضے صحابہ کی صلاح و مشورہ کے سبب سے آپ باہر نکلے اور لڑائی شروع شروع میں تو اچھی رہی اور پھر آخر کو اوسمیں کچھہ لغزش آئی اب ان آیتوں میں یہ ارشاد ہے کہ اے نبی اللہ کے باوجود اس کے کہ لڑائی میں ایک طرح کی لغزش مسلمانوں سے ہوئی او سپر بھی تم مسلمانوں سے نرمی سے جو پیش آئے اور کسی پر کچھہ خفگی ظاہر نہیں کی یہہ اللہ کی ایک رحمت تھی ورنہ ایسی حالت میں سختی سے پیش آتے تو لوگ اور بے دل ہو جاتے اور لڑائی کی تیاری کے وقت صلاح و مشورہ میں جو اختلاف پڑا اوسکا بھی دلمیں کچھہ خیال نہ لانا چاہئے۔ آیندہ حسب عادت صحابہ سے مشورہ طلب امور میں مشورہ لیا کرو تاکہ اونکا جی خوش ہو اور امت کے لوگوں کو یہہ معلوم ہو جاوے کہ مشورہ لینا مشروع ہے۔ ہاں بعد مشورہ کے ہر طرح کا بھروسا اللہ پر رکھنا چاہئے کہ بغیر مدد اللہ کے کسی کام میں آدمی کو کچھہ سرسبزی نہیں ہوسکتی۔ شعب الایمان بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایۃ ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے اپنی امت کو مشورہ لینے کی ترغیب دی ہے۔ سیوطی نے اس حدیث کی سند کو معتبر بتلایا ہے۔ فبما رحمۃ لفظ ما تاکید کے لئے بڑھایا گیا ہے اصل برحمۃ من اللہ ہے ۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّىٰ

اور نبی کا کام نہیں کہ کچھ چھپا رکھے اور جو کوئی چھپاویگا وہ لاویگا اپنا چھپایا دن قیامت کے پھر پورا پاوے گا

كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ

ہر کوئی اپنا کمایا اور انپر ظلم نہ ہوگا کیا ایک شخص جو تابع ہے اللہ کی مرضی کا برابر ہے اوکے

بِسَخَطٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللَّهِ

جو کما لایا غصہ اللہ کا اور اسکا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا بری جگہہ پہنچا لوگ کئی درجے ہیں اللہ کے ہاں

وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ

اور اللہ دیکھتا ہے جو کرتے ہیں اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں

رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ

رسول انہیں میں کا پڑھتا ہے ان پر آیتیں اسکی اور سنوارتا ہے انکو اور سکھاتا ہے انکو کتاب اور

الْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝

کام کی بات اور وہ تو پہلے سے صریح گمراہ تھے

منزل النصف

ابو داؤد اور ترمذی و طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی ہے جسکو ترمذی نے حسن کہا ہے اوسکا حاصل یہہ ہے کہ ان آیتوں میں اللہ تعالے نے دو بے عنوانیوں کا ذکر فرمایا ہے جو جنگ بدر میں ہو گئی تھیں ایک بے عنوانی تو یہہ تھی کہ جنگ بدر کے لوٹ کے مال میں کچھ چیز کم ہو گئی تھی اور بعضے مسلمانوں نے یہ بدگمانی کی کہ شاید آنحضرت کے کام میں وہ چیز آگئی ہوگی۔ دوسرے بے عنوانی یہ کہ ستر قیدی مشرکین کے جو جنگ بدر میں پکڑے گئے تھے اونکو بغیر مرضی اللہ کے فدیہ لیکر چھوڑ دیا تھا اور جنگ بدر کی بے عنوانیوں کو اس لڑائی کے ذکر میں تذکرہ فرمانے سے یہ مراد ہے کہ احد کی لڑائی میں تیر اندازوں سے جو بے عنوانی کی یہہ اور پہلی بے عنوانیاں ان سب بے عنوانیوں کی سزا میں یہ تمہاری شکست ہو کر ستر آدمی شہید ہوئے ہیں چنانچہ ترمذی اور نسائی میں حضرت علیؓ سے جو روایۃ ہے جس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ بدر کی لڑائی میں جب ستر قیدیوں کو فدیہ پر چھوڑنے کی صلاح مسلمانوں کی جم گئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ کیطرف سے آئے اور آنحضرت سے کہا کہ فدیہ پر یہ ستر قیدی اس شرط سے چھوٹ سکتے ہیں کہ آئندہ کبھی لڑائی میں اسیقدر آدمی مسلمانوں میں سے شہید ہونگے۔ مسلمانوں نے اس شرط الٰہی کو قبول کیا اور قیدیوں کو فدیہ پر چھوڑ دیا ۔

اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ
کیا جس وقت پہنچے تمکو ایک تکلیف کہ تم پہنچا چکے ہو اوسکے دو برابر کہتے ہو یہ کہانسے آئی تو کہہ یہ آئی

مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى
تمکو اپنی طرف سے اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو کچھ تمکو سامنے آیا جس دن بھڑیں

الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَقِيْلَ
دو فوجیں سو اللہ کے حکم سے اور اسواسطے کہ معلوم کرے ایمان والونکو اور تا معلوم کرے انکو جو منافق تھے اور کہا انکو

لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ
کہ آؤ لڑو اللہ کی راہ میں یا دفع کرو دشمن بولے ہمکو معلوم ہو لڑائی تو تمہارا ساتھ

هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ
کریں وہ لوگ اُسدن کفر کیطرف نزدیک ہیں بہ نسبت ایمان کے کہتے ہیں اپنے منہ سے جو نہیں اُن کے

قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا
دل میں اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپاتے ہیں وہ جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو اور آپ بیٹھ رہے ہیں

لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝
اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے نہ جاتے تو کہہ اب ہٹا دیجیو اپنے اوپر سے موت اگر تم سچے ہو۔

منزل

احد کی لڑائی میں جو مسلمانوں کو شکست ہوئی اوسکی تسلی میں اللہ تعالے اُنے یہہ آیتیں نازل فرماکر فرمایا کہ اِس لڑائی میں تمہارے ستر آدمی جو شہید ہوئے تو اوسکا زیادہ رنج کیا ہے تم بھی تو بدر کی لڑائی میں مخالفوں کو اس سے دو چند صدمہ پہونچا چکے ہو کہ ستر آدمی اون کے مارے اور ستر کو پکڑ لائے اور یہہ جو تم کہتے ہو کہ اتنی بڑی مصیبت ہم لوگوں پر کیوں آئے تو یہہ مصیبت تم میں ہی کے بعضے لوگوں کے سبب سے آئے کہ برخلاف مرضی اللہ تعالے کے بدر کے قیدیوں سے فدیہ لے لیا۔ اور برخلاف حکم اللہ کے رسول کے تیراندازوں نے گھاٹی چھوڑ دی۔ اور اللہ تعالے کے نزدیک اِس شکست میں یہہ مصلحت تھی کہ کامل ایماندار اور منافقونکا اچھی طرح سے پردہ کھل جاوے وہی ہوا کہ ایماندار ثابت قدم رہے اور منافق کچھہ تو اپنے اپنے گھر و نمیں آن بیٹھے۔ اور کچھہ طرح طرح کی باتیں بنانے لگے پھر فرمایا کہ یہہ لوگ ایسی باتوں سے موت کے وقت کو ہرگز نہیں ٹال سکتے ✣

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ
اور تو نہ سمجھ جو لوگ مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے

فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم
خوشی کرتے ہیں اسپر جو دیا انکو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوشوقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی نہیں پہنچے انپر

مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ
پیچھے سے اسواسطے کہ نہ ڈر ہے انپر اور نہ اون کو غم خوشوقت ہوتے ہیں اللہ کی نعمت

مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝
اور فضل سے اور اس سے کہ اللہ ضائع نہیں کرتا مزدوری ایمان والوں کی

وقف لازم ع ۱۶ ۸

ابوداؤد اور مسند امام احمد بن حنبل اور مستدرک حاکم تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے اور ترمذی میں حضرت جابر سے روایات ہیں جنکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ تمہارے ساتھہ کے لوگ جو شہید ہوئے ہیں جب اللہ تعالےٰ نے اونکو یہہ درجہ دیا کہ اون کی جانوں کو ایک طرح کے سبز جانوروں کی پوٹوں میں رکھا۔ اور وہ جانور جنت میں میوے کھاتے ہیں اور جنت کی نہروں میں پانی پیتے ہیں اور سونے کی قندیلیں جو عرش معلے کے نیچے لٹکتی ہیں اون میں رہتے ہیں تو اون شہیدوں کی روحوں نے یہہ تمنا کی کہ اون کے اوس عیش اور راحت کی خبر کسیطرح اون کے ساتھہ کے زندہ مسلمانوں کو پہونچ جاوے تاکہ وہ زندہ مسلمان بھی شہادت کا درجہ حاصل کرنے کی کوشش کریں اللہ تعالےٰ نے اون شہیدونکی روحوں سے فرمایا کہ میں تمہاری خبر تمہارے مسلمان بھائیوں کو پہونچا دیتا ہوں اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی۔ حاکم نے اِس شانِ نزول کو بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور مسلم میں یہہ روایۃ عبد اللہ بن مسعود سے ہے اوسمیں اسقدر اور زیادہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اون شہدا کی روحوں سے پوچھا ہے کہ اب تمھیں کیا تمنا باقی ہے وہ روحیں کہتی ہیں کہ ہم نے سب کچھہ پایا اگر ہے تو تمنا یہی ہے کہ ایکدفعہ ہم دنیا میں جاویں اور تیرے نام پر پھر شہید ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے فرماوے گا۔ یہہ نہیں ہوسکتا۔ اور مسند امام احمد بن حنبل میں جو صحیح روایۃ ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوا شہیدوں کے اور مسلمانوں کی روحیں بھی جنت میں جانوروں کے بھیس میں میوے کھاتے ہیں۔ فرق اسیقدر ہے کہ شہیدوں کی روحیں قندیلوں میں عرش کے نیچے لٹکتی ہیں اور عام مسلمانوں کی روحیں یوں ہی جنت کے جانوروں کے بھیس میں جنت میں رہتی ہیں۔ شہیدوں کی زندگی اور رزق کا ذکر آیۃ کی تفسیر کے طور پر جو ان حدیثوں میں آیا ہے۔ اکثر سلف نے اوس کے معنے ظاہری زندگی اور رزق کے لئے ہیں بعضے مفسروں نے اگرچہ ان معنے میں کچھہ کچھہ تاویلیں کی ہیں۔ لیکن آیتہ اور حدیثوں کے لفظوں سے اون تاویلوں کو کچھہ مناسبت نہیں معلوم ہوتی اِن صحیح حدیثوں سے جبکہ یہ معلوم ہوگیا کہ مرنے کے بعد پھر کسیطرح انسان دنیا میں نہیں آسکتا تو اِس سے اہل تناسخ کا یہہ مذہب غلط قرار پاتا ہے کہ نیک روح اچھی صورت کے بھیس میں اور بدروح بری صورت کے بھیس میں ثواب اور

منزل ۱

اور عذاب کے طور پر دوبارہ پھر دنیا میں آتی ہے اسیطرح صحیح حدیثوں سے جبکہ یہہ معلوم ہوگیا کہ حشر کے دن ہر روح کا تعلق جسم سے ہوجاوے گا۔ اور پھر جنت اور دوزخ میں ہمیشہ وہی تعلق باقی رہوے گا تو اوس سے فلسفی لوگوں کا یہہ مذہب بے اصل ٹھہرتا ہے کہ مرنے کے بعد جسم تو ہمیشہ کے لئے خاک ہوجاوے گا فقط روح اسطرح باقی رہے گی کہ نیک روح نیکی کی تصور سے خوش اور بد روح بدی کی تصور سے غمزدہ رہوے گی اسیکا نام ثواب و عذاب ہے احد کے چند شہدا ایسے ہیں جنکا قصہ قابل ذکر ہے اون میں ایک تو سید الشہدا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں حضرت امیر حمزہ نے بدر کی لڑائی میں ایک شخص کافر طعمہ بن عدی کو قتل کرڈالا تھا۔ اسی عداوت سے اس طعمہ کے بھتیجے جبیر بن مطعم نے اپنے غلام وحشی سے یہہ کہہ رکھا تھا کہ کسی لڑائی میں موقع پاکر اگر تو حمزہ کو شہید کرڈالے گا تو میں تجھکو آزاد کردوں گا۔ اس وحشی نے جنگ احد میں ایک پتھر کی آڑ میں سے حضرت امیر حمزہؓ کے برچھا مار دیا جس سے وہ شہید ہوگئے شہید ہوجانے کے بعد ہندہ ابوسفیان کی بی بی یزید کی دادی نے حضرت امیر حمزہ کا کلیجہ نکالکر چبا ڈالا۔ اور جب اوسکو نگل نہ سکی تو تھوک دیا احد کے ستر شہیدوں کے ساتھ آنحضرت نے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی ستر مرتبہ جنازہ کی نماز پڑھی اور سید الشہدا کا خطاب دیا فتح مکہ کے بعد یہ وحشی مسلمان ہوا اور مسیلمہ کذاب کو حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت میں اسی وحشی نے قتل کیا دوسرے شہید احد کے حنظلہ بن عامر ہیں جنکو ملائکہ نے غسل دیا ہے تیسرے عبداللہ بن عمرو جابر کے باپ ہیں جنکی لاش پر فرشتوں نے اپنے پروںکا سایہ کیا تھا۔ غازیوں میں حضرت طلحہ نے ایک ہاتھ سے لڑائی کی اور دوسرے ہاتھ میں ڈھال لیکر آخر لڑائی تک آنحضرت کی محافظت کرتے رہے اور بڑی بڑی جرأت کی۔ چنانچہ جب احد کی لڑائی کا ذکر آیا کرتا تھا تو حضرت ابوبکر صدیق فرمایا کرتے تھے کہ احد کی ساری لڑائی طلحہ پر ختم ہے دوسرے نامی غازی حضرت سعد بن ابی وقاص ہیں جنپر آنحضرت نے اس لڑائی میں اپنے ماں باپ کو فدا کیا ہے ✤

منزل

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا

جن لوگوں نے حکم مانا اللہ کا اور رسول کا پیچھے اسکے کہ انہیں پڑچکا تھا گھاؤ جو اُنمیں نیک ہیں

مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ

اور پرہیزگار ہیں ان کو ثواب بڑا ہے جنکو کہا لوگوں نے کہ اُنہوں نے جمع کیا ہے اسباب تمہارے مقابلہ کو

فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

سو تم اُن سے خطرہ کرو پھر اُنکو زیادہ آیا ایمان اور بولے بس ہے ہمکو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے

فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ

پھر چلے آئے اللہ کے احسان سے اور فضل سے کچھ نہ پہنچی انہیں برائی اور چلے اللہ کی رضا پر

وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۝ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ

اور اللہ کا فضل بڑا ہے یہ جو ہے شیطان ہے کہ ڈراتا ہے اپنے دوستوں سے سو تم ان سے

وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

مت ڈرو اور مجھسے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو

آیۂ یا ایہا الذین اٰمنوا لاتاکلوا الربا کی تفسیر میں گزرچکاہے کہ احد کی لڑائی کے بعد مکہ کو واپس جاتے وقت اپنے ساتھ کے مشرکین سے ابوسفیان نے کہا تھا کہ مسلمانوں کے سرگروہ (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام نہ کیا اور مسلمانوں کی جوان جوان عورتیں لونڈیاں بناکر نہ لائے اسکا بڑا افسوس ہے۔ یہہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپنے حکم دیا کہ کل کے روز احد کی لڑائی میں جو لوگ گئے تھے وہی لوگ آج پھر مشرکین کا پیچھا کریں اگرچہ احد کی لڑائی والے لوگ زخمی اور تھکے ہوئے تھے لیکن اونہوں نے فوراً اللہ کے رسول کے حکم کی تعمیل کی۔ اور مدینہ سے آٹھ میل پر حمراء الاسد ایک مقام ہے وہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ستر صحابہ کو ساتھ لیکر ابوسفیان اور اوسکے ساتھیوں کی تلاش میں تشریف لے گئے۔ لیکن حکمت الٰہی یوں مقتضی ہوئی کہ اللہ تعالےٰ نے مشرکین کے دلمیں رعب ڈالدیا جس سے وہ پلٹ کر لڑائی کے لئے انپیسے پیچھے ہوگئے ابوسفیان نے جب یہہ حال دیکھا کہ لوگوں کی ہمت لڑائی پر جانے کی نہیں ہے تو اپنے لشکر کی ہوا باندھنے کی نیت سے اودھر کے آنے والے کچھ تاجر لوگوں کی زبانی یہہ خبر اوڑادی کہ ابوسفیان بہت بڑا لشکر جمع کررہا ہے۔ لشکر کے جمع ہوتے ہی وہ لڑائی کے ارادہ سے آنے والا ہے اس خبر کو سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے یہ لفظ کہے حسبنا اللہ ونعم الوکیل غرض جن ستر صحابہ نے باوجود زخمی اور تھکے ہوئے ہونے کے حمراء الاسد تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے کی ہمت کی اور ابوسفیان نے جو خبر اوڑادی تھی۔ اوس سے اونکے دلپر کچھہ خوف نہیں ہوا اون ہی کی تعریف میں اللہ تعالےٰ نے یہہ آیتیں نازل فرمائیں اس شان نزول کو طبرانی نے معتبر سند سے حضرت عبد اللہ بن عباس کے حوالہ سے روایت کیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے اسی شان نزول کو صحیح قرار دیا ہے۔ ابوسفیان نے احد کی لڑائی سے واپس ہوتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہہ بھی کہا تھا کہ بدر کے مقام پر ہمارے بڑے بڑے سرداروں کو مسلمانوں نے قتل کیا ہے۔ جسکا ہم لوگوں کے دلپر بڑا داغ ہے اتو نہیں پر آیندہ سال ہم بدر صغرےٰ پر آوینگے۔ یہ بنی کنانہ کے ایک چشمہ کا نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ انشاء اللہ ہم بھی آیندہ سال اوسی مقام پر آوینگے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وعدہ کے موافق وقت مقررہ پر وہاں مع صحابہ کے تشریف لے گئے۔ مگر مشرکین نہیں آئے حمراء الاسد کے سفر اور بدر صغرےٰ کے سفر ان دونو سفروں میں مسلمانوں نے تجارت کا مال خریدا۔ اور اوس تجارت میں اونکو بڑا نفع ہوا اوس نفع کو ان آیتوں میں اللہ کی نعمت اور اللہ کا فضل فرمایا۔ نہ پہونچی اونکو برائی۔ کا یہ مطلب ہے کہ اوس موقع پر اونکو

نزول

لڑنا نہیں پڑا بعضے مفسروں نے اِس بدر صغریٰ کے سفر اور قصے کو ان آیتوں کے نازل ہونے کا سبب قرار دیا ہے
مگر صحیح شان نزول اِن آیتوں کی وہی ہے جو اوپر بیان کی گئی یہہ تو اوپر گذر چکا ہے کہ احد کی لڑائی کے وقت
ہزار آدمی کی جمعیت کیساتھہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے سے نکلے تھے پھر عبداللہ بن ابیّ کے بہکانے سے جب تین سو
آدمی لڑائی سے پہلے مدینہ کو واپس چلے آئے اسکے بعد بھی سات سو آدمی لڑائی میں موجود تھے اور اب حمرا الاسد
کے سفر کے وقت صرف ستر آدمی آپ کے ساتھہ گئے ابوسفیان نے جو خبر اوڑا دی تھی اوسکی دہشت سے کچھہ لوگ نہیں
گئے۔ اسلئے جو لوگ اِس سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ نہیں گئے اون کی اور آیندہ عام مسلمانوں کی
ہدایت کے لئے فرمایا کہ شیطان کا کام بھی ہے کہ وہ اپنے ہوا خواہوں کے ذریعہ سے مومنوں کو ڈراتا ہے ایسے
موقع پر ایماندار آدمی کو چاہئے کہ شیطان کے ہوا خواہوں کی جھوٹی دہمکیوں سے نہ ڈرے۔ کیونکہ ایسی جھوٹی
دہمکیوں میں آ کر دین کے کسی کام سے باز رہنا اللہ کی نافرمانی کا موجب ہے۔ اور اللہ کی نافرمانی ایماندار آدمی
کے لئے بڑے خوف کی چیز ہے۔ الذین قال لہم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوہم کا یہ مطلب ہے کہ قبیلہ عبدالقیس
کے اون سو داگر لوگوں نے جنکی معرفت ابوسفیان نے لشکر جمع کرنے کی خبر اوڑائی تھی مسلمانوں سے ملنے
کے وقت یہہ کہا کہ ابوسفیان اور اوسکے ساتھیوں نے تمہارے مقابلہ کو لشکر جمع کیا ہے جس لشکر کا مقابلہ
اندیشے کے قابل ہے فزادہم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل مسلمانوں کا ایمان کامل تھا
اونہوں نے اِس اندیشہ ناک خبر کو سنکر کچھہ خوف نہ کیا ... ٹوٹ جانے کے وقت میں اپنی ایمان
کی مضبوطی دکھلائی۔ اور یہہ کہا کہ ابوسفیان کو لشکر پر بھروسا ہوگا۔ ہمارا پورا پورا بھروسا اللہ پر ہے اور وہی ہمارا
ہر حال میں مددگار ہے اور اس بھروسہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ صحیح سالم اِس سفر سے اپنے گھر کو آئے اور تجارت
کے مال سے نفع کمایا صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
آگ میں ڈالے جانے کے وقت یہی کہا تھا کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ کسی بڑی مشکل کے وقت اِس دعا کے پڑھنے
کی اور بھی صحیح حدیثیں ہیں ❊

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ط

اور تجھکو غم نہ آئے اُن لوگوں سے جو دوڑ کر گرتے ہیں کفر کرنے وہ نہ بگاڑینگے اللہ کا کچھہ

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ

اللہ چاہتا ہے کہ اُنکو فائدہ نہ دے آخرت میں اور اُن کو بڑی مار ہے جنہوں نے

اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

خرید کیا کفر کو ایمان کے بدلے وہ نہ بگاڑینگے اللہ کا کچھہ اور اُنکو دکھہ کی مار ہے

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ

اور یہ نہ سمجھیں منکر کہ ہم جو فرصت دیتے ہیں اُن کو کچھہ بھلائی ہے اُنکے حق میں ہم تو فرصت دیتے ہیں اُنکو

لِيَزْدَادُوٓا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ مَا كَانَ ٱللَّهُ لِيَذَرَ ٱلْمُؤْمِنِينَ

تا بڑھتے جاویں گناہ میں اور اُن کو ذلت کی مار ہے اللہ وہ نہیں کہ چھوڑ دے گا مسلمانوں کو

عَلَىٰ مَآ أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ ٱلْخَبِيثَ مِنَ ٱلطَّيِّبِ وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى

جسطرح پر تم ہو جتبک جدا نکرے ناپاک کو پاک سے اور اللہ یوں نہیں کہ تمکو خبر دے

ٱلْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَجْتَبِى مِن رُّسُلِهِۦ مَن يَشَآءُ فَـَٔامِنُوا بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ

غیب کی لیکن اللہ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسکو چاہے سو تم یقین لاؤ اللہ پر اور اُسکے رسولوں پر

وَإِن تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ وَلَا يَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ يَبْخَلُونَ

اور اگر تم یقین پر رہو اور پرہیزگاری پر تو تمکو بڑا ثواب ہے اور نہ سمجھیں جو لوگ بخل کرتے ہیں

بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ هُوَ خَيْرًا لَّهُم بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِۦ

ایک چیز پر کہ اللہ نے اُنکو دی ہے اپنے فضل کر یہ بہتر ہے اُنکے حق میں بلکہ بُرا ہے اُنکو واسطے آگے طوق پڑے گا اُنکی جسپر بخل کیا تھا

يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ وَلِلَّهِ مِيرَٰثُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

دن قیامت کے اور اللہ وارث ہے آسمان اور زمین کا اور اللہ جو کرتے ہو سو جانتا ہے۔

ع ۱۸ / ۹

منزل ۱

کافر اور منافق جب کوئی مخالفت کی بات کرتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اوسکا بڑا رنج ہوا کرتا تھا۔ اس لئے
اس لڑائی کے موقع سے جب عبداللہ ابن ابی تہائی لشکر لیکر مدینہ واپس چلا آیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا رنج ہوا
اللہ تعالیٰ نے یہہ آیتیں نازل فرمائیں اور انمیں اپنے رسول کی یوں تسلی فرمائی۔ کہ یہہ لوگ اسطرح کی مخالفت کے
سبب سے اللہ کے دین کو کسیطرح کا کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتے۔ بلکہ اس مخالفت کے سبب سے ان ہی کو وقت مقرر
پر وہ سخت عذاب بھگتنا پڑے گا جو اللہ کے ارادہ میں انکے لئے قرار پا چکا ہے اور یہ منکر حکم الٰہی یہ نہ سمجھیں کہ
اللہ نے انکو جیتے جی کچھہ مہلت جو دے رکھی ہے اوسمیں اون کے حق میں کچھہ بہتری ہے۔ بلکہ اسطرح کی زلیست
سے ان کے گناہوں کا تودہ اور بڑھتا جاتا ہے۔ عقبے میں اسکی سب کسر نکل جاوے گی رہی لڑائیوں میں
اس طرح کی شکست اوس سے تو پردہ غیب میں جو بھلے برے ہیں اونکا حال اللہ کے رسول کے ذریعہ سے
معلوم ہوجاتا ہے پھر جسطرح ان برے لوگوں کو اپنی جان پیاری ہے اوسیطرح اون کو اپنا مال بھی پیارا ہے
جسکے سبب سے حق مال ادا کرنے میں یہ لوگ پہلوتہی کرتے ہیں لیکن یہ مال قیامت کے دن انکے
حق میں بڑا وبال ہوجاوے گا صحیح بخاری صحیح ابن حبان وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے
جسکا حاصل یہ ہے کہ اسطرح کے لوگوں کے مال کا ایک گنجا سانپ طوق کی طرح ان کے گلے میں لپیٹا جاویگا
جو سانپ گھڑی گھڑی صاحب مال کو کاٹے گا اور یہ کہوے گا۔ اے شخص میں تیرا مال ہوں ✣

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝

اللہ نے سنی اون کی بات جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم الدار اب لکھہ رکھیں گے ہم اونکی بات اور جو خون کئے ہیں نبیوں کے ناحق اور کہیں گے چکھو جلن کی مار یہ بدلا اوسکا ہے جو تمنے اپنے ہاتھوں بھیجا اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر

ابن ابی حاتم اور ابن منذر نے اپنی تفسیر میں متعدد معتبر طریقوں سے جو اس آیتہ کی شان نزول بیان کی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ جب آیتہ من ذا الذی یقرض اللہ اوتری تو یہود کہتے تھے کہ اللہ محتاج اور فقیر ہے جو لوگوں سے قرض مانگتا ہے ایک روز ابو بکر صدیق یہود کے مدرسہ میں گئے وہاں فنحاص یہودیوں کا بڑا عالم اور بہت سے یہود جمع تھے فنحاص نے حضرت ابو بکر صدیق سے یہی بات کہی کہ اللہ فقیر ہے جو لوگوں سے قرض مانگتا ہے حضرت ابو بکر صدیق نے فنحاص کے موہنہ پر ایک طمانچہ مارا فنحاص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکی فریاد کی آنحضرت نے حضرت ابو بکر صدیق سے طمانچہ مارنے کا سبب پوچھا حضرت ابو بکر صدیق نے سارا قصہ بیان کیا۔ فنحاص اوس بات کے کہنے سے منکر ہوگیا۔ اوس پر حضرت ابو بکر صدیق کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہہ آیتہ نازل فرمائی۔ اور فرمایا کہ ان لوگوں کی سب گستاخیاں جو یہہ لوگ اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھہ کر رہے ہیں اللہ کو وہ سب معلوم ہیں وقت مقررہ آنے کی دیر ہے۔ پہر اونکو سب گستاخیوں کا بدلا مل جاوے گا۔ حریق بھڑکتی ہوئی آگ کو کہتے ہیں ٭

الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ۭ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْھُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاۗءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝

وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمکو کہہ رکھا ہے کہ ہم یقین نہ کریں کسی رسول کو جبتک نہ لاوے ہم پاس ایک نیاز جسکو کہا جاوے آگ تو کہہ تم میں آچکے کتنے رسول مجھسے پہلے نشانیاں لیکر اور یہہ بھی جو تمنے کہا پہر اون کو کیوں مارا تمنے اگر تم سچے ہو پہر اگر یہہ تمکو جھٹلاویں گے تو آگے تجھسے جھٹلائے گئے بہت رسول جو لائے نشانیاں اور ورق اور کتاب چمکتی

انبیا بنی اسرائیل میں سے بعضے نبیوں کا یہہ معجزہ تھا کہ اللہ کی نیاز جس چیز پر کی جاتی تھی اون نبیوں کے معجزہ کے

سبب سے ایک آگ آسمانی اوس نیاز کی چیز کو جلا دیتی تھی اور یہی نشانی تھی کہ وہ نیاز قبول ہوگئی۔ اب یہود سے نبی آخر الزماں پر جب ایمان لانے کو کہا جاتا تھا تو وہ یہہ بہانہ کرتے تھے کہ ہمکو توراۃ میں حکم ہے کہ جس نبی سے وہ آگ کا معجزہ ظاہر نہوا اوسپر ہم ایمان نہ لاویں اگرچہ یہہ بہانا جھوٹا تھا توراۃ میں کہیں ایسا ذکر نہیں ہے کہ ہر نبی کے لئے وہ آگ کا معجزہ ضروری ہے لیکن یہود کو پورا قائل کرنے کے لئے اللہ تعالے نے انکی وہ حد سے زیادہ زیادتی انہیں یاد دلائی جسکا اوپر کی آیۃ میں ذکر تھا۔ چنانچہ فرمایا کہ اگر تم اپنے اس بہانے میں سچے ہو کہ ہر نبی کے لئے وہ آگ کا معجزہ ضرور ہے تو جن نبیوں کے پاس یہ معجزہ بھی تھا اون کے خون ناحق کے درپے تم کیوں ہوئے اور اونکو کیوں قتل کیا پھر آخر آیۃ میں اللہ تعالے نے اپنے رسول کی یوں تسلی فرمائی کہ اس قاتل مقتولی کے بعد بھی یہہ لوگ اپنی ہٹ دہرمی سے باز نہ آویں تو یہہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اون کی یہہ ہٹ دہرمی کچھہ نئی نہیں ہے۔ بلکہ اون کے بڑوں سے یہی ہوتی آئی ہے ✢

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ فَمَنْ زُحْزِحَ
ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تمکو پورے بدلے ملینگے دن قیامت کے پھر جسکو سرکا دیا

عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ
آگ سے اور داخل کیا جنت میں اسکا کام بنا اور دنیا کی زندگی تو یہی ہے دغا کی جنس

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۪ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
البتہ تم آزمائے جاؤگے مال سے اور جان سے اور البتہ سنوگے اگلی کتاب والوں سے

مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۗ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا
اور مشرکوں سے بدگوئی بہت اور اگر تم ٹھیرے رہو اور پرہیزگاری کرو

فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ
تو یہ ہمت کے کام ہیں

منزل ۱

اوپر کی آیۃ میں اللہ تعالے نے اہل کتاب کی ہٹ دہرمی پر صبر اور درگذر کی ہدایت فرمائی تھی اور یہہ فرمایا تھا کہ یہہ اون کی ہٹ دہرمی کچھہ نئی نہیں ہے۔ بلکہ اون کے بڑوں سے بھی ہوتی آئی ہے یہ آیتیں اوس ہدایت کی تکمیل میں نازل فرماکر فرمایا کہ یہہ تو آخر سب کی آنکھوں کے سامنے کی بات ہے کہ دنیا میں اچھے برے کسیکو قیام نہیں موت سب کے پیچھے لگی ہوئی ہے اچھے برے جو مر گئے اونکو تو دنیا کی بھلائی برائی کا نتیجہ معلوم ہوگیا جو رہ گئے ہیں اون کو بھی یہی موقع پیش آنے والا ہے۔ فقط آنکھہ بند ہونے کی دیر ہے

اور آنکھ کا بند ہونا کچھ دور نہیں۔ کوئی اسمیں آگے ہے کوئی پیچھے اور جب بھلائی برائی کا نتیجہ وقت مقرر پر سامنے آنیوالا ہے تو بھلوں کو ہر طرح کی آزمایش کو موجب اجر جاننا اور اوسپر صبر کرنا چاہئے کہ دنیا میں یہ بڑی ہمت اور عقبے میں بڑے اجر کا کام ہے ❖

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا
اور جب اللہ نے قرار لیا کتاب والوں سے کہ اُسکو بیان کروگے لوگوں پاس اور نہ

تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَبِئْسَ
چھپاؤ گے پھر پھینکدیا وہ قرار اپنی پیٹھ کے پیچھے اور خرید کیا اُسکے بدلے مول تھوڑا سو کیا

مَا يَشْتَرُونَ ۝
بُری خرید کرتے ہیں

یہ وہی معاہدہ ہے جسکا ذکر اوپر کی آیتوں میں گذرا کہ اللہ تعالے نے دنیا کے پیدا کرنے سے ہزارہا برس پہلے دنیا کے ہر ایک دورہ کی مصلحت کیموافق اپنے علم ازلی میں ایک قانون قرار دیا ہے جسکو اوس دورہ دنیوی کی شریعت کہتے ہیں اور اللہ تعالے نے سب نبیوں سے اور نبیوں نے اپنی۔ اپنی امتوں سے یہ عہد لیا ہے کہ ہر زمانہ میں اوس شریعت کیموافق عمل ہوگا جو شریعت اوس زمانہ کے لئے ٹھرائی گئی ہے۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے اہل کتاب نے محض اِس دشمنی سے کہ یہہ نبی آخرالزماں بنی اسمٰعیل میں کیوں ہوئے بنی اسرائیل میں کیوں نہیں ہوئے اس معاہدہ کی پابندی چھوڑدی تھی۔ اور نبی آخرالزماں کے اوصاف کی آیتوں کو چھپا ڈالا تھا لوگوں کو اپنی طرف رجوع رکھنے اور اپنی ریاست اور فضیلت قایم رہنے کے لئے توراۃ کے مسئلے غلط تبلاتے تھے۔ اوسی معاہدہ کی یاددہی کی تنبیہ میں اللہ تعالے نے بہت سی آیتیں قرآن شریف میں حسب موقع نازل فرمائی ہیں۔ چنانچہ پچھلی آیتوں میں یہود کی ایک غلط بیانی کا ذکر تھا کہ ہر نبی کے لئے آگ کا معجزہ ضرور ہے اللہ تعالی نے اون آیتوں میں اون کی اوس غلط بیانی کا جواب دیا۔ اور ان آیتوں میں یہ تنبیہ فرمائی کہ دنیا کی تھوڑے سے لالچ کے لئے اِتنے بڑے سخت اور قدیمی معاہدہ کی مخالفت جو ان لوگوں نے اختیار کی ہے اور پھر اوسپر اس بات کی اُنکو خوشی ہے کہ ان کی چوری کوئی پکڑ نہیں سکتا یہہ انکی تجارت ایک بڑے ٹوٹے کی تجارت ہے دنیا چندروزہ ہے اوسمیں پھر چلکر اونہوں نے کچھ کما کمالیا تو پھر عقبے کے ابدالآباد عذاب سے بچکر کہاں جاوینگے وہ اللہ جسکی باوشاہت زمین و آسمان میں ہے کیا کوئی ہے ایسا جو اون کو اوس کے عذاب سے چھوڑا سکے بعضی روایتوں میں یہہ جو ہے کہ یہہ آیتیں منافقوں کی شان میں نازل ہوئی ہیں اوسکا یہہ مطلب ہے کہ منافقوں کے حال پر بھی اِن آیتوں کا مضمون صادق آتا ہے کہ وہ بھی

منزل ۱

یہود کی طرح کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں ورنہ جو شان نزول ان آیتوں کی اوپر بیان کی گئی ہے وہ صحیحین وغیرہ امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایتہ سے ہے جو قابل ترجیح ہے اتنا ضرور ہے کہ اس روایتہ کے موافق اگرچہ یہہ آیتیں اہل کتاب کی شان میں ہیں لیکن حکم انکا عام ہے اس امتہ کا کوئی عالم بھی کسی حق بات کو جان بوجھ کر چھپاوے گا تو قیامت کے دن اوس سے ضرور مواخذہ ہوگا۔ چنانچہ ابو داؤد ترمذی ابن ماجہ صحیح ابن حبان وغیرہ میں ابو ہریرہ رضہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جو عالم جان کر کسی دین کی بات کو چھپاوے گا تو قیامت کے دن اوسکے مونہہ میں آگ کی لگام دیجاوے گی ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور حاکم نے اسکو بخاری مسلم کی شرط کے موافق صحیح بتلایا ہے +

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا

تو نہ سمجھیو کہ جو لوگ خوش ہوتے ہیں اپنے کیئے پر اور چاہتے ہیں تعریف بن کیئے پر

فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞ وَلِلّٰهِ

سو نہ جان کہ وہ خلاص ہیں عذاب سے اور اونکو دکھ کی مار ہے اور اللہ کو ہے

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞

سلطنت آسمان اور زمین کی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

ع ۱۹ نزول ۱

صحیحین میں حضرت ابو سعید خدری سے روایتہ ہے کہ جب آنحضرت کسی لڑائی پر جاتے تو منافق لوگ جھوٹے عذر پیش کر کے مدینہ میں رہجاتے اور اپنے اس حیلہ سازی پر بہت خوش ہوتے تھے۔ اور جب آنحضرت اور صحابہ لڑائی پر سے واپس آتے تو اپنے اون عذروں کے سچے ہونے اور لڑائی سے رہ جانے کے افسوس پر قسمیں کہاتے تھے۔ غرض اون کی اس قسما قسمی سے یہ ہوتی تھی کہ باوجود لڑائی میں شریک نہونے کے لوگ اون کی تعریف کریں اور کہیں کہ مجبوری سے وہ لڑائی میں شریک نہ ہو سکے۔ ورنہ وہ شریک ہونے پر پورے آمادہ تھے اب حکم اس آیتہ کا عام ہے جو کوئی بغیر کسی نیک کام کرنے کے اوس کام پر اپنی جھوٹی تعریف چاہے گا وہ اسی حکم میں داخل ہو کر جس سخت عذاب کا اس آیتہ میں ذکر ہے اوس عذاب میں مبتلا ہوگا اسی واسطے یہود لوگ جو توریتہ کے بعضے مسئلے چھوڑ کر پھر اپنے آپ کو توریت کا پورا پابند جھوٹ موٹ بتلاتے تھے۔ اور اوس جھوٹی پابندی پر لوگوں سے اپنی مدح چاہتے تھے اونکا اس آیتہ کے حکم میں داخل ہونا خیال کر کے بعض صحابہ نے یہ بھی کہا ہے کہ یہہ آیتہ یہود کی شان میں اوتری ہے جسکے معنے یہ ہیں کہ یہود پر بھی اس آیتہ کا مطلب صادق آتا ہے +

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي

آسمان اور زمین کا بنانا رات اور دن کا بدلتے آنا اونمیں نشانیاں ہیں

الْأَلْبَابِ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ

عقل والوں کو وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور دہیان کرتے ہیں

فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا

آسمان اور زمین کی پیدائش میں اے رب ہمارے تو نے یہ عبث نہیں بنایا تو پاک ہے عیب سے سو ہمکو بچا

عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ

دوزخ کے عذاب سے اے رب ہمارے جسکو تو نے دوزخ میں ڈالا سو اسکو رسوا کیا اور گنہگاروں کا کوئی

مِنْ أَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ

نہیں مددگار اے رب ہمارے ہمنے سُنا کہ ایک پکارنیوالا پکارتا ہے ایمان لانیکو یہ ایمان لاؤ اپنے رب پر

فَآمَنَّا ۚ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۝

سو ہم ایمان لائے اے رب ہمارے اب بخش ہمکو گناہ ہمارے اور اُتار ہماری بُرائیاں اور موت دے ہمکو نیک لوگوں کے ساتھ

رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝

اے رب ہمارے اور دے ہمکو جو وعدہ دیا تو نے اپنے رسولوں کے ہاتھ اور رسوا نہ کر ہمکو قیامت کے دن بتحقیق تو خلاف نہیں کرتا وعدہ

طبرانی اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے شان نزول اس آیتہ کی وہی بیان کی ہے جو اِنَّ فی خلق السموات کے تحت میں اس سے پہلے سورۂ بقر میں بیان ہو چکی۔ لیکن حافظ ابن کثیرؒ نے اس شان نزول پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ آیتہ مدنی ہے اور سورۂ بقر بھی بلا اختلاف مدنی ہے۔ اور قریش کا یہ سوال کہ صفا پہاڑ سونے کا ہو جاوے مکہ میں تھا۔ پھر یہ شان نزول کیونکر صحیح ہو سکتی ہے جواب اس اعتراض کا وہی ہے جو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں دیا ہے کہ قریش کا وہ سوال اگرچہ مکہ میں تھا مگر اوس زمانہ میں نہیں تھا۔ جب آنحضرتؐ ہجرت سے پہلے مکہ میں مقیم تھے بلکہ یہ سوال ہجرت کے بعد اوس زمانہ کا ہے۔ جب قریش میں اور آنحضرتؐ میں صلح تھی +

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ ۖ

پھر قبول کی اُنکی دعا اُنکے رب نے کہ میں ضایع نہیں کرتا محنت کسی محنت کرنیوالیکی تم میں سے مرد ہو یا عورت

بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ ۖ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا

تم آپسمیں ایک ہو پھر جو لوگ اپنے وطن سے چھوٹے اور نکالے گئے گھروں سے اور ستائے گئے

فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ

میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے ہیں اُتاروںگا اُنسے بُرائیاں اُنکی اور داخل کرونگا

منزل

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ○

باغوں میں چلتے نیچے بہتی ندیاں بدلا اللہ ہی کے یہاں سے اور اللہ کے یہاں ہے اچھا بدلا

ترمذی حاکم سعید بن منصور عبد الرزاق اور ابن ابی حاتم نے حضرت ام سلمہؓ سے روایتہ کی ہے وہ کہتی ہیں کہ ایک روز میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے عورتوں کی ہجرت کے اجر کا ذکر قرآن شریف میں نہیں فرمایا اوس پر اللہ تعالےٰ نے یہہ آیتہ نازل فرمائی۔ حاصل معنے آیتہ کے یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ نیک کاموں کا بڑا قدر دان ہے۔ نیک کام خواہ کوئی مرد کرے یا عورت اللہ تعالےٰ ضرور اوسکا اجر دیوے گا حاکم نے اِس شان نزول کو بخاری کی شرط کے موافق صحیح تبلایا ہے

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۭ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۣ ثُمَّ مَاْوٰىھُمْ

تو نہ بہک اسپر کہ آتے جاتے ہیں کافر شہروں میں یہ فائدہ ہے تھوڑا سا پھر اونکا ٹھکانہ

جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ○ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّھُمْ لَھُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ

دوزخ ہے اور کیا بُری تیاری ہے لیکن جو لوگ ڈرتے رہے اپنے رب سے اُن کو باغ ہیں جنکے نیچے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ

بہتی ندیاں رہ پڑے اُنہیں مہمانی اللہ کے یہاں سے اور جو اللہ کے یہاں ہے

خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ○

سو بہتر ہے نیک بختوں کو

اوپر کی آیتوں میں ذکر تھا کہ مخالف شریعت لوگوں کی تجارت بڑے ٹوٹے کی تجارت ہے کیونکہ دنیا چند روزہ ہے اوسمیں پھر چلکر اِن لوگوں نے کچھہ کمایا تو بہ سبب مخالفت شریعت الٰہی کے پھر عقبےٰ کا ابدالآباد عذاب الٰہی انکو بھگتنا پڑے گا۔ اوس مطلب کی فہمایش کے لئے اللہ تعالےٰ نے سورۃ کو اِس مضمون پر ختم فرمایا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ان لوگوں کی دنیا کی آسودگی بہت جلد جانے والی چیز ہے۔ پھر انکا ٹھکانا دوزخ ہے پھر فرمایا جو لوگ پابند شریعت الٰہی ہیں وہ بھی تجارت سے نفع دنیاوی اوٹھاتے ہیں۔ لیکن اونہیں یہ وصف ہے کہ دنیا کے پیچھے اونھوں نے اپنے دین کو نہیں گنوایا۔ اسلئے اونکو عقبےٰ میں بڑی بڑی راحتیں ہیں جنت اور دوزخ کے طرح طرح کے حالات میں اسقدر کثرت سے حدیثیں ہیں جنکا بیان کرنا مشکل ہے اسلئے مختصر طور پر اتنا ذکر کر دینا کافی ہے کہ جنت کی نعمتوں کے باب میں تو ابوہریرہ کی حدیث قدسی صحیح بخاری و مسلم کی اوپر گزر چکی ہے کہ جنت کی نعمتوں کا تفصیلی حال نہ کسی آنکھہ نے دیکھا نہ کان نے سنا نہ اون کا تصور خیال کسی کے دل میں گزر سکتا ہے اور دوزخ کے باب میں نعمان بن بشیر سے صحیحین کی روایتہ ہے کہ کم سے کم دوزخ کا عذاب یہ ہوگا کہ آگ کی جوتیاں

ان کم عذاب والے دوزخیوں کے پاؤں میں پہنا دی جاویں گی جن سے انکا بھیجا کھولنے لگے گا جس طرح دیگ میں پکتے وقت کوئی چیز کھولنے لگتی ہے غرض خدا تعالےٰ سب مسلمانوں کو ایسے عملوں کی توفیق دیوے جس سے اونکو دوزخ کی آفتوں سے بچنا اور جنت کی نعمتوں کو برتنا نصیب ہو۔ آمین یارب العالمین ؏

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ

اور کتاب والوں میں بعضے وہ بھی ہیں جو مانتے ہیں اللہ کو اور جو اترا تمہاری طرف اور جو اترا انکی طرف

خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ

دبے ہوئے ہیں اللہ کے آگے نہیں خرید کرتے اللہ کی آیتوں پر مول تھوڑا وہ جو ہیں ان کو ان کی مزدوری

عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا

ہے ان کے رب کے ہاں بیشک اللہ شتاب لیتا ہے حساب اے ایمان والو ثابت رہو اور مقابلہ میں مضبوطی کرو

وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم مراد کو پہنچو

ع ۱۱ ۲۰ ۱۱

مستدرک حاکم میں عبد اللہ بن زبیر سے اور نسائی میں حضرت انسؓ سے اور تفسیر ابن جریر میں حضرت جابر سے جو روایتہ اس آیتہ کی شان نزول میں ہے اوسکا حاصل یہہ ہے کہ نجاشی بادشاہ حبشہ کا جب انتقال ہوگیا تو آپ نے صحابہ کو ساتھ لیکر بقیع میں جاکر نجاشی کی صلوٰۃ الغائب پڑھی۔ بعضے منافقوں نے یہ چرچا کیا کہ نصرانی غلام حبشی کی نماز مسلمانوں سے آنحضرت نے کیوں پڑھوائی اوس چرچے کو غلط ٹھرانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہہ آیتہ نازل فرمائی حاصل معنے آیتہ کے یہ ہیں کہ سب اہل کتاب ایک سے نہیں ہیں بعضے وہ ہیں کہ عہد کے بعد اللہ کے احکام کو بدلتے اور چھپاتے ہیں جنکا ذکر اوپر گذرا۔ اور بعضے وہ ہیں جو اللہ کی کتابوں پر پورا ایمان رکھتے ہیں۔ جیسے عبد اللہ بن سلام اور اون کی ساتھی اور نجاشی ان لوگوں کو اللہ اجر دیویگا اس سے معلوم ہوا کہ نجاشی درپردہ مسلمان تھا۔ حاکم نے اس شان نزول کو صحیح تبلایا ہے ۔

سورۃ النسآء مدنیۃ وھی	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	مائۃ وسبعون وسبع ایۃ

صحیح قول یہ ہے کہ یہ سورۃ مدنی ہے۔ کیونکہ بخاری میں جو روایتہ ہے اوس میں حضرت عائشہ کے نکاح کے بعد اس سورۃ کا نازل ہونا پایا جاتا ہے۔ اور اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت عائشہ کا نکاح ہجرت کے بعد مدینہ میں ہوا ہے ۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا

اے لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے بنایا تمکو ایکجان سے اور اُسی سے بنایا اُسکا

زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ

جوڑا اور بکھیرے اُن دونوں سے بہت مرد اور عورتیں اور ڈرتے رہو اللہ سے جسکا واسطہ دیتے ہو آپسمیں

بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا

اور خبردار رہو ناتوں سے اللہ ہے تمپر مطلع

تفسیر ابن جریر وغیرہ میں جو متعدد معتبر روایتیں ہیں اونکا حاصل یہہ ہے کہ آگے جو اس سورۃ کی آیتیں آتی ہیں اونمیں اللہ تعالے نے طرح طرح کے احکام قرابت کے ذکر فرمائے ہیں مثلاً قرابتدار ولی جنکی پرورش میں یتیم بچے ہوں یتیموں کے مال کی بابت اونکو حکم فرمایا ہے یا کوئی شخص مر جاوے تو اوسکا مال قرابتدار وارثوں میں کیونکر تقسیم ہونا چاہئے اسکا حکم فرمایا ہے پھر جبتک آدمی قرابتداروں کا پاس اور لحاظ پورا پورا نہ رکھے گا تو اون حکموں کی پابندی پوری پوری آدمی سے نہیں ہو سکتی۔ اسواسطے اون حکموں کے ذکر فرمانے سے پہلے اللہ تعالے نے قرابتداری کو اپنے نام پاک کے ساتھ اس آیۃ میں ذکر فرماکر قرابتداری کی پاسداری کا دھیان لوگوں کو دلادیا ہے اور فرمایا ہے کہ جسطرح لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہیے اوسیطرح قرابتداری کی فروگذاشت سے ڈرنا چاہئے کس لئے کہ جسطرح اللہ تعالے کی نافرمانی سے آدمی دوزخی ہوجاتا ہے اوسیطرح قرابتداری کے شرعی برتاؤ میں کچھہ فروگذاشت کرنے سے بھی آدمی دوزخی ہوجاتا ہے صحیحین میں جبیر بن مطعم سے روایۃ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا جو شخص قرابت کے حق کو ادا نکرے گا وہ ہرگز جنت میں نہیں جاوے گا۔ اسیطرح صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ رحم عرش معلے میں لٹکا ہوا ہے۔ اور یہہ کہتا ہے کہ یا اللہ جو شخص صلہ رحمی کرے اوسپر رحم فرما اور جو قطع رحمی کرے اوسکو کاٹ ڈال اس باب میں اور بھی صحیح حدیثیں ہیں غرض آگے جو احکام آئے ہیں اون کی تعمیل کی تاکید میں یہہ آیۃ اللہ تعالے نے بطور پیش بندی کے نازل فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ اصل پیدائش انسان کی ایک ماں باپ سے ہے اس سے یہہ مطلب ہے کہ آپس کے سلوک میں اول تو اصل پیدائش کو ہرگز نہیں بھولنا چاہئے یہہ خیال کرنا چاہئے کہ جب اس اصل پیدائش کے ساتھ اور قرابت قریبہ ملجاوے۔ تو آپس کے سلوک کی تاکید اور بڑھ جاتی ہے۔ رقیب کہتے ہیں اوسکو جو ہر طرح کی خبر رکھے ؕ

منزل ۱

وَآتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ ۖ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ ۖ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ

اور دے ڈالو یتیموں کو اُنکے مال اور بدل نہ لو گندا ستھرے سے اور نہ کھاؤ اُن کے مال

إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ۝

اپنے مالوں کے ساتھہ یہ ہے بڑا وبال

تفسیر خازن وغیرہ میں جو سعید بن جبیر کی معتبر سندسے روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ غطفان قبیلہ میں ایک شخص کے پاس اوسکا یتیم بھتیجا پرورش پاتا تھا جب وہ لڑکا ہوشیار ہوا تو اوس نے اپنے باپ کا مال چچا سے مانگا چچا نے مال کے دینے سے انکار کیا۔ یہہ جھگڑا آنحضرت کے پاس آیا۔ اوسپر اللہ تعالے نے یہہ آیتہ نازل فرمائی اس آیتہ کا حکم سنکر چچا نے اپنے بھتیجے کو مال دے دیا اور اوس لڑکے نے وہ سب مال خیرات کردیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹے کو خیرات کا اجر ملا اور باپ پر مال کے جمع کرنے کا وبال باقی رہا۔ اور اکثر رشتہ دار لوگ یتیموں کا اچھا مال رکھہ کر اوسکی عوض میں اپنا ناکارہ مال یتیموں کو دے دیتے تھے یا کھا جاتے تھے۔ ان دونوں باتوں سے بھی اللہ تعالے نے اس آیتہ میں منع فرمایا صحیحین میں حضرت ابوہریرہ سے روایتہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا یتیم کا مال کھا جانا۔ شرک کرنا۔ جادو کرنا۔ کسیکو ناحق قتل کرنا۔ جہاد سے بھاگنا۔ پارسا عورتوں پر بدکاری کا بہتان باندھنا۔ سود کھانا۔ یہہ سات بڑے گناہ ہیں۔ جن سے آدمی ہلاک ہوجاتا ہے۔ ان سے بچو۔ حوب کے معنے گناہ کے ہیں ✣

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ

اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کروگے یتیم لڑکیوں کے حق میں تو نکاح کرو جو تمکو خوش آویں عورتیں دو دو

وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ

تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ برابر نہ رکھو گے تو ایک ہی یا جو اپنے ہاتھہ کا مال ہے

أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ۝

اسمیں لگتا ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو

بخاری میں روایتہ ہے کہ عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہ سے اس آیتہ کی شان نزول پوچھی تھی۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اے میرے بھانجے بعضے یتیم لڑکیاں لوگوں کی پرورش میں ہوتی تھیں وہ لوگ ان لڑکیوں کو مالدار اور خوبصورت دیکھہ کر اون کے مال اور جمال پر گرویدہ ہوجاتے اور پہلے تو ان لڑکیوں سے نکاح کرلیتے تھے پھر اون کو گھر کی لڑکیاں سمجھکر پرائے گھر کی لڑکیوں جیسے اون کے حق ادا نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالے نے اس آیتہ میں اوس سے منع فرمایا اور فرمادیا کہ ایسی صورت میں ایک سے لیکر چار تک تم پرائے گھر کی لڑکیاں کیا کرو تاکہ اون کے حق ادا کرنے پر تمکو پرائے گھر کی شرم دامنگیر ہو چار سے زیادہ عورتوں کے نکاح میں رکھنے کی حرمت پر حدیثیں وارد ہیں اس لئے

شیعہ یا جو اور لوگ چار سے زیادہ عورتیں منکوحہ رکھنے کے قایل ہیں اونکا قول اون حدیثوں کے مخالف ہے چنانچہ ترمذی میں حضرت ابن عمر سے روایتہ ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی جب مسلمان ہوئے تو اون کی دس بی بیاں تھیں وہ سب اون کے ساتھ مسلمان ہو گئیں لیکن آنحضرت نے غیلان سے فرمایا چار عورتوں کو اون میں سے تم رکھہ لو۔ باقی کو چھوڑ دو اور ابو داؤد میں حارث بن قیس سے روایتہ ہے کہ جب وہ مسلمان ہوئے تو اون کی آٹھہ بیبیاں تھیں۔ اونکو بھی آنحضرت نے وہی حکم فرمایا جو حکم غیلان کو دیا تھا۔ غیلان بن سلمہ اور حارث بن قیس کی روایتیں حسن اور قابل حجت ہیں حاصل کلام یہہ ہے کہ جسطرح آپنے لوگوں کے پاس ایک ساتھہ دو بہنوں کو پاکر ایک کو اونمیں سے چھوڑ وادیا ہے جسکی روایتہ معتبر سند سے مسند امام احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے اوسیطرح آپنے چار سے زیادہ عورتوں کو چھوڑ وادیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حرمت میں یہہ دونوں امر برابر ہیں آخر آیتہ میں فرمایا کہ زیادہ بی بیاں کرنے میں تمکو یہہ ڈر ہو کہ تم نان ونفقہ وغیرہ میں اون کے ساتھہ انصاف سے پیش نہ آسکو گے تو نہ چار کرو نہ تین نہ دو۔ بلکہ ایک ہی بی بی۔ یا لونڈی پر قناعت کرو تاکہ تم پر بار کم ہو اور جس بے انصافی کا خطرہ ہے وہ پیش نہ آوے ؞

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا

اور دے ڈالو عورتوں کو مہر انکے خوشی سے — پھر اگر وہ اسمیں سے کچھہ چھوڑ دیں تمکو دل کی خوشی سے — منزل ۱

فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا ۝

تو وہ کھاؤ رچتا پچتا

صحیحین وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہہ ہے کہ نکاح کے باب میں اسلام سے پہلے طرح طرح کے رواج تھے یہہ آیتہ نازل فرماکر اللہ تعالےٰ نے اسلام میں جنکو بند فرما دیا ایک رواج تو یہہ تھا کہ جب کوئی یتیم لڑکی ایسی مالدار یا خوبصورت ہوتی کہ پرورش کرنے والا قرابتدار خود اوس سے نکاح کرنے پر مایل ہو تو ایسی حالت میں وہ ولی پرورش کرنے والا۔ اوس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر دیتا تھا۔ مگر یہہ نکاح اسطرح بیدلی سے کیا جاتا تھا کہ ماں باپ والی لڑکی کی طرح اوسکا مہر نہیں باندھا جاتا تھا جو قدر قلیل مہر ٹہر جاتا تھا۔ وہی کافی خیال کیا جاتا تھا۔ اور کبھی کبھی اسطرح کی لڑکی کو بلا مہر کے ایک اونٹ پر بٹھا کر خاوند کے گھر بھیجدیا جاتا تھا۔ کبھی کسی خاندان میں اپنی لڑکی بلا مہر بیاہی جاکر نکاح کے وقت یہہ شرط ٹھہر جاتی تھی کہ اوس خاندان کی ایک لڑکی ہم بھی بلا مہر لیویںگے۔ اسیکو نکاح شغار کہتے ہیں اور نکاح کے بعد عورت اگر اپنا سارا مہر یا کوئی حصہ معاف کر دیوے تو اوسکو بھی جائز نہیں خیال کیا جاتا تھا۔ اور پرورش کرنے والے مہر لیکر خود رکھہ لیتے تھے۔ لڑکی کو اوسمیں سے کچھہ نہیں دیتے تھے ؞

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا

اور مت پکڑا دو بے عقلوں کو اپنے مال جو اللہ نے بنائے تمہاری گزران اور انکو اسمیں کھلاؤ

وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○

اور پہناؤ اور کہو اُن سے بات معقول

یہاں عبداللہ بن عباسؓ و سعید بن جبیر میں اختلاف ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیتہ کی شان نزول یہہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی بی بی بدسلیقہ ہو یا اولاد بدخو اور بیوقوف ہو تو ایسی بی بی بچوں کے ہاتھہ میں خرچ نہ دینے کے لئے یہ آیتہ اوتری ہے اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ نہیں جو یتیم بے وقوف ہوں اونکا مال اون کے ہاتھہ میں نہ سونپ دینے کے لئے یہہ آیتہ اوتری ہے لیکن اصل میں اس آیتہ کا حکم عام ہے ہر طرح کے بیوقوف کو شامل ہے اور حاصل معنے آیتہ کے یہہ ہیں کہ بدسلیقہ خواہ بی بی بچے ہوں یا یتیم مال اون کے حوالہ نہ کیا جاوے ہاں اون کو اوس مال میں سے کھلانا پہنانا چاہیئے اور اون سے اسطرح کی فہمایش کی باتیں کہدینی چاہئیں جس سے اونکا دل خوش ہو مال کو گزران اسلیئے فرمایا کہ اسی سے ہر طرح کا کام چلتا ہے ✣

منزل ۱

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْا

اور سدھاتے رہو یتیموں کو جبتک پہنچیں نکاح کی عمر کو پھر اگر دیکھو انمیں ہوشیاری تو حوالہ کرو

إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَأْكُلُوْهَا إِسْرَافًا وَّبِدَارًا أَنْ يَّكْبَرُوْا وَمَنْ كَانَ

اونکے مال اور کھا نہ جاؤ اُن کو اُڑا کر اور گھبرا کر کہ یہ بڑے ہو جائیں اور جو کوئی

غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ

محفوظ ہو تو چاہیئے کہ بچتا رہے اور جو کوئی محتاج ہے تو کھاوے موافق دستور کے پھر جب اُنکو حوالہ کرو

إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ○

اُن کے مال تو شاہد کر لو اسپر اور اللہ بس ہے حساب سمجھنے والا

تفسیر خازن وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اون کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص رفاعہ کا آنحضرت کے زمانہ میں انتقال ہوا رفاعہ کے بھائی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آنکر مسئلہ پوچھا کہ رفاعہ کا بیٹا ثابت میری پرورش میں ہے اوسکا مال جو اوسکا باپ چھوڑ مرا ہے کب اوسکے حوالہ کیا جائے اوسپر اللہ تعالے نے یہ آیتہ نازل فرمائی حاصل معنے آیتہ کے یہ ہیں کہ یتیم لڑکا لڑکی جب بالغ ہو جاویں اور اونکی عقل بھی ترکہ کا مال سنبھالنے کے قابل نظر آوے اوسوقت اونکا مال اون کے حوالہ کر دیا جاوے اور غنی پرورش کرنے والا قرابت دار

یتیم کے مال میں سے کچھ خرچ نہ کرے البتہ محتاج پرورش کرنے والا قرابتدار ضروری اپنا ذاتی خرچ یتیم کے مال میں سے چلا لیا کرے اور یتیم کو جب مال حوالہ کیا جائے تو دو گواہوں کے روبرو حوالہ کیا جایا کرے تاکہ آیندہ کو جھگڑا نہ پڑے بعضے علماء نے لڑکا لڑکی کی عقل اور ہوشیاری آزمانے کی یہ صورت بیان کی ہے کہ پہلے اونکو تھوڑا مال دیکر اونکا کام کاج دیکھا جاوے اور اوس سے اونکی ہوشیاری کا اندازہ کیا جاوے۔ بالغ ہونے کی علامت زیر ناف کے بال اور احتلام ہے +

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ

مردوں کو بھی حصہ ہے اُسمیں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور ناتے والے اور عورتوں کو بھی حصہ ہے اُسمیں جو چھوڑ مریں

الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝

ماں باپ اور ناتے والے اس تھوڑے میں یا بہت میں حصہ مقرر کیا ہوا

ابن حبان نے کتاب الفرائض صحیح ابن حبان میں اور ابو شیخ نے اپنی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضہ سے روایۃ کی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ لڑکوں کے قرابتدار مردے کے مال میں سے لڑکیوں کو حصہ نہیں دیتے تھے۔ اور لڑکوں کو بھی سن بلوغ تک پہونچنے سے پہلے حصہ سے محروم رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ مردے کے مال میں سے حصہ پانے کا وہی حقدار ہے جو لڑائی بھڑائی کے کام کا ہو اسلام کے بعد ایک شخص اوس بن ثابت انصاری نے وفات پائی تین لڑکیاں اور ایک بی بی ام کحہ اوس بن ثابت کے وارث اگرچہ موجود تھے لیکن اوس بن ثابت کے چچا زاد بھائی سوید اور عرفطہ نے سب مال اوس بن ثابت کا لے لیا اور اوس بن ثابت کی بی بی اور لڑکیوں کو کچھ نہ دیا۔ اوس بن ثابت کی بی بی ام کحہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ماجرے کا ذکر کیا۔ اوسپر اللہ تعالے نے یہ آیۃ نازل فرمائی۔ مگر یہ آیۃ مجمل تھی اس سے اسیقدر معلوم ہوتا تھا کہ جاہلیت کا دستور اللہ کو ناپسند ہے۔ بی بی۔ اور لڑکیوں کا حصہ خاوند اور باپ کے مال میں ہونا چاہئے۔ لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ حصہ کسقدر ہے اسلئے اللہ تعالے نے بطور تمہید کے یہ آیۃ نازل فرمائی۔ اور آگے کی آیۃ یوصیکم اللہ میں ہر ایک کے حصہ کی تفصیل نازل فرمائی +

منزل ۱

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ

اور جب حاضر ہوں تقسیم کے وقت ناتے والے اور یتیم اور محتاج تو اونکو کچھ کھلا دو اُسمیں سے

وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝

اور کہو اُن کو بات معقول

اس آیۃ کے منسوخ ہونے اور ہونے میں صحابہ اور تابعین کا بڑا اختلاف ہے یہانتک کہ امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس سے بھی اس باب میں دو روایتیں آئی ہیں۔ ایک روایۃ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیۃ یوصیکم اللہ سے

منسوخ ہے اور دوسری روایتہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ منسوخ نہیں ہے اور رفع اِس اختلاف کا یہی ہے کہ منسوخ نہونے کی روایتہ بہ نسبت منسوخ ہونے کی روایتہ کے زیادہ قوی ہے چنانچہ اسیوجہ سے امام بخاری نے بخاری میں بوجہ ثقاہت راویوں کے منسوخ نہ ہونے کی روایتہ کو لیا ہے دوسری روایتہ کو نہیں لیا۔ اور اِس صورت میں معنے اِس آیتہ کے آیتہ یوصیکم اللہ کے ساتھ ملاکر یہہ ہونگے۔ کہ آیتہ یوصیکم اللہ سے جن قرابتداروں کے حصہ قرار پائے ہیں اون قرابتداروں کے ماسوا جو اور ایسے قرابتدار ہیں جنکا کچھہ حصہ مقرر نہیں ہے اونکا اِس آیتہ میں ذکر ہے کہ تقسیم مال کے وقت اونکو کھانا کھلایا جاوے۔ یا کچھہ دیدیا جاوے اور زیادہ نہ دینے کا عذر نرم لفظوں میں کردیا جاوے اِس وجہ سے دونوں آیتوں کا حکم اپنی اپنی جگہہ قایم ہے ایک حکم دوسرے حکم سے منسوخ نہیں ہے چنانچہ بعضی روایتوں میں خود حضرت عبداللہ بن عباس نے اِن معنوں کی صراحت فرمائی ہے

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ

اور چاہیے ڈریں وہ لوگ اسی کہ اگر چھوڑیں اپنے پیچھے اولاد ضعیف تو خطرہ کھاویں اُن پر تو چاہیے ڈریں اللہ سے

وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا

اور کہیں بات سیدھی جو لوگ کھاتے ہیں مال یتیموں کے ناحق

إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ع

وہ یہی کھاتے ہیں اپنے پیٹ میں آگ اور اب پیٹھیں گے آگ میں

علمائے مفسرین نے اِس آیتہ کی شان نزول دوطرح بیان کی ہے بعضے کہتے ہیں کہ قریب المرگ بیمار کے پاس اور پرواے لوگ بیمار کو ایسی صلاحیں دیا کرتے تھے کہ حقدار وارثوں کا حق مار کر غیروں کے نام پر تہائی حصہ سے زیادہ نام نمود کے لئے وصیت کرے اون کی ممانعت میں اللہ تعالے نے یہ آیتہ نازل فرمائی ہے اور اسطرح کی صلاح کاروں کو ڈرایا ہے کہ صلاح نیک دو آج دوسروں کی اولاد کا حق مارا جانے کی صلاح دوگے تو کل تمہاری اولاد کے لئے بھی یہی دن پیش آنے والا ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ یتیموں کے بڑے بوڑھے یتیموں کو اور یتیموں کے مال کو بے احتیاطی سے رکھتے تھے اون کے ڈرانے کو اللہ تعالی نے یہہ آیتہ نازل فرمائی ہے کہ کل کو تمہاری اولاد بھی یتیم ہونے والی ہے دوسروں کے یتیم اولاد کے ساتھہ اچھا برتاؤ رکھو اور اپنی اولاد کا یہہ دن یاد کرو رفع اِس اختلاف کا یہی ہے کہ آیتہ عام ہے دونوں حکموں کو شامل ہے چنانچہ خود امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس سے دونوں شان نزول کی روایتیں ہیں صحیح ابن حبان میں۔ ابی برزہ سے روایتہ ہے کہ آنحضرت نے ایکدن فرمایا کہ قیامت کے دن ایک گروہ خلقت کا قبروں سے جب اوٹھیگا تو اون کے موہنہ اور آنکھہ ناک کان سے آگ کے شعلے

نکلتے ہونگے صحابہ نے پوچھا کہ حضرت وہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا یتیموں کا مال کھانے والے اور وصیت میں بے احتیاطی کی ممانعت کی یہہ حدیث ترمذی اور ابو داؤد کے حوالہ سے اوپر سورہ بقر میں گذر چکی ہے کہ بعضے لوگ ساری عمر نیک عمل کر کے آخر وقت وصیت میں بے احتیاطی کرتے ہیں جس سے اون کے سارے نیک عمل ضائع ہو جاتے ہیں بعضے مفسروں نے یہہ جو وہم کیا ہے کہ آیۃ وان تخالطوہم فاخوانکم سے آیۃ ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما منسوخ ہے یہہ وہم بالکل غلط ہے یتیم کا مال کھانا کسیطرح جائز نہیں ہے اور نہ آیۃ وان تخالطوہم کا یہہ مطلب ہے کہ یتیم کا مال کھانا جائز ہے بلکہ اس آیۃ کا مطلب تو اسیقدر ہے کہ یتیم کے خرچ سے یتیم کے کھانے کے موافق آٹا دال وغیرہ جنس میں ملا کر پکا سکتے ہو غرض یتیم کے مال کی بابت جب اللہ تعالے نے سخت اور تشددی احکام نازل فرمائے تو لوگ بہت ڈر گئے تھے۔ اور جن لوگوں کی پرورش میں یتیم تھے اونہوں نے یہانتک احتیاط کی کہ یتیموں کا کھانا بھی الگ پکوانے لگے اسمیں ایک طرح کا حرج تھا اسلئے اللہ تعالے نے آیۃ وان تخالطوہم سے صرف اوس حرج کو رفع فرمایا ہے کسی حکم کی منسوخی اس آیۃ سے نہیں فرمائی ہے۔ اوپر حضرت ابو ہریرہ کی حدیث گذر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یتیم کے مال کھا جانے کو بڑا گناہ فرمایا ہے اس سے ابن حبان کی روایۃ کی تائید ہوتی ہے ❖

منزل

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ

کہہ رکہتا ہے تمکو اللہ تمہاری اولاد میں مرد کو حصہ برابر دو عورتوں کے پھر اگر نری عورتیں ہوں

اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ

دو سے اوپر تو ان کو دو تہائیاں جو چھوڑ مرا اور اگر ایک ہے تو اوسکو آدھا اور میت کے ماں باپ کو

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ

ہر ایک کو دونوں میں چھٹا حصہ جو چھوڑ مرا اگر میت کی اولاد ہے پھر اگر اوسکو

وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ

اولاد نہیں اور وارث ہیں اوسکے ماں باپ تو اوسکی ماں کو تہائی پھر اگر میت کے کئی بھائی ہیں تو اوسکی ماں کو چھٹا حصہ

مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ

پیچھے وصیت کے جو دلوا مرا یا قرض کے تمہارے باپ اور بیٹے تمکو معلوم نہیں کون شتاب پہنچتے ہیں

أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

تمہارے کام میں حصہ باندھا اللہ کا ہے اللہ خبردار ہے حکمت والا

صحاح ستہ اور مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت جابرؓ سے ان آیات کی شان نزول جو بیان کیگئی ہے اوسکا ماحصل یہ
کہ خود حضرت جابرؓ بیمار تھے آنحضرت اون کی خیر و عافیت کی خبر کو تشریف لائے اور حضرت ابوبکر صدیق بھی آنحضرت
کے ساتھ تھے اتنے میں حضرت جابر کو غش آگیا۔ آنحضرت نے اون کا یہ حال دیکھکر پانی منگوا کر وضو کیا
اور وضو کا بچا ہوا پانی حضرت جابر پر چھڑکا جس سے حضرت جابر کو ہوش آیا۔ اور حضرت جابر نے
اپنے مال کی تقسیم کی بابت آنحضرت سے مسئلہ پوچھا۔ اسیطرح سعد بن ربیع کی بی بی نے بھی آنحضرت سے
فریاد کی تھی کہ سعد بن ربیع کے بھائی نے سب مال سعد کا لے لیا ہے۔ سعد بن ربیع کی دونوں بیٹیوں کو
کچھ نہیں دیا۔ اور ام کحہ نے فریاد کی تھی جسکا ذکر اوپر گذرچکا ۔ اسطرح کی تقسیم کے سوالات پیش آنے
سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اور طرح طرح کے حصوں کو اس آیتہ اور اس کے بابعد کی آیتہ
اور آخر سورۃ کی آیتہ میں بیان فرمایا۔ منجملہ اوس کے اس آیتہ میں دو میراثیں بیان فرمائیں اولاد کی اور
ماں باپ کی۔ اولاد میں اگر لڑکے لڑکیاں دونوں ہوں تو لڑکوں کا دوہرا حصہ ہے اور لڑکیوں کا اکہرا
اور اگر میت کا کوئی لڑکا نہ ہو بلکہ فقط ایک لڑکی اولاد میں ہو تو آدھا مال لیوے اور کئی لڑکیاں ہوں
تو دو تہائی مال برابر بانٹ لیویں۔ اگر میت کی اولاد ہے یا ایک سے زیادہ بھائی بھن ہیں تو ماں کا چھٹا حصہ
اور دونوں نہیں تو تہائی اسیطرح میت کی اگر اولاد ہے تو باپ کا چھٹا حصہ ہے۔ اور اولاد نہیں ہے تو ماں
کو تہائی مال دیا جاکر باپ کو باقی سب مال ملجاویگا۔ میت نے کچھ وصیت کی ہو یا اوسکے ذمہ کچھ قرض ہو تو
اسکی وصیت اور ادائے قرضے کے بعد یہ حصے ہونگے۔ آخر آیتہ کا یہ مطلب ہے کہ میت کا نفع ماں
باپ اور بیٹے دونوں سے متعلق ہے اسلئے وہ طریقہ جسمیں مال بغیر وصیت کے فقط بیٹے کو ملتا تھا اور
وصیت ماں باپ کے لئے ہوتی تھی۔ آیندہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے موقوف کر دیا +

منزل ۱

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ
اور تمکو آدھا مال جو چھوڑمریں تمہاری عورتیں اگر نہوں اونکی اولاد پھر اگر اونکی اولاد ہے
وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ
تو تمکو چوتھائی مال جو چھوڑا بعد وصیت کے جو دلوامریں یا قرض کے اور عورتونکو
الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ
چوتھائی مال جو چھوڑمرو تم اگر نہو تمکو اولاد پھر اگر تمکو اولاد ہے تو اونکو آٹھواں حصہ
مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّورَثُ
جو کچھ تمنے چھوڑا بعد وصیت کے جو تم دلوا مرو یا قرض کے اور اگر جس مرد کی میراث ہو

كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ

باپ بیٹا نہیں رکہتا یا عورت ہو اور اسکا ایک بہائی ہے یا بہن تو دونوں میں ہر ایک کو چہٹا حصہ پھر اگر زیادہ ہوئے

مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ

اِس سے تو سب شریک ہیں ایک تہائی میں بعد میت کے جو ہو چکی ہے یا قرض کے

غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۭ

جب اوروں کا نقصان نہ کیا ہو یہ کہہ رکہا اللہ نے اور اللہ سب جانتا ہے تحمل والا ۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ بی بی کے مال میں شوہر کا آدہے مال کا حصہ ہے جبکہ بی بی کے اولاد نہو اور اگر اوس شوہر یا اور شوہر سے اولاد ہو تو شوہر کا چوتہائی مال کا حصہ ہے۔ اسیطرح شوہر کے مال میں بی بی کا چوتہائی مال کا حصہ ہے جبکہ شوہر کے کوئی اولاد نہو اور اگر اولاد ہو تو بی بی کو آٹہواں حصہ ملے گا۔ اب میاں بی بی کے میراث کے بعد آیتہ میں بہائی بہن کی میراث کا جو ذکر ہے اوسکی تفصیل یہ ہے کہ باپ اور بیٹے کے ساتہہ بہائی بہن کو کچہہ نہیں ملتا جب باپ اور بیٹا نہ ہوں تو میت کے بہائی بہن کی یہ صورت ہے کہ اگر وہ بہائی بہن سگے ہوں یا فقط باپ میں شریک ہوں تو اونکا حصہ مثل میت کے اولاد کے دوہرا اور اکہرا ہے۔ لیکن اُن کے حصہ کا ذکر اس آیتہ میں نہیں ہے بلکہ اِس آیتہ میں فقط اون بہائی بہن کے حصہ کا ذکر ہے جو ماں میں شریک ہیں کہ ایک کو اون میں سے چہٹا حصہ ہے اور زیادہ کو تہائی اور اکثر علماء کا قول ہے کہ جس میت کا باپ بیٹا دونوں میں سے کوئی نہ ہو اسکو کلالہ کہتے ہیں شروع رکوع سے یہاںتک حصہ داروں کا بیان ہوا۔ آدہا۔ پاؤ۔ آٹہواں تہائی دو تہائی چہٹا۔ یہ حصے ہیں جو ان حصہ داروں کو مل سکتے ہیں اگر ان حصوں میں کچہہ خلل تقسیمی پڑ جاوے تو تہائی یا چہٹا حصہ مقررہ حصہ پر بڑہا لیتے ہیں جسکو عول کہتے ہیں زیادہ تفصیل اسکی فرائض کی کتابوں میں ہے۔ اب حصہ داروں کے سوا اور قسم کے وارث ہیں جنکو عصبہ کہتے ہیں۔ اون کا کچہہ حصہ نہیں ہے۔ لیکن اگر حصہ دار نہوں تو عصبہ سب مال لے لیتا ہے اور کبہی عصبہ کو حصہ داروں سے بچا ہوا سب مل جاتا ہے جیسے اوپر گذرا کہ میت کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ ہوں تو ماں کو تہائی مال۔ دیا جاکر باقی سب مال باپ کو مل جاتا ہے۔ اگر حصہ دار اور عصبہ دونوں نہوں تو تیسری قسم ذوی الارحام کی ہے وہ ایسے قرابتدار ہیں جنمیں عورت کا واسطہ ہے جیسے نانا یا نواسا انکا حساب بہی عصبہ کا سا ہے زیادہ تفصیل ان سب مسائل کی فرائض اور فقہ کی کتابوں میں ہے۔ وصیت میں نقصان کی دو صورتیں ہیں یا تو یہ کہ تہائی سے زیادہ وارثوں کے سوا کسی اجنبی شخص کے نام وصیت کرائی جاوے یا یہ کہ جب وارث کا حصہ معین ہے اوسکو اپنی طرف سے رعایت کر کے کچہہ زیادہ کی وصیت کر دے ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ وغیرہ میں ابوہریرہ سے روایتہ ہے جسمیں یہ ہے کہ بعضے آدمی عمر بہر اچہے کام کرتے ہیں اور آخر عمر میں خلاف شرلعیت وصیت کر کے اپنی عقبے بگاڑ لیتے ہیں۔ اِس حدیث کی سند میں بشر بن حوشب ہے جنکا حال اوپر ایک

منزل ۱

ایک جگہ گذر چکا ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے ✤

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

یہ حدیں باندہی اللہ کی ہیں اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور رسول کے اُسکو داخل کرے باغوں میں جنکے نیچے بہتی ندیاں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ

رہ پڑے اُنمیں اور وہی ہے بڑی مراد ملنی اور جو کوئی بیحکمی کرے اللہ کی اور رسول کی اور بڑھ جاوے اسکی

حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ع

حدوں سے اُسکو داخل کرے آگ میں رہ پڑے اُنمیں اور اُسکو ذلت کی مار ہے

لفظ تلک سے اون احکام کیطرف اشارہ فرمایا ہے جو شروع سورہ سے یہاں تک نکاح یتیموں کے مال میراث اور وصیت کے باب میں گذرے ہیں اور اون احکام کا نام حدود اسلیئے فرمایا کہ اونکی پابندی اور ترک پابندی پر جنت کے وعدے اور دوزخ کے وعید کو منحصر فرمایا ہے لیکن باوجود اس وعدہ اور وعید کے اس آخری زمانہ میں ان حدود اللہ کے اکثر لوگ پابند نہیں ہیں اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے اونکو اپنے احکام کی پابندی کی توفیق عنایت فرماوے ✤

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ

اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتوں میں تو شاہد لاؤ اُنپر چار مرد اپنے

فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ

پھر اگر وہ گواہی دیویں تو اُنکو بند رکھو گھروں میں جب تک بھرلیوے اُنکو موت یا کردے

اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ۝ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا

اللہ اُن کی کچھ راہ اور جو دو کرنے والے کریں تم میں سے وہی کام تو اُنکو ستاؤ پھر اگر توبہ کریں اور سنوار پکڑیں

فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

تو اُنکا خیال چھوڑ دو اللہ توبہ قبول کرتا ہے مہربان

معتبر سند سے مسند بزار میں حضرت امام المفسرین عبد اللہ بن عباس سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ سورہ نور کی آیۃ الزانیہ والزانی کے نازل ہونے تک بدکار عورت کو بدکاری سے باز رکھنے کے لئے گھر میں تازیست بند رکھنے کا حکم تھا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے حسب وعدہ سورہ نور میں کواری مرد عورت کے لئے سو کوڑے مارنے اور سال بھر کی جلاوطنی کا اور بیاہے ہوئے مرد و عورت کے لئے سنگسار کرنے کا حکم نازل فرمایا۔ اسیطرح مسند امام احمد

ع ۱۳ منزل ۱

صحیح مسلم اور سنن میں عبادہ بن صامت سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ سورۂ نور کی آیت کے نازل ہونے سے پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی عورتوں کے تازیست گھر میں بند رکھنے کے بجائے اللہ تعالے نے کوارے مرد عورت کے لئے سو کوڑے اور برس دن کی جلاوطنی کا اور بیاہے ہوئے مرد و عورت کے لئے سو کوڑے اور سنگسار کرنے کا حکم نازل فرما دیا اس حکم کو یاد کر لو۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے سنگساری کے ساتھ کوڑوں کا حکم اس حدیث میں جو ہے امام احمد رح کا عمل بھی اسکے موافق ہے۔ باقی ائمہ کا آپس میں اختلاف ہے۔ اسیطرح برس دن کی جلاوطنی کو امام ابو حنیفہ رح نے حاکم کے رائے پر منحصر رکھا ہے مفسرین کا آپس میں اختلاف ہے کہ سورہ نور کی آیت سے یہ آیت منسوخ ہے یا نہیں ظاہر یہی ہے کہ یہہ صورت ناسخ منسوخ کی نہیں کیونکہ یہہ آیت سرے سے ہی ایک مدت معینہ کے عمل کے لئے تھی منسوخ تو وہ ہے کہ بلا قید مدت کے ایک حکم نازل ہوا اور پھر دوسرے حکم سے اوس پہلے حکم کا عمل موقوف کر دیا جاوے آیت کے دوسرے ٹکڑے میں یہہ جو فرمایا کہ جو دو کرنے والے کریں تم میں وہی کام تو اذیت دو انکو ستاؤ اسکی تفسیر میں مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ بدفعلی ہے جو دو مرد آپس میں کریں۔ حد کے نازل ہونے سے پہلے ان کے ستانے کا حکم تھا جسکا مطلب یہ تھا کہ انکو توبہ کرنے سے پہلے زبانی جھڑک دیا جاوے اور کچھہ معمولی مارپیٹ کر دی جاوے اب حد کے نازل ہو جانے کے بعد بعضے سلف تو اون کے حق میں حد زنا کے قائل ہیں۔ ایک قول کے موافق امام شافعی کا مذہب بھی یہی ہے اور بعضے حد قتل کے اور بعضے آگ میں جلانے یا بلند جگہ پر سے دھکا دیکر گرا دینے کے قائل ہیں حد قتل کے باب میں حضرت عبداللہ بن عباس سے ایک مرفوع روایت بھی مسند امام احمد ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ مستدرک حاکم اور بیہقی میں اور ایک روایت ابو ہریرہ سے ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں ہے لیکن علماء نے ان حدیثوں میں طرح طرح کا کلام کیا ہے ہاں اتنی بات ہے کہ اس باب کی سب روایتوں کو ملایا جاوے تو اس حکم کو ایک طرح کی قوت ہو جاتی ہے اسیواسطے ایک روایت کے موافق امام شافعی کا مذہب بھی قرار پایا ہے

منزل ۱

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن

توبہ قبول کرنی اللہ کو ضرور سو اُنکی جو کرتے ہیں بُرا نادانی سے پھر توبہ کرتے ہیں

قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَلَيْسَتِ

شتاب سے تو اُنکو اللہ معاف کرتا ہے اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا اور نہیں

التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ

توبہ نہیں جو کرتے جاتے ہیں بُرے کام جب تک سامنے آئے ایسے کسی کو موت کہنے لگا

إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ

میں نے توبہ کی اب اور نہ اُنکو جو مرتے ہیں کفر میں اُن کے واسطے ہمنے تیار کی

عَذَابًا اَلِيْمًا

دکھ کی مار

اوپر کی آیۃ میں توبہ کا ذکر تھا۔ اسلئے اس آیۃ میں اللہ تعالےٰ نے توبہ کے قبول ہونے اور نہ ہونے کا ذکر فرمایا۔ اوپر گذر چکا ہے کہ توبہ کے قبول ہونیکا وقت وہی ہے کہ آدمی گناہ کرکے اضطرار کیحالت سے پہلے توبہ کرلیوے ورنہ موت کے آثار پیدا ہوجانے اور اضطرار کی حالت پیش آجانے کے وقت کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اضطرار کی حالت کے پیش آجانے کا یہ مطلب ہی کہ جسطرح فرعون نے بالکل ڈوبتے وقت توبہ کی اور قبول نہیں ہوئی اسیطرح خراٹا لگ جانے اور دم اوکھڑ جانے کے وقت کوئی شخص توبہ کرے گا تو اوسکی توبہ قبول نہوگی۔ چنانچہ اس باب میں حضرت عبد اللہ بن عمر کی حدیث جس کو ترمذی نے حسن کہا ہے اوپر گذر چکی ہے حاصل کلام یہہ ہے کہ توبہ کے قبول ہونے کے لئے آیندہ گناہ سے باز رہنے اور نیک کام کرنے کا ارادہ ضرور ہے خراٹا لگ جانے کے بعد موت کا بالکل یقین ہوجاتا ہے اور اس ارادہ کا موقع باقی نہیں رہتا اسواسطے اوسوقت کی توبہ پوری نہیں جیسے مغرب کیطرف سے آفتاب نکلنے کے وقت سبکو موت کا یقین ہوجاوے گا۔ اور اوسوقت کی توبہ مفید نہ ہونے کے سبب سے توبہ کا دروازہ جو مغرب کیطرف ہے وہ بند ہوجاوے گا۔ چنانچہ ترمذی وغیرہ میں جو معتبر سند سے روایتیں ہیں انمیں صراحت سے اسکا ذکر ہے ✤

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۭ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ

اے ایمان والو حلال نہیں تمکو کہ میراث میں لیلو عورتوں کو زور سے اور نہ انکو بند کرو

لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْ

کہ لیلو اُن سے کچھ اپنا دیا مگر کہ وہ کریں بیحیائی صریح اور گزران کرو

هُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ

عورتوں کے ساتھ معقول پھر اگر وہ تمکو نہ بہاویں تو شاید تمکو نہ بہاوے ایک چیز اور اللہ نے رکھی

فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ

اسمیں بہت خوبی اور اگر بدلا چاہو ایک عورت کی جگہ دوسری عورت اور دے چکے ہو

اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ۭ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا

ایک کو ڈھیر مال تو پھیر نہ لو اسمیں سے کچھہ کیا لیا چاہتے ہو ناحق اور صریح

مُّبِيْنًا ۝ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ

گناہ سے اور کیونکر اُسکو لے سکو اور تحقیق پہنچ چکی ایک دوسرے تک اور لے چکیں

مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝

تم سے عہد گاڑہا

منزل ۱

بخاری ابوداؤد اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایتہ ہے کہ اسلام سے پہلے یہہ دستور تھا کہ مرنے کے وارث بیوہ عورت کو غیر جگہ
نکاح نہ کرنے دیتے تھے بلکہ اوس عورت کو مجبور کرکے خود ہی اوس سے نکاح کرتے تھے اور دوسرے شخص سے نکاح کرنے کی اجازت
دیتے تو مہر کی ساری رقم یا اوس میں کا کوئی حصہ اوس عورت سے خود لے لیتے تھے۔ غرض بہ نسبت عورت کے رشتہ دار اور وارثوں کے
خود ہی عورت کے زیادہ حقدار ٹھہرتے تھے اوس دستور کو اسلام میں بند کرنے کی غرض سے اللہ تعالےٰ نے یہ آیتہ نازل فرمائی
اور فرمایا کہ مرنے کے وارثوں کو یہہ نہ چاہیے کہ بیوہ کو غیر جگہ نکاح کرنے سے روکیں تاکہ بیوہ عاجز ہو کر جو کچھہ میت نے
اوسکو دیا تھا وہ پھیر دیوے ہاں بیوہ کوئی بے شرع بات کرے تو اوس سے روکنا اونکو ہو سکتا ہے پھر فرمایا کہ عورتوں کے
ساتھہ گذران حسن سلوک سے کرنی چاہیے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اگر اونمیں کوئی بات بدخوئی کی ہوتی ہے تو کوئی بات بھلی
کی ہوتی ہے اور یہہ بھی فرمایا کہ زبردستی مہر کا پھیر لینا مردے کے وارثوں کو یا خود شوہر زندہ کو دوسرا نکاح کرنے اور پہلی
بی بی کے چھوڑ دینے کی صورت میں ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نکاح کے وقت حسن سلوک کا عہد و پیمان ہو چکا اور ایک
عرصہ تک وہ عورت خانہ داری کر چکی تو اب زبردستی اوس سے مہر کا پھیر لینا ایک امر ناحق اور صریح گناہ ہے +

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً

اور نکاح میں نہ لاؤ جن عورتوں کو نکاح میں لائے تمہارے باپ مگر جو آگے ہو چکا یہ بیحیائی ہے

وَّمَقْتًا وَسَآءَ سَبِيْلًا

اور کام غضب کا اور بُری راہ ہے

منزل ۱ ۳ ع ۸ ۱۴

طبرانی اور ابن ابی حاتم اور ابن سعد نے انصار کا یہہ دستور بیان کیا ہے کہ اسلام سے پہلے جب ایسا کوئی شخص مر جاتا تھا جسکی منکوحہ
عورت ہو اور اوس عورت کا سوتیلا بیٹا بھی ہو تو وہ سوتیلا بیٹا اوس اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کر لیا کرتا تھا چنانچہ اسلام کے
بعد ایک شخص ابوقیس نے وفات پائی اور اوسکے بیٹے قیس نے اپنی ماں سے نکاح کرنا چاہا اوس عورت نے انکار کیا اور کہا کہ میں تجھکو اپنا
بیٹا شمار کرتی ہوں اور اوس عورت نے اِس قصہ کو آنحضرت سے آنکر بیان کیا آپ نے فرمایا تو اپنے گھر جاکر بیٹھہ اِس دستور کے
بند کرنے میں شاید اللہ تعالےٰ کوئی حکم نازل فرماویگا اوسپر اللہ تعالیٰ نے یہہ آیتہ نازل فرمائی۔ اور فرمایا کہ اسلام سے پہلے
جو کچھہ ہو چکا سو ہو چکا مگر اسلام میں یہہ کام بے حیائی اور قباحت شرعی اور گمراہی کا ہے اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ جن
عورتوں سے نکاح حرام ہے اون کے سلسلہ سے علیحدہ سوتیلی ماں کا ذکر اسلئے فرمایا کہ اسکی تاکید زیادہ مقصود تھی۔ اور
اسی حکم سے امہات مومنین امت کے لوگوں پر حرام ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم امت کے حق میں بمنزلہ باپ کے
ہیں مسند امام احمد بن حنبل اور سنن میں براء بن عازب سے روایتہ ہے کہ اسلام کے بعد جب اِس آیتہ سے وہ دستور جاہلیت موقوف
ہو گیا اوسپر ایک شخص نے پہلے دستور کیموافق اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کر لیا تھا۔ آنحضرت نے اوس شخص کے قتل کا حکم
دیا۔ اور علماء نے یہ بھی فتویٰ دیا ہے کہ باپ کی صحبت کی ہوئی لونڈی بھی اس حکم میں داخل ہے طبرانی کی اسناد میں ایک شخص
عبداللہ بن محمد بن سعید بن ابی مریم ضعیف ہے لیکن ابن ابی حاتم اور ابن سعد کی روایتہ سے طبرانی کی روایتہ کو تقویتہ حاصل ہو جاتی ہے

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ

حرام ہوئی ہیں تمپر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپیاں اور خالائیں اور بہائی کی بیٹیاں

وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ

اور بہن کی بیٹیاں اور جن ماؤں نے تمکو دودہ دیا اور دودہ کی بہنیں اور تمہاری عورتوںکی

نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ

مائیں اور اُن کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں جن عورتوں سے تمنے صحبت کی پھر اگر تمنے

لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

صحبت نہیں کی تو تمپر گناہ نہیں

اوپر کی آیتہ میں سوتیلی ماں سے نکاح کے دستور کو منع فرما کر اوسی سلسلہ میں دوسری اور ایسی عورتوں کا ذکر فرمایا ہے جن سے نکاح حرام ہے آدمی کی پیدائش جس خاندان میں ہوا اوس میں سے سات عورتیں اس شخص پر حرام ہیں وہ عورتیں یہہ ہیں۔ ماں۔ بہن بیٹی۔ پھوپی۔ خالہ۔ بھتیجی۔ بھانجی۔ انکو محرمات نسبی کہتے ہیں دودہ پلانے سے بھی جو عورتیں اِس رشتہ کی ہوں وہ ساتوں حرام ہیں آیتہ میں فقط دودہ کی ماں اور بہن کا ذکر فرما کر باقی کو نسب کے قیاس پر اس سبب سے چھوڑ دیا ہے کہ دودہ کا رشتہ بھی پیدائش کے رشتہ کی ایک شاخ ہے وہاں خون آدمی کے بدن کا جز ہے تو یہاں دودہ کا خون بنکر وہی بات پیدا ہو گئی ہے صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضؓ سے بصراحت روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ دودہ پلانے سے بھی اون دودہ کے رشتہ داروں سے نکاح حرام ہو جاتا ہے جن رشتہ داروں سے پیدائش کے سبب سے نکاح حرام ہے۔ زید کے دودہ کی بہن وہ ہے جسکو زید کی ماں نے زید یا اپنے اگلے پچھلے کسی بچہ کے ساتھہ ایک لڑکی کو دودہ پلایا ہے۔ یہ لڑکی زید پر بوجہ دودہ کے بہن ہونے کے اور زید کے باپ پر بوجہ دودہ کی بیٹی ہونے کے حرام ہے اور یہہ نسب اور دودہ کے رشتہ کی عورتیں ہمیشہ کے لئے حرام ہیں بیاہ شادی کے سبب سے ساس اور سوتیلی بیٹی کے حرام ہونے کا ذکر اس آیتہ میں ہے اور سوتیلی ماں کا ذکر اوپر کی آیتہ میں گذرا سوتیلی بیٹی کے حرام ہونے میں یہہ شرط بھی ہے کہ اوسکی ماں سے اس سوتیلے باپ نے صحبت بھی کی ہو +

وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ

اور عورتیں تمہارے بیٹوں کی جو تمہاری پشت سے ہیں اور یہہ کہ اکٹھی کرو دو بہنوں کو

اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۙ

مگر جو آگے ہو چکا اللہ بخشنے والا ہے مہربان

تفسیر ابن جریر میں ابن جریج سے روایتہ ہے کہ میں نے عطا بن رباح سے اس آیتہ کی شان نزول پوچھی تو انہوں نے

منزل ۱

کہا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اپنے متبنے زید بن حارثہ کی بی بی زینب سے نکاح کر لیا تو مکہ میں مشرکین نے اوسکا چرچہ کیا اوس چرچہ کو غلط قرار دینے کے لئے اللہ تعالے نے یہہ آیتہ اور آیتہ وما جعل ادعیاءکم ابناءکم اور آیتہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم نازل فرمائی۔ اور بہو کے حرام ہونے میں بیٹے کے صلبی ہونے کی قید اس لئے لگا دی تاکہ معلوم ہو جاوے کہ زمانہ جاہلیت میں متبنے بیٹے کی بی بی کو جو حرام ٹھہرانے کا دستور تھا وہ دستور ابراہیمی ملت کے برخلاف ہے اسلئے اوس غلط دستور کی پابندی کی بناپر زید بن حارثہ کی بی بی کے نکاح ثانی کا جو کچھ چرچا ہو رہا ہے وہ غلط ہے مسند امام احمد اور سنن میں ضحاک ابن فیروز دیلمی سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ یہہ ضحاک جب اسلام لائے تو جاہلیت کے دستور کے موافق انکے جاہلی نکاح میں دو بہنیں تھیں اونہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکا ذکر کیا آپنے فرمایا۔ اون دونوں میں سے اپنی مرضی کے موافق خواہ کوئی سی بھی ہو ایک کو رکہہ کر دوسری کو طلاق دیدی جاوے ترمذی نے اِس حدیث کو حسن کہا ہے یہ حدیث آیتہ کے ٹکڑے جمع بین الاختین کی گویا ایک تفسیر ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب بھی نومسلم شخص دونوں میں سے جسکو چاہے چھوڑ سکتا ہے۔ آیتہ میں فقط بی بی اور سالی کے جمع کرنے کی ممانعت ہے مگر بخاری اور مسلم اور سنن میں ابوہریرہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسطرح دو بہنوں کا ایک ساتھہ نکاح میں رکھنا منع ہے اوسیطرح ایک عورت اور اوسکی پھوپی یا خالہ دونوں میں سے کوئی بھی اوسی عورت کے ساتھہ نکاح میں نہیں رکھی جا سکتی۔ اِس صورت میں یہ حدیث بھی آیتہ کے ٹکڑے ممانعت جمع بین الاختین کی تفسیر ہے اور اس تفسیر کے موافق تمام علماء اہل سنت کا عمل بھی بغیر کسی اختلاف کے پایا جاتا ہے۔ ہاں فرقہ خارجیہ اور شیعہ کی جماعت اسکے مخالف ہے جنکی مخالفت اہل سنت کے نزدیک کچھہ اعتبار کے قابل نہیں۔ دو سوکنوں کی باہمی عداوت ایک لازمی بات ہے اسی خیال سے بعضے علماء نے اس ممانعت کا یہی سبب قرار دیا ہے کہ سوکناپے کے سبب سے اون عورتوں میں عداوت پیدا ہو کر قطع رحمی کا خوف تھا اسلئے شارع نے یہ ممانعت کی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس سے صحیح ابن حبان وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اون سے اِس قول کی تائید بھی ہوتی ہے کیونکہ اونمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعضی عورتوں سے جو فرمایا اوسکا حاصل یہہ ہے کہ اگر یہہ مخالفت نہ کیجاوے تو تم سے قطع رحمی کا اندیشہ ہے ان روایتوں کی اسناد میں ایک شخص ابو حریز عبد اللہ بن حسین ہے۔ بعضے علماء نے اوسکے ثقہ ہونے میں کلام کیا ہے لیکن ابن معین اور ابو زرعہ نے اوسکو ثقہ کہا ہے فقط۔

منزل ۱

تمت بالخیر

محصول ڈاک وفیس منی آرڈر وغیرہ | **اہل اسلام کو بشارت** | ہر حالت میں ذمہ خریدار ہے

مختصر فہرست کتب مطبع فاروقی دہلی بازار بلی ماران

۱۳۲۵ھ

نام کتاب	قیمت
بخاری شریف مترجم اردو عام فہم کامل فی جلد	[illegible]
مسلم شریف مترجم اردو کامل فی جلد	[illegible]
جامع ترمذی مترجم اردو کامل فی جلد	[illegible]
نسائی شریف مترجم اردو کامل فی جلد	[illegible]
سنن ابن ماجہ مترجم اردو کامل فی جلد	[illegible]
موطا امام محمد مترجم اردو کامل فی جلد	[illegible]
مظاہر حق ترجمہ اردو مشکوٰۃ شریف کامل فی جلد	[illegible]
ایضاً مطبوعہ عبد الرزاقی کانپور	[illegible]
مشکوٰۃ شریف مترجم اردو کامل تقطیع ۲۰×۲۶ ۷۰۰ صفحہ مطبوعہ دہلی	[illegible]
ایضاً مترجم حاشیہ شدہ ہر چہار جلد علیحدہ	[illegible]
دارمی شریف مترجم اردو کامل۔ یہ کتاب بخاری شریف سے پہلے ترتیب دیگئی تھی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی تصانیف میں زیادہ تر اس کتاب کی روایتوں سے حصہ لیا ہے۔ یہ کتاب نایاب بلکہ کمیاب تھی بامحاورہ اردو میں ترجمہ کرکے طبع کیگئی ہے فی جلد کامل	[illegible]
آیات اللہ الکاملہ ترجمہ اردو حجۃ اللہ البالغہ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث رح دہلوی۔ اس کتاب میں احکام شرعیہ کی حکمتیں اور مصالح فوائد درج ہیں اور نہایت عجیب و غریب کتاب ہے	[illegible]
تحفۃ الطالبین مترجم اردو کامل فی جلد	[illegible]
سفر السعادۃ مترجم اردو اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول عبادات بطور خلاصہ بیان ہوئے ہیں فی جلد	[illegible]
خطبات التوحید مترجم اردو مصنفہ عارف باللہ مولانا مولوی حافظ حمید اللہ صاحب مرادہ (میرٹھ) جمعہ اور عیدین میں جو خطبے پڑھے جاتے ہیں اور ان میں اکثر بکار آمد اور ضروری مسائل کا بیان ہوتا ہے لیکن عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے ہزار ہا آدمی نہیں سمجھ سکتے کہ کیا بیان ہوتا ہے اس لیے مولوی صاحب ممدوح نے چند خطبے اردو ترجمے کیساتھ لکھے اور ہر مسئلہ کا یہ انداز رکھا کہ ہر ایک مسئلہ کا ایک ایک خطبہ الگ الگ ہو مثلاً کسی خطبہ میں شرک کی برائی کسی میں بدعت کی مذمت کسی میں توحید کی سنت کی تعریف ہے کسی میں نماز کی تاکید کسی میں زکوٰۃ کا بیان لکھا اور نماز روزہ حج زکوٰۃ قربانی اور عقیقہ اور ولیمہ صدقہ فطر سحری اور افطاری نماز عیدین نماز کسوف اور خسوف نماز استسقا وغیرہ کی ترکیب اور ضروری مسائل جنکی اکثر لوگوں کو ضرورت ہوا کرتی ہے اور بہت لوگ انکی تلاش میں حیران ہوتے پھرا کرتے ہیں معتبر اور مستند کتابوں سے تلاش کرکے لکھے ہیں اور ہر ایک مسئلہ کی دلیل آیت یا حدیث سے لکھی ہے اور اسکا حوالہ بھی لکھدیا کہ یہ روایت فلاں کتاب کی فلاں صفحے میں ہے تاکہ کوئی شخص اصل کتاب سے مطابقت کرنی چاہے تو دشوار نہو۔ اور بفضلہ تعالیٰ اس کتاب میں کوئی ایسی حدیث نہیں جو سند کے قابل نہو غرضکہ یہ کتاب بہت ہی مفید اور بکار آمد چیز ہے جتنی مرتبہ چھپی ہاتھوں ہاتھ بکی۔ الحمد للہ کہ اب چوتھی مرتبہ بہت اضافہ چند مضامین چھپکر مطبع فاروقی دہلی میں تیار ہوئی ہے قیمت فی جلد	[illegible]
تنبیہ الغافلین اردو	[illegible]
تحفہ رحیمی اردو فی جلد	[illegible]
قرۃ الواعظین ترجمہ اردو درۃ الناصحین فی جلد	[illegible]
الکلام المبین فی بیان تجہیز والتکفین۔ اسمیں نہایت تحقیق کے ساتھ بحوالہ کتب صحاح ستہ اردو میں جملہ ترکیب تجہیز و تکفین اور نصیحتیں آخر وقت میں اپنے متعلقین کو کرانی چاہییں اور وہ وصیتیں جو اپنے مابعد کیواسطے ضروری اور لازمی ہیں نیز اور بہت سے مسائل درج ہیں اسمیں ۸ فصلیں ہیں ہر ایک مضمون کو جدا جدا فصل میں لکھا ہے مطبوعہ فاروقی دہلی فی جلد	[illegible]
عین الہدایہ ترجمہ اردو ہدایہ کامل قیمت	[illegible]
نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ کامل فی جلد	[illegible]
احسن المسائل ترجمہ اردو کنز الدقائق	[illegible]
غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در المختار	[illegible]
فتاویٰ عالمگیری اردو کامل	[illegible]
مالا بد منہ اردو	[illegible]
شرع محمدی اردو	[illegible]
آثار محشر اردو	[illegible]
خدا کی رحمت اردو	[illegible]
راہ جنت اردو	[illegible]
فتاویٰ عزیزی اردو کامل	[illegible]
دستور المتقی المعروف بہ صلوٰۃ النبی اس کتاب کی خوبی مطالعہ ہو سکتی ہے تشریح کیلئے مطبع کی بڑی فہرست منگانی چاہیئے۔ قیمت فی جلد	[illegible]
البلاغ المبین فی اتباع خاتم النبیین اردو فی جلد حصہ دوم	[illegible]
حصن حصین ترجمہ اردو ظفر جلیل	[illegible]

المشتہر مولوی سید محمد منتظم سید عبد السلام مالک مطبع فاروقی دہلی بازار بلی ماران

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَاُحِلَّ لَكُمْ

اور نکاح بندھی عورتیں مگر جنکے مالک ہو جائیں تمہارے ہاتھ حکم ہوا اللہ کا تم پر اور حلال ہوئیں تم کو

مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ط

جو اون کے سوا ہیں یوں کہ طلب کرو اپنے مال کے بدلے قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو

صحیح مسلم ابو داؤد و ترمذی نسائی اور مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضرت نے
اوطاس کی لڑائی پر صحابہ کرام کا ایک لشکر روانہ کیا۔ وہاں سے کچھ لونڈیاں لوٹ میں ہاتھ لگیں مسلمانوں نے
اس خیال سے کہ اون عورتوں کے خاوند اون کے دیس میں ہونگے اون عورتوں کی صحبت سے پرہیز کیا۔ اوس پر اللہ تعالےٰ
نے یہ آیتہ نازل فرمائی۔ حاصل معنے آیتہ کے یہ ہیں کہ خاوند والی عورت سے دوسرے کو صحبت حرام ہے مگر جو عورتیں
لوٹ میں ہاتھ آئیں وہ غنیمت کے مال کی طرح حلال ہیں مگر اتنا انتظار صحبت کے کرنے میں ضرور ہے کہ حمل کے ہونے نہ ہونے
کا حال معلوم ہو جاوے تاکہ آیندہ اولاد میں شبہ نہ پڑے کہ کسکی ہے۔ محصنات کا لفظ قرآن شریف میں سوا شوہر
والی عورتوں کے اور معنوں میں بھی آیا ہے۔ مگر والمحصنات من النساء میں یہ لفظ بیاہی ہوئی عورتوں کے معنوں
میں ہے۔ کتاب اللہ علیکم کا مطلب یہہ ہے کہ یہاں تک وہ عورتیں جو بتلائی گئیں جن سے نکاح حرام ہے۔ یہہ
اللہ کا ایک حکم ہے جو اوس نے اپنے بندوں پر لکھدیا ہے جو کوئی اسکے برخلاف عمل کرے گا وہ اللہ کا گنہگار ہوگا
یہ جو فرمایا اور حلال ہوئیں تم کو جو اون کے سوا ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ جن عورتوں کا ذکر ان آیتوں میں
ہوا یا اللہ کے رسول نے قرآن کی آیتوں کی تفسیر کے طور پر جن عورتوں کا ذکر کیا جو عورتیں اون کے سوا ہیں
وہ تم پر حلال ہیں۔ آیتوں کی تفسیر کے طور پر اللہ کے رسول نے جن عورتوں کے حرام ہونے کا ذکر فرمایا ہے
اسکی مثال اوپر گذر چکی ہے کہ مثلاً ان آیتوں میں بی بی اور سالی کے جمع کرنے کی ممانعت ہے مگر ابو ہریرہ کی
صحیح حدیث کیموافق بی بی کی پھوپی اور خالہ کا بھی یہی حکم ہے۔ سورہ نور میں جن عورتوں کا ذکر آوے گا کہ اونکے
شوہر بغیر گواہی کے اونپر بدکاری کی تہمت لگائیں اور قسما قسمی ہو کر مرد اور عورت میں جدائی ہو جاوے
اسطرح کی عورت بھی اس قسما قسمی کرنے والے مرد پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ابو داؤد وغیرہ
کی صحیح روایتوں میں اس کا ذکر ہے۔ زیادہ تفصیل اسکی سورہ نور کی تفسیر میں آوے گی محصنین غیر مسافحین
کا مطلب یہ ہے کہ جن عورتوں کے حرام ہونے کا ذکر کیا جا کر جو عورتیں اون کے سوا تم پر حلال کی گئیں ہیں
وہ اس شرط سے کہ قاعدہ شرعی کے موافق اون کا مہر اور نکاح ہونا چاہئے بدکار لوگوں کی طرح چند روزہ حاجت
بشری رفع کرنے کے لئے بغیر نکاح کے اون کو نہ رکھا جاوے +

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ط وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

پھر جو کام میں لائے تم اُن عورتوں میں سے اُنکو دو اُن کے حق جو مقرر ہوئے اور گناہ نہیں تمکو

فِيمَا تَرَاضَيْتُم بِهِ مِنۢ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

اسمیں جو ٹہیرا لو تم آپس کی رضا سے مقرر کئے پیچھے اللہ ہے خبردار حکمت والا

اگرچہ بعضے مفسروں نے اِس آیۃ سے چند روزہ نکاح کے جائز ہونے کا مطلب نکالا ہے جسکو متعہ کہتے ہیں لیکن اوائل اسلام میں یہ نکاح چند روزہ جائز تھا - اب قطعی حرام ہے - چنانچہ صحیح مسلم میں فتح مکہ یا حجۃ الوداع کے وقت بطور وعظ کے آپنے جو لوگوں کو مخاطب ٹہراکر حدیث فرمائی ہے - اوس میں صاف فرما دیا ہے کہ یہ نکاح اب قیامت تک حرام ہے اسواسطے صحیح معنے آیۃ کے وہی ہیں جو مجاہد نے بیان کئے ہیں کہ جن عورتوں سے تم نے نکاح کیا اور اُن سے گھرداری کی اون کا مہر ادا کرنا تم پر واجب ہے اب ٹہرا ہوگا تو وہ وہ - نہیں تو رواج خاندان کے موافق مہر مثل وہ - اجر کے معنے مہر کے ہیں اور فریضہ کے معنے ٹھیرے ہوئے مہر کے ہیں پھر فرمایا مہر کے ٹھیر جانے کے بعد میاں بی بی کی رضامندی سے اوسمیں کچھ کم و بیش ہو تو اسکا مضائقہ نہیں اللہ غیب دان ہے اوسکو سب باتیں معلوم ہیں اسلئے اوسنے اپنے بندوں کی ضرور تو نکے موافق یہ احکام مقرر فرمائے ہیں ✤

وَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنكُمْ طَوْلًا أَن يَنكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم

اور جو کوئی نہ رکھتا ہو تم میں مقدور اسکا کہ نکاح میں لاوے بیبیاں مسلمان تو جو ہاتھ کا مال ہے آپس کی تمہاری

مِّن فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُم ۚ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۚ فَانكِحُوهُنَّ

لونڈیاں مسلمان اور اللہ کو بہتر معلوم ہے تمہاری مسلمانی تم آپس میں ایک ہو سو اونکو نکاح کرلو

بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا

اُن کے لوگوں کے اذن سے اور دو اُن کو مہر موافق دستور کے قید میں آتیاں نہ مستی نکالتیاں اور نہ

مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ ۚ فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى

یار کرتیاں چھپکر پھر جب وہ قید میں آچکیں تو اگر کریں بیحیائی کا کام تو اُنپر ہے آدہی وہ مار جو

الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنكُمْ ۚ وَأَن تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۗ

بیبیوں پر مقرر ہے یہ اُسکے واسطے جو کوئی تم میں ڈرے تکلیف میں پڑنے سے اور صبر کرو تو بہتر ہے تمہارے حق میں

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے -

منزل ۱

ع ۳ ۴ ۱

جن عورتوں سے نکاح حرام ہے اوپر اونکا ذکر فرماکر یہہ فرمایا تھا کہ جو عورتیں ان کے سوا ہیں وہ تمپر حلال ہیں - اِس حکم میں آزاد عورتیں اور لونڈیاں سب داخل تھیں اسلئے لونڈی سے نکاح جائز ہونے کی شرطیں اِن آیتوں میں فرمائیں کہ جس شخص کو آزاد عورت کے مہر اور روٹی کپڑے کا مقدور نہو اور بغیر نکاح کے اوسکو بدکاری میں گرفتار ہو جانے کا اندیشہ ہو تو لونڈی کے مالک کی مرضی سے ایسا شخص لونڈی سے نکاح کرسکتا ہے - مسند امام احمد

ابو داؤد و ترمذی صحیح ابن حبان مستدرک حاکم میں حضرت جابر سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیوے گا تو اوسکا نکاح نہ ہوگا۔ بلکہ وہ بدکار قرار پائیگا ترمذی نے اِس حدیث کو حسن۔ ابن حبان اور حاکم نے اوسکو صحیح کہا ہے۔ یہ حدیث فانکحوھن باذن اھلھن کی تفسیر ہے کیونکہ مالک کی ملکیت غلام اور لونڈی پر یکساں ہے غرض آیتہ کے اِس ٹکڑے اور اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ لونڈی غلام دونوں کے نکاح کیے لئے مالک کی اجازت ضرور ہے اب اوس لونڈی کی مالک اگر عورت ہو تو جو مرد اوس عورت کے نکاح کا متولی ہو اوسکی اجازت اِس لونڈی کے نکاح کے لئے ضرور ہوگی۔ کیونکہ ابن ماجہ دار قطنی بیہقی میں ابوہریرہ سے مرفوع اور موقوف جو روایتیں ہیں اون کا حاصل یہ ہے کہ کوئی عورت نہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے نہ کسی دوسری عورت کے نکاح کی متولی قرار پا سکتی ہے۔ لونڈی۔ غلام۔ اور سب آزاد مرد اور عورت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں کبھی لونڈی آزاد عورت سے زیادہ دیندار ہوتی ہے۔ اسیواسطے فرمایا اللہ کو تمہاری مسلمانی خوب معلوم ہے۔ اور یوں تو تم سب آپس میں ایک ہو پھر فرمایا کہ جب لونڈی سے نکاح ہو گیا تو اوس کا مہر جو کچھ ہو وہ دستور کے موافق پورا اونیا چاہئے ایسا نہو کہ لونڈی ہونے کے خیال سے اوسکی مہر کی ادائی میں کچھ حیل حجت کیجاوے اکثر سلف کا قول ہے کہ یہہ مہر مالک کو ملے گا۔ پھر فرمایا کہ جن لونڈیوں سے نکاح کیا جاوے تو نکاح سے پہلے اتنی بات کا دیکھہ لینا ضرور ہے کہ وہ لونڈیاں نہ تو ظاہر طور پر کھلم کھلا بدکار ہوں نہ خاص طور پر کسی سے اون کی آشنائی ہو کیونکہ اِن دونو حالتوں میں طرح طرح کی خرابیاں ہیں پھر فرمایا کہ کوئی لونڈی نکاح کے بعد اگر بدفعلی کر بیٹھے تو اوسپر آزاد عورت کی آدھی حد قایم کیجاوے جسکا مطلب یہ ہے کہ اوس کے پچاس کوڑے مارے جاویں بیاہے جانے سے سنگساری کی سزا اوسپر نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے اِس آیتہ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ کنواری لونڈی اگر بدفعلی کر بیٹھے تو اوسپر حد نہیں ہے۔ مگر یہہ قول ابوہریرہ کی صحیحین کی روایت کے مخالف ہے جسمیں کنواری لونڈی کے کوڑے مارنے کا حکم ہے اسلئے اکثر سلف کا مذہب یہی ہے کہ کنواری بیاہی ہر طرح کی لونڈی کی حد پچاس کوڑے ہیں۔ اِس مسئلہ کی تفصیل بڑی تفسیروں میں زیادہ ہے۔ آخر کو فرمایا کہ یہ لونڈیوں سے نکاح کرنے کی اجازت اوس حالت میں ہے جبکہ بغیر نکاح کے آدمی کو بدکاری میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو اسپر بھی اگر آدمی آزاد عورت سے نکاح کے قابل ہو تو لونڈی کے نکاح سے اپنے آپ کو روک تھام کر رکھے تو جلدی کر کے لونڈی سے نکاح کرنے اور اولاد کی آزادی کو بٹہ لگانے سے یہہ روک تھام بہتر ہے۔ لیکن جن سے صبر نہو سکے گا اللہ اپنی رحمت کے سبب سے ایسے شخص سے اسیطرح درگذر کرنے والا ہے جسطرح اوس نے اپنی رحمت سے یہہ لونڈیوں کے نکاح کا حکم اپنے بندوں کی آسانی کیلئے نازل فرمایا ہے ✣

منزل ۱

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ

اللہ چاہتا ہے کہ بیان کرے تمہارے واسطے اور چلاوے تمکو اگلوں کی راہ اور تم کو معاف کرے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ

اور اللہ جانتا ہے حکمت والا اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر متوجہ ہو اور جو لوگ لگے ہیں اپنے مزوں کے پیچھے

اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ○ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ○

وہ چاہتے ہیں کہ تم مڑ جاؤ راہ سے بہت دور اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کرے اور انسان بنا ہے کمزور

اوپر حرام حلال کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں فرمایا اللہ چاہتا ہے کہ تم کو اپنے دین کی جائز ناجائز باتیں اچھی طرح سمجھا دیوے تاکہ مثلاً ماں بہن بیٹی وغیرہ کے حرام جاننے کا تمہارا اور تم سے پہلے لوگوں کا طریقہ ایک ہو جاوے اور اللہ نے اپنے وسیع علم سے بندوں کی ہر وقت کی مصلحت کو معلوم کر کے اپنی حکمت سے جو احکام نازل فرمائے ہیں اون کا عمل تم میں آسانی سے جاری ہو جاوے اور اللہ یہ بھی چاہتا ہے کہ ان احکام کی تعمیل میں تم سے کوتاہی ہو اور اوس کوتاہی پر نادم ہو کر اللہ کی جناب میں تم توبہ کرو۔ تو وہ تمہاری توبہ قبول کرے لیکن جن لوگوں کی قسمت میں اللہ کے دین کی پابندی نہیں لکھی گئی وہ خود بھی حرام حلال کے پابند نہیں بلکہ اپنی خواہش کے پابند ہیں اور تم کو بھی حق سے بچلانا اور اپنے راستہ پر چلانا چاہتے ہیں مثلاً بدکار لوگ خود بھی بدکار ہیں اور جو اونکی ذیل کا ہو اوس سے خوش ہیں اور جو اون کی ذیل میں نہو اوس سے کھٹکتے ہیں اسیطرح مثلاً آتش پرست بہن بھانجی بھتیجی کو حلال جانتے ہیں۔ اور اوروں کے لیے بھی اسی طریقہ کو اچھا سمجھتے ہیں پھر فرمایا کہ انسان کی پیدائش ایک ضعیف چیز پانی کے قطرہ سے ہے سخت احکام کا تحمل اوس سے نہیں ہو سکتا اسواسطے اللہ تعالے نے یہ بھی چاہتا ہے کہ دین کے احکام انسان کی حالت کے موافق نرم ہوں جسطرح مثلاً بے مقدور آدمی کے لئے۔ اوس نے لونڈی سے نکاح کرنا جائز ٹھہرا کر بے مقدور شخص کی سختی کو رفع کر دیا صحیح بخاری و مسلم میں سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے شخص پر بڑا وبال پڑے گا۔ جسکے بلا ضرورت مسئلے پوچھنے سے کسی مباح چیز کے حرام ہو جانے کا حکم اللہ تعالے کی بارگاہ سے نازل ہو جاوے گا۔ اس باب میں اور بھی صحیح روایتیں ہیں حاصل کلام یہہ ہے کہ جب انسان کیحالت کے لحاظ سے اللہ اور اللہ کے رسول کی مصلحت اسمیں ہے کہ دین میں جہانتک ہو آسانی ہو تاکہ احکام دین کی پابندی انسان پر شاق نہو تو آدمی کو چاہیے کہ پہلی امتوں کے بعضے لوگوں کی طرح کوئی ایسی سخت عبادت اپنے پیچھے نہ لگا دے جسکا نباہنا مشکل ہو جاوے۔ چنانچہ ابوداؤد میں معتبر سند سے انس کی روایت ہے جسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی امتوں کے کچھہ عبادتخانے جو ویران پڑے ہیں وہ اس بات کا نمونہ ہیں کہ اون لوگوں نے اپنی طاقت سے باہر کچھہ سخت عبادتیں اپنے پیچھے لگائیں اور اون عبادتوں کے ادا کرنے کے لئے جنگلوں میں یہ عبادتخانے بنائے آخر سختی کے سبب سے عبادت اور عبادتخانے سب کچھہ چھوڑ بیٹھے پھر فرمایا اے لوگو تم کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ غرض اس ارشاد سے یہ ہے کہ اللہ تعالے کو ایسا عمل پسند نہیں ہے کہ آج ہو اور کل نہو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو تو وہ عمل پسند ہے جسکو آدمی نباہ سکے۔ چنانچہ صحیحین کی حضرت عائشہ کی حدیث میں اسکا ذکر ہے اور یہہ ایک ظاہر بات ہے کہ آدمی سے نباہ اوسی عمل کا ہو سکتا ہے جو آسان ہو اور نہ وہی اہل کتاب کی

نزل ۱۱

حالت پیش آوے گی جس کا ذکر ابھی اوپر گذرا ٭

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ
اے ایمان والو نہ کہاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق مگر یہ کہ سوداہو آپس کی خوشی سے
مِّنْكُمْ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ۝ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ
اور نہ خون کرو آپس میں اللہ کو تم پر رحم ہے اور جو کوئی یہ کام کرے
عُدْوَانًا وَّ ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِیْهِ نَارًا وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ۝ اِنْ تَجْتَنِبُوْا
زور سے اور ظلم سے تو ہم ڈالیں گے اسکو آگ میں اور یہ اللہ پر آسان ہے اگر تم بچتے رہوگے
كَبَآىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِیْمًا ۝
بڑی چیزوں سے جو تمکو منع ہوئیں تو ہم اتار دینگے تمسے تقصیریں تمہاری اور داخل کرینگے تمکو عزت کے مقام میں

جبتک آدمی مجرد رہتا ہے تو اوسکو فقط اپنی ذات کی ہی خرچ اخراجات کی ضرورت پڑتی ہے۔ پھر جب شادی بیاہ ہوکر بی بی کا اور بال بچے ہوکر اونکا خرچ اوس کے ذمے پڑجاتا ہے تو کسی نہ کسی حیلہ سے اوسکو کمائی کا خیال ہوتا ہے۔ اسی مناسبت کے سبب سے نکاح کے احکام کے بعد ان آیتوں میں انسان کی کمائی کا ذکر فرمایا۔ باطل ناحق کو کہتے ہیں سود چوری خیانت وغیرہ یہ سب مال کے ناحق کے طور پر کمانے کے طریقے ہیں اور ان میں ہر ایک طریقہ کی ممانعت کی جدا جدا بڑی تفصیل سے شریعت میں احکام ہیں۔ ناحق طور پر کمائی کے طریقوں کے ذکر کے بعد جائز اور حق طور پر کمائی کے طریقہ خرید و فروخت کو مستثنےٰ فرما کر ذکر فرمایا۔ خرید و فروخت کی مختلف بہت سی صورتیں ہیں ہر ایک صورت کا شریعت میں جدا جدا حکم ہے یہ جو فرمایا نہ خون کرو آپس میں ایک مطلب تو اسکا یہہ ہے کہ لوگوں کا مال ناحق کہا کر اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو کیونکہ یہ گناہ حق العباد کی قسم میں سے ہے جو صاحب حق کو رضامند کرنے کے بغیر فقط توبہ سے معاف نہیں ہوسکتا۔ یا یہ مطلب ہے کہ دنیا کے معاملات سے تنگ آنکر خودکشی نہ کرو صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ دنیا میں جسطرح سے کوئی شخص خودکشی کرے گا۔ آخرت میں اوسیطرح کے عذاب میں وہ شخص گرفتار ہووے گا۔ مثلاً جو شخص زہر کہا کر مرے گا۔ اوسکو ہمیشہ زہر کہلایا جاوے گا۔ اور جو شخص اونچی جگہ پر سے گر کر مرے گا۔ اوسکو ہمیشہ اونچی جگہ پر سے گرایا جاوے گا۔ اسیطرح اور باتوں کو سمجھہ لینا چاہیے۔ اللہ کا تم پر رحم ہے کا۔ یہ مطلب ہے کہ پچھلی امتوں کی توبہ اون کا قتل کرنا قرار پائی تھی۔ اور تم پر ایسا کوئی سخت حکم نہیں نازل کیا جاتا۔ جو کوئی یہ کام کرے تعدی اور ظلم سے تو ہم اوسکو ڈالیں گے۔ آگ میں اور یہ اللہ پر آسان ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی شخص خودکشی کرے گا۔ اوسپر جنت حرام ہوجاوے گی اور اوسکو ہمیشہ دوزخ میں رہنا پڑے گا۔ چنانچہ صحیحین میں جو روایتیں ہیں اونمیں ایسے شخص پر جنت کے حرام ہوجانے کا ذکر ہے اللہ پر یہ سب آسان ہے کا مطلب یہ ہے کہ جنت اللہ کی ہے اوسکو کچھہ مشکل نہیں کہ جسپر وہ چاہے اپنی جنت کو

حرام کر دیوے۔ اور تعدی اور ظلم کی قید لگا دینے سے بھول چوک کی خود کشی کا حکم الگ ہو گیا اگر تم بچتے رہو گے بڑی چیزوں سے جو تم کو منع ہوئی ہیں تو ہم اوتار دیویں گے تم سے تقصیریں تمہاری اور داخل کریں گے تم کو عزت کے مقام میں۔ اسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کبیرہ گناہوں سے بچتے رہیں گے۔ اگر اون سے کچھ صغیرہ گناہ ہو جاویں گے تو نیک عملوں کے طفیل سے وہ صغیرہ گناہ خود بخود معاف ہو جاوینگے چنانچہ فرمایا ان الحسنات یذھبن السیئات۔ دنیا میں جس گناہ پر حد شرعی ہے یا لعنت کی گئی ہے۔ یا جس گناہ پر عذاب سے ڈرایا گیا ہے وہ گناہ کبیرہ ہے اور جو گناہ ایسا نہیں ہے وہ صغیرہ ہے معتبر سند سے نسائی مستدرک حاکم صحیح ابن حبان میں ابو ہریرہ اور ابو سعید سے جو روایت ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا جو شخص نماز روزہ کا اور ادائے زکوٰۃ کا پابند ہوگا اور سات کبیرہ گناہوں سے بچے گا۔ وہ جنت میں جاوے گا۔ اس خطبہ کے وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔ اس لئے آپ نے اس خطبہ میں حج کا ذکر نہیں فرمایا۔ اب حج بھی دین کا ایک رکن ہے۔ ابو ہریرہ کی دوسری ایک حدیث صحیح بخاری و مسلم میں ہے اوس میں سات کبیرہ گناہوں کی تفصیل یوں فرمائی ہے کہ شرک۔ قتل ناحق۔ جادو کرنا۔ سود کھانا۔ یتیم کا مال کھانا۔ جہاد سے بھاگنا۔ پارسا عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا۔ یہ ساتوں کبیرہ گناہ آدمی کو ہلاکت میں ڈالنے والے ہیں۔ ہلاکت میں ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ شرک تو بغیر خالص توبہ کے ہرگز معاف نہ ہوگا۔ باقی گناہوں کا گنہگار اگر بغیر توبہ کے مرجاوے گا تو اوسکی مغفرت اللہ کی مرضی پر منحصر ہے چاہے بخشے چاہے نہ بخشے۔ ان سات کبیرہ گناہوں کی تفصیل بعض روایتوں میں اور طرح بھی آئی ہے اور بعض روایتوں میں سات کا حصر بھی باقی نہیں رہا۔ اسواسطے سلف نے کبیرہ گناہ کے معنے وہی بتلائے ہیں جو اوپر بیان کئے گئے۔ عزت کے مقام سے مراد جنت ہے ✢

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ

اور ہوس مت کرو جس چیز میں بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک سے مردوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے

وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

اور عورتوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور مانگو اللہ سے اسکا فضل اللہ کو ہر چیز معلوم ہے

ترمذی مستدرک حاکم وغیرہ میں مجاہد کی روایت سے اس آیت کی شان نزول جو بیان کی گئی ہے۔ اوس کا حاصل یہ ہے کہ بعض عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حسد کے طور پر یہ کہا تھا کہ مرد جہاد میں جاتے ہیں اسلئے اونکو لوٹ کے مال میں سے حصہ ملتا ہے۔ اور جہاد کا ثواب بھی پاتے ہیں اور میراث میں بھی مردوں کا دوہرا حصہ ہے۔ عورتیں بڑے ٹوٹے میں ہیں کہ ان باتوں سے محروم ہیں۔ اوس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ اللہ عالم الغیب ہے اوسکو عورت مرد سب کی دین و دنیا کی ہر طرح کی مصلحتیں خوب معلوم ہیں اوس نے دنیا کا انتظام ہر ایک کی مصلحت کیموافق کیا ہے جو کسی کے حسد سے پلٹ نہیں سکتا اسلئے بجائے ان حسد کے

باتوں کے اللہ کے فضل اور مہربانی کی دعا کرنی چاہئے۔ کیونکہ وہ ایسا مالک ہے کہ دنیا میں گھر بیٹھے جسکو چاہے مالا مال کر دیوے اور عقبیٰ میں جسکو چاہے تھوڑے سے عمل کا بہت سا ثواب عطا فرماویوے اوسکی بارگاہ میں خلوص نیت پر اجر ہے مرد عورت کی اس میں کچھ خصوصیت نہیں پھر حسد کا کیا موقع ہے صحیحین وغیرہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کی جو حدیث ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ حسد دو شخصوں کی حالت پر جائز ہے ایک وہ جسکو اللہ تعالےٰ نے مال دیوے اور وہ شخص اسکو نیک راہ میں بیدریغ خرچ کرے دوسرا وہ شخص جسے اللہ علم عطا فرماوے اور وہ اوس علم سے خلق اللہ کو فائدہ پہونچاوے اس حدیث اور آیتہ میں کچھہ مخالفت نہیں ہے کیونکہ حسد کا لفظ دو موقع پر بولا جاتا ہے ایک تو دوسرے شخص کی برتر حالت پر جلنا اور اپنے سوا دوسرے کو اوس حالت پر دیکھہ نہ سکنا اسطرح کا حسد حرام ہے اور آیتہ میں اسیکا ذکر ہے۔ دوسرا موقع حسد کے استعمال کا یہ ہے کہ دوسرے شخص کی حالت اپنے سے بالاتر دیکھہ کر کوئی شخص خدا تعالےٰ سے یہ التجا کرے کہ یا اللہ تو مجھکو بھی اپنے فضل سے اس بالاتر حالت پر پہونچاوے لیکن اس التجا میں دوسرے شخص کی بالاتر حالت کے زائل ہو جانے کا کچھہ خیال نہو اسکو غبطہ کہتے ہیں حدیث میں اسیکا ذکر ہے اور اکثر سلف کا یہی قول ہے کہ غبطہ جائز ہے۔ اوپر شان نزول کی جو مجاہد کی روایتہ بیان کی گئی ہے اگرچہ ترمذی نے اسکو مرسل کہا ہے۔ لیکن اس تفسیر کے مقدمہ میں یہہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ تفسیر کے باب میں مجاہد کی کل روایتیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے واسطے سے ہوا کرتی ہیں اور جس مرسل میں واسطہ معلوم ہو جاوے تو اوسکا حکم مرفوع کا ہے اسیواسطے امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں قال مجاہد قال مجاہد کہکر مجاہد کے اسطرح کے بہت سے قول لئے ہیں غرض کہ یہ شان نزول صحیح ہے۔

منزل ۱

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ

اور ہر کسی کے ہمنے ٹھیرا دیئے وارث اس مال میں جو چھوڑ جاویں ماں باپ اور قرابت والے اور جنسے قرار باندھا تم نے

فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۝

سو انکو پہنچا دو اُن کا حصہ اللہ کے روبرو ہے ہر چیز

ع ۵ ۸ ۲

اس آیتہ کے منسوخ ہونے اور نہونے میں علمائے مفسرین کا اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس آیتہ کے متعلق دو روایتیں ہیں ایک روایتہ تو بخاری میں ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جن دو شخصوں میں دینی بھائی چارہ ہو اگر اون میں سے ایک دوسرے کو مرتے وقت کچھہ وصیت کرے گا تو وصیت کیموافق عمل ہوگا۔ ورنہ بھائی چارہ کے سبب سے وراثت کا طریقہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں قرار دیا تہا وہ طریقہ آیتہ ولکل جعلنا موالی سے موقوف ہے اس صورت میں فاتوہم نصیبہم سے وصیت کا ادا کرنا مراد ٹھیرے گا۔ دینی بھائی کو وارث ٹھیرا کر وراثت کا حصہ اوسکو دنیا مراد نہیں ہے اور وصیت کا ذکر خود آیتہ اولوا الارحام بعضہم میں موجود ہے اس لئے آیتہ واولوا الارحام سے اس آیتہ کی تفسیر ہو سکتی ہے تنسیخ نہیں ہو سکتی۔ دوسری روایتہ وہ ہے جسکو ابن جریر نے

نقل کیا ہے کہ یہ آیتہ- آیتہ اولوا الارحام سے منسوخ ہے رفع اِس اختلاف کا یہہ ہے کہ بخاری کی روایتہ بہ نسبت ابن جریر کے قابل ترجیح ہے اسواسطے یہی قول صحیح ہے کہ یہ آیتہ منسوخ نہیں ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہؒ نے اِس اختلاف کو فوز الکبیر میں اسیطرح رفع کیا ہی- اگرچہ ابوداؤد اور تفسیر ابن ابی حاتم میں شان نزول اِس آیتہ کی یہ بیان کی ہی کہ عبد الرحمن بن ابی بکر نے جب اسلام لانے سے انکار کیا تو حضرت ابوبکر نے اون کو اپنی وراثت سے محروم رکھنے کی قسم کہائی تھی- پھر جب عبد الرحمن اسلام لے آئے تو اللہ تعالے نے اون کے وارث ٹھرانے کی باب میں یہ آیتہ نازل فرمائی- لیکن یہ شان نزول بخاری کے شان نزول کے مخالف ہی- اسواسطے مفسرین نے اسکو قوی شان نزول قرار نہیں دیا- موالی کے معنے ورثا کے ہیں اور والدان والاقربون اوسکا بیان ہی۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ

مرد حاکم ہیں عورتوں پر اسواسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر اور اسواسطیکہ خرچ کیے انہوں نے اپنے مال

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ

پھر جو نیک بختیں ہیں سو حکمبردار ہیں خبرداری کرتیاں ہیں پیٹھ پیچھے اللہ کی خبرداری سے اور جن کی بدخوئی کا ڈر ہو تم کو

فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ

تو اونکو سمجھاؤ اور جدا کرو سونے میں اور مارو ان کو پھر اگر تمہارے حکم میں آویں تو مت تلاش کرو ان پر

سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝

راہ الزام کی بیشک اللہ ہے سب سے اوپر بڑا۔

منزل ۱

ابن ابی حاتم ابن جریر ابن مردویہ نے جو شان نزول اِس آیتہ کی بیان کی ہے اوس کا حاصل یہ ہے کہ انصار میں سے ایک صحابی نے اپنی بی بی کو ایک طمانچہ مارا اوس عورت کا باپ اوس عورت کو لیکر آنحضرت کے پاس فریاد کو آیا آپنے قصاص کا حکم دیا- یہہ دونو عوض لینے کی نیت سے آنحضرت کے پاس سے گھر کی طرف موڑے ابھی اپنے گھر تک نہیں پہونچے تھے کہ حضرت جبرئیلؑ اللہ کیطرف سے یہہ آیتیں لائے آپنے اس آیتہ کے نازل ہونے کے بعد قصاص کا حکم موقوف رکھا حاصل یہ ہے کہ عورت پر مرد کا بڑا حق ہے۔ ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایتہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر روے زمین پر کسی آدمی کو آدمی کے سجدہ کرنے کا حکم ہوتا تو میں عورت کو خاوند کے سجدہ کا حکم دیتا ترمذی نے اگرچہ اِس حدیث کو غریب کہا ہے- لیکن ساتھہ ہی اسکے یہہ کہا ہے کہ اِس باب میں معاذ بن جبل سے بھی روایتہ ہے معاذ بن جبل کی یہہ حدیث مسند بزار میں معتبر سند سے آئی ہی- مسند امام احمد بن حنبل میں عبد الرحمان بن عوف سے روایتہ ہی- کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جو عورت نماز پڑھے اور روزہ رکہے اور بدکاری سے بچے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں جاسکتی ہی- اِس حدیث کی روایتہ میں امام احمد متفرد ہیں اور اوسکی سند میں ایک شخص عبد اللہ بن

قارض ہے جسکے نام میں بعضے علما رنے شبہ ڈالا ہے لیکن تقریب نے اوسکو صدوق کہا ہے۔ قوامون کے معنے یہ ہیں کہ مرد
عورتوں کے حاکم ہیں۔ عورتوں پر اون کی فرمانبرداری لازم ہے فضل اللہ بعضہم علی بعض کا مطلب یہہ ہے کہ مردونکو
نبی ہونے اور قاضی ہونے امام ہونے جہاد۔ جمعہ وجماعت میں حاضر ہونے کی طرح طرح کی عورتوں پر فضیلتیں ہیں قانتات
وہ عورتیں جو اپنے شوہروں کی فرمانبردار ہوں۔ حافظات للغیب کے معنے اپنے شوہروں کے پیٹھ پیچھے شوہر کی عزت
وحرمت اور اوس کے مال کی حفاظت کرنے والیاں۔ بما حفظ اللہ کے یہہ معنے کہ اللہ نیک عورتوں کو شوہر کی عزت
اور اوسکے مال کی حفاظت کی توفیق دیتا ہے۔ ناشزہ وہ عورت جو اپنے شوہر کی فرمانبردار نہو۔ جو عورتیں ایسی ہوں تو
اونکو پہلے تو ہر طرح سمجھایا جاوے۔ اور پھر بات چیت کرنی چھوڑ دی جاوے۔ اور پھر مجبوری سے آخری درجہ مارنے
کی اجازت ہے۔ لیکن وہ مار ایسی ہونی چاہئے جس سے زخم نہ پڑجاوے اور موہنہ پر بھی نہ مارنا چاہئے۔ چنانچہ عمرو بن الاحوص
کی حدیث ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے وقت عورتوں کے باب میں یہ نصیحت
فرمائی کہ عورتوں کو ایسی مار نہ ماری جاوے جس سے اون کے جسم پر زخم پڑجاوے۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔
مسند امام احمد نسائی ابو داؤد و ابن ماجہ مستدرک حاکم صحیح ابن حبان میں معاویہ بن قشیری کی حدیث ہے جس کے ایک
ٹکڑے کا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کے موہنہ پر نہ مارنا چاہئے۔ حاکم اور ابن حبان
نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ عمرو بن الاحوص کی حدیث سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جبتک عورت کی پاکدامنی
میں دہبہ لگنے کی کوئی بات نہ ظاہر ہوا وسوقت تک عورت کو مارنا جائز نہیں ہے۔ اس سے عورتوں کے مارنے
اور نہ مارنے کی حدیثوں میں مطابقت ہوسکتی ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر نافرمانی کے بعد ظاہر میں عورت فرمانبردار
بنجاوے تو اوس باب میں زیادہ کرید نہ کیجاوے۔ کیونکہ زبردستی کی کرید کرنے ہیں۔ عورت کے ساتھ گذران مشکل ہے
جیساکہ صحیح مسلم کی ابوہریرہ کی حدیث میں ہے کہ حوا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئی
ہیں اسلئے پسلی کی ہڈی کی کجی کی طرح ہر ایک عورت کی عادت میں ایک کجی ہے جو کوئی اوس کجی کی برداشت
کرلے گا تو وہ عورت کے ساتھ زندگی بسر کرسکتا ہے۔ ورنہ گذران مشکل ہے۔ مسند امام احمد اور صحیح مسلم میں ابوہریرہ
کی دوسری حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ عورت میں اگر کوئی بات بدخوئی کی ہوگی
تو کوئی بات اچھی بھی ضرور ہوگی۔ اسواسطے عورت کی ہر طرح کی عادت کو مدنظر رکھہ کر آدمی کو عورت کے ساتھ
گذران کرنی چاہئے۔ مسند امام احمد اور ترمذی میں ابوہریرہ کی ایک اور حدیث ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے پورے ایماندار ہونے کی یہہ نشانی ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال
کیساتھ نیک خصلت ہو۔ عمرو بن الاحوص کی حدیث میں یہہ بھی ہے کہ میاں کا بی بی پر یہ بھی حق ہے کہ بی بی
گھر میں ایسے کسی شخص کو نہ آنے دیوے جس کے آنے کا اوس کا میاں روادار نہو اور بی بی کا میاں پر یہ حق
ہے کہ میاں اپنے مقدور کے موافق اوسکو روٹی کپڑا اچھی طرح سے دیوے آخر کو یہہ فرمایا کہ اللہ سب سے بالا
اور بڑا ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالے نے مردوں کو عورتوں پر حاکم کیا ہے۔ لیکن اللہ سب کا

منزل ۱

حاکم اور مالک ہے کوئی مرد بیجا زیادتی عورت پر کرے گا تو اوسکو قیامت کے دن اوسکی جوابدہی اللہ کے روبرو کرنی پڑے گی۔ مسند امام احمد اور ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو اپنے دو غلاموں کا ذکر کیا کہ وہ دونو غلام شرارت بہت کرتے ہیں اسلئے میں اونکو برا بھلا اکثر کہتا رہتا ہوں اور مار ابھی کرتا ہوں کیا مجھ سے اسکی قیامت کے دن کچھ پرسش ہوگی۔ آپ نے فرمایا قصور سے زیادہ سزا کی ضرور پرسش ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا رعایا۔ لونڈی۔ غلام اہل وعیال غرض جس زبردست پر کوئی صاحب اقتدار بیجا زیادتی کرے گا۔ قیامت کے دن اوسکی سزا ہوگی۔ ترمذی نے اس حدیث کو غریب کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ سوائے عبدالرحمٰن بن غزوان کے روایتہ کے کسی دوسرے راوی کی روایتہ سے یہہ حدیث پائی نہیں جاتی۔ اس عبدالرحمٰن بن غزوان کی کنیت ابو نوح ہے اور یہ ثقہ شخص ہے امام بخاری نے اس سے روایتہ کی ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ

اور اگر تم لوگ ڈرو کہ وہ دونو آپس میں ضد رکھتے ہیں تو کھڑا کرو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے

اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝

اگر یہ دونوں چاہینگے صلح تو اللہ ملاپ دے گا انمیں اللہ سب جانتا ہے خبر رکھتا

منزل ۱

فقط عورت کی طرف سے جب بگاڑ کی باتیں ہوں تو اونکا ذکر تھا۔ اس آیتہ میں میاں بی بی دونوں کی طرف سے جب بگاڑ کی باتیں ہوں تو اونکا ذکر ہے کہ عورت مرد دونوں کے رشتہ واروں میں سے ایک ایک پنچ ٹھہرایا جاوے تاکہ وہ اس بگاڑ کا تصفیہ کردیں۔ خواہ یہہ تصفیہ آیندہ کے ملاپ کا ہو یا جدائی کا ابوداؤد ابن ماجہ مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عمر سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال چیزوں میں اللہ تعالے کے نزدیک جو ناپسند چیز ہے وہ عورت کی طلاق ہے۔ ابوداؤد کی سند میں اگرچہ ایک راوی یحییٰ بن مسلم ہے جسکے حافظہ میں فتور ہے۔ لیکن وہ صدوق ہے۔ اسیواسطے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ غرض اللہ تعالے کو میاں بی بی کا ملاپ پسند ہوا اور طلاق ناپسند ہے اسلئے آیتہ میں فقط ملاپ کا ذکر فرمایا ناپسند چیز طلاق کا ذکر نہیں فرمایا۔ تاکہ پنچوں کی توجہ ملاپ کی طرف زیر مصروف رہے آیتہ میں فقط ملاپ کا ذکر ہے اسواسطے امام احمد کا مذہب یہہ ہے کہ پنچوں کو میاں بی بی ہو تفریق کردینے کا اختیار نہیں ہے اور علماء نے اسکا جواب دیا ہے کہ آیتہ میں اصلاح کا لفظ ہے جسمیں ملاپ تفریق دونوں باتیں آسکتی ہیں۔ کیونکہ بعض صورتوں میں بغیر تفریق کے اصلاح نہیں ہوسکتی رشتہ دار پنچ اسلئے فرمائے کہ وہ میاں بی بی کی حالت کو خوب جانتے ہیں۔ آخر کو فرمایا۔ اللہ سب جانتا ہے۔ خبر رکھتا ہے۔ اسمیں میاں بی بی پنچ سب کو تنبیہ ہے کہ ان میں سے جو ناحق طریقہ اختیار

کہے گا وہ اللہ کے نزدیک مواخذہ کے قابل قرار پاوے گا۔ اکثر علماء کے نزدیک ان پنچوں کا حکم میاں بی بی کے برخلاف جاری ہو سکتا ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى
اور بندگی کرو اللہ کی اور ملاؤ مت اسکے ساتھ کسی کو اور ماں باپ سے نیکی اور قرابت والے سے

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ
اور یتیموں سے اور فقیروں سے اور ہمسایہ قریب سے اور ہمسایہ اجنبی سے اور برابر کے رفیق سے

وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ (٣٦)
اور راہ کے مسافر سے اور اپنے ہاتھ کے مال سے اللہ کو خوش نہیں آتا جو کوئی ہو اتراتا بڑائی کرتا۔

اوپر کی آیتوں اور ان آیتوں میں بندوں کے آپس کے حقوق کا ذکر تھا اور سب سے بڑا حق انسان پر اللہ تعالےٰ کا ہے جس نے انسان کو اور انسان کی سب ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا۔ اسی مناسبت سے اللہ تعالےٰ نے اپنے حق عبادت کو ان آیتوں میں ذکر فرمایا کہ جب انسان کا خالق رازق وہی وحدہ لاشریک ہے تو اوسکی عبادت میں کسی مخلوق کو شریک ٹھہرانا بڑی غلطی ہے صحیحین میں معاذ بن جبل سے روایت ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت میں کسیکو شریک نکریں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ اونکو جنت میں داخل کریگا ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا یہ ہے کہ جہانتک ہوسکے اونکی خدمت کرے۔ اور کوئی بات اونکی شان کے برخلاف نہ کرے۔ قرآن شریف کی اکثر آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد ماں باپ کے احسان کا ذکر فرمایا ہے جس سے ہر کوئی ماں باپ کے درجہ کو سمجھ سکتا ہے صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے ماں باپ دونوں کو یا اون میں سے ایک کو ضعیفی کی حالت میں پایا۔ اور اونکی ہر طرح کی خدمت کر کے اپنے آپ کو جنت کا مستحق نہ ٹھہرایا تو ایسا شخص بڑا بدنصیب ہے ذی القربیٰ رشتہ داروں کو کہتے ہیں صحیحین میں انس رضہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو یہ منظور ہو کہ اوس کی عمر بڑھے اور اوس کے رزق میں کشایش ہو تو وہ اپنے رشتہ داروں سے سلوک کیا کرے۔ بخاری میں سہل بن سعد رضہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو اونگلیوں کو ذرا فرق سے کھڑی کر کے فرمایا میں اور یتیم کے ساتھ شفقت سے پیش آنے والا شخص جنت میں ایسے قریب ہوں گے جسطرح یہہ دو انگلیاں ملی ہوئی ہیں مسکین کے معنے محتاج صحیحین میں ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ حاجتمند کی حاجت رفع کرنے والے کو قیامت کے دن مجاہدین کا ساجر ہے صحیحین میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل علیہ السلام نے مجھکو ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی یہاں تک تاکید کی کہ مجھے گمان گذرا

منزل ١

شاید دو ہمسایوں کی وراثت کا حکم آوے گا۔ والصاحب بالجنب کے معنے بعضے علماء نے گھر کی بی بی کیلئے ہیں اور بعضوں
نے مسافرت کے ساتھی کے گھر کی بی بی کے ساتھ احسان کی حدیثیں اوپر گذر چکی ہیں کہ عورت کی اچھی بری عادتیں سب
نظر کرکے گذران کرنی چاہئے اور اپنے مقدور کے موافق روٹی کپڑا اچھی طرح سے دینا چاہئے۔ سفر اور حضر کے
ساتھی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کے باب میں عبد اللہ بن عمر کی ترمذی کی روایتہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اللہ تعالے کے نزدیک اچھے وہ لوگ ہیں جو اپنے ساتھیوں سے اچھی طرح پیش آتے ہیں ابن السبیل
کے معنے اکثر سلف نے مہمان کے لئے ہیں صحیحین میں خویلد بن عمر العدوی سے روایتہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان آدمی کو چاہئے وہ اپنے مہمان کی عزت اور خاطر داری کرے۔ لونڈی غلام کے باب میں
ابو ذر کی صحیحین کی روایتہ میں آنحضرت نے فرمایا کہ اونکو اچھی طرح سے کھلاؤ پہناؤ۔ اور اون کی طاقت سے بڑھکر
اون سے کام نہ لو۔ اور سخت کام میں تم خود بھی اون کی مدد کرو۔ آخر کو فرمایا جو شخص ان احسانات کے بجالانے
میں تکبر اور خود پسندی کرے اللہ اوسکو پسند نہیں کرتا۔

الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ
وہ جو بخل کرتے ہیں اور سکھاتے ہیں لوگوں کو بخل اور چھپاتے ہیں جو اونکو دیا اللہ نے اپنے فضل سے
وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ○ وَالَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ
اور رکھی ہے ہمنے منکروں کو ذلت کی مار اور وہ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال لوگوں کے دکھانے
النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَن يَكُنِ الشَّيْطَانُ
کو اور یقین نہیں رکھتے اللہ پر اور نہ پچھلے دن پر اور جسکا ساتھی ہو شیطان
لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا ○ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
تو بہت برا ساتھی ہے اور کیا نقصان تہا اون کا اگر ایمان لاتے اللہ پر اور پچھلے دن پر
وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا ○
اور خرچ کرتے اللہ کے دیئے میں سے اور اللہ کو اون کی خوب خبر ہے

منزل ۱

ابن جریر نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے جو شان نزول ان آیات
کی بیان کی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ یہود لوگ آنحضرت کے اوصاف کو جنکا ذکر توراۃ میں ہے چھپاتے تھے یہ
علم کے چھپانے کا بخل ہوا علاوہ اس کے وہ لوگ صدقہ اور خیرات میں خود بھی بخیلی کرتے تھے اور انصار کے جن
لوگوں سے اون کی جان پہچان تھی اونکو بھی خیرات سے ہاتھ روکنے کی نصیحت کرتے تھے اوس پر اللہ تعالے
نے یہ آیتیں نازل فرمائیں مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایتہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اللہ تعالے فرماتا ہے
کہ جس نیک عمل میں دکھاوے کی شرکت ہے وہ عمل ہرگز قبول نہیں ہے۔ اور ترمذی میں حضرت ابی سعید

خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بخل اور بدمزاجی یہہ دو خصلتیں کسی مسلمان میں نہیں ہونی چاہئیں ترمذی نے اس حدیث کو غریب کہا ہے لیکن اس حدیث کو امام بخاری نے ادب المفرد میں روایت کیا ہے۔ علاوہ اس کے بخل اور بدخلقی کی مذمت کی صحیح حدیثوں سے اس حدیث کی تائید ہوتی ہے۔ حاصل معنے دونو آیتوں کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اپنے فضل سے علم کی دولت یا خوش مزاجی اور خوش حالی کی نعمت دی ہے۔ اگر وہ اوس کے صرف کرنے میں بخل کرینگے یا دکھاوے کی طور پر اوسکو صرف کرینگے تو ایسے لوگوں سے قیامت میں سخت مواخذہ ہوگا صحیح مسلم ترمذی نسائی وغیرہ میں ابو ہریرہ سے روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اول دوزخ کو ریاکار لوگوں سے سلگایا جاوے گا۔ اگرچہ یہ آیتیں یہود کی شان میں نازل ہوئی ہیں لیکن سوا یہود کے جس کسی میں یہ خصلتیں پائی جاویں گی وہ بھی ان آیتوں کے حکم میں داخل ہے صحیح مسلم میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان اور ایک فرشتہ رہتا ہے۔ شیطان ہمیشہ بُرے کاموں کی رغبت دلاتا ہے۔ اور فرشتہ اچھے کاموں کی اسیواسطے فرمایا کہ جسکا ساتھی شیطان ہوا وہی بُرے کاموں میں لگے گا۔ کیونکہ اوس نے بُرے ساتھی کا کہا مانا۔ اور اچھے ساتھی کا کہنا نہ مانا۔ پھر فرمایا جب ان لوگوں کو جتلایا گیا کہ عاقبت کے منکروں بخیلوں اور ریاکاروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے سخت عذاب طیار کر رکھا ہے تو پھر اون لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو یہ لوگ وہ بُری خصلتیں چھوڑ کر راہ راست پر نہیں آتے اور یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اوسکو ان کی سب بُری خصلتوں کا حال خوب معلوم ہے ایکدن اونکو ان بُری خصلتوں کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ یہاں بخیلوں کا کفر کفران نعمت کے معنوں میں ہے۔ اوپر رشتہ داروں اور محتاجوں کے ساتھ سلوک کرنے کا ذکر تھا۔ اوسی مناسبت سے ان آیتوں میں بخیلی کی مذمت فرمائی ہے ؂

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

اللہ حق نہیں رکھتا کسی کا ذرہ برابر اور اگر نیکی ہو تو اوسکو دونا کرے اور دیوے اپنے پاس سے بڑا ثواب

اوپر کی دونو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بخل اور ریاکاری کی مذمت فرماکر ایمان اور خیرات کی ترغیب جو فرمائی تھی یہہ ٹکڑا آیت کا اوس ترغیب کی تائید میں ہے۔ حاصل معنے یہ ہیں کہ جب ذرہ ذرہ بھر کا قیامت میں اللہ تعالیٰ اونکو اجر دوگنا چوگنا دینے کا وعدہ فرماتا ہے تو پھر کیوں لوگ نیک کاموں سے رک کر اپنے اتنے بڑے اجر کو ضائع کرتے ہیں اور دکھاوے کے عمل کیوں کرتے ہیں کیا جن لوگوں کے دکھانے کی غرض سے کوئی عمل کیا جاتا ہے وہ لوگ اونکو اللہ کا سا اجر دے سکتے ہیں۔ صحیحین میں حضرت ابوسعید خدری سے شفاعت کی جو بڑی حدیث ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ اچھے لوگ جب پلصراط سے گذر جاوینگے

اور بد لوگ پلصراط پر سے دوزخ میں گر جاویں گے تو وہ اچھے لوگ اللہ تعالی سے گنہگاروں کی سفارش کریں گے اور اون کی سفارش قبول ہو کر جنکے دلمیں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اوسکی نجات کا ذکر فرما کر حضرت ابو سعید خدری رض اس آیۃ کو پڑھا کرتے تھے جس سے اون کا مطلب یہہ تھا کہ اوس حالت کی تصدیق میں جنکا ذکر حدیث میں ہے یہ آیۃ نازل ہوئی ہے ✣

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا

پھر کیا حال ہوگا جب بلا دینگے ہم ہر امت میں سے احوال کہنے والا اور بلا دینگے تجھکو ان لوگوں پر احوال بتانے والا

يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ

اسدن آرزو کرینگے جو لوگ منکر ہوئے تھے اور رسول کی نافرمانی کی تھی کسیطرح ملا دیجئے انکو

الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ○

زمین میں اور نہ چھپا سکینگے اللہ سے ایک بات

جسطرح اوپر کی آیۃ میں اللہ تعالے نے قیامت کے دن کی ایک حالت کو بیان فرمایا ہے اوسیطرح اس آیۃ میں ایک دوسری حالت قیامت کے دن کی بیان فرمائی ہے تاکہ سمجھانے بجھانے سے ایک ذرہ برابر جن کو ایمان نصیب ہوا ہے جسطرح اون کی نجات کی حالت معلوم ہوئی ہے۔ اوسیطرح جو لوگ باوجود سمجھانے کے حضرت نوح سے لیکر ابتک صاحب شریعت انبیار کو جھٹلاتے رہے ہیں اون کی حالت بھی معلوم ہوجاے بخاری ابن ماجہ۔ نسائی۔ مسند امام احمد بن حنبل میں اس حالت کا جو ذکر ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ حساب کے وقت حضرت نوح سے لیکر حضرت عیسے تک کے منکر لوگوں سے اللہ تعالے پوچھے گا۔ کہ باوجود انبیار کی ہدایتوں کے تم لوگ منکر کیوں رہے یہہ لوگ انبیار کی ہدایت کا انکار کر کے صاف مکر جاویں گے۔ اور کہویں گے یا اللہ ہمکو کسی نے ہدایت نہیں کی اسپر سب انبیا کہویں گے کہ محمد آخر الزماں نبی ہیں ان کی شریعت میں ہر زمانہ کے نبی کی ہدایت کرنے کی تصدیق موجود ہے۔ پھر آنحضرت اور آپ کی امت کے لوگ حاضر کئے جاوینگے۔ اور اُن انبیار کے قول کی گواہی ادا کریں گے۔ اوسپر نادم ہو کر یہہ منکر لوگ جانوروں کو خاک ہوتا ہوا دیکھ کر اپنے خاک ہوجانے کی آرزو کرینگے۔ بعض آثار سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سوا اس گواہی کے آنحضرت اپنی امت کی نیکیوں کی گواہی قیامت تک کی ادا فرماویں گے۔ اسیواسطے امت کے اعمال آپ کے روبرو پیش ہوتے رہتے ہیں تاکہ گواہی کے لئے آپ کو امت کے اعمال کی اطلاع رہے چنانچہ چند روایتوں میں آیا ہے کہ جمعہ کے دن تم لوگ درود زیادہ پڑھا کرو کہ اوس دن تمہارے درود میرے روبرو پیش کیجاتی ہے اگرچہ اِن روایتوں کی سند میں تردد ہے لیکن بعض روایتوں کو بعض سے ایک طرح کی قوت ہوجاتی ہے خصوصاً مسند امام احمد ابوداؤد اور نسائی وغیرہ کی اوس بن اوس کی

ع ۶ ۳ منزل ۱

حدیث سے جسکو حاکم نے صحیح کہا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا

اے ایمان والو نزدیک نہو نماز کے جب تمکو نشا ہو یہانتک کہ سمجھنے لگو

مَا تَقُولُونَ

تم جو کہتے ہو

ترمذی ابوداؤد ونسائی اور حاکم میں حضرت علی سے روایۃ ہے کہ عبدالرحمن بن عوف نے ہم لوگوں کی دعوت کی اوسوقت تک شراب حرام نہ تھی۔ اِس سبب سے ہم لوگوں نے خوب شراب پی اتنے میں مغرب کی نماز کا وقت آیا۔ سب نے مجھکو امام بنایا میں نے قل یا ایہا الکافرون لا اعبد ما تعبدون کی جگہ قل یا نحن نعبد ما تعبدون یعنے جسکی بندگی تم کرتے ہو اوسکی ہم بھی کرتے ہیں پڑھ دیا۔ اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہہ آیتہ نازل فرمائی۔ ترمذی نے اِس حدیث کو صحیح کہا ہے اِس آیتہ کے نازل ہونے کے بعد نماز کے وقت لوگوں نے شراب کا پینا موقوف کر دیا تھا۔ ایسے وقت پر شراب پیتے تھے کہ نماز کی وقت تک نشہ کی حالت باقی نرہے یہان تک کہ سورہ مائدہ کی آیتہ یا ایہا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر نازل ہوئی اور اوس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے قطعی حرام ہونے کا مطلب سمجھا اور اوس آیتہ کے نازل ہونے کے بعد آپ نے شراب کے استعمال شراب کی بیع سب کے حرام ہونے کا صریح حکم دیدیا۔ چنانچہ مسند امام احمد صحیح مسلم اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ سورہ مائدہ کے آیتہ کے نازل ہونے کے بعد ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھہ شراب تحفہ کے طور پر بھیجی آپ نے اوس شخص سے فرمایا کہ شراب سورۂ مائدہ کے بعد حرام ہوگئی۔ اوس شخص نے اوس شراب کے بیچ ڈالنے کی اجازت اپنے غلام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو دی۔ آپ نے اوس سے بھی اوس شخص کو منع کیا۔ اور فرمایا کہ جس اللہ نے شراب کا پینا حرام کر دیا۔ اوسی نے شراب کا بیچنا بھی حرام کر دیا۔ آخر وہ شراب پھکوا دی گئی۔ اِس سے زیادہ تفصیل اِس مسئلہ کی سورۂ مائدہ میں آوے گی۔

وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا ۚ

اور نہ جب جنابت میں ہو مگر راہ چلتے ہوئے جب تک کہ غسل کر لو

ابن جریر نے یزید بن ابی حبیب سے روایتہ کی ہے کہ بعضے انصار کے گھروں کے دروازے مسجد نبوی میں اسطرح پر تھے کہ بغیر مسجد کے گذر کے وہ گھر سے نہیں آسکتے تھے اور گھروں میں نہانے کے لایق پانی نہیں ہوتا تھا۔ اسلئے ناپاکی کی حالت میں اونکو مسجد میں سے گذرنے اور گھروں کے باہر آنے میں بڑا تردد ہوتا تھا اوسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتہ نازل فرما کر ناپاک آدمی کو مسجد سے گذر جانے کی اجازت فرمادی ناپاک آدمی کے

حکم میں حیض ونفاس والی عورت بھی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ کی جو حدیث ہے کہ آنحضرت نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ مسجد میں سے بوریا اوٹھا لاؤ حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ میں حیض کی حالت میں ہوں آنحضرت نے خفا ہوکر فرمایا کہ حیض کیا تمہارے ہاتھ کو لگا ہوا ہے۔ اوس حدیث سے یہی تفسیر اس آیتہ کی صحیح ہے کہ اس آیتہ کے حکم میں حیض ونفاس والی عورت داخل ہے۔ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ ناپاک آدمی جبتک نہانہ لیوے اوسکو مسجد میں راستہ کے طور پر گذر جانے کے سوا ٹھیرنا جائز نہیں۔ لیکن امام احمد کے نزدیک فقط وضو بھی کافی ہے۔ اور امام احمد کی دلیل وہ حدیث ہے جو خود اون کی مسند اور سنن سعید بن منصور میں ہے کہ اکثر صحابہ ناپاکی کی حالت میں وضو کرکے مسجد میں بیٹھ جایا کرتے تھے لیکن یہ بعضے صحابہ کا عمل ہے صحابہ کا اس پر اجماع نہیں اسلئے اکثر علماء کا یہی قول ہے کہ ناپاک آدمی کو مسجد میں ٹھیرنا جائز نہیں ہے۔ خواہ مرد ہو یا حیض ونفاس والی عورت ہو۔ بعضے علماء نے راہ چلنے کے معنے مسافر کے جو کئے ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔ کیونکہ مسافر کا الگ ذکر ہے۔ پھر وہ ذکر دو دفعہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ اگرچہ مسند امام احمد اور سنن سعید بن منصور کی سند میں ہشام بن سعد راوی ہے جسکو ابوحاتم وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ لیکن یہہ روایتہ ہشام کی زید بن اسلم سے ہے جو مقبول ہے اسلئے اس سند کو بعضے علماء نے مسلم کی شرط پر کہا ہے۔ ناپاک حالت میں جسطرح مسجد میں ٹھیرنا منع ہے اوسیطرح قرأت قرآن اور طواف بھی منع ہے چنانچہ اسکی صراحت صحیح حدیثوں میں آچکی ہے

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ

اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں یا آیا ہے کوئی شخص تم میں سے جائے ضرور سے

اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا

یا لگے ہو عورتوں سے پھر نہ پایا پانی تو ارادہ کرو زمین پاک کا پھر ملو

بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝

اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو اللہ ہے معاف کرنے والا بخشنے والا

اگرچہ تیمم کی شان نزول میں مفسروں نے مختلف روایتیں نقل کی ہیں۔ لیکن صحیح شان نزول وہی ہے جسکو امام بخاری نے اور امام احمد بن حنبل نے روایتہ کیا ہے۔ جسکا حاصل یہہ ہے کہ ایک سفر میں حضرت عائشہ حضرت کے ساتھ تہیں حضرت عائشہ کے گلے کا ہار گر پڑا۔ اوس کے ڈہونڈہنے میں صبحتک قافلہ روانہ نہو سکا۔ یہاں تک کہ صبح کی نماز کا وقت آگیا۔ اوس جنگل میں سب قافلہ کے وضو کے لئے پانی نہ تہا اس سبب سے لوگ بہت گہبرائے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق سے حضرت عائشہ کی شکایت کی حضرت ابوبکر صدیق بھی حضرت عائشہ پر بہت خفا ہوئے اتنے میں اللہ تعالے نے یہ تیمم کا حکم نازل فرمایا۔ اس حکم کی خوشی میں پھر سب نے ملکر حضرت عائشہ کو بہت دعائیں دیں۔ تیمم کی یہ حدیثیں کہ فقط ایکدفعہ دونوں ہاتھ زمین پر مار کر

پہونچوں تک دونوں ہاتھوں اور مونہہ کو مل لیوے۔ زیادہ صحیح ہے جس مرض میں پانی کا استعمال مضر ہو اوس میں تیمم جایز ہے اسیطرح سفر میں پانی نہ ملے تو اوس صورت میں بھی تیمم جایز ہے۔ ابوداؤد و ابن ماجہ دارقطنی میں جابر سے روایت ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہہ ہے کہ ہم لوگ سفر میں تھے اور ہم میں سے ایک شخص کے سر میں زخم تھا۔ اتفاق سے اوس زخمی شخص کو نہانے کی حاجت ہوگئی اور اوسنے ہم سب ساتھ والے لوگوں سے تیمم کا مسئلہ پوچھا ہم نے اوسکو تیمم کی اجازت دینے میں تامل کیا اسلئے اوس شخص نے غسل کیا جسکے صدمہ سے وہ شخص فوت ہوگیا۔ مدینہ میں آنے کے بعد جب یہ ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو آیا تو آپ بہت خفا ہوئے اور فرمایا اوس شخص کو تیمم کافی تہا۔ ابن سکن نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ یہہ ابن سکن ابوعلی سعید بن عثمان بن سعید بن السکن بغدادی علم حدیث میں صاحب تصنیف اور اپنے وقت کے مشہور عالم ہیں صحیح ابن السکن ان کی تصنیفات میں زیادہ شہرت رکھتی ہے۔ اسی حدیث میں زخمی شخص کے لئے ایک صورت یہ بھی ہے کہ بدن پر جہاں زخم نہو وہاں پانی بہالیا جاوے اور زخم کی جگہ پر پٹی باندھکر اوس پٹی پر مسح کرلیا جاوے۔ صحیحین میں عمران بن حصین سے روایت ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ سفر کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کی نماز پڑہی۔ ایک شخص اس جماعت میں شریک نہیں ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس شخص سے جماعت میں شریک نہ ہونے کا سبب پوچھا اوس نے کہا مجھکو نہانے کی حاجت تھی۔ اور نہانے کے قابل پانی نہیں تہا آپنے فرمایا ایسی حالت میں تیمم کافی تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے لامستم النساء کی تفسیر عورت سے صحبت کرنے کی کی ہے۔ اس تفسیر کے مقدمہ میں یہ بات گذر چکی ہے کہ جہاں تفسیر کے باب میں سلف کا اختلاف ہو وہاں امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر کو ترجیح دیجاتی ہے۔ اس لئے بعضے سلف نے آیت سے یہہ مطلب جو نکالا ہے کہ فقط عورت کو ہاتھ لگانے سے ہی وضو والے کو وضو اور تیمم والے کو تیمم لازم ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر کے مخالف وہ مطلب ترجیح دینے کے قابل نہیں ہے۔ صعید کے معنے روئے زمین اور مٹی دونو کے ہیں۔ اسواسطے اسمیں اختلاف ہے کہ تیمم فقط زمین پر کی مٹی سے ہی ہوسکتا ہے یا روئے زمین پر کی اور چیزوں مثلاً چونہ وغیرہ سے بھی ہوسکتا ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک سوائے مٹی کے اور کسی چیز سے تیمم جایز نہیں ہے اور سلف اس کے مخالف ہیں دلیل ہر ایک کی مذہب کی فقہ کی کتابوں میں ہے اللہ معاف کرنے والا بخشتا کا یہہ مطلب ہے کہ اوسنے اپنی مہربانی اور درگذر کے سبب سے اسطرح نرم اور سہل احکام نازل فرمائے۔

منزل ۱

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا

تونے نہ دیکھے جنکو ملا ہے کچھہ ایک حصہ کتاب سے خرید کرتے ہیں گمراہی اور چاہتے ہیں کہ تم بھی بہکو

السَّبِيْلَ ۝ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۝ مِنَ

راہ سے اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ بس ہے حمایتی اور اللہ بس ہے مددگار وہ جو

مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ
یہود ہیں بے ڈھب کرتے ہیں بات کو اوسکے ٹھکانے سے اور کہتے ہیں ہمنے سنا اور نہ مانا اور سن

مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا
نہ سنایا جا یو اور کہتے ہیں راعنا موڑ دیکر اپنی زبان کو اور عیب دیکر دین میں اور اگر وہ کہتے ہمنے سنا اور مانا

وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا
اور سن اور ہمپر نظر کر تو بہتر ہوتا ان کے حقمیں اور درست لیکن لعنت کی انکو اللہ نے انکے کفر سے سو

يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝
ایمان نہیں لاتے مگر کم

ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ رفاعہ بن زید اور مالک بن وخشم یہودیوں میں دو بڑے سردار تھے وہ طرح طرح کی شرارتیں آنحضرت صلعم سے کرتے تھے کبھی آپ سے کوئی مسئلہ پوچھتے اور آپ جو جواب دیتے اوسکو بدل کر اور طرح پر لوگوں سے بیان کرتے اور کبھی زبان دبا کر ذو معنے کلمات آپ کو کہتے مثلاً راعنا کو اون معنوں میں بولتے جنکا ذکر سورہ بقر میں گذرا اور ظاہر میں سمعنا واطعنا کہہ کر چپکے سے کہتے سنا ہم نے اور نہ مانا۔ اور واسمع غیر مسمع سے یہہ مطلب نکالتے۔ آپ بہرے ہوجائیں غرض ان دونوں شخصوں اور اس قسم کے شریر النفس جو یہود تھے اون سب کی تنبیہ میں اللہ تعالےٰ نے یہہ آیتہ نازل فرمائی۔ اور فرمایا جس توراۃ سے ان لوگوں کو موسےٰ علیہ السلام کی نبوت معلوم ہوئی اوس توراۃ میں نبی آخرالزماں کی نبوت کا بھی ذکر ہے۔ مگر ان لوگوں نے ایسی بری سوداگری کی کہ ہدایت کے معاوضہ میں گمراہی خریدی اور کچھہ تو اسی دشمنی کے سبب سے کہ اون کے گھرانے میں یہ آخری نبوت کیوں نہوئی۔ اور کچھہ دنیا کے تھوڑے سے لالچ کے خیال سے انہوں نے توراۃ کے لفظوں اور بعض جگہ معنوں کو بدلا اور اس دھوکے سے لے مسلمانوں یہہ لوگ تمکو بھی نیک راستہ سے بہلانا چاہتے ہیں لیکن اللہ کو خوب معلوم ہے کہ یہہ لوگ تمہارے دشمن ہیں تم انکا معاملہ اللہ کے سپرد کرو اوسکی مدد تمکو کافی ہے اوسکی مدد کے آگے انکی دشمنی کیا چل سکتی ہے۔ اگر وہ کہتے ہم نے سنا اور مانا اور سن اور ہم پر نظر کر تو بہتر ہوتا او نکے حق میں اور درست لیکن لعنت کی اون کو اللہ نے اون کے کفر سے اسلئے ایمان نہیں لاتے۔ مگر کم۔ مطلب اسکا یہ ہے کہ یہہ یہود لوگ اگر ان شرارت کے لفظوں کی جگہ یہہ سیدھے سیدھے لفظ کہتے تو اون کے لئے دین دنیا میں یہہ اون کے حق میں بہتر تھا۔ دین کی بہتری تو یہ تھی کہ توراۃ میں نبی آخرالزماں پر ایمان لانے کا حکم تھا۔ اوسکی تعمیل ہو کر ان لوگوں کی عقبےٰ درست ہو جاتی اور دنیا کی بہتری یہ تھی کہ یہہ لوگ جزیہ کی چٹی سے بچ جاتے اور ان لوگوں کے طرح طرح کے گناہوں کے سبب سے اینپر تنگدستی جو سوار ہے وہ جاتی رہتی۔ چنانچہ سورہ مائدہ میں فرمایا ولو ان اهل الكتاب امنوا واتقوا لكفرنا عنهم سيأتهم ولادخلناهم جنات النعيم ولو انهم اقاموا التوراة والانجيل وما انزل اليهم من ربهم لاكلوا من فوقهم ومن تحت ارجلهم حاصل مطلب

منزل ۱

ان سورۂ مائدہ کی آیتوں کا وہی ہے جو اوپر بیان ہوا کہ اگر یہہ اہل کتاب توراۃ اور انجیل کے پابند ہو کر نبی آخر الزماں اور قرآن پر ایمان لاتے تو اون کے لئے دین و دنیا میں بہتر تھا۔ پھر فرمایا کہ یہہ ہوتا تو کیونکر ہوتا۔ یہہ تو ایسوں کی اولاد اور اون ہی اپنے بڑوں کے ڈھنگ پر ہیں جنپر داؤد علیہ السلام اور عیسے علیہ السلام کے زمانہ میں خدا کی لعنت اوتر چکی ہے۔ یہہ پورا قصہ تو سورہ مائدہ میں آوے گا لیکن مسند امام احمد ترمذی ابو داؤد و ابن ماجہ میں جو روایتیں بنی اسرائیل پر لعنت اوترنے کی ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں جب گناہونکی کثرت ہوگئی۔ اور اون کے علماء نے جاہل لوگوں کی نصیحت کو چھوڑ کر خود بھی اون گنہگاروں کی مجلسوں میں شریک ہونا شروع کر دیا۔ تو حضرت داؤد اور حضرت عیسے کی زبانی اون پر اللہ کی لعنت اوتری یہہ روایتہ متصل۔ اور مرسل چند طریقوں سے جس سے ایک روایتہ کو دوسری سے تقویت حاصل ہو جاتی ہے۔ آخر آیتہ میں فرمایا کہ اس خاندانی پھٹکار کے سبب سے انمیں سے عبداللہ بن سلام وغیرہ چند لوگ راہ راست پر آئے باقی سب قسمی پھٹکار میں گرفتار ہیں۔ اللہ کی لعنت اور پھٹکار کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں پر اللہ کی رحمت نہو گی۔ اگرچہ یہ قصہ یہود کا ہے۔ لیکن اس امت میں بھی جب وہ حالت گناہونکی کثرت اور علماؤنکی چشم پوشی کی پیش آوے گی تو اسیطرح کے کسی عذاب کے آنے کا خوف ہی چنانچہ ترمذی میں حذیفہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا۔ اے لوگو نیک باتوں کی تاکید اور بری باتوں کی ممانعت انجان لوگوں کو کرتے رہو ورنہ جب یہہ بات تم میں نرہے گی تو کوئی نہ کوئی اللہ کا عذاب آوے گا۔ اور پھر اوس عذاب سے بچنے کی دعا کی جاوے گی تو کسی کی دعا قبول نہو گی۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ منزل ۱

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْكِتَٰبَ ءَامِنُواْ بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُم مِّن قَبْلِ أَن نَّطْمِسَ
اے کتاب والو ایمان لاؤ اسپر جو ہمنے نازل کیا سچ بتاتا تمہارے پاس والے کو پہلے اس سے کہ ہم مٹا ڈالیں

وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا عَلَىٰٓ أَدْبَارِهَآ أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ أَصْحَٰبَ ٱلسَّبْتِ ۚ وَكَانَ
کتنے منہ پھر الٹ دیں اونکو پیٹھہ کیطرف یا اونکو لعنت کریں جیسے لعنت کی ہفتے والوں کو اور اللہ نے

أَمْرُ ٱللَّهِ مَفْعُولًا ۝
جو حکم کیا سو ہوا

ابن اسحاق وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایتہ کی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن صوریا اور کعب بن اسید یہود کے علماء سے کہا کہ توراۃ سے تمکو میری نبوت بخوبی معلوم ہو چکی ہے پھر تم خدا سے کیوں نہیں ڈرتے اور نبی برحق پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ اونھوں نے جواب دیا کہ ہمکو توراۃ سے آپکی نبوت ہرگز نہیں معلوم ہوتی۔ اوسپر اللہ تعالے نے یہہ آیتہ نازل فرمائی اور فرمایا کہ ان لوگوں کو توراۃ کی ہدایت کے موافق قرآن اور نبی آخر الزماں پر ایمان لانا ہے تو یہہ لوگ جلدی کریں ورنہ جسطرح

ان لوگوں نے جان بوجھ کر حق باتوں سے مونھہ پھیرا ہے اوسیطرح ہم بھی اونکو یہہ سزا دینگے کہ اونکا چہرہ۔ آنکھہ۔ ناک سب گدی کیطرف پھیر دینگے اور ان کے بڑوں میں سے جن لوگوں نے شکار کھیلا تھا۔ اونکی طرح انکو بھی ملعون ٹھہرا کر بندر اور سور کی شکل کر دیا جاوے گا۔ اس قصہ کا تذکرہ سورہ بقر میں گذر چکا ہے۔ اور زیادہ تفصیل اس قصہ کی سورہ اعراف میں آوے گی۔ عبد اللہ بن سلام آنحضرت کے زمانہ میں اور کعب بن احبار حضرت عمر کے زمانہ میں اسی آیتہ کو سنکر ایمان لائے۔ اللہ نے جو حکم کیا سو ہوا۔ اس کا مطلب یہہ ہے کہ اوسکا حکم ایسا زبردست ہے کہ ایک کن کے کہنے سے سب کچھہ پیدا ہو گیا۔ اسلئے اوس کے حکم کے آگے کسی عذاب کا ان لوگوں پر آجانا ادنےٰ سی بات ہے ۞

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ
تحقیق اللہ نہیں بخشتا ہے یہ کہ اسکا شریک پکڑیں اور بخشتا ہے اس سے نیچے جسکو چاہے اور جسنے

يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى إِثْمًا عَظِيْمًا ۝
شریک ٹھیرایا اللہ کا اسنے بڑا طوفان باندھا

طبرانی[1] اور ابن ابی حاتم نے ابو ایوب انصاری سے روایت کی ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اوس نے کہا کہ میرا ایک بھتیجا ہے وہ رات دن برے کاموں میں مصروف رہتا ہے آپ نے فرمایا اوسکا دین کیا ہے اوس شخص نے عرض کیا خدا کو ایک جانتا ہے۔ نماز پڑھتا ہے۔ آپ نے فرمایا پہلے اوسکو اوس کے دین سے مفت پھر کچھہ لالچ دے کر ہٹانا چاہیئے۔ تاکہ معلوم ہو کہ باوجود برے کام کرنے کے وہ دین پر کہانتک پکا ہے۔ تھوڑے دنوں کے بعد اوس شخص نے پھر آنحضرت کے پاس آنکر بیان کیا کہ وہ اپنا دین کسیطرح نہیں چھوڑتا تو اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہہ آیتہ نازل فرمائی۔ حاصل معنے آیتہ کے وہی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمائے ہیں چنانچہ مسند ابو یعلی موصلی اور تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت جابر سے روایتہ ہے کہ آپ نے اس آیتہ کو پڑھکر یہہ معنے بیان فرمائے کہ جو شخص ایسی حالت میں مرا کہ ایک شرک تو اوس میں نہیں ہے لیکن سوا شرک کے اور طرح طرح کے گناہوں میں بلا توبہ کے مبتلا ہے تو ایسے شخص کے لئے مغفرت تو اللہ کی حلال ہو چکی اب یہہ بات اللہ کے اختیار میں ہے کہ چاہے بلا کسی مواخذہ کے اوسکو جنت نصیب کرے چاہے کسقدر مواخذہ کے بعد اوسکو جنت میں داخل کرے یہہ جابر کی روایتہ صحیح مسلم میں بھی ہے مگر مختصر طور پر بغیر ذکر آیتہ کے طبرانی میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایتہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو شخص اللہ کو گناہوں کے بخشنے پر قادر جانکر مرے گا اور اوس کے گناہوں میں شرک بلا توبہ نہو گا تو اللہ کو اوس کے بخشنے میں کچھہ دریغ نہ ہو گا۔ حاصل کلام یہہ ہے کہ اس آیتہ اور اون حدیثوں کے سبب سے جمہور سلف اور عام اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ خواہ قتل نفس کا گنہگار یا اور کسی کبیرہ کا

منزل ۱

[1] طبرانی کی سند میں اگرچہ ایک شخص واصل بن السائب ضعیف ہے لیکن ابن ابی حاتم کی روایت سے طبرانی کی روایتہ کو تقویت ہو جاتی ہے۔ ۱۲ منہ مدظلہ العالی

گنہگار اگر بلا توبہ مرجاوے گا تو اوسکی مغفرت اللہ کے اختیار میں ہے اور توبہ شرک اور ہر کبیرہ گناہ کی مقبول ہے لیکن حضرت عبداللہ بن عباس کا خلاف اس باب میں مشہور ہے کہ وہ آیتہ ومن یقتل مومنا متعمدا سے یہ حجت قایم کرتے ہیں کہ جو شخص مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے تو وہ اوسکی توبہ قبول نہیں ہوسکتی ہے یہہ مذہب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ایسا ہے کہ اوسمیں سلف کو بھی بڑا تردد رہا ہے۔ چنانچہ بخاری وغیرہ کتب حدیث میں روایتہ ہے کہ سعید بن جبیر نے خاص طور پر جاکر حضرت عبداللہ بن عباس سے آیتہ ومن یقتل مومنا متعمدا اور آیتہ والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا اخر ولا یقتلون النفس الآیتہ دونوں کو ملاکر مطلب پوچھا اس سے غرض سعید بن جبیر کی یہہ تھی کہ جب آیتہ والذین لا یدعون میں قاتل کی توبہ قبول ہونے کا ذکر ہے تو پھر آپ یہہ کیونکر فتوے دیتے ہیں کہ مسلمان کے قاتل کی نہ مغفرت ہے نہ اوسکی توبہ قبول ہے لیکن حضرت عبداللہ بن عباس نے یہہ جواب دیا کہ آیتہ والذین لا یدعون خاص اہل شرک کے قاتلین کے لئے ہے مسلمان قاتل کا حکم سورۂ نسار کی آیتہ ومن یقتل میں جدا ہے اور سورہ نسار سورہ فرقان سے چھہ مہینے بعد نازل ہوئی ہے اسلئے سورہ نسار کی آیتہ سے میں یہی کہتا ہوں کہ مسلمان کے قاتل مسلمان کی نہ مغفرت ہے نہ توبہ ہے اور علمار نے حضرت عبداللہ بن عباس کے جواب کا جواب الجواب اسطرح دیا ہے کہ طبرانی کی روایتہ میں یہ صراحت آچکی ہے کہ جب آیتہ والذین لا یدعون نازل ہوئی تو صحابہ حاضرین مجلس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ یہہ آیتہ اہل شرک کے لئے خاص ہے آپ نے فرمایا نہیں سب مسلمانوں کے لئے عام ہے۔ پھر یہ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہ وہ آیتہ اہل شرک کے لئے خاص ہے ابوسعید خدری کی متفق علیہ حدیث میں جب یہ آچکا ہے کہ ایک شخص اسرائیلی نے ننانوے ۹۹ خون کئے اور بنی اسرائیل کا جو عالم یہ کہتا گیا کہ تیری توبہ قبول نہیں اوسیکو اوس نے قتل کیا۔ آخر توبہ کی نیت سے جلتے جاتے مرگیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرشتوں سے زمین کی ماپ کرائی اور جدہر وہ شخص توبہ کی نیت سے جاتا تھا ادہر زمین کے ایک بالشت بھر قریب نکلنے سے باوجود ننانوے خون کے اللہ تعالےٰ نے اوس شخص کی مغفرت فرمائی اور اوسکی توبہ قبول کی پھر یہ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہ مسلمان کے قاتل کی توبہ قبول نہیں۔ حافظ ابن کثیر نے حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ قتل کا جرم حق العباد میں سے ہے اسلئے حضرت عبداللہ بن عباس کا مقصود یہ ہے کہ قصاص یا معافی جرم سے جب تک صاحب حق کی حق کی کچھہ تلافی نہو اوسوقت تک حقوق عباد میں فقط توبہ سے آدمی کی سبکدوشی نہیں ہوسکتی اس صورت میں حضرت عبداللہ بن عباس اور جمہور کے مذہب میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ حقوق عباد میں جمہور کا مذہب یہی ہے جو مطلب حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کا حافظ ابن کثیر نے بیان کیا ہے۔

منزل ا

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا

تونے نہ دیکھے وہ جو آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں بلکہ اللہ پاکیزہ کرتا ہے جسکو چاہے اور ان پر ظلم نہ ہوگا تاگے برابر

انظر كيف يفترون على الله الكذب وكفى به إثما مبينا ○

دیکھہ کیسا باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور یہی کفایت ہے گناہ صریح

ابن ابی حاتم وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایۃ کی ہے کہ یہود ایک دفعہ کچھ اپنے چھوٹے بچوں کو آنحضرتؐ کے پاس لائے اور پوچھا کیا لڑکے گنہگار ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر یہود نے کہا ہم بھی ان لڑکوں کے مانند ہیں جو گناہ ہم دن کو کرتے ہیں وہ رات کو اور جو رات کو کرتے ہیں وہ دن کو معاف ہو جاتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتہ نازل فرمائی اور فرمایا غیب کا علم اللہ کو ہے کہ مرنے کے بعد کسکا کیا انجام ہونے والا ہے یہ لوگ جو زبردستی اپنے آپ کو بے گناہ بچوں کی طرح سے عذاب آخرت سے بری بتاتے ہیں یہ اللہ کی شان میں انکا ایک صریح جھوٹ ہے عقبے میں ایک ذرہ بھر بھی ظلم نہ ہوگا۔ کہ نیکوں کی جزا بدوں کو یا بدوں کی سزا نیکوں کو ملجاوے۔ بلکہ وہاں تو جیسا کوئی کرے گا ویسا پاوے گا۔ اور گناہ تو درکنار ان لوگوں نے اللہ کی شان میں یہ ایک جھوٹ بات کہی ہے کہ باوجود طرح طرح کے گناہوں کے ان سے عقبے میں مواخذہ نہوگا۔ یہی ایک ایسا بڑا گناہ ہے کہ وہی انکی گرفت کے لئے کافی ہے فتیل اوس تیلے سے چھلکے کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی پر تاگے کی طرح باریک ہوتا ہے۔ تزکیہ کے معنے اپنے نفس کی بڑائی کرنا صحیح حدیثوں میں شیخی کے طور پر اپنے آپ کو جو آدمی اچھا کہنے لگتا ہے اوسکی اور خوشامد کے طور پر دوسری کی جو زبردستی تعریف کرتا ہے اوسکی ممانعت آئی ہے۔

منزل ١

ألم تر إلى الذين أوتوا نصيبا من الكتاب يؤمنون بالجبت والطاغوت

تو نے نہ دیکھے جنکو ملا ہے کچھ حصہ کتاب کا مانتے ہیں بتوں کو اور شیطان کو

ويقولون للذين كفروا هؤلاء أهدى من الذين آمنوا سبيلا ○

اور کہتے ہیں کافروں کو یہ زیادہ پاتے ہیں مسلمانوں سے راہ

أولئك الذين لعنهم الله ومن يلعن الله فلن تجد له نصيرا ○

وہی ہیں جنکو لعنت کی اللہ نے اور جسکو لعنت کرے اللہ پھر تو نہ پاوے کوئی اوس کا مددگار

مسند امام احمد تفسیر ابن جریر تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس مجاہد عکرمہ اور قتادہ کی روایتوں سے جو شان نزول ان آیتوں کے بیان کی گئی ہے اوسکا حاصل مطلب یہہ ہے کہ جب یہود لوگ احزاب کی لڑائی کے لئے قریش کو رغبت دلانے کے لئے مکہ کو گئے اوسوقت قریش نے حی بن اخطب اور کعب بن اشرف یہود کے سرداروں سے پوچھا کہ تم اہل کتاب ہو بھلا یہہ تو بتلاؤ کہ ہم لوگ حق پر ہیں یا محمدؐ اور اون کے ساتھی حق پر ہیں اوسوقت یہود کی یہ غرض قریش سے متعلق تھی کہ کسی طرح قریش کو بہکا کر جنگ احزاب پر لایا جاوے۔ اسلئے ان یہود کے سرداروں نے کہا کہ تمہارا دین اچھا ہے۔ اور تم حق پر ہو اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائی اور فرمایا ان لوگوں کے بے ایمانی دیکھنے کے قابل ہے کہ دنیا کی ایک غرض کے

سبب سے انہوں نے اہل کتاب ہو کر شرک کو توحید سے اور مشرکوں کو موحدوں سے اچھا بتلایا۔ ایسے بے ایمانوں پر اللہ کی پھٹکار ہے اور جس پر اللہ کی پھٹکار ہو اوسکو دنیا اور آخرت میں اللہ کے عذاب سے کوئی بچا نہیں سکتا یہہ جو فرمایا کہ اہل کتاب ہو کر مانتے ہیں بتوں کو اور شیطان کو اس شان نزول کی بعض روایتوں میں اوس کا قصہ یوں ہے کہ جب ان یہود کے سرداروں نے قریش کو احزاب کی لڑائی کے لئے اوبھارنا چاہا تو قریش نے کہا کہ تم اور محمد اہل کتاب اور دونوں ایک ہو اس لئے ہمکو تمہاری باتوں پر اوسوقت تک بھروسہ نہیں ہے جب تک تم ہمارے بتوں کو سجدہ نکرو اوسپر یہود کے دونو سرداروں نے شیطان کے بہکانے سے اہل مکہ کے بتوں کو اپنی غرض کے لئے سجدہ بہی کیا۔ جبت کے معنے بتوں کے ہیں۔ اور طاغوت کے معنے شیطان کی۔

اَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ○ أَمْ

یا اُن کا کچھہ حصہ ہے سلطنت میں پہر تو یہ نہ دینگے لوگوں کو ایک تل برابر یا

يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ

حسد کرتے ہیں لوگونکا اسپر جو دیا اونکو اللہ نے اپنے فضل سے سو ہمنے تو دی ہے ابراہیم کے

الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ○ فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُم

گھر میں کتاب اور علم اور اُن کو دی ہے ہمنے بڑی سلطنت پہر اُنمیں کسینے اُسکو مانا اور کوئی

مَّن صَدَّ عَنْهُ ۚ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ○

اس سے اٹک رہا اور دوزخ بس ہے جلتی آگ

الربع

منزل

اوپر ذکر تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ یہود کو یہانتک دشمنی تہی کہ یہ لوگ قریش کو احزاب کی لڑائی پر آمادہ کرنے کے لئے اطراف مدینہ سے سفر کر کے مکہ گئے ان آیتوں میں فرمایا یہود کی یہ دشمنی فقط اس سبب سے ہی کہ نبی آخرالزماں نبی اسمٰعیل میں سے کیوں ہوئے اولاد اسحاق میں سے کیوں نہیں ہوئے حالانکہ بنی اسحاق اور بنی اسمٰعیل دونوں کا سلسلہ ابراہیم علیہ السلام سے ملتا ہے اور ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے اسحاق کی اولاد میں ایک مدت دراز تک نبوت بادشاہت سب کچھہ رہا اب ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے اسمٰعیل کی اولاد میں ایک نبی آخرالزماں کے پیدا ہونے سے نبی آخرالزماں کے ساتھہ ان لوگوں کی اسقدر دشمنی فقط ان لوگوں کی بخیلی کے سبب سے ہے کیونکہ ان کی بخیلی کی عادت یہاں تک بڑہی ہوئی ہے۔ کہ ان کے قبضہ میں ایک سلطنت بہی ہو تو یہہ لوگ اوسمیں سے ایک تل برابر چیز بہی کسیکو ندیویں۔ کہجور کی گٹھلی پر نقطہ کی برابر ایک نشان جو ہوتا ہے اوسکو نقیر کہتے ہیں یحسدون الناس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ ناس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اون کے ساتھی مقصود ہیں انہیں آیتوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تسکین کے لئے یہ بہی فرمایا کہ ان لوگوں کی مخالفت اللہ کی نبی کے ساتھہ کچھہ نئی نہیں ہے۔ بلکہ نبی آخرالزماں کے

بنی اسمٰعیل میں پیدا ہونے کا تو ایک حیلہ ہے یہ لوگ تو ایسوں کی اولاد ہیں جنہوں نے خود اپنے گھرانے کے نبیوں کے ساتھہ بڑی مخالفتیں کر کے بعضے نبیوں کو شہید کر ڈالا۔ آخر کو فرمایا یہہ لوگ ہوں یا اون کے بڑے ایسے لوگوں کو جہنم کی دھکتی آگ کی سزا کافی ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِیۡہِمۡ نَارًا ؕ کُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُہُمۡ

جو لوگ منکر ہوئے ہماری آیتوں سے اونکو ہم ڈالینگے آگ میں جسوقت پک جاوے گی کھال اُن کی

بَدَّلۡنٰہُمۡ جُلُوۡدًا غَیۡرَہَا لِیَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَزِیۡزًا

بدل کر دینگے اُن کو اور کھال کہ چکھتے رہیں عذاب اللہ ہے زبردست

حَکِیۡمًا ۝ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدۡخِلُہُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ

حکمت والا اور جو لوگ یقین لائے اور کیں نیکیاں اُن کو ہم داخل کریں گے باغوں میں

مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ؕ لَہُمۡ فِیۡہَاۤ اَزۡوَاجٌ مُّطَہَّرَۃٌ ۫

جنکے نیچے بہتی نہریں رہ پڑے وہاں ہمیشہ اونکو وہاں عورتیں ہیں ستھری۔

وَّ نُدۡخِلُہُمۡ ظِلًّا ظَلِیۡلًا ۝

اور اونکو ہم داخل کریں گے گہن کی چھاؤں میں

الربع

منزل ۱

اوپر ذکر تہا کہ بد لوگوں کے لئے جہنم کی دہکتی آگ کی سزا کافی ہے اسپر یہ خیال گذر سکتا تہا کہ جب ایک دفعہ دہکتی آگ میں دوزخیوں کا گوشت پوست جل جاوے گا۔ تو پہر اوسی جلی ہوئی کہال پر شاید آگ کی تکلیف کچہہ کم ہو جاوے گی۔ کیونکہ جلی کہال مردار ہو جاتی ہے اسلئے فرمایا کہ اللہ کی آیتوں کے منکر لوگوں کی کہال جب دوزخ میں جاکر مردار ہو جاوے گی تو عذاب کی تکلیف قایم رہنے کے لئے فوراً تازی کہال بدل جاوے گی بیہقی تفسیر ابن ابی حاتم تفسیر ابن مردویہ میں حضرت عمر اور عبداللہ بن عمر اور معاذ بن جبل سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ تہوڑی سی دیر میں دوزخیوں کی کہالیں کئی دفعہ بدلی جاویں گی یہہ اون لوگوں کا حال ہے جو اللہ کی آیتوں کے منکر ہونے کے سبب سے ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے ہیں جو لوگ دوزخ سے نکلکر جنت میں داخل ہونے والے ہیں اون کی کہال نہیں بدلی جاوے گی بلکہ وہ ایک دفعہ کے جلنے میں مرکر کوئلے ہو جاویں گے پہر اون کوئلوں کو نہر حیات میں غوطہ دیا جاوے گا جس سے وہ زندہ ہو جاویں گے اور اون کو جنت میں جانیکا حکم ہوگا۔ چنانچہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی شفاعت کی ابوسعید خدری کی حدیث میں اسکا ذکر ہے۔ عزیزاً حکیما کا یہہ مطلب ہے کہ اللہ ایسا زبردست ہے کہ اوس کے عذاب کو کوئی روک نہیں سکتا۔ صاحب حکمت وہ ایسا ہے کہ اوس نے ہر ایک کی سزا جرم کے موافق مقرر کی ہے کسیکی کہال عذاب کی تکلیف بڑہانے کے لئے بدلی جاوے گی کوئی دوزخ کے پہلے ہی جہونکے میں جل کر کوئلہ ہو جاوے گا۔ تاکہ دیر تک جلنے کی تکلیف

تو اہل دوزخ کے مقابلہ میں اب آگے اہل جنت کا ذکر فرمایا کہ اون کے رہنے کو عالیشان محل عمدہ باغ جن میں نہریں جاری ہیں اِن محلوں میں وہ ہمیشہ رہویں گے جہاں اونکو نہ بیماری کا کھٹکا ہے نہ موت کا اونکی صحبت کے لئے حیض و نفاس اور سب عیبوں سے پاک بیبیاں ہوں گی جنت کے محلوں اور باغوں کے گھنے درختوں کی چھاؤں ہوگی جسمیں وہ بیٹھیں گے۔ اگرچہ جنت میں دھوپ نہ ہوگی جس سے بچنے کے لئے سایہ درکار ہو لیکن زیادہ ٹھنڈک کے لئے اس سایہ میں جنتی لوگ بیٹھیں گے عرب کے بے سایہ ملک میں سایہ کی بڑی قدر ہے اسلئے خاص طور پر سایہ کا ذکر فرمایا ❖

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ

اللہ تمکو فرماتا ہے کہ پہنچاؤ امانتیں امانت والوں کو اور جب چکوتی کرنے لگو

النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ

لوگوں میں تو چکوتی کرو انصاف سے اللہ اچھی نصیحت کرتا ہے تمکو اللہ ہے

سَمِيعًا بَصِيرًا ۝

سنتا دیکھتا

اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہہ آیتہ اون عثمان بن طلحہ کی شان میں اوتری ہے جو ابو طلحہ بشیر بن عثمان کے چچا زاد بھائی اور اسی گھرانے میں کعبہ کی دربانی آجتک ہے معتبر سند سے ابن اسحاق وغیرہ نے اس قصہ کو نقل کیا ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن طلحہ سے کعبہ کی کنجی لیکر کعبہ کو کھولا۔ اور کعبہ کے دروازہ پر خطبہ پڑھا۔ لوگوں کو طرح طرح کی نصیحت کی اسی موقع پر حضرت علی اور حضرت عباس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ کعبہ کی کنجی ان دونوں میں سے کسیکو ملجاوے تاکہ کعبہ کی دربانی آیندہ اون کے گھرانے میں رہے اتنے میں یہہ آیتہ نازل ہوئی۔ اور جن عثمان بن طلحہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کنجی بطور امانت کے لی تھی اس آیتہ کے موافق اون کو واپس کردی۔ بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنجی واپس دیتے وقت عثمان بن طلحہ سے یہہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے یہ کنجی تمکو واپس دلوائی ہے اسلئے اب جو کوئی بعد اس کے تم سے یہہ کنجی چھینے گا وہ ظالم کہلاویگا۔ اس روایتہ کے لفظوں سے بھی یہ نکلتا ہی کہ آیتہ کا نزول اسی قصہ کے متعلق ہے۔ اس شان نزول کے بیان کرنے کے بعد اکثر مفسرین نے یہہ لکھا ہے کہ اگرچہ اس آیتہ کے نازل ہونے کا سبب خاص ہے لیکن امانت کا لفظ اون سب حقوق کو شامل ہے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کے ذمہ کئے ہیں۔ مثلاً توحید اور عبادت یا وہ حقوق۔ جو بندوں کے بندوں پر ہیں۔ مثلاً امانت کی چیز یا مانگی ہوئی چیز کا واپس کرنا آیتہ انا عرضنا الامانۃ کی تفسیر

منزل ۱

علی بن طلحہ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے جو صحیح روایۃ کی ہے اوسکا حاصل یہہ ہے کہ امانت سے
وہ باتیں مقصود ہیں جنکو اللہ تعالےٰ نے انسان پر فرض کیا ہے جن کے بغیر کسی خیانت کے ادا کرنے کے
انسان کی نجات ہی نہیں مثلاً جو عبادت بغیر ریا کاری کی خیانت کے ادا ہوئی وہ نجات کا موجب ہے
ورنہ عبادت کی محنت رائیگاں اور ریاکاری کا مواخذہ قایم انہی شرائط کے ڈر سے آسمان و زمین۔ اور
پہاڑوں نے اس امانت کو قبول نہیں کیا۔ اسکی پوری تفصیل تو سورہ احزاب میں آوے گی۔ مگر یہاں مطلب
اسی قدر ہے کہ آیۃ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات اور آیۃ انا عرضنا الامانۃ ان دونوں آیتوں
میں امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس کے نزدیک امانۃ کا لفظ سب حقوق اللہ اور حقوق الناس
کو شامل ہے اور اس عام حکم میں یہود کو یہہ تنبیہ ہے کہ توراۃ میں نبی آخر الزماں کے اوصاف کی آیتوں
میں ان لوگوں نے تبدل تغیر جو کیا ہے وہ اللہ کی امانت میں انہوں نے خیانت کی ہے۔ وقت مقررہ
پر جسکا مواخذہ ہوگا صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ سے روایۃ ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
منافق کی علامتوں میں سے امانت کی خیانت کو بھی ایک علامت فرمایا ہے ترمذی ابوداؤد اور مستدرک
حاکم میں ابوہریرہ سے روایۃ ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان آدمی کو امانت کا واپس کرنا
لازم ہے اگر اوس کے مال میں کوئی دوسرا شخص خیانت بھی کرے تو اوسکو کسی کے مال میں خیانت نہیں
چاہیے۔ اس حدیث کی سند میں اگرچہ بعضے علماء نے کلام کیا ہے لیکن ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور حاکم
نے اسکو صحیح کہا ہے۔ مستدرک حاکم میں اسطرح کی ایک روایۃ انس کی بھی ہے جسکی سند میں ایوب بن سوید
ایک راوی ہے جسکو بعض علماء نے ضعیف الحافظہ کہا ہے۔ لیکن حاکم نے اس روایۃ کو صحیح کہا ہے۔ قاضی
حاکم۔ امیر۔ والی جن کے سپرد لوگوں کے ہر طرح کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنا ہے اون کے ذمہ بھی اللہ
کی یہ امانت ہے کہ بغیر کسی کی رعایۃ کے اونکو ہر ایک فیصلہ انصاف سے کرنا چاہئے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں
ابوذر سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ ابوذر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بستی پر حاکم ہو جانے
کی خواہش کی آپ نے ابوذر کو جواب دیا کہ تمہارے مزاج میں ایک طرح کا ضعف ہے اور حکومت اللہ تعالیٰ
کی بڑی بھاری امانت ہے جسکی ذمہ واری صاحب ضعف آدمی سے دشوار ہے۔ غرض اسی تعلق کے
سبب سے امانۃ کے ذکر میں حاکم لوگوں کا یہہ ذکر فرمایا کہ جب چکوتی کرنے لگو لوگوں میں تو چکوتی کرو انصاف
سے مسند امام احمد صحیح مسلم اور نسائی میں عبداللہ بن عمر سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصاف سے لوگوں کا فیصلہ کرنے والے حاکموں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ
اپنے دائیں ہاتھ کی جانب نور کے منبروں پر عزت سے بٹھاوے گا۔ پھر فرمایا یہ محض شفقت حاکموں کی
عزت بڑھانے کی لئے ہے ورنہ اللہ تعالےٰ کے دونو ہاتھ دائیں ہیں۔ یہ اون حاکموں کا ذکر ہے
جنکی اصلی کوشش انصاف سے فیصلہ کرنے کی ہے اسلئے اکثر فیصلے تو اون کے منصفانہ ہیں اور شاذ و نادر

منزل ۱

اقتضار بشریت سے بعضے فیصلوں میں اون سے کچھہ غلطی بھی ہوگئی ہے تو اللہ تعالےٰ کے نزدیک قابل درگذر ہے۔ رہے وہ حاکم جو رشوۃ کے لالچ یا سعی و سفارش کے مان لینے کے سبب سے منصفانہ فیصلہ کی زیادہ پروا نہیں کرتے اسواسطے اکثر فیصلہ تو اون کے رعایتی اور نا منصفانہ ہیں اور کچھہ تھوڑے سے فیصلے منصفانہ بھی اون کے قلم سے نکل گئے ہیں ایسے حاکموں اور قاضی کا سیدھا ٹھکانا جہنم ہے چنانچہ معتبر سند سے ابوداؤد میں ابوہریرہ سے روایتہ ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس حاکم کے منصفانہ فیصلوں کی تعداد نا منصفانہ فیصلوں پر قیامت کے دن غالب آوے گی وہ جنتی ہے اور جس حاکم کا حال اوس کے برخلاف ہے وہ دوزخی ہے۔ اس باب میں اور بھی حدیثیں ہیں اِن آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے وہ نصیحت فرمائی ہے جسپر عمل کرنے سے آدمی کی نجات ہوسکتی ہے اسلئے فرمایا اللہ نصیحت کرتا ہے تمکو۔ اللہ ہے سنتا دیکھتا۔ کا یہہ مطلب ہے کہ اِس نصیحت کی تعمیل جو اللہ تعالےٰ کے سننے سے متعلق ہے مثلاً آپس میں تمہارا وعظ و نصیحت پر قایم رہنا یا سچی گواہی کا ادا کرنا اوس سب کو سنتا ہے اور جو عمل دیکھنے سے متعلق ہے نماز روزہ حج زکوٰۃ اِن سب نیک عملوں کو دیکھتا ہے ✦

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ
اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور جو اختیار والے ہیں تم میں سے
فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ
پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اسکو رجوع کرو اللہ کی اور رسول کیطرف اگر یقین رکھتے ہو
بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا۠ ۝
اللہ پر اور پچھلے دِن پر یہ خوب ہے اور بہتر تحقیق کرنا ہے

منزل ۱ — ع ۹ — ۸ / ۵

اوپر کی آیتہ میں حاکموں کا ذکر فرماکر اِس آیتہ میں محکوم لوگوں کا ذکر فرمایا اِس آیتہ کی شان نزول قصہ طلب ہے حاصل اوس قصہ کا یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن حذافہ صحابی کو سردار کرکے اور کچھہ لوگ اون کے ساتھہ کرکے نجد کیطرف ایک چھوٹی سی لڑائی پر اونکو بھیجا تھا راستے میں عبداللہ بن حذافہ کو اپنی ساتھہ کے لوگوں سے کچھہ رنجش ہوگئی۔ اونہوں نے اپنے ساتھہ کے لوگوں سے کہا کیا آنحضرت نے تم لوگوں کو میری اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے اون لوگوں نے کہا ہاں دیا ہے۔ اسپر عبداللہ بن حذافہ نے جنگل سے لکڑیاں جمع کراکے اون لکڑیوں میں آگ لگا دی۔ اور اپنے ساتھہ کے سب آدمیوں سے کہا کہ تم سب اِس آگ میں کود پڑو اب عبداللہ بن حذافہ کے ساتھیوں کے دو گروہ ہوگئے کچھہ لوگ تو آگ میں کودنے پر راضی ہوگئے اور کچھہ لوگوں نے کہا کہ آگ سے بچنے کے لئے تو ہم آنحضرت پر ایمان لائے ہیں بغیر اجازت آنحضرت کے ہم ہرگز یہ فعل نہ کرینگے۔ آخر یہ قصہ آنحضرت تک آیا آپنے فرمایا

کہ جس امر کی شریعت اجازت دیوے حاکم کی اطاعت ایسے امر میں ہے تم اگر آگ میں کود پڑتے تو ہمیشہ اوسی آگ میں رہتے۔
اس شان نزول کو امام بخاری نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے بخاری میں روایت کیا ہے اور اودی شارح صحیح بخاری نے اس شان نزول پر جو اعتراض کیا ہے اوسکا جواب اچھی طرح علامہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں دیدیا ہے۔ اور مفسرین نے سوا اس شان نزول کے اور شان نزول جو اس آیتہ کے بیان کئے ہیں اوسکا مطلب یہ ہے کہ اون حالات پر بھی آیتہ کا مطلب صادق آتا ہے۔ ورنہ اصل شان نزول وہی ہے جو امام بخاری نے بیان کی ہے کیونکہ امام بخاری کی روایتہ پر دوسری روایتہ کو فوقیت نہیں ہو سکتی بخاری کی اس شان نزول کی روایتہ پر بخاری کے شارح داؤدی میں جو اعتراض کیا گیا ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ اگر آیتہ کا نزول عبد اللہ بن حذافہ کے قصے سے پہلے مانا جاوے تو آیتہ کو قصہ سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا اور اگر آیتہ کا نزول قصے سے بعد مانا جاوے تو عبد اللہ کے نافرمان لوگوں کو آیتہ میں کچھ سرزنش نہیں ہے حالانکہ جب آیتہ اولی الامر کی فرمانبرداری کے حکم میں ہے اور قصے میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے سردار کا حکم نہیں مانا تو آیتہ میں اون کا کچھ ذکر ہونا چاہئے تھا۔ حافظ ابن حجر کے جواب کا حاصل یہہ ہے کہ قصہ میں حاکم اور محکوم کا اسپر جھگڑا اٹھا کہ عبد اللہ کے حکم سے جو آگ جلائی گئی ہے اوسمیں کود پڑنا جائز ہے یا نہیں اوسکا حکم آیتہ میں یہہ ہے کہ ایسی باہمی نزاع کی صورت میں آپس کی نزاع کو بڑھانا نہیں چاہئے۔ بلکہ ہر ایماندار آدمی کو چاہئے کہ ایسے نزاع کی حالت میں اللہ اور اللہ کے رسول کا حکم تلاش کر کے اوسکے موافق آپس کے جھگڑے کا تصفیہ کرے تاکہ بغیر حکم خدا و رسول کے عقلی طور پر کسی کام کو کر لینے سے دین کی کوئی خرابی نہ لازم آجاوے جسطرح عبد اللہ کے ساتھیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی بڑی خرابی جتلائی کہ اگر وہ بغیر آنحضرت سے پوچھنے کے اپنی سمجھ سے اس آگ میں کود پڑتے تو قیامت تک اوس آگ میں رہتے یہ آپ نے اسلئے فرمایا کہ یہہ ایک صورت خودکشی کی تھی اور خودکشی کا حکم اوپر آیتہ ولا تقتلوا انفسکم کی تفسیر میں گذر چکا ہے کہ جسطرح سے کوئی شخص خودکشی کریگا اوسیطرح کا عذاب اوسپر ہمیشہ کیا جاوے گا۔ اولی الامر کی تفسیر میں سلف کا اختلاف ہے بعضوں نے اس لفظ کی تفسیر امراء کی ہے اور بعضوں نے علماء دونوں تفسیروں میں کوئی تفسیر بھی لیجاوے جبکہ آیتہ کی شان نزول کی بعض روایتوں میں الطاعۃ فی المعروف اور بعض روایتوں میں انما الطاعۃ فی المعروف کا لفظ موجود ہے تو معنے آیتہ کے یہی ہونگے کہ اولی الامر منکم کی طاعۃ اوسی صورت میں ہے جبکہ کسی شرعی حکم سے شریعت میں معروف ہے اسیواسطے اللہ اور رسول کے نام کے ساتھ اطیعوا کا لفظ فرمایا اور اولی الامر کے ساتھ اطیعوا کا لفظ نہیں فرمایا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ اولی الامر کا حکم مستقل طور پر شرعی حکم نہیں ہے بلکہ اللہ اور رسول کے حکم کی یہہ ایک شاخ ہے

نزول ۱

اور دنیا میں کوئی شاخ بغیر جڑ کے قایم نہیں رہ سکتی چنانچہ اسی بنا پر اہل سنت اور مخالف اہل سنت فرقوں کے درمیان قدیم سے یہہ جھگڑا چلا آتا ہے کہ اون فرقوں نے احادیث شفاعت حوض میزان عذاب قبر صفات وغیرہ کے مخالف فقط قیاس سے اپنے مذہب کی چند شاخیں قایم کی ہیں جن کے رد وقدح کے اہل سنت درپے ہیں اور کہتے ہیں کہ صریح حکم شرعی کے مقابلہ میں کوئی قیاس مقبول نہیں ہو سکتا۔ اسی بحث میں دفتر کے دفتر تالیف ہو گئے۔ اور قیامت تک ہونگے بعض علماء نے اس بحث کے متعلق یہ لکھا ہے کہ اہل سنت کی وہ بحث مسائل اعتقادی سے متعلق ہے مسائل عملی سے متعلق نہیں ہے اور علماء نے اسکا یہہ جواب دیا ہے کہ اطیعوا الرسول کے حکم سے اللہ کے رسول کی اطاعت تمام مسائل اعتقادی اور عملی میں فرض ہے باوجود اس کے اس طاعة کو مسائل اعتقادی میں منحصر کر دینا گویا نبوت کو اوس کے ایک جز میں منحصر کر دینا ہے جسکی جرئت کسی مسلمان کو نہیں چاہئیے۔ اب غور طلب یہ بات ہے کہ جب ایسے دو مختلف حکم ہوں کہ ایک طرف صحیح سند سے حکم رسول ہو۔ اور دوسری طرف کسی عالم کا فتوے تو ان میں معروف شرعی کسکو کہا جاوے گا اور انما الطاعة فی المعروف کے موافق ان دونو حکموں میں کون سے حکم کو حصر کے طور پر واجب الطاعة ٹھرایا جاوے گا جسکے دلوں میں نور ایمان کی کچھہ جھلک ہے اس غور طلب بات کا جواب اوسکی زبان سے تو یہی نکلے گا کہ ایسی صورت میں واجب الاطاعت معروف شرعی وہی اللہ کے رسول کا حکم ٹھرایا جاوے گا جسکی معروفیت کو اللہ تعالے نے اس آیتہ میں اپنی اطاعت کے بعد اور اولی الامر کی اطاعت کے ماقبل ذکر فرمایا ہے اسکئے حاصل آیتہ کا یہ ہے کہ ماقبل کو ماقبل کے اور مابعد کو مابعد کے رتبہ پر رکھنا حکم الٰہی کی فرمانبرداری اور اس کے برعکس میں نافرمانی ہے جس سے ہر مسلمان کو نفرت کرنا اور ان کنتم مومنین کی شرط کو پورا کرنا چاہیئے۔ اس شرط کا مطلب وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔ کہ جسکے دلمیں نور ایمانی کی کچھہ جھلک ہے اوسکو اسطرح کے اختلاف کے موقع پر اللہ تعالے کی اس نصیحت کیموافق عمل کرنا چاہیئے جو اوس نے اس آیتہ میں فرمائی ہے ذلک خیر و احسن تاویلا کا مطلب یہ ہے کہ آیت کی ہدایت کیموافق عمل کرنے میں یہ خوبی ہے کہ جو اختلاف تہا وہ بھی رفع ہو جاوے گا۔ اور اللہ تعالے کے حکم کی تعمیل کا اجر بھی عقبے میں ملیگا۔ تاویل کے معنے یہاں انجام کے ہیں

منزل ۱

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ

تونے نہ دیکھے وہ جو دعوے کرتے ہیں کہ یقین لائے ہیں جو اترا تیری طرف اور جو اترا تجھہ سے پہلے

يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّتَحَاكَمُوۡۤا اِلَى الطَّاغُوۡتِ وَقَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ يَّكۡفُرُوۡا بِهٖ ؕ وَ

چاہتے ہیں کہ قضیہ لیجاویں شیطان کیطرف اور حکم ہو چکا ہے انکو کہ اس سے منکر ہو جاویں اور

يُرِيۡدُ الشَّيۡطٰنُ اَنۡ يُّضِلَّهُمۡ ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا ۝ وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا

چاہتا ہے شیطان کہ ان کو بہکا کر دور ڈالے اور جو ان کو کہئے آؤ

إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا

اللہ کے حکم کیطرف جو اوس نے اوتارا اور رسول کیطرف تو تو دیکھے منافقوں کو بند ہو رہتے ہیں تیری طرف سے اٹک کر

فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ

پہر وہ کیا کہ جب اُن کو آن پہنچے مصیبت لپنے ہاتہوں کے کیئے سے پیچھے آویں تیرے پاس قسمیں کہاتے

بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا ○ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي

اللہ کی کہ ہمکو غرض نہ تہی مگر بہلائی اور ملاپ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو ان کے

قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُل لَّهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ○

دل میں ہے سو تو اُنسے تغافل کر اور اُنکو نصیحت کر اور اونسے کہہ اُون کے حق میں بات کام کی

اوپر اللہ و رسول کے حکم کے موافق عمل کرنے کی تاکید تہی اِن آیتوں میں اون لوگوں کا ذکر ہے جو اِس تاکید کے پابند نہیں ہیں ان آیتوں کی شانِ نزول میں سلف کا اختلاف ہے مگر حضرت عبداللہ بن عباس کی ایک روایت کے موافق جس شان نزول کو حافظ ابن کثیر نے صحیح ٹہراکر اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے اوسکا حاصل یہہ ہے کہ ایک منافق اور یہودی میں کچہہ جھگڑا اٹھا یہودی کہتا تہا کہ اِس جہگڑے کا فیصلہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشی میں ہونا چاہیئے۔ اور منافق کعب بن اشرف یہودیوں کے سردار کی پیشی کا اصرار کرتا تہا۔ آخر مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشی میں آیا۔ اور آپنے یہودی کیطرف اُس مقدمہ کا فیصلہ کردیا۔ منافق نے اِس خیال سے کہ حضرت عمر شاید اوسکو مسلمان سمجہکر کچہہ اوسکی پاسداری کرینگے۔ اوس یہودی کو اوسپر مجبور کیا کہ مقدمہ از سرِ نو حضرت عمر کی پیشی میں لے جانا چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت عمر اُن دنوں میں مدینہ کے قاضی تہے اسلیئے اوس منافق کے اصرار پر مقدمہ حضرت عمر کی پیشی میں گیا۔ اور حضرت عمر نے اوس یہودی سے جب یہ سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِس مقدمہ کا فیصلہ یہودی کیطرف کر چکے ہیں تو فوراً اوس منافق کو قتل کر ڈالا اور اوس کے قتل کے بعد یہہ فرمایا کہ جو شخص اللہ کے رسول کے فیصلہ پر راضی نہو اوسکا یہی فیصلہ ہے کہ اوسکو قتل کر ڈالا جاوے اسپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ اور فرمایا کہ یہ منافق لوگ ایمان کا دعوےٰ کرتے ہیں لیکن انکا ایمان پورا نہیں ہے کیونکہ اِس آخری شریعت اور اِس سے پہلے سب شریعتوں میں اللہ تعالےٰ نے ہر رسول وقت کی فرمانبرداری اوسوقت کے لوگوں پر لازم کی ہے اور رسول وقت کے حکم کو چہوڑ کر کسی دوسری کی بات کے ماننے سے منع کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی تعظیم کے سوا جس کسی کی تعظیم اللہ کی تعظیم کے برابر کیجاوے اوسکو طاغوت کہتے ہیں یہاں اوس منافق نے کعب بن اشرف کو اللہ کے رسول سے اور اوس کے فیصلہ کو اللہ کے رسول کے فیصلہ سے بہتر ٹہرایا تہا۔ اسلئے کعب بن اشرف اور اوس کے فیصلہ کو طاغوت فرمایا پہر فرمایا کہ اگرچہ سب شریعتوں میں رسول وقت کے حکم کو چہوڑ کر کسی دوسرے

منزل ۱

کی بات کو ماننے سے منع کیا گیا ہے لیکن شیطان لوگوں کو راہِ راست سے روک کر گمراہی میں ڈالتا ہے اوس منافق نے کعب بن اشرف کی پیشی میں مقدمہ لیجانے کی ضد جو اوس یہودی سے کی تہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشی میں وہ مقدمہ کو لانا نہیں چاہتا تھا اوسپر یہہ فرمایا کہ جب اون سے کہئے آؤ اللہ کی حکم کی طرف جو اوس نے اتارا اور رسول کیطرف تو یہہ منافق لوگ اللہ کے رسول کے پاس آنے سے کیناتے ہیں صحیحین میں ابو موسیٰ اشعری سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسطرح مینہ سب جگہ یکساں برستا ہے لیکن اچھی زمین کو اوس سے فائدہ پہونچتا ہے اور ناکارہ زمین کو اوس نے کچہہ فائدہ نہیں پہونچتا ہے۔ اسیطرح اوس ہدایت کا حال ہے جو میں اللہ کی طرف سے لایا ہوں کہ علم الٰہی میں جو دل اچہے اور قابل ہدایت قرار پائے ہیں اونمیں اِس ہدایت کا اثر ہوتا ہے نہیں تو نہیں جب حضرت عمر نے اوس منافق کو قتل کر ڈالا تو اور منافق لوگ بات بنانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتمیں آئے اور کہنے لگے جنکو عمر علیہ السلام نے قتل کر ڈالا وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے ناراض نہین تھا بلکہ وہ تو عمر علیہ السلام کے پاس فقط اسلئے گیا تہا کہ شاید عمر علیہ السلام کے دباؤ سے فریقین میں راضی نامہ ہوجاوے گا۔ اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہہ فرمایا کہ جب ان منافقوں پر اون کے نفاق کے سبب سے کوئی آفت آجاتی ہے تو یہہ لوگ اوپری دل سے ایسی ہی باتیں بناتے ہیں۔ مگر اون کے دل میں جو چور ہے اوس کا حال اللہ کو خوب معلوم ہے پہر اپنے رسول کو نصیحت فرمائی کہ جب تم کو ان لوگوں کے دلکا حال معلوم نہیں ہے تو تم اپنا ظاہری معاملہ ان لوگوں سے درگذر کا رکھو اور ہر وقت انکو دلچسپ نصیحت کرتے رہو تاکہ کچہہ لوگ انمیں کے راہِ راست پر آجاویں۔ اِس تفسیر میں یہ ذکر آچکا ہے کہ اسطرح کی درگذر کی آیتیں منسوخ نہیں ہیں اور اِس تفسیر کے مقدمہ میں یہ بھی جتلا دیا گیا ہے کہ مثل اِس آیۃ کی شان نزول کے اختلاف کے جن آیتوں کی شان نزول میں سلف کا اختلاف ہے وہ اس سبب سے ہی کہ بعضے سلف نے شان نزول کے اصل قصہ کو لیا ہے اور بعضوں نے اون قصوں کو لیا ہے۔ جنپر آیۃ کا مطلب صادق آتا ہے۔ غرض حقیقت میں یہہ اختلاف کچہہ شان نزول کا اختلاف نہیں ہے فقط طرز بیان کا اختلاف ہے ؁

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ
اور ہمنے کوئی رسول نہیں بہیجا مگر اسیواسطے کہ اسکا حکم مانیں اللہ کے فرمان سے اور اگر ان لوگوں نے جسوقت اپنا برا کیا تہا آتے
جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِـيْمًا ○
تیرے پاس پہر اللہ سے بخشواتے اور بخشواتا انکو رسول تو اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان

اوپر اوس منافق کا ذکر تھا جو اپنے مقدمہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشی میں لانے پر رضامند نہیں تہا۔ بلکہ اوسکو اصرار تھا کہ اوسکا مقدمہ کعب بن اشرف کی پیشی میں فیصل ہو۔ اوسی ذکر کو پورا کرنے کے لئے

اس آیتہ میں اوس زمانے کے عام منافقوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت فرمائی کہ کچھ اس زمانہ پر منحصر نہیں ہے نوح علیہ السلام پہلے صاحب شریعت رسول سے لیکر آخر الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک اللہ تعالیٰ نے جتنے رسول بھیجے ہیں اون سب کے حق میں اللہ کا یہی ایک حکم تھا کہ ہر وقت کی امت پر اوس وقت کے رسول کی فرمانبرداری فرض ہے اسلئے جتنی پچھلی امتوں نے رسولوں کی نافرمانی کی اون پر اللہ کا عذاب آیا۔ اور وہ لوگ طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار ہوکر غارت ہوگئے اسواسطے حال کے منافقوں میں سے جس کسی سے ایسی چوک ہو جاوے جسکا ذکر اوپر کی آیتوں میں ہے تو ایسے شخص کو اللہ کے رسول کے پاس آن کر خود بھی خالص دل سے توبہ استغفار کرنی چاہیئے اور اللہ کے رسول سے بھی اپنے حقمیں مغفرت کی دعا کرانی چاہیئے تاکہ اپنے رسول کی دعا کی برکت سے اللہ اون پر مہربان ہوکر ان کے گناہ معاف کردیوے صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایتہ ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری فرمانبرداری کی اوس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جس نے میری نافرمانی کی اوس نے اللہ کی نافرمانی کی یہ حدیث آیتہ کی ویسی ہی تفسیر ہے جیسے آیتہ ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ اس آیتہ کی تفسیر ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي
سو قسم ہے تیرے رب کی انکو ایمان نہوگا جب تک تجھی کو منصف نجانیں جو جھگڑا اُٹھے آپس میں پھر نہ پاویں اپنے
أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝
جی میں خفگی تیری چکوتی سے اور قبول رکھیں مان کر

نزل

اوپر اللہ کے رسول کی اطاعت کی تاکید تھی اس آیتہ میں اللہ تعالیٰ نے اوس تاکید کو اپنی ذات پاک کی قسم کھا کر اور قوت دیدی ہے اس آیتہ کی شان نزول کی بابتہ صحاح ستہ کی چھیوں کتابوں میں عبداللہ بن زبیر سے روایتہ ہے کہ ایک انصاری اور حضرت زبیرؓ کا کھیت متصل تھا۔ اور ایک ہی ذریعہ آب پاشی سے دو کھیتوں کو پانی پہونچتا تھا۔ اس پانی کی بابت حضرت زبیر اور انصاری کا جھگڑا ہوا آنحضرت کے پاس وہ جھگڑا فیصلہ کو آیا آنحضرت نے زبیر سے کہا کہ تم اپنے کھیت کو پانی دیکر انصاری کے کھیت کے لئے پانی چھوڑ دیا کرو انصاری نے کہا کہ زبیر آپکے قرابت دار ہیں اسلئے آپ نے اون کی رعایت کا فیصلہ کیا ہے اسپر آپکو غصہ آیا اور آپنے فرمایا کہ زبیر تم پانی کو یہاں تک روکا کرو کہ تمہارے کھیت کے مینڈ تک پانی چڑھ جایا کرے۔ پھر پانی چھوڑا کرو اور انصاری کے خلاف شان نبوت گفتگو کرنے پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتہ نازل فرمائی اور اپنی ذات پاک کی قسم کھا کر فرمایا کہ رسول وقت کے فیصلہ اور حکم پر جو کوئی دل سے پابندی اختیار نہ کرے گا وہ ہرگز مسلمان نہیں ہے جو لوگ قول رسول کے مقابلہ میں صریح قول رسول کو چھوڑ کر ادھر اُدھر کے قولوں کو مانتے ہیں اون کی نسبت پورا خوف ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے اپنی قسم

پوری کرے اور اون لوگوں کو پورے مسلمانوں کے زمرہ میں شمار نفرماوے یہہ شان نزول از خود عروہ
کی روایتہ سے مرسل طور پر بھی ہے اور عروہ نے اپنے بھائی عبد اللہ بن زبیر سے متصل طور پر بھی اوسکو
روایتہ کیا ہے۔ چنانچہ بخاری کی کتاب المساقات میں یہہ دونو روایتیں ہیں۔ یہہ عبد اللہ بن زبیر وہی ہیں
جنکو ہجرت کے بعد مہاجرین کی پہلی اولاد کہا جاتا ہے۔ امام بخاری کے نزدیک اونکو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے سماعت احادیث کا مرتبہ حاصل ہے اسلئے امام بخاری نے عروہ کی مرسل روایتہ کو عروہ کے
بھائی عبد اللہ کی متصل روایتہ سے قوت دی ہے۔ عروہ کی مرسل روایتہ کو حاکم نے یہہ جو کہا ہے۔ کہ
صحیحین میں یہہ روایتہ نہیں ہے حاکم کا یہ قول سہو سے خالی نہیں کیونکہ یہہ مرسل روایتہ بخاری میں موجود
ہے۔ اسیطرح حمیدی نے اپنی کتاب جمع بین الصحیحین میں جو کہا ہے کہ صحیحین میں عروہ نے اپنے بھائی عبد اللہ
سے اور اونہوں نے اپنے باپ زبیر سے اس حدیث کو روایتہ کیا ہے۔ حمیدی کا بھی یہہ قول سہو سے خالی
نہیں کیونکہ اسطرح کی سند جسمیں عبد اللہ کے بعد زبیر کا بھی ذکر ہے سوا نسائی کے صحاح ستہ کی کسی کتاب
میں نہیں ہے۔ نہ پاویں اپنے جی میں خفگی تیری چکوتی سے۔ اس کا مطلب یہہ ہے کہ ہر مسلمان کو اللہ کے
رسول کا حکم خالص دل سے ماننا چاہیئے۔ اگر کسی نے اوسکو ظاہری طور پر تو مان لیا۔ اور دل میں کچھہ
خلجان باقی رکھا تو یہہ سمجھہ لینا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ ایسا شخص اللہ کے نزدیک
پورا مسلمان نہیں ہے جن انصاری سے زبیر کا پانی پر جھگڑا تھا۔ اون کے نام کی صراحت بعض روایتوں
میں ہے کہ وہ حاطب بن ابی بلتعہ تھے ؕ

منزل ۱

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ
اور اگر ہم اون پر حکم کرتے کہ ہلاک کرو اپنی جان یا چھوڑ نکلو اپنے گھر تو کوئی نہ کرتے
اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ
مگر تھوڑے اون میں اور اگر یہی کریں جو ان کو نصیحت ہوتی ہے تو اون کے حق میں بہتر ہو اور
اَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۙ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ
زیادہ ثابت ہوں دین میں اور اسی میں ہم دیں اون کو اپنے پاس سے بڑا ثواب اور چلادیں اونکو
صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝
سیدھی راہ

اوپر اللہ کے رسول کی فرمانبرداری کا ذکر تھا ان آیتوں میں اوسکی تاکید اور طرح سے فرمائی تفسیر سدی
وغیرہ میں ان آیتوں کی شان نزول کی بابت جو روایتیں ہیں اون کا حاصل یہہ ہے کہ مدینہ کے
گرد و نواح میں جو یہود رہتے تھے اون میں سے کسی نے بعضے مسلمانوں کے روبرو ذکر کیا۔ کہ

ہمارے بڑوں پر پچھڑا پوجنے کی توبہ قتل قرار پائی۔ اور ہمارے بڑوں نے اوسپر عمل کیا مسلمانی شریعت میں تو ایسا سخت حکم کوئی بھی نہیں ہے مسلمانوں نے اِس کا جواب دیا کہ ہمارے اوپر بھی اگر کوئی ایسا حکم نازل ہوتا تو ہم ضرور اوسکی تعمیل کرتے اوسپر اللہ تعالیٰ نے یہہ آیتیں نازل فرمائیں۔ اور فرمایا کہ حال کی شریعت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی فرمانبرداری لازم کردی ہے وہ بھی ایسے مسلمانوں سے پوری نہیں ہوسکتی جنکا ذکر اوپر کی آیتوں میں گذرا ایسی حالت میں قتل نفس یا جلاوطنی کا کوئی حکم حال کی شریعت میں نازل ہوتا تو بہت تھوڑے لوگ اوسپر عمل کرتے پھر فرمایا حال کی شریعت میں جن باتوں کے کرنے اور نہ کرنے کا حکم ہے اگر حال کے مسلمان اوسکی پوری پابندی نیک نیتی سے کریں گے تو اون کی بہتری اور اون کی فرمانبرداری کی مضبوطی کی نشانی ہے اور جب یہ لوگ ایسا کرینگے تو اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے اون کو ہمیشہ راہ راست پر قایم رکھے گا اور اونکے تھوڑے سے عملوں کا بہت سا ثواب اپنے پاس سے عطا فرماکر اون کی نجات فرماوے گا صحیح بخاری مسلم مؤطا اور صحیح ابن حبان میں حضرت عائشہ اور ام سلمہ سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہہ ہے کہ ایسا تھوڑا سا عمل بھی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے جسپر آدمی ہمیشہ قایم رہے اسیواسطے فرمایا کہ ہم اونکو چلاویں راہ سیدھی جسکا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ وہ سیدھی راہ پر رہوینگے۔ تو ہمیشہ اون سے کچھ نہ کچھ نیک عمل ہوتا رہے گا۔ اور ہمیشہ کا تھوڑا سا عمل بھی اللہ کو بہت پسند ہے اسلئے اون کے تھوڑے سے عملوں پر اللہ تعالیٰ اونکو ایسا اجر دلوے گا جو اون کی نجات کا باعث ہوگا جس نصیحت میں ثواب وعذاب دونوں کا ذکر ہو اوس کو وعظ کہتے ہیں قرآن وحدیث میں اِن دونوں باتوں کا ذکر ہے اسلئے قرآن وحدیث کو وعظ فرمایا۔

منزل ۱

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ
اور جو لوگ حکم میں چلتے ہیں اللہ کے اور رسول کے سو ان کے ساتھ ہیں جنکو اللہ نے نوازا

النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ
نبی اور صدیق اور شہید اور نیکبخت اور خوب ہوئے ان کی

رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝
رفاقت یہ فضل ہے اللہ کیطرف سے اور اللہ بس ہے خبر رکھنے والا

ع ۹ ۱۱

طبرانی ابن جریر ابن ابی حاتم ابن مردویہ نے متعدد طریقوں سے جو شان نزول اِس آیۃ کی بیان کی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرتؐ سے آپ کے غلام ثوبان اور چند صحابہؓ نے ایک روز عرض کیا کہ دنیا میں تو جب ہمارا دل آپکے دیکھنے کا مشتاق ہوتا ہے ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپکو دیکھ لیتے ہیں جنت میں آپ تو عالی مقام میں تشریف رکھتے ہونگے۔ اور ہم لوگ اپنے اپنے درجہ پر ہوں گے وہاں ہم لوگ آپ کو کیونکر دیکھ سکینگے اوسپر اللہ تعالیٰ نے یہہ آیۃ نازل فرمائی معنے آیۃ کے یہہ ہیں کہ جنت میں اوپر

درجہ کے لوگ نیچے کے درجہ والوں سے اور نیچے کے درجہ والے اوپر کے درجہ والوں سے ملتے رہوینگے۔ مرفوع حدیث میں یہی معنے آیتہ کے آئے ہیں جسکو ابن جریر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ نبی اور امت کا درجہ جنت میں برابر ہوگا۔ کیونکہ آیات قرآن اور صحیح حدیثوں سے جنت کے درجوں کا تفاوت ثابت ہوا ہے سورہ الرحمان اور سورہ واقعہ میں اسکا ذکر تفصیل سے آوے گا۔ نبی وہ جنپر اللہ کی طرف سے وحی آوے۔ صدیق جنمیں وحی کی صداقت کا مادہ زیادہ ہو۔ شہید وہ جو اللہ کے حکم پر اپنی جان دینے کو تیار ہوں نیک وہ جنکی طبیعت میں ظاہر و باطن کی نیکی ہو۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا
اے ایمان والو کرلو اپنی خبرداری پھر کوچ کرو جدی جدی فوج یا سب اکٹھے

وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّیُبَطِّئَنَّ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ
اور تم میں کوئی ایسا ہے کہ البتہ دیر لگاویگا اور پھر اگر تمکو مصیبت پہنچے کہے اللہ نے مجھپر فضل کیا

عَلَیَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِیْدًا ۝ وَلَىِٕنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ
کہ میں نہوا ان کے ساتھ اور اگر تمکو پہنچا فضل اللہ کیطرف سے

منزل ۱

لَیَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهٗ مَوَدَّةٌ یّٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ
تو اسطرح کہنے لگیگا گویا نہ تھی تم میں اور اسمیں کچھہ دوستی اے کاشکے میں ہوتا ان کے ساتھہ تو

فَوْزًا عَظِیْمًا ۝ فَلْیُقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یَشْرُوْنَ الْحَیٰوةَ
بڑی مراد پاتا سوچاہیے لڑیں اللہ کی راہ میں جو لوگ بیچتے ہیں زندگی

الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ وَمَنْ یُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیُقْتَلْ اَوْ یَغْلِبْ فَسَوْفَ
دنیا کی آخرت پر اور جو کوئی لڑے اللہ کی راہ میں پھر مارا جائے یا غالب ہووے

نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝
ہم دینگے اوسکو بڑا ثواب

اوپر ذکر تھا کہ بعضے مسلمانوں نے یہود کی توبہ قتل سے قبول ہونے کا حال یہود سے سنکر یہہ کہا تھا کہ ہمارے اوپر بھی اگر کوئی ایسا حکم نازل ہوتا تو ہم ضرور اوسکی تعمیل کرتے۔ اوسپر اللہ تعالیٰ نے یہہ آیتیں نازل فرمائیں اور اون میں جہاد کا ذکر فرمایا جسکا مطلب یہہ ہے کہ بنی اسرائیل کے قتل کا سا حکم تو اس شریعت میں نہیں ہے لیکن اس شریعت میں دین کی ترقی کے لئے دین کے مخالفوں سے لڑنے کا حکم ہے جسکو اجر کمانا ہو وہ اس حکم کی تعمیل میں کوشش اور جرأت کرے لغت میں جہاد کے معنے مشقت کے ہیں اور شرع میں جہاد اوس لڑائی کو کہتے ہیں جو خاص دین کی ترقی کے لئے کیجاوے مشہور قول

علمار کا یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کیے بعد جہاد فرض کفایہ ہے فرض کفایہ اوس فرض کو کہتے
ہیں کہ قوم کے بعضے لوگوں کے عمل سے تمام قوم کے ذمہ سے اوس فرض کا بوجھہ ساقط ہو جاوے
صحاح ستہ کی چہیوں کتابوں میں ابو موسےٰ اشعری سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرعی جہاد وہی ہے جسمیں فقط دین کی ترقی کے لئے لڑائی کیجائے۔ صرف
دنیاوی فائدہ یا ناموری یا کسی بدلا لینے یا دکہاوے کے لئے جو لڑائی کیجاوے گی وہ شرعی جہاد نہیں
ہے۔ خوف کی چیز سے بچنے کو حذر کہتے ہیں حاصل معنے آیتہ کے یہہ ہیں کہ ہتہیاروں سے فوج کی تعداد
سے جب دشمن کا حملہ روکنے کے قابل ہو جاؤ تو پھر تہوڑے تہوڑے یا اکہٹے لڑائی کے لئے نکلو۔ پھر
فرمایا بعض تم میں ایسے مسلمان بھی ہیں جو لڑائی پر جانے سے کچیاتے ہیں۔ اور جب تم کو کسی لڑائی
میں کچھہ صدمہ پہونچ جاتا ہے تو اپنی جان کی خیر مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا نے بڑی خیر کی کہ ہم
ان لوگوں کے ساتھہ نہ تہے ورنہ ہمارا بھی یہی حال ہوتا جو ان کا ہوا۔ اور جب کسی لڑائی میں تم کو کچھہ
کامیابی ہوتی ہے تو بالکل غیروں کی طرح حسد سے یہہ کہنے لگتے ہیں کہ کاش کے ہم بھی اون کے ساتہہ
ہوتے تاکہ ہم بھی اس کامیابی کے حصہ دار ٹھہرتے ان کچے مسلمانوں کی حالت سے نفرت دلانے کے
بعد پکے مسلمانوں کو دین کی لڑائی کی یوں ترغیب دلائی کہ جن لوگوں نے دنیا کی چندروزہ زندگی کو
بیچکر عقبےٰ کا اجر مول لیا ہے اون کو دین کی لڑائی پر ہمت باندھنی چاہیئے۔ بعضے علمار نے کہا ہے
کہ لڑیں اللہ کی راہ میں کا ارشاد اون ہی کچے مسلمانوں کے حق میں ہے کہ پکے مسلمانوں کی
فتح اور شکست پر گہر میں بیٹہہ کر باتیں بنانے سے کچھہ فائدہ نہیں بلکہ ان لوگوں کو چاہیئے کہ پکے
مسلمان بنجاویں اور نیک نیتی سے دین کی لڑائی لڑیں۔ کیونکہ نیک نیتی کی دین کی لڑائی میں جان
دینا فتح پانا دونو حالتیں اجر عظیم سے خالی نہیں صحیحین میں ابو ہریرہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل
یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک نیتی سے دین کی لڑائی لڑنے والوں کو ہر طرح
فائدہ ہے خدا کی راہ میں جان دی تو جنت کمائی جیتے بچکر گہر آئے تو عقبےٰ کا اجر جدا کمایا۔ اور
لوٹ کا مال جدا ہاتہہ آیا۔

منزل ۱

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ
اور تمکو کیا ہے کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں اور واسطے اُن کے جو مغلوب ہیں مرد
وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ
اور عورتیں اور لڑکے جو کہتے ہیں اے رب ہمارے نکال ہمکو اس بستی سے کہ
الظَّالِمِ أَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ
ظالم ہیں لوگ اوسکے اور پیدا کر ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور پیدا کر ہمارے واسطے اپنے پاس سے

نَصِيرًا ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مدد گار وہ جو ایمان والے ہیں سو لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور وہ جو منکر ہیں

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ
سو لڑتے ہیں مفسدونکی راہ میں سو لڑو تم شیطان کی حمایتوں سے بیشک فریب

الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۝
شیطان کا سست ہے

اوپر کی آیتوں کی ترغیب کے علاوہ مشرکین مکہ سے دین کی لڑائی میں یہہ اور طرح سے ترغیب مسلمانوں کو دلائی۔ مکہ میں کم زور لوگ عورتیں بچے ایسے بہت آدمی تھے جو حضرت کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ کو نہ آسکے اب وہ مظلوم بنکر مشرکین مکہ کے قابو میں تھے اور مشرکین مکہ اون مظلوموں پر طرح طرح کی زیادتی کرتے تھے۔ تاکہ وہ تنگ آنکر اپنے دین سے پھر جاویں اسلئے فرمایا کہ اے مسلمانوں تمکو اس بات سے کسنے روکا ہے کہ تم نہ لڑو اللہ کی راہ میں اون لوگوں کو چھوڑانے میں جو مغلوب بنکر بے بس کافروں کے قابو میں ہیں اور رات دن اسی آفت سے نجات پانے کی اللہ سے التجا کرتے ہیں اور کہتے ہیں یا اللہ جلدی ہمارا کوئی ایسا حمایتی کھڑا کر جسکی حمایت سے ہم ان ظالموں کی بستی سے نکلیں صحیح بخاری مسلم سنن اور مستدرک حاکم میں ابن عمر اور ابو ہریرہ سے جو روایتیں ہیں اون کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کسی مسلمان کی کسیطرح کی سختی رفع کرے گا اللہ تعالیٰ اوسکی قیامت کے دن کی سختی رفع فرمادے گا۔ اور دنیا میں بھی ایسے شخص کی ہر طرح سے مدد کرے گا غرض اوپر کی آیتوں میں دین کی لڑائی کا جو اجر اور فائدہ تھا مشرکین مکہ سے ترغیبیں اوسکے علاوہ مظلوموں کی مدد کا بھی اجر تھا۔ اسلئے اوسکو خاص طور پر ان آیتوں میں فرمایا۔ پھر لڑائی پر مستعد ہو جانے کی مسلمانوں کی یوں جرات بڑھائی کہ تم لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہو اسلئے اللہ اپنے وعدہ کے موافق ہر حال میں تمھاری مدد کرے گا۔ اور اللہ کی مدد سے تمھارا ہی غلبہ ہوگا۔ کیونکہ اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے اور تمھارے دشمن شیطان کے ہوا خواہ ہیں جو خود بھی جھوٹا ہے اور اوس کے سب وعدے بھی مکر و فریب کے ہیں اسواسطے تمھارے دشمن آخر کو مغلوب ہوں گے فتح مکہ کے وقت اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کا ظہور ہوا سب دشمن مغلوب ہو گئے۔ اور جو مسلمان مظلوموں کی طرح دشمن کے قابو میں تھے اونکی رہائی ہو گئی۔ حاصل کلام یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہجرت سے پہلے جب تک مسلمانوں کی جماعت تھوڑی سی تھی اور اون کے پاس لڑائی کا سامان بھی کچھ نہیں تھا اوسوقت تک اگرچہ مکہ کے موجودہ مسلمان مشرکین مکہ کی طرح طرح کی ایذا سے تنگ آنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہتے تھے کہ مشرکین سے لڑیں۔ چنانچہ آگے کی آیتہ میں اسکا ذکر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی

ع ۷ منزل ۱

حکمت میں اسوقت تک لڑائی کے حکم کا نازل فرمانا خلاف مصلحت تھا۔ ان مسلمانوں کی خواہش پر لڑائی کا
کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔ بلکہ درگذر کی آیتیں نازل ہوتی رہیں۔ یہانتک کہ ہجرت کا حکم نازل ہوکر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لے آئے مہاجرین اور انصار کے ایک جا ہونے سے مسلمانوں کی
جماعت بڑھ گئی لڑائی کا کچھ سامان بھی فراہم ہوگیا۔ اوس کے بعد اللہ تعالٰے نے دین کی لڑائی کا حکم
نازل فرمایا۔ اور اوس حکم کی تعمیل کی یہہ ترغیبیں ہیں جنکا ان آیتوں میں ذکر ہے شریعت موسوی سے
لیکر شریعت محمدی تک دین کی لڑائی کے جائز کردینے میں بڑی مصلحت یہ ہے کہ اس سے دین کی
حفاظت ہوتی ہے کوئی مخالف کسی دین کی ہتک نہیں کرسکتا چنانچہ تفصیل سے یہ ذکر سورہ حج
کی تفسیر میں آوے گا ÷

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ

تونے نہ دیکھے وہ لوگ جنکو حکم ہوا تھا کہ اپنے ہاتھ بند رکھو اور قائم کرو نماز اور دیتے رہو زکوۃ

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ

پھر جب حکم ہوا اُن پر لڑائی کا اُسیوقت ایک جماعت اُن میں ڈرنے لگی لوگوں سے جیسا ڈر ہو

أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلٰى

اللہ کا یا اُس سے زیادہ ڈر اور کہنے لگے اے رب ہمارے کیوں فرض کی ہم پر لڑائی کیوں نہ جینے دیا ہمکو

منزل ۱

أَجَلٍ قَرِيبٍ ط قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِمَنِ اتَّقٰى وَلَا

تھوڑی سی عمر تو کہہ فائدہ دنیا کا تھوڑا ہے اور آخرت کا بہتر ہے پرہیزگار کو اور

تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ

تمہارا حق نہ رہیگا ایک تاگا جہاں تم ہوگے موت تمکو آپکڑے گی اگرچہ تم ہو مضبوط برجوں میں

مُشَيَّدَةٍ ط وَإِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَإِنْ

اور اگر پہنچے ان لوگوں کو کچھ بھلائی کہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر

تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ط قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

پہنچے اونکو کچھ برائی کہیں یہ تیری طرف سے ہے تو کہہ سب اللہ کی طرف سے ہے

فَمَالِ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ۝ مَا أَصَابَكَ

سو کیا حال ہے اُن لوگوں کا لگتے نہیں کہ سمجھیں ایک بات جو تجھکو پہنچے بھلائی

مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ز وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ ط وَأَرْسَلْنٰكَ

سو اللہ کی طرف سے اور جو تجھکو برائی پہنچے سو تیرے نفس کیطرف سے اور ہمنے تجھکو بھیجا

لِلنَّاسِ رَسُوۡلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا ۝

پیغام پہنچانے والا لوگونکو اور اللہ بس ہے سامنے دیکھتا۔

اوپر جہاد کا ذکر تہا یہ آیتیں بھی اوسی ذکر سے متعلق ہیں۔ معتبر سند سے نسائی حاکم۔ ابن ابی حاتم وغیرہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیتہ کی شان نزول جو بیان کی ہے اوسکا حاصل یہہ ہے کہ ہجرت سے پہلے مکہ میں جب مسلمان کمزور تہے تو مشرک لوگ مسلمانوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تہے ایک روز اون تکلیفوں سے تنگ آکر عبد الرحمن بن عوف اور مقداد بن اسود اور قدامہ بن مظعون اور سعد بن ابی وقاص اور چند صحابہ نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرکین کی ایذا دہی کی شکایت پیش کی اور لڑائی کی اجازت چاہی۔ آپنے فرمایا اللہ تعالےٰ کی طرف سے ابھی لڑائی کی اجازت نہیں ہے اسلئے بالفعل لڑائی سے ہاتھ روکنا اور فقط نماز اور زکوٰۃ پر قایم رہنا چاہیئے مدینہ میں آنے کے بعد لڑائی کا حکم آیا اور بدر اور احد کی لڑائی ہوئی اور بعضے مسلمانوں کے دل میں مشرکوں سے لڑائی کا وہ جوش نہیں پایا گیا۔ جو لڑائی کے حکم سے پہلے مکہ میں تہا۔ اللہ تعالےٰ نے اون کو اولاہنا دینے کو یہ آیات نازل فرمائیں اس شان نزول کی چند روایتیں ہیں جن کے سبب سے ایک روایتہ کو دوسری روایتہ سے تقویت ہو جاتی ہے۔ اِس مکی آیتہ میں زکوٰۃ کا جو ذکر ہے اوس سے اون علما کے قول کی تائید ہوتی ہے جو مکہ میں زکوٰۃ کے فرض ہونے کے قایل ہیں لیکن بعضے علما کا یہ قول ہے کہ ہجرت سے پہلے جب مسلمان مکہ میں تہے تو اون کو محتاج لوگوں کے ساتہہ مقدور کے موافق کچہہ سلوک کرنے کا حکم تھا اوسیکو ان آیتوں میں زکوٰۃ فرمایا ہے۔ جہاد کا حکم نازل ہونے کے بعد کچھ مسلمان دو طرح کی باتیں کرتے تہے ایک تو لڑائی پر جانے میں موت کے اندیشہ سے یہ کہتے تہے کہ جہاد کا حکم تہوڑی مدت تک ٹل جاتا تو اچھا تھا۔ اوسکا جواب تو اللہ تعالےٰ نے یہہ دیا کہ لڑائی پر جانے سے کچہہ وقت مقررہ سے پہلے موت نہیں آتی۔ موت کا تو ایک خاص وقت مقرر ہے۔ اور جب وقت آجاوے گا تو لڑائی کے میدان پر کیا موقوف ہے یہہ لوگ اگر مضبوط قلعہ میں بھی ہوں تو موت اونکو ہرگز نہ چہوڑے گی۔ پھر جب یہہ بات ہے کہ دنیا کے عیش و آرام دنیا کی زندگی چند روزہ ہے تو ایسے عارضی عیش و آرام ایسی عارضی زندگی کے پیچھے عقبےٰ کا ہمیشہ عیش و آرام ہمیشہ کی زندگی کے حاصل کرنے کی ہمت نہ باندہنا کسی صاحب عقل کا کام نہیں ہے کیونکہ عقبےٰ میں پرہیزگاروں کے لئے جو عیش و آرام اللہ تعالےٰ نے اون کے ذرہ ذرہ سے عمل کی جزا میں رکہے ہیں دنیا کے عیش و آرام کی اون کے آگے کچہہ اصل نہیں ہے۔ صحیح مسلم میں مستورد بن شداد سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسطرح کوئی شخص دریا میں اونگلی ڈبو کر نکالے اور اوسکی اونگلی میں پانی کی ذراسی نمی رہجاوے دنیا اور عقبیٰ کی بالکل ایسی مثال ہے کہ عقبےٰ کا عیش و آرام ایک دریا ہے

منزل ۱

اور اوس کے مقابلہ میں دنیا کا عیش و آرام مثل اوس ہنسی کے ہے جو اوس شخص کی اونگلی کو لگ کر رہ گئی
تھی۔ دوسری باتیں یہہ کچے مسلمان اور اون کے ملنے جلنے والے یہود ملکر جو کرتے تھے وہ یہ تہیں کہ مثلاً
جب بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کو فتح ہوئی تو اوس فتحکو اللہ کی قدرت سے ایک اتفاقی فتح کہتے تہے
اسکے قائل نہیں تہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں اللہ تعالے نے اپنے
رسول کی مدد فرمائی۔ اسلئے یہ فتح ہوئی۔ اسیطرح جب احد کی لڑائی میں معاملہ برعکس ہوا اور مدینہ کے کچھہ لوگ
اوسمیں کام آئے تو اِس معاملہ کو آنحضرت کے مدینہ میں آنے کو ایک بدفالی خیالی کر کے یوں کہتے تہے کہ
نہ یہ نبی مدینہ میں آنکر اسطرح کی بے انتظامی کی لڑائی لڑتے نہ یوں مفت ہماری بستی کے لوگوں کی جانیں جاتیں
اللہ تعالے نے فرمایا یہ ان لوگوں کی نادانی ہے جو یہہ ایسی باتیں کرتے ہیں دنیا میں فتح و شکست اور
رنج خوشی کی باتیں اللہ کے حکم سے ہوتی ہیں کسی بدفالی کا اُس میں کچھہ دخل نہیں رہی لشکر اسلام کی
کبھی کبھی کی ناکامیابی اور اوس ناکامی کا صدمہ وہ انسان کی شامت اعمال سے ہے مثلاً جیسے
تیراندازوں کے گروہ نے پہاڑ کا ناکہ چھوڑ کر احد کی لڑائی میں ناکامی اوٹہائی اور اوس دنیا کے صدمہ میں
عین اللہ کی مصلحت یہ ہے کہ مسلمانوں کے گناہوں کا کفارہ یہیں دنیا میں ہو جاتا ہے۔ عقبے کا مواخذہ
باقی نہیں رہتا صحیح بخاری و مسلم میں ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ سے روایت ہے جنکا حاصل یہہ ہے کہ
ایماندار آدمی کو دنیا میں ایک کانٹا چبھنے کا صدمہ بھی پہونچے تو اوسکا حساب بھی اوس کے گناہوں کے
کفارے میں لگایا جاوے گا۔ پھر فرمایا اے رسول اللہ کے ہم نے تو اپنا نائب اور رسول بنا کر تمکو
دنیا میں بہیجا ہے تاکہ یہہ لوگ تم سے دین کے احکام سیکھیں اور اونپر عمل کریں جس سے اون کی
نجات ہو اور اللہ کی گواہی تمہارے رسول ہونے پر ایک کافی بشارت ہے باوجود اس کے یہ لوگ
جو تم کو بدفالی کا سبب ٹھہراتے ہیں یہ اونکی کمال نادانی ہے ✤

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ
جن نے حکم مانا رسول کا اُسنے حکم مانا اللہ کا اور جو اُلٹا پہرا تو ہمنے تجکو نہیں بہیجا اونپر
حَفِيْظًا ؕ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ
نگہبان اور کہتے ہیں کہ قبول کیا پہر جب باہر گئے تیرے پاس سے مشورے کرتے ہیں بعضے بعضے انمیں رات
مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِىْ تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ
کو سوا تیری بات کے اور اللہ لکہتا ہے جو ٹہیراتے ہیں سو تو تغافل کر اُن سے
وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۞ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ
اور بہروسہ کر اللہ پر اور اللہ بس ہے کام بنانے والا کیا غور نہیں کرتے قرآن میں

منزل ۱

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ○

اور اگر یہہ ہوتا کسی اور کا سوا اللہ کے تو پاتے اُسمیں بہت تفاوت

اوپر اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات پاک کی گواہی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سچا نبی ہونے کا ذکر فرمایا تھا اب ان آیتوں میں فرمایا کہ جب یہہ نبی اللہ کے رسول ہیں اور لوگوں کو جو حکم کرتے ہیں وہ اللہ کے فرمانے کے موافق کرتے ہیں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے تو اون کی فرمانبرداری عین اللہ کی فرمانبرداری ہے صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری فرمانبرداری عین اللہ کی فرمانبرداری ہے۔ میری نافرمانی عین اللہ کی نافرمانی ہے یہ حدیث اس آیۃ کی پوری تفسیر ہے اس کے بعد اللہ تعالےٰ اپنے رسول کو ارشاد فرماتا ہے کہ جو کوئی اس فرمانبرداری میں کوتاہی کرے تو اے رسول اللہ کے ہم نے ایسے لوگوں کا تمہیں نگہبان نہیں ٹھرایا اور پھر فرمانبرداری میں کوتاہی کرنے والوں منافقوں کی مذمت فرمائی کہ اے رسول اللہ کے وہ لوگ تمہارے روبرو تو فرمانبرداری کا اقرار کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے ہاتھ سے اون کی جان اون کے مال کو کوئی صدمہ نہ پہونچ جاوے لیکن تمہارے سامنے سے جب یہ لوگ ہٹ کر اپنے گھروں کو جاتے ہیں تو اپنے اقرار کے برخلاف راتوں کو مشورے کرتے ہیں۔ اور اللہ کے دفتر میں اون کی یہ سب کرتوت لکھی جاتے ہیں۔ دنیا میں اے رسول اللہ کے تم اون کو اون کے حال پر چھوڑ دو وقت مقررہ پر اللہ اون سے خود بھگت لیوے گا پھر فرمایا کہ اگر یہہ لوگ قرآن کی فصاحت پر اوسکی غیب کی خبروں پر اور اون خبروں کے بغیر کسی اختلاف کے آیندہ کے ظہور پر غور کرتے تو اونکو اچھی طرح یقین آجاتا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور جن پر یہ نازل ہوا ہے وہ اللہ کے رسول ہیں مگر اللہ کے علم ازلی میں جن لوگوں کا نفاق کیحالت میں دنیا سے اوٹھنا قرار پا چکا ہے وہ اس راستہ پر کبھی آوینگے

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى

اور جب اُن پاس پہنچتی ہے کوئی خبر امن کی یا ڈر کی اُسکو مشہور کرتے ہیں اور اگر اُسکو پہنچاتے

الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا

رسول تک اور اپنے اختیار والوں تک تو تحقیق کرتے اُسکو جو اُنمیں تحقیق کرنے والے ہیں اُس کی اور اگر

فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ○

نہوتا فضل اللہ کا تمپر اور اُسکی مہر تو تم شیطان کے پیچھے جاتے مگر تھوڑے

صحیح مسلم میں حضرت عمرؓ سے روایۃ ہے کہ جب آنحضرتؐ نے ازواج مطہرات سے کنارہ کشی اختیار کی تھی تو لوگوں نے مدینہ میں چرچہ کر دیا کہ آنحضرتؐ نے سب ازواج مطہرات کو طلاق دیدی میں اس چرچہ

منزل

برداشت نہ کرسکا اور میں نے جاکر حضرت سے پوچھا کہ کیا آپ نے سب بی بیوں کو طلاق دیدی آپ نے فرمایا نہیں پھر حضرت عمرؓ نے مسجد نبوی کے دروازہ پر کھڑے ہوکر آواز بلند یہہ پکار دیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہہ آیۃ نازل فرمائی مفسرین نے یہ جو کہا ہے کہ آنحضرتؐ کے وقت کی لڑائیوں کی خبریں فتح وشکست اوپری طور پر سنکر اوسکو لوگ مشہور کردیا کرتے تھے۔ اوسپر یہ آیۃ نازل ہوئی۔ اس سے غرض اون مفسرون کی یہہ ہے کہ اوس مطلب پر بھی آیۃ کا مضمون صادق آتا ہے ورنہ صحیح شانِ نزول وہی ہے جو صحیح مسلم کی روایۃ میں ہے مگر اون کے بھی ہے کہ ان سب قصوں کے مجموعہ کو شان نزول قرار دیا جاوے تاکہ اس آیۃ کو پچھلی جہاد کی آیتوں سے تعلق پیدا ہوجاوے حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ اگر یہہ کچے مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور واقفکار صحابہ سے اس خبر کی حقیقت دریافت کرکے اسکو شائع کرتے تو یہہ غلط چرچا نہ کیا جاتا آئندہ کسی خبر کو بغیر سوچے سمجھے اور سمجھہ داروں سے صلاح لینے کے شائع نہ کرنا چاہیئے۔ علماء نے اس آیۃ کو قیاس کے جایز ہونے کی دلیل قرار دیا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہہ زمانہ اللہ کے فضل اور رحمت کا ہے کہ اللہ کے رسول تم لوگوں میں موجود ہیں ہر روز قرآن کی آیتوں کے ذریعہ سے ہر طرح کی غلطی کی اصلاح ہوکر ہر طرح کی آئندہ کی ہدایت ہوتی رہتی ہے اگر ایسا نہوتا تو شیطان بہت سے لوگوں کو بے اصل باتوں میں اپنا تابع کرلیتا ✣

منزل

فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ عَسَى

سو تو لڑ اللہ کی راہ میں تجھہ پر ذمہ نہیں مگر اپنی جان سے اور تاکید کر مسلمانوں کو قریب ہے

اللّٰهُ اَنْ یَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِیْلًا

کہ اللہ بند کرے لڑائی کافروں کی اور اللہ ہے سخت لڑائی والا ۰ اور سخت سزا دینے والا

مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً

جو کوئی سفارش کرے نیک بات میں اسکو بھی ملے اسمیں سے ایک حصہ اور جو کوئی سفارش کرے

سَیِّئَةً یَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ۝ وَاِذَا

بری بات میں اسپر بھی ہے ایک بوجھہ اسمیں سے اور اللہ ہے ہر چیز کا حصہ بانٹنے والا اور جب

حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى

تمکو دعا دیوے کوئی تو تم بھی دعا دو اس سے بہتر یا وہی کہو الٹ کر اللہ ہے ہر چیز کا

كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا ۝ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ

حساب کرنے والا اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں تمکو جمع کرے گا قیامت کے دن

النصف

لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا ○

اسمیں شک نہیں اور اللہ سے سچی کس کی بات ہے

اوپر گذر چکا ہے کہ احد کی لڑائی سے واپسی کے وقت ابو سفیان نے سال آیندہ بدر صغرےٰ پر لڑائی کے لئے آنیکا وعدہ کیا تھا اور اس وعدہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ستر صحابہ کو ساتھ لیکر وقت مقررہ پر بدر صغرےٰ کو تشریف لے گئے اور تین روز تک وہاں قیام کیا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ابو سفیان وغیرہ کے دل میں رعب ڈالدیا۔ اسلئے یہ لوگ وعدہ کے موافق بدر صغرےٰ پر نہیں آئے یہہ بدر صغرے ایک مقام ہے جہاں سالانہ بازار بھرتا ہے۔ اس لڑائی کے سفر کے وقت آنحضرت کے ترغیب دلانے پر ستر آدمی باوجود زخمی ہونے کے آنحضرت کے ساتھ گئے تھے جن کی تعریف اوپر گذر چکی ہے اس لئے ان آیتوں میں فرمایا کہ اوسیطرح اے نبی اللہ کے تم مسلمانوں کو دین کی لڑائی کی ترغیب دلایا کرو باقی رہی فتح شکست وہ لشکر کی مدد پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ فتح شکست اللہ کے حکم سے ہوتی ہے تم تو انکو فقط دین کی لڑائی کی تاکید کردو اور تم بذات خود اللہ کی راہ میں لڑو۔ اللہ تمہاری مدد کرے گا یہہ جو فرمایا قریب ہے کہ اللہ بند کرے لڑائی یہہ ایک غیب کی خبر تھی۔ چنانچہ اسی کے موافق ظہور ہوا کہ اس موقع پر ابو سفیان وغیرہ کوئی منکر لڑائی کو نہیں آیا۔ قرآن شریف کی آیتوں میں جگہ جگہ پچھلی امتوں کے تباہ اور برباد ہوجانے کا حال اور دوزخ کے عذاب کا حال یہہ لڑائی سے پہلے لڑائی کس پیش وپیش کرنے والے مسلمان اور مکہ کے مشرک سب سن چکے تھے اسلئے ان سب کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ اللہ کی لڑائی اور عذاب سخت ہے اوس سے ہر ایک کو ڈرنا چاہیے ان آیتوں میں مکہ کے اہل شرک سے دین کی لڑائی کا حکم تھا اور ان اہل شرک میں اکثر لوگ ایسے تھے جو مسلمانوں کے قرابتدار بھی تھے اور اون کو مسلمانوں کی لڑائی سے کچھ واسطہ بھی نہ تھا۔ اسواسطے لڑائی کی آیتوں میں باہمی سفارش اور سلام اور دعا کا ذکر فرمایا۔ تاکہ معلوم ہوجاوے کہ مکہ کے اہل شرک میں سے وہ لوگ جو لڑائی کے درپے ہیں جنہوں نے اللہ کے رسول اور مسلمانوں کو مکہ سے نکالا تھا۔ ان آیتوں کا حکم اون سے خصوصیت رکھتا ہے مکہ کے بقیہ قرابتداروں اور صلح والے قبیلوں خزاعہ وغیرہ سے آپس کا سلوک منع نہیں ہے سورہ ممتحنہ کی تفسیر میں اسکی زیادہ تفصیل آوے گی۔ اسی حکم کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں اور اہل شرک کے قرابتداروں میں عمل درآمد بھی جاری رکھا تھا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیٹی اسماء سے صحیحین میں روایۃ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ اسماء کی والدہ حالت شرک میں مکہ سے مدینہ کو اپنی بیٹی سے ملنے آئیں اونہوں نے اونکی ملنے سے اور کچھ تحفہ جو وہ اپنے ساتھ لائی تھیں اوس کے لینے سے انکار کیا اور اپنی ماں کو اپنے گھر میں آنے کی اجازت بھی نہیں دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ حال سنا تو اسماء سے سفارش فرماکر ان سب باتوں پر اون سے عمل کرادیا۔ اسلام سے پہلے عرب میں سلام علیک کی جگہ حیاک اللہ

منزل ۱

کہنے کا دستور تھا جسکے معنے ہیں تو جیتا رہ اس سے یہ نہیں نکلتا تھا کہ اس جینے میں صحت و سلامتی بھی ہو یا نہو۔ اسلئے اسلام میں حیاک اللہ کی جگہ سلام علیک ٹہرایا گیا۔ جو زندگی اور صحت و سلامتی سب کو شامل ہے۔ ابتدا میں سلام علیک کرنا سنت کفایہ ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ جماعت میں سے ایک شخص نے بھی سلام کر لیا تو کافی ہے اگر نہ کیا تو ایک سنت کا ترک ہوا اور سلام کا جواب دینا فرض کفایہ ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ جماعۃ میں سے ایک شخص نے بھی جواب دیدیا تو سب کے ذمہ سے فرض ادا ہو گیا۔ ورنہ سب گنہ گار ہوں گے صحیحین میں ابو ہریرہ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اون سے فرمایا اے آدم تم فرشتوں کی ایک جماعت سے السلام علیکم کہو پھر جو کچھ وہ جواب دیں وہی طریقہ تمہاری اولاد میں جاری رہنا چاہیے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالے کے حکم کے موافق فرشتوں کی ایک جماعت سے السلام علیکم کہا اونہوں نے جواب میں کہا علیک السلام و رحمۃ اللہ معتبر سند سے ترمذی اور ابوداؤد میں عمران بن حصین سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقط سلام علیک سے دس نیکیوں کا ثواب ہوتا ہے اور سلام علیک و رحمۃ اللہ سے بیس نیکیوں کا اور سلام علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہ سے تیس نیکیوں کا اوسط طبرانی میں ابو ہریرہ کی حدیث معتبر سند سے ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سلام علیک میں کوتاہی کرتا ہے وہ ٹرا بخیل ہے۔ ترمذی ابوداؤد۔ اور نسائی وغیرہ میں ابو ہریرہ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مجلس میں جاوے اوسوقت بھی سلام علیکم کہے اور جب مجلس سے اوٹھے اوسوقت بھی السلام علیکم کہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے معتبر سند سے اوسط طبرانی میں حذیفہؓ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا جب ایک شخص مسلمان دوسرے سے ملکر جب سلام علیک و مصافحہ کرتا ہے تو دونو کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جسطرح خزاں کے موسم میں کسی پیڑ کے پتے جھڑ جاتے ہیں اس سے معلوم ہوا گناہوں کی مغفرت کی امید سے ہر سلام علیک کے ساتھ مصافحہ بھی کرنا چاہیے ابو ہریرہ کی حدیث اوپر گذری جب اوس کے موافق مجلس سے اوٹھکر چلتے وقت بھی سلام علیک سنت ہے۔ اور حذیفہؓ کی اس حدیث کے موافق گناہوں کی مغفرت کی امید سے ہر سلام علیک کے ساتھ مصافحہ بھی کرنا چاہیے تو بعضے یہ جو کہتے ہیں کہ چلتے وقت کا مصافحہ جائز نہیں ہے اونکا قول تردد طلب ہے۔ معتبر سند سے طبرانی میں انس کی روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کا یہ عمل درآمد تھا کہ جب کوئی صحابی سفر کر کے واپس آتا تھا تو بجائے مصافحہ کے اوس سے معانقہ کیا کرتے تھے صحیحین میں ابو ہریرہ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار پیدل سے اور راہ چلتا بیٹھے ہوئے شخص سے سلام علیک کرے۔ اسیطرح تھوڑے سے

ہوں تو وہ بہت سے آدمیوں سے سلام علیکم کہیں۔ بخاری کی ایک روایۃ میں ہے کہ چھوٹی عمر والا شخص بڑی عمر والے سے سلام علیک کرے ابی امامہ سے ترمذی اور ابو داؤد میں روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سلام علیک کی ابتدا کرے وہ اللہ کے نزدیک بہتر ہے ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے تفسیر ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں سلمان فارسی کی روایت نا قابل اعتراض سند سے ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے السلام علیک کہا۔ اس کے جواب میں آپ نے ورحمۃ اللہ بڑھایا۔ دوسرے نے السلام علیک ورحمۃ اللہ کہا اوس کے جواب میں آپنے وبرکاتہ بڑھایا۔ تیسرے نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہا تو آپنے بھی جواب میں یہی لفظ فرمائے۔ یہ حدیث فحیوا باحسن منہا اور ردّوہا کی تفسیر ہے۔ سلام علیک کے مسئلہ کی اس سے زیادہ تفصیل بڑی کتابوں میں ہے۔ تحیۃ کے معنے دعا دینے کے ہیں جسکا مطلب آیۃ میں سلام علیک ہے۔ مقیت کے معنے صاحب قدرت۔ حسیب کے معنے حساب کر کے جزا دینے والا کہ کسنے سلام علیک کہا۔ اور کس نے ورحمۃ اللہ یا برکاتہ بڑھا۔ یا جن لوگوں سے لڑائی کا حکم ان آیتوں میں تہا۔ وہ بت پرست اور منکر حشر تھے اسواسطے اونکی تنبیہ کے لئے آخر پر توحید اور قسم کہا کر حشر کا ذکر کر کے فرمایا۔ اللہ سے زیادہ سچا کون ہو سکتا ہے۔ پہر جب اوس نے توحید اور حشر کے سچے ہونے کی خبر دی ہے۔ تو اس سب کو ماننا چاہیئے ✣

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ

پہر تمکو کیا پڑا ہے منافقوں کے واسطے دو جانب ہو رہے ہو اور اللہ نے اونکو الٹ دیا اُنکے کاموں پر کیا تم چاہتے ہو

اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝

کہ راہ پر لاؤ جسکو بچلایا اللہ نے اور جسکو اللہ راہ نہ دے تو پہر تو نہ پاویگا اُس کے واسطے کہیں راہ

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ

چاہتے ہیں کہ تم بہی کافر ہو جیسے وہ ہوئے پہر سب برابر ہو جاؤ تم سو تم اُن میں کسیکو مت پکڑو

اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ

رفیق جب تک وطن چھوڑ آویں اللہ کی راہ میں پہر اگر قبول نہ رکہیں تو اون کو پکڑو اور مارو

حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ

جہاں پاؤ اور نہ ٹہیراؤ کسیکو رفیق اور مددگار مگر وہ جو مل رہے ہیں

يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ

ایک قوم سے جن میں اور تم میں عہد ہے یا آئے ہیں تمہارے پاس خفہ ہو گئے ہیں دل انکے

منزل ۱

أَنْ يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ

تمہارے لڑنے سے بہی اور اپنی قوم کے لڑنے سے بہی اور اگر اللہ چاہتا تو اون کو تم پر زور دیتا

فَلَقَاتَلُوكُمْ ۚ فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ

پہر تم سے لڑتے تو اگر تم سے کنارہ پکڑیں پہر نہ لڑیں اور تمہاری طرف صلح ڈالیں

فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ○ سَتَجِدُونَ آخَرِينَ يُرِيدُونَ

تو اللہ نے نہیں دی تمکو اونپر راہ اب تم دیکھوگے ایک اور لوگ چاہتے ہیں کہ

أَنْ يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ كُلَّمَا رُدُّوا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا فِيهَا ۚ فَإِنْ

امن میں رہیں تم سے بہی اور اپنی قوم سے بہی جس بار بلائے جاتے ہیں فساد کرنیکو الٹ جاتے ہیں اس ہنگامہ میں پہر اگر

لَمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوا أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ

تم سے کنارہ نہ پکڑیں اور صلح نہ لاویں اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو اونکو پکڑو اور مارو

حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ ۚ وَأُولَٰئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا ○

جہاں پاؤ اور اونپر ہینے ملادی تمکو سند صریح

ع ۹ منزل ۱

صحیحین اور مسند امام احمد بن حنبل میں جو شان نزول ان آیتوں کی بیان کی گئی ہے۔ اوسکا حاصل یہ ہے کہ جنگ احد میں ہزار آدمیوں میں سے تین سو آدمی جب عبد اللہ بن ابی منافق کے ساتہہ لشکر اسلام جدا ہوکر مدینہ کو چلے آئے تو سات سو آدمی جو آنحضرت کے ساتہہ رہ گئے تہے اون کے دو فرقے ہوگئے تہے ایک فرقہ تو یہ کہتا تہا کہ یہ تین سو آدمی عین وقت پر لشکر اسلام کا ساتہہ چہوڑکر ایک منافق کے بہکانے سے گہر جا بیٹھے اسواسطے اب وہ لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہوگئے۔ اب موقع پڑے تو انکا قتل کرنا لازم ہے اور دوسرا فرقہ یہ کہتا تہا کہ نہیں وہ ہمارے بہائی مسلمان ہیں نہ ہم اون سے لڑیں گے نہ اون کو قتل کریں گے۔ اللہ تعالی نے مسلمانوں کا آپس کا اختلاف رفع ہوجانے کی غرض سے یہ آیتہ نازل فرمائی اور فرمایا کہ وہ لوگ جب تک تمہارا پورا ساتہہ ندیں اون کو مسلمان شمار کرنا نہ چاہئیے۔ اور ضرور حسب موقع اون کو قتل کرنا چاہئیے اور پر جو شان نزول بیان کی گئی اوس کے علاوہ اور شان نزول بہی ان آیتوں کی سلف سے منقول ہے۔ چنانچہ بعض روایتوں میں یہ ہے۔ کہ کچہہ عرب کے لوگ مدینہ میں آن کر داخل اسلام ہوگئے تہے اور پہر مدینہ کی آب وہوا کے ناموافق ہونے سے مکہ چلے گئے اور مشرکوں سے بہی مل گئے اور مسلمانوں کو بہی لکہا ہم تمہارے دین پر ہیں بعض روایتوں میں یہ ہے کہ کچہہ لوگ مکہ میں تہے جنہوں نے ظاہری اسلام قبول کر لیا تہا۔ لیکن مشرکوں کی مدد کو تیار تہے۔ اور ہجرت پر آمادہ نہ تہے۔ لیکن یہ سب منافقوں کی قسمیں ہیں اسلئے ان روایتوں میں کچہہ اختلاف

نہیں ہے حاصل مطلب شان نزول کا یہہ ہے کہ اوپر کی صحیح روایتہ کے موافق منافقوں کی ایک خاص قسم کی شان نزول میں یہ آیتیں نازل ہوئیں اور جتنے منافق ہیں اون سب پر آیتوں کا مطلب صادق آتا ہے ارکسہم کے معنی پچھلے قدموں ہٹاکر پہلی حالت پر لانا حاصل مطلب یہ ہوا کہ اون کی نیت کے فساد کے سبب سے اللہ تعالےٰ نے اون کو حالت اسلام سے نکالکر حالت نفاق میں ڈالدیا ہے۔ اون کے اسلام کا خیال غلط ہے۔ بلکہ وہ تو اپنے مسلمانوں تم کو بھی اپنا سا کر لینے کی آرزو کرتے ہیں اسلئے نہ ایسے لوگوں سے میل جول رکھنا چاہیئے نہ اونکی مدد کی۔ خواہش کرنی چاہیئے پہلی شان نزول کی بنا پر حتے یہاجروکے معنی مفسرین نے یہ لکھے ہیں کہ عبداللہ بن ابی منافق اور اوس کے ساتھی جب تک احد کی لڑائی کے دہوکے سے باز نہ آویں گے اور خالص نیت سے لشکر اسلام کا ساتھہ نہ دیویں گے اور اوس ساتھہ رہنے کے لئے گھر چھوڑ کر لڑائی کے میدانوں میں نہ جاویں گے تو اون کا شمار مسلمانوں میں ہوسکتا ہے۔ نہ اون کے جان و مال کی خیر مسلمانوں کے ہاتھہ سے ہوسکتی ہے۔ اب ان منافقوں میں سے دو طرح کے لوگوں کو مستثنےٰ فرمایا ہے۔ ایک صلح والوں کے ہم عہد کہ وہ بھی بالواسطہ صلح میں داخل ہیں جسطرح مثلاً صلح کے بعد صلح والے قریش اور اون کے ہم عہد بنو مدلج دوسرے وہ لوگ جو لڑائی سے عاجز ہوکر اس بات پر قایم ہیں کہ نہ اپنی قوم کیطرف سے مسلمانوں سے لڑیں گے نہ مسلمانوں کیطرف سے کسی سے لڑیں گے جس طرح قبیلہ بنو مدلج کہ نہ مسلمانوں سے لڑتے تھے۔ نہ قریش سے۔ پھر فرمایا جب تک یہ لوگ اس حالت پر قایم رہیں تو یہ اللہ کی ایک مصلحت ہے۔ اوس نے اون کو تمہاری لڑائی سے روک رکھا ہے۔ ان کے قریب ایک فرقہ فرمایا کہ جو اپنی جان اور اپنا مال بچانے کے لئے۔ ظاہر میں اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ مگر درحقیقت وہ مشرک ہیں تفسیر سدی وغیرہ میں ہے کہ فتنہ کے معنی یہاں شرک کے ہیں اُنکا حکم یہہ فرمایا کہ اگر وہ صلح پر قایم نہ رہیں تو اون کو قید کر لو۔ اور مار و جہاں پاؤ کیونکہ اون کی حالت اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے ایک سند ٹھرادی ہے۔ بعضے مفسروں نے آیتہ فان اعتزلوکم کو آیتہ فاقتلوا المشرکین سے منسوخ کہا ہے جسکا مطلب یہ ہوا کہ اگر یہہ لوگ عہد صلح پر قائم بھی رہیں تو اون سے لڑنا چاہیئے۔ لیکن عہد و صلح والوں کا حکم مستثنےٰ کے طور پر اوپر گذر چکا ہے۔ اس لئے یہ آیتہ مستثنےٰ کے حکم میں داخل ہے۔ منسوخ نہیں ہے۔

منزل ۱

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ

اور مسلمان کا کام نہیں کہ مار ڈالے مسلمان کو مگر چوک کر اور جن نے مارا مسلمان کو چوک کر تو آزاد کرنی

رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا فَإِنْ كَانَ

گردن ایک مسلمان کی اور خون بہا پہنچانی اسکے گھر والوں کو مگر کہ وہ خیرات کریں پہر اگر وہ تھا

مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ

ایک قوم سے کہ تمہارے دشمن ہیں اور آپ مسلمان تھا تو آزاد کرنی گردن ایک مسلمان کی اور اگر وہ تھا

مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ

ایک قوم میں کہ تم میں اور انہیں عہد ہے تو خونبہا پہنچانی اسکے گھر والوں کو اور آزاد کرنی

رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً

گردن ایک مسلمان کی پھر جسکو پیدا نہ ہو تو روزے دو مہینے لگتے تار بخشوانے کو

مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

اللہ سے اور اللہ جانتا سمجھتا ہے

ابن جریر ابن ابی حاتم اور ابن اسحاق وغیرہ نے جو شان نزول اس آیۃ کی حضرت عبداللہ بن عباس
مجاہد اور سعید بن جبیر کی روایتوں سے بیان کی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ ابوجہل کا سوتیلا بھائی
عیاش بن ابی ربیعہ ہجرت سے پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔ لیکن مشرکین کے خوف سے اپنے اسلام کو
ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ تشریف لے آئے تو
عیاش بن ابی ربیعہ بھی مدینہ میں آن کر ایک جگہ اپنے بھائیوں کے ڈر سے چھپ کر رہنے لگا۔ عیاش
کی ماں نے عیاش کے غم میں گھر کا رہنا اور کھانا پینا چھوڑ دیا۔ سوتیلی ماں کا یہ حال دیکھکر حارث
بن ہشام حارث بن یزید عامری اور ابوجہل عیاش کی تلاش میں نکلے اور پتہ لگا کر پھر اوسکو مکہ میں
لے گئے اور اوسکو بہت مارا اور طرح طرح کی اذیت دی اور حارث بن یزید نے عیاش کو برا بھلا
بھی بہت کچھ کہا اوس پر عیاش نے اپنے دلمیں یہ بات ٹھان لی تھی کہ کبھی موقع پا کر حارث بن یزید کو
مار ڈالوں گا۔ اب فتح مکہ سے پہلے حارث اگرچہ اسلام لے آیا تھا مگر عیاش کو اوس کے اسلام کی خبر نہ تھی۔
فتح مکہ پر اسلئے عیاش نے حارث کو قتل کر ڈالا۔ اور پھر حارث کا اسلام سنکر آنحضرت سے اپنی ندامت
ظاہر کی اوس پر اللہ تعالے نے یہ آیۃ نازل فرمائی۔ حارث دو ہیں ایک حارث بن ہشام ابوجہل بن
ہشام کا بھائی۔ اور دوسرا حارث بن یزید قرشی عامری۔ یہ شخص بنی عامر میں سے ہے ابوجہل کے
ساتھ یہ شخص بھی عیاش بن ابی ربیعہ کو اسلام کے چھوڑ دینے پر مار پیٹ کیا کرتا تھا۔ اسی غصہ سے
عیاش نے اوسکو موقع پا کر مار ڈالا ابو حنیفہ شافعیہ اور امام احمد کے نزدیک قتل عمد قتل خطا قتل شبہ عمد یہ تین
قسمیں قتل کی ہیں امام مالک کے نزدیک قتل شبہ عمد ثابت نہیں ہے لیکن قتل کے باب کی چند حدیثوں
سے قتل شبہ عمد کا وجود شریعت میں پایا جاتا ہے۔ جو قتل کسی غلطی کے سبب سے واقع ہو جاوے
اوسکو قتل خطا کہتے ہیں جسطرح اس قتل میں عیاش کو حارث بن یزید کے اسلام میں غلطی ہو گئی قتل خطا کا

شان نزول

خون بہا سو اونٹ ہیں اون اونٹوں کی اقسام میں سلف کا اختلاف ہے جسکی تفصیل بڑی کتابوں میں ہے قتل خطا
میں خون بہا کے علاوہ ایک بردہ کا آزاد کرنا بھی ہے اگر اتنا مقدور نہو تو سلسلہ وار دو مہینے کے روزے
ہیں مقتول شخص کے وارث خون بہا معاف کر دیویں تو اون کو اختیار ہے عہد والے یا بلا عہد والے
مشرکوں میں کوئی مسلمان رہتا ہوا ور اوسکو کوئی مسلمان غلطی سے مشرک سمجھکر مار ڈالے تو اوسکا بھی یہی
حکم ہے اتنا فرق ہے کہ اگر مقتول کے وارث بلا عہد والے مشرک ہوں تو اون کو خون بہا نہیں دیا جاتا
جس شخص کو متصل دو مہینے روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو وہ ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلا کر روزوں
کے بارے سبکدوش ہو سکتا ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ اختلافی ہے جس اختلاف کی تفصیل بڑی کتابوں میں
ہے شبہ عمد وہ ہے جسمیں قصداً ایسی چیز سے کسی کو ضرب پہنچائی جائے جس سے عادتاً آدمی مر نہیں
سکتا ہو جیسے لکڑی یا کوڑا اس قتل میں قصاص نہیں ہے خون بہا دینا آتا ہے۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ
اور جو کوئی مارے مسلمان کو قصد کر کر تو اوسکی سزا دوزخ ہے پڑا رہے اسمیں اور اللہ کا اسپر غضب ہوا
عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ○
اور اوسکو لعنت کی اور اوس کے واسطے تیار کیا بڑا عذاب

منزل

اوپر قتل خطا کا ذکر تھا اس آیتہ میں قتل عمد کا ذکر ہے قتل عمد وہ ہے جسمیں ایسی چیز سے قصداً کسیکو ہلاک
کیا جاوے جس چیز سے بطور عادت کے آدمی مر سکتا ہو قتل عمد میں قاتل کو قصاص میں قتل کیا جاتا ہے اور
اگر مقتول کے وارث قصاص معاف کر دیویں تو خون بہا لیا جاتا ہے۔ اس سے زیادہ تفصیل مسئلہ کی بڑی
کتابوں میں ہے ابن جریر وغیرہ نے عکرمہ کی روایتہ سے شان نزول یہاں بیان کی ہے کہ مقیس
بن صبابہ کنانی اور اوسکا بھائی ہشام یہ دونوں شخص مسلمان ہو گئے تھے۔ ایک روز مقیس نے اپنے بھائی
ہشام کو بنی نجار قبیلہ کی بستی میں مقتول پایا اور حضرت سے اس قصہ کا تذکرہ کیا آپنے بنی نجار سے
سو اونٹ اوس کے بھائی کے خون بہا کے مقیس کو دلا دیئے اس نے یہ سو اونٹ بھی لیئے۔ اور
موقع پاکر ایک آدمی بنی نجار کا قتل کر کے مرتد ہو کر مکہ کو چلا گیا۔ اور مشرکوں میں جا ملا فتح مکہ پر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے عام امن میں سے اوسکو واجب القتل قرار دیکر قتل کرایا۔ اسی مقیس کی شان
میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیتہ نازل فرمائی۔ بعضے مفسروں نے اس آیتہ کو آیتہ سورۃ فرقان والذین لا یدعون
مع اللہ الٰہا آخر سے منسوخ جو کہا ہے یہ قول صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ آیتہ ناسخ کی یہ شرط ہے کہ منسوخ
سے اوسکا نزول بعد میں ہونا چاہیئے۔ حالانکہ زید بن ثابت کی روایت سے ابوداؤد اور نسائی
میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ سورۃ فرقان کی آیتہ سے چھ سات مہینے بعد نازل ہوئی ہے پھر

سورۂ فرقان کی مقدم آیۃ اس متاخر آیۃ کی ناسخ کیونکر ہو سکتی ہے اسلیئے بعضے مفسروں کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے
کہ یہ آیۃ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک سے منسوخ ہے کس لیئے کہ ناسخ منسوخ امر و نہی
میں ہوا کرتا ہے خبر میں نہیں ہوا کرتا کیونکہ ایک خبر دیکر پھر اوسکو رد کرنا پہلی خبر کو گویا جھٹلانا ہے جس سے
اللہ تعالیٰ کی شان پاک ہے۔ اور یہہ آیۃ خبر کی قسم میں سے ہے انشا میں سے نہیں پھر اسمیں ناسخ منسوخ
کیسا اس سبب سے صحیح مذہب وہی معلوم ہوتا ہے جسکو بعضے مفسرین نے اختیار کیا ہے کہ یہ آیۃ مطلق
ہے اور سورۂ فرقان کی آیۃ کی توبہ کی قید اس آیۃ میں بھی لگانی چاہیئے اس صورت میں آیۃ کے وہی
معنے ہونگے جو پہلے آیۃ ان اللہ لا یغفر کے تحت میں بیان ہو چکے کہ مسلمان کے قاتل کی توبہ قبول
ہے اگر وہ بلا توبہ مر جاوے تو اوسکی بخشش اللہ کی اختیار اور اللہ کی مرضی پر ہے چاہے وہ مقتول کو کچھہ
معاوضہ دے کر راضی کر دیوے اور قاتل کو بلا مواخذہ بخش دیوے چاہے قاتل سے مواخذہ کرے یہی مذہب
جمہور سلف و خلف نے اختیار کیا ہے اور یہی مذہب آیۃ وانی لغفار لمن تاب اور احادیث صحیحہ کے موافق
ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس اور جمہور کے مذہب میں جو اختلاف تھا وہ حافظ ابن کثیر کے قول کے
حوالہ سے اوپر رفع کیا جا چکا ہے۔ اس صورت میں قاتل کے ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا ذکر یا تو قتل کے
جرم سے ڈرانے کے لئے ہے یا اوس صورت کے لیئے ہے کہ مسلمان مقتول کی مسلمانی کو کسی سبب سے
مانع قتل نہ ٹھہرایا جاوے کہ یہ درجہ کفر کا ہے یہ حالت ایسی ہے جسطرح محلم بن جثامہ کا قصہ آیندہ کی
آیۃ کی تفسیر میں ہے ۞

شان نزول

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ

اے ایمان والو جب سفر کرو اللہ کی راہ میں تو تحقیق کرو اور مت کہو جو شخص

اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ

تمھاری طرف سلام علیک کرے کر تو مسلمان نہیں چاہتے ہو مال دنیا کی زندگی کا تو اللہ کے

مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

یہاں بہت غنیمتیں ہیں تم ایسے ہی تھے پہلے پھر اللہ نے کمتر فضل کیا سو اب تحقیق کرو اللہ

كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

تمھارے کام سے واقف ہے

اس آیۃ میں بھی قتل خطا کا بیان ہے بخاری ترمذی حاکم امام احمد بن حنبل اور طبرانی وغیرہ نے جو شان نزول اس آیۃ
کی بیان کی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ مشرکوں کے ایک قبیلہ بنی سلیم پر جب مسلمان لوگ چڑھ کر گئے۔ اور
مشرکوں کو شکست ہوئی تو ایک شخص مرداس بن نہیک جو پہلے سے درپردہ مسلمان تھا سلام علیک کہکر

مسلمانوں کی طرف آنے لگا۔ مگر مسلمانوں نے مرداس کے سلام علیک کو خالص نہ خیال کیا بلکہ یہہ خیال کیا کہ جان کے خوف سے یہہ فریبی سلام علیک کرتا ہے چنانچہ آخرکار اسامہ بن زید نے اوسکو قتل کر ڈالا۔ اور جو کچھہ اوس کے پاس مال تھا وہ لے لیا۔ اوسپر اللہ تعالیٰ نے یہہ آیتہ نازل فرمائی۔ حاصل معنے آیتہ کے یہہ ہیں کہ بلا دریافت حال کے فقط خیال پر کسی کو مشرک سمجھہ کر قتل کرنا اور اوس کا مال لینا اللہ کی مرضی کے خلاف ہے کیا ان مسلمانوں کو معلوم نہیں کہ اسلام کی کمزوری کے زمانہ میں اکثر لوگ اونمیں کے در پردہ مسلمان تھے پھر اونہوں نے مرداس کے در پردہ مسلمان ہونے پر کیوں اچنبا کیا۔ اور اوسکا اندرونی حال دریافت کرنے سے پہلے اوس کے قتل کرنے میں کیوں جلدی کی بعضے مفسروں نے قاتل کے نام میں اختلاف جو کیا ہے کہ اسامہ بن زید ہے یا مقداد ہے یا محکم بن جثامہ ہے اوسکی وجہ یہ ہے کہ یہ متعدد قصے ہیں اور ان قصوں کا مجموعہ آیتہ کی شان نزول ہے ایک قصہ میں قاتل اسامہ بن زید اور مقتول مرداس بن نہیک ہے اور اس قصہ میں اسامہ کے لئے آنحضرت نے خفگی کے بعد استغفار کی ہے اور محکم بن جثامہ نے عامر بن الاضبط کو باوجود سلام علیک کرنے کے ایام جاہلیت کی دشمنی کے سبب سے قتل کر ڈالا تھا۔ اس سے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محکم بن جثامہ کے لئے استغفار نہیں کی۔ تھوڑے دنوں کے بعد محکم کا انتقال ہوگیا۔ اور دفن کے بعد کئی دفعہ زمین نے محکم کی لاش باہر پھینکدی آخر لاچار ہوکر لوگوں نے محکم کی لاش کو پہاڑوں میں یونہی ڈالدیا۔ اور اوپر سے چند پتھر ڈھانک دئے اور آپ نے فرمایا کہ زمین میں تو محکم سے بھی بدتر شخصوں کی لاشوں کا ٹھکانا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے محکم کا یہہ حال تمکو دکھلا کر آئندہ کے لئے تمھیں نصیحت کی ہے۔ اسیطرح مقداد کا قصہ بھی جدا ہے۔ جسکا قصہ مسند بزار میں معتبر سند سے ہے ان سب روایتوں کو اکٹھا کر کے دیکھا جاوے۔ تو ہر ایک قصہ کی حالت معلوم ہوتی ہے

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ
برابر نہیں بیٹھنے والے مسلمان جنکو بدن کا نقصان نہیں اور لڑنے والے
فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ
اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے اللہ نے بڑائی دی لڑنے والوں کو اپنے مال
وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَفَضَّلَ اللَّهُ
اور جان سے اوپر جو بیٹھے ہیں۔ درجے میں اور سب کو وعدہ دیا اللہ نے خوبی کا اور زیادہ کیا اللہ نے
الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ دَرَجَاتٍ مِنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ۚ
لڑنے والوں کو بیٹھنے والوں سے بڑے ثواب میں بہت درجوں میں اپنے یہاں کے اور بخشش میں اور مہربانی میں
وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝
اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

منزل ۱

ع ۵

بخاری ترمذی ابن حبان وغیرہ نے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی ہے۔ اوسکا حاصل یہ ہے کہ پہلے اتنا ٹکڑہ آیۃ کا اوترا تھا کہ جہاد کرنے والے اور بیٹھہ رہنے والے برابر نہیں ہیں ابن ام مکتوم اور ابن جحش نے آنکر آنحضرت سے عرض کیا کہ حضرت ہم لوگ اندھے ہیں ورنہ ضرور آپکے ساتھہ جہاد کو چلتے اوس پر اللہ تعالے نے اندھے لنگڑے بیمار کو جہاد کے حکم سے معاف رہنے کی غرض سے غیر اولی الضرر یہ ٹکڑا نازل فرمایا حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ جو لوگ بلا عذر جہاد سے بیٹھہ رہیں گے وہ ثواب سے محروم رکھے جاویں گے۔ ہاں معذور لوگ جن کی نیت جہاد کی ہے۔ لیکن معذوری کے سبب سے وہ مجبور ہیں ایسے لوگ اپنی نیت کا ثواب پاویں گے۔ بخاری میں حضرت انس سے روایۃ ہے کہ تبوک کی لڑائی سے واپس ہوتے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عذر کے سبب سے جو لوگ لڑائی میں شریک نہ ہوسکے جتنے کام لڑائی میں ہم نے کئے ہیں اون سب کاموں میں گھر بیٹھے وہ ثواب میں ہمارے شریک حال وہ لوگ بھی گئے جائیں گے اسیطرح کی روایۃ ابوداؤد اور مسند امام احمد بن حنبل میں بھی ہے اسی آیۃ سے علماء نے جہاد کو فرض کفایہ کہا ہے۔ کیونکہ اس آیۃ میں اللہ تعالے نے جہاد میں جانے والوں سے اون کی جانفشانی کے ثواب کا وعدہ کیا ہے اور بیٹھہ رہنے والوں کو کچھہ ڈرایا نہیں۔ یہی شان فرض کفایہ کی ہے۔ مگر جب دشمن اپنے شہر پر چڑھائی کرے تو اوسکا دفعہ کرنا شہر والوں پر فرض عین ہو جاتا ہے۔ اور صحیح حدیثوں میں بھی اسکی صراحت ہے کہ جہاد فرض کفایہ ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ سے روایۃ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جو شخص نماز روزہ حج زکوٰۃ پر قایم ہے اگرچہ وہ جہاد نکرے۔ لیکن وہ جنتی ہے صحابہ نے عرض کیا کہ لوگوں میں اس خوشخبری کو عام طور پر پھیلا دیا جاوے آپ نے فرمایا جہاد والوں کے لئے اللہ تعالے نے جنت میں سو درجے رکھے ہیں ہر ایک درجہ میں زمین آسمان کا فرق ہے وہ درجہ لوگوں کو حاصل کرنے دو۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا
جن لوگوں کی جان کھینچتے ہیں فرشتے اُس حال میں کہ وہ برا کر رہے ہیں اپنا کہتے ہیں تم کس بات میں تھے وہ کہتے ہیں

مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا
ہم تھے مغلوب اُس ملک میں کہتے ہیں کیا نہ تھی زمین اللہ کی کشادہ کہ وطن چھوڑ جاؤ

فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ
وہاں سو ایسوں کا ٹھکانا ملے دوزخ اور بہت بری جگہ پہنچے مگر جو ہیں بے بس

مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ
مرد اور عورتیں اور لڑکے ذکر سکتے ہیں تلاش اور نہ جانتے ہیں

سَبِيْلًا ۝ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝

راہ — سو ایسوں کو امید ہے کہ اللہ معاف کرے — اور اللہ ہے معاف کرنے والا بخشتا

بخاری ابن منذر ابن ابی حاتم ابن مردویہ اور ابن جریر نے جو شان نزول اس آیتہ کی بیان کی ہے اوسکا حاصل یہہ ہے کہ کچھ لوگ ظاہر میں توجسوقت آنحضرت مکہ میں تھے اوسوقت اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے مگر مشرکون کا ساتھہ اونہوں نے نہیں چھوڑا تھا۔ مشرکوں کے ڈر سے مکہ سے مدینہ منورہ کو اونہوں نے ہجرت بھی نہیں کی۔ اور بدر کی لڑائی میں مشرکوں کے ساتھہ ہوکر مسلمانوں سے وہ لڑنے کو آئے اور مارے گئے اون کی شان میں اسلئے اللہ تعالے نے یہہ آیتہ نازل فرمائی کہ ایسے لوگوں کے باب میں ایک طرح کا اختلاف مسلمانوں میں پڑ رہا تھا۔ بعضے لوگ کہتے تھے کہ اگرچہ اسطرح کے لوگ مشرکوں کی فوج میں شمار ہوکر مسلمانوں کے ہاتھہ سے مارے گئے لیکن حقیقت میں وہ مسلمان تھے اور بعضے اونکو مسلمان نہیں کہتے تھے۔ اس آیتہ سے اللہ تعالے نے اسطرح کے لوگوں کو دوزخی قرار دیا۔ اور اس اختلاف کو رفع فرمادیا فتح مکہ سے پہلے ہجرت بھی اسلام کی شرط تھی اسلئے اللہ تعالے نے اون لوگوں کا اسلام قبول نہیں فرمایا۔ جنہوں نے بلاعذر ہجرت نہیں کی اور مشرکوں میں رہکر مشرکوں کی جماعت اور بھیڑ بڑھائی۔ بعد فتح مکہ کے فرمادیا کہ اب فتح مکہ کے بعد ہجرت شرط اسلام باقی نہیں رہی۔

منزل ۱

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ

اور جو کوئی وطن چھوڑے اللہ کی راہ میں پاوے اوس کے مقابلہ میں جگہہ بہت اور کشائش اور جو کوئی

يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ

نکلے اپنے گھر سے وطن چھوڑکر اللہ اور رسول کی طرف پھر آپکڑے اسکو موت سو

ع ۱۴

وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

ٹھہر چکا اوسکا ثواب اللہ پر اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ابن جریر ابن ابی حاتم ابن سعد ابو یعلی اموی۔ اور ابن منذر نے جو شان نزول اس آیتہ کی بیان کی ہے اوسکا حاصل یہہ ہے کہ اوپر کی آیتہ میں جب اللہ تعالے نے یہہ حکم فرمایا کہ جو کوئی در پردہ مسلمان ہوکر بلاعذر فتح مکہ سے پہلے مدینہ کو ہجرت نہ کرے گا۔ اوسکا اسلام قبول نہوگا۔ تو بہت سے لوگوں نے ہجرت کی اور اون میں بعضے لوگ مدینہ میں پہونچنے سے پہلے فوت ہوگئے اون کی شان میں اللہ تعالے نے یہہ آیتہ نازل فرمائی حاصل معنے آیتہ کے یہہ ہیں کہ اللہ کی درگاہ میں سب کاموں کا دارومدار نیت پر ہے۔ جو شخص ہجرت کی نیت کرکے گھر سے نکلا۔ وہ اوسیوقت ہجرت کے ثواب کا مستحق ٹھہر چکا خواہ

مدینہ میں پہونچے یا راستہ میں مرجاوے اور جو شخص مدینہ میں بھی پہونچ جاوے اور اوسکی نیت خالص ہجرت کی نہو بلکہ کسی دنیوی غرض سے اوس نے ہجرت کی ہو وہ شخص ہجرت کا ثواب نہ پاوے گا۔ چنانچہ صحاح ستہ کی چھئوں کتابوں میں حدیث انما الاعمال بالنیات میں اسکی صراحت موجود ہے ÷

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ إِنَّ الْكٰفِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا ○

اور جب تم سفر کرو ملک میں تو تم پر گناہ نہیں کہ کچھ کم کرو نماز میں سے اگر تمکو ڈر ہو کہ ستاویں گے تمکو کافر البتہ کافر تمہارے دشمن ہیں صریح

تفسیر ابن جریر میں حضرت علی کی روایۃ سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ بنی نجار قبیلہ کے کچھ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت ہم لوگ سفر کرتے رہتے ہیں سفر میں ہم نماز کیونکر پڑھا کریں اوس پر اللہ تعالے نے اس آیۃ کا وہ ٹکڑا نازل فرمایا جسمیں نماز کے قصر کرنیکا حکم ہے پھر اوس کے ایک برس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک لڑائی پر تشریف لے گئے۔ دشمنوں کے عین مقابلہ کے وقت میں آپ نے ظہر کی نماز پڑہی نماز کے وقت تو اللہ تعالے نے مشرکوں کی عقل پر پردہ ڈالدیا لیکن جب آپ اور صحابہ کرام جماعت کی نماز پڑہ چکے تو خالد بن ولید نے جو مشرکوں کے لشکر کے سردار تھے بڑے افسوس کے ساتھ اپنے لشکر والوں سے یہہ کہا کہ جسوقت سب مسلمان صف باندھکر نماز میں مشغول تھے اوسوقت اون کی پشت کیطرف سے اون پر حملہ کرنے کا خوب موقع تھا۔ پھر یہہ بھی کہا کہ تھوڑی دیر میں اور دوسری نماز کا موقع ہے۔ جس نماز کو مسلمان لوگ اپنی جان اور اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اوس پر اللہ تعالے نے ظہر اور عصر کے مابین میں یہ صلوٰۃ الخوف کا حکم نازل فرمایا اور جسطرح مشرکوں نے عصر کی نماز کے وقت مسلمانوں کی پشت کیطرف سے حملہ کرنے کا منصوبہ کیا تھا۔ وہ موقع اون کو نہیں ملا۔ اگرچہ حافظ ابن کثیر نے اس شان نزول کی روایۃ کو غریب کہا ہے لیکن اور صحیح روایتوں سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم اور سنن میں حضرت عمر سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ حضرت عمر نے قصر نماز میں خوف کی قید کی بابتہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ بغیر خوف کے سفر میں نماز کا قصر کرنا یہ صدقہ کے طور پر اللہ تعالے کی ایک مہربانی ہے اوسکو قبول کرنا چاہئے۔ حضرت عمر کی یہہ حدیث بہت صحیح ہے ائمہ حدیث نے بالاتفاق اس کی صحت بیان کی ہے۔ اور اس صحیح حدیث سے اوپر کی شان نزول کی روایۃ کے اس ٹکڑے کی پوری تائید

منزل ۱

ہوتی ہے کہ بغیر حالت خوف کے سفر میں قصر نماز جائز ہے رہا اوس شان نزول کا دوسرا ٹکڑا کہ ایک لڑائی میں ظہر اور عصر کے مابین صلوٰۃ الخوف کا حکم نازل ہوا اسکی تائید آیندہ کی آیتہ کے شان نزول سے ہوسکتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل بھی یہی پایا جاتا ہے کہ حالت سفر میں آپ اکثر قصر کیا کرتے تھے رہی یہ بات کہ کسقدر مسافت کے سفر میں قصر نماز پڑھنی چاہئے اس باب میں حضرت انس کی صحیح مسلم کی روایتہ سے بڑھکر کوئی صحیح روایتہ نہیں ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ تین میل یا نو میل کے مسافت کے سفر میں آپ قصر کیا کرتے تھے۔ اس سے زیادہ تفصیل اس مسلہ کی بڑی کتابوں میں ہے ✣

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا
اور جب تو انمیں ہو پھر اُنکو نماز میں کھڑا کرے تو چاہیے ایک جماعت اُنکی کھڑی ہو تیری ساتھ اور لیویں

اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى
اپنے ہتہیار پھر جب سجدہ کر چکیں تو پرے ہوجاویں اور آوے دوسری جماعت جن نے

لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ
نماز نہیں کی وہ نماز کریں تیرے ساتھ اور پاس لیویں اپنا بچاؤ اور ہتہیار کافر چاہتے ہیں

كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ
کسیطرح تم بیخبر ہو۔ اپنے ہتہیاروں سے اور اسباب سے تو تمپر جھک پڑیں

مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ
ایک حملہ کر کر

منزل ۱

مسند امام احمد سنن اربعہ مستدرک حاکم صحیح ابن حبان میں ابی عیاش زرقی کی روایتہ سے جو شان نزول اس آیتہ کی بیان کی گئی ہے اوسکا حاصل یہہ ہے کہ عسفان کی لڑائی کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز جماعت سے پڑہی جماعت کی نماز ہوچکنے کے بعد خالد بن ولید نے اپنے ساتھ کے مشرکوں سے یہہ کہا کہ جسوقت سب مسلمان صف باندہ کر نماز میں مصروف تہے اوسوقت اون کی پشت کیطرف سے حملہ کرنے کا خوب موقع تھا۔ پھر سب مشرکوں نے ملکر یہ بھی کہا تھا۔ کہ تھوڑی دیر میں اور دوسری نماز کا موقع آنے والا ہے اوسوقت ان کی پشت کی طرف سے حملہ کرنا چاہیے اوسپر اللہ تعالے نے عصر کی نماز سے پہلے یہہ نماز خوف کا حکم نازل فرمایا۔ حاکم اور ابن حبان نے اس شان نزول کو صحیح کہا ہے۔ اسی صحیح شان نزول سے اوپر کی آیتہ کی شان نزول کے آخری ٹکڑے کی پوری تائید ہوتی ہے کہ ظہر اور عصر کے مابین میں صلوٰۃ الخوف کے حکم کا ٹکڑا نازل ہوا۔ اور اس سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس لڑائی کا نام حضرت علی کی اوپر کی روایتہ میں مبہم تھا وہ عسفان کی لڑائی تھی۔

اگرچہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں صلوۃ الخوف کے نازل ہونے کا موقع اوس لڑائی کو قرار دیا ہے جسکو ذات الرقاع کی لڑائی کہتے ہیں یہ لڑائی عسفان کی لڑائی کے بعد ہے لیکن حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اسیکو ترجیح دی ہے کہ صلوۃ الخوف کے نازل ہونے کا موقع جنگ عسفان ہے۔ دشمن کبھی قبلہ کی جہت پر ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ اسلئے صلوۃ الخوف کی مختلف صورتیں ہیں جنکا ذکر حدیث کی کتابوں میں ہے جو صورتیں صحیح حدیثوں میں ہیں وہ بنظر حفاظت لشکر اسلام کے سب جائز ہیں۔ بعضے علماء نے یہ کہا ہے کہ صلوۃ الخوف کا حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تھا۔ لیکن جمہور علماء نے اس قول کو تسلیم نہیں کیا ✤

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّنْ مَّطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى أَنْ تَضَعُوٓا

اور گناہ نہیں تمپر اگر تمکو تکلیف ہو مینہ سے یا تم بیمار ہو کہ اُتار رکھو اپنے

أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْكٰفِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ۝

ہتیار اور ساتھ لو اپنا بچاؤ اللہ نے رکھی ہے منکروں کے واسطے ذلت کی مار

امام بخاری نے صحیح بخاری میں اور علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں عبد اللہ بن عباس کی روایتہ سے جو شان نزول اس آیتہ کی بیان کی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ اوپر کی آیتہ میں جب کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کی حالت میں بھی مسلمانوں کو ہتھیار بند رہنے کا حکم فرمایا تو اس حکم کے سبب سے مسلمان حالت مینہ اور حالت بیماری ہر حال میں ہتھیار بند رہتے تھے۔ حالانکہ مینہ میں ہتھیاروں کے بھیگ کر بھاری ہو جانے سے اور بیماری میں نقاہت سے اونکو ہتھیار بار خاطر معلوم ہوتے تھے۔ چنانچہ عبد الرحمان بن عوف ایک دفعہ لڑائی کے وقت زخمی تھے مگر ہتھیار بند تھے اوسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتہ نازل فرماکر اجازت فرما دی کہ حرج کے وقت ہتھیار کھول ڈالو تو مضائقہ نہیں مگر ہوشیار رہو تاکہ خالی ہاتھ پاکر مشرکین تمپر حملہ نہ کر بیٹھیں ✤

منزل

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِكُمْ

پھر جب نماز ادا کر چکو تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور پڑے

فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

پھر جب خاطر جمع سے ہو تو درست کرو نماز بیشک نماز ہے مسلمانوں پر

كِتٰبًا مَّوْقُوتًا ۝ وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ

وقت باندھا حکم اور مت ہارو اونکا پیچھا کرنے سے اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو وہ بھی بے آرام ہیں

يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ ۚ وَتَرْجُونَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُونَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

جس طرح تم ہو - اور تم کو اللہ سے امید ہے جو انکو نہیں اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا

اوپر کی آیتوں میں صلوٰۃ الخوف کی اجازت تھی اور صلوٰۃ خوف میں لڑائی کا خدشہ دل میں رہتا ہے اسلئے رکوع سجدہ اسطرح کے اطمینان سے نہیں ہوسکتا جسطرح امن کی حالت میں ہوسکتا ہے۔ اسواسطے فرمایا کہ صلوٰۃ الخوف کے بعد اللہ کا ذکر کثرت سے ہر حال میں کیا جاوے۔ تاکہ لڑائی کے خدشہ کے سبب سے اس نماز کے ارکان میں جو کچھ کمی ہوئی ہے وہ آسانی سے پوری ہوجاوے کیونکہ ذکر الٰہی میں نماز کیطرح وقت کی قید ہے نہ وضو کی چنانچہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا قید وقت اور وضو کے ہر حال میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ صلوٰۃ الخوف میں وقت اور تکمیل ارکان کی پوری پابندی نہ ہوسکے تو ضرورت شرعی کے سبب سے معاف ہے لیکن امن کی حالت میں اسطرح کی ادہوری نماز کی عادت نہ ڈال لی جائے کہ امن کی حالت میں اسطرح کی ادہوری نماز ہرگز قبول نہوگی۔ بلکہ امن کی حالت میں جسطرح حکم ہے وقت اور ارکان کا پورا خیال رکھکر نماز پڑہی جاوے اوپر گذر چکا ہے کہ جنگ احد کے بعد جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کے تعاقب کے لئے حمراء الاسد کے سفر کا ارادہ کیا تھا تو کچھ مسلمان پست ہمت ہوکر آپکے ساتھ نہیں گئے تھے۔ اس واسطے صلوٰۃ الخوف کی روایتی حکم کے ساتھ یہ تنبیہ بھی فرمائی کہ آیندہ دین کے مخالفوں کے تعاقب اور مقابلہ میں اسطرح کی پست ہمتی نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ مخالف لوگ جو عقبےٰ اور جنت کی نعمتوں کے منکر ہیں باوجود تمہاری طرح صدمے اوٹھانے کے جب وہ لڑائی سے باز نہیں آتے تو پھر عقبےٰ کے اجر کی توقع رکھکر تم لوگ ایسی پست ہمتی کیوں کرتے ہو اللہ نے اپنے علم اور حکمت ازلی کے موافق عقبےٰ میں دین کے حامیوں کے لئے وہ نعمتیں رکھی ہیں کہ جو نہ کسی نے کانوں سے سنیں نہ آنکھوں سے دیکھیں نہ کسی کے دل میں ان نعمتوں کا تصور سما سکتا ہے۔ اس لیئے ذرا سی پست ہمتی کرکے ایسی بڑی نعمتوں کو ہاتھ سے دینا کسی عقلمند کا کام نہیں۔

منزل ١

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ

ہمنے اوتاری تجھکو کتاب سچی کہ تو انصاف کرے لوگوں میں جو سمجھا دے تجھکو اللہ اور تو مت ہو

لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ۝ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَلَا

دغا بازوں کیطرف سے جھگڑنے والا اور بخشوا اللہ سے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور مت

تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا

جھگڑ ان کی طرف سے جو اپنے جی میں دغا رکھتے ہیں اللہ کو خوش نہیں آتا جو کوئی ہو دغا باز

أَثِيمًا ۝ يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ
گنہگار چھپتے ہیں لوگوں سے اور نہیں چھپتے اللہ سے اور وہ اون کے ساتھ ہے

إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ۝
جب رات کو ٹھیراتے ہیں جس بات سے وہ راضی نہیں اور جو کرتے ہیں اللہ کے قابو میں ہے

هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ جَادَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَمَن يُجَادِلُ اللَّهَ عَنْهُمْ
سنتے ہو تم لوگ جھگڑے اون کی طرف سے دنیا کی زندگی میں پھر کون جھگڑے گا اون کے بدلے اللہ سے

يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَم مَّن يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ۝
قیامت کے دن یا کون ہوگا اون کا کام بنانے والا

ترمذی مستدرک حاکم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس اور قتادہ بن نعمان سے جو روایتیں ہیں اون کا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک صحابی قتادہ بن نعمان کی زرہ چوری جاتی رہی اور دریافت سے معلوم ہوا کہ قبیلہ بنی ظفر میں کے ایک شخص طعمہ بن ابرق نے وہ زرہ چورائی ہے طعمہ نے یہ چالاکی کی کہ وہ زرہ ایک شخص یہودی زید بن سمین کے پاس رکھوا دی۔ اور طعمہ کی خانہ تلاشی کے وقت جب وہ زرہ طعمہ کے گھر سے برآمد نہیں ہوئی تو طعمہ نے اوسی یہودی کو چور ٹھہرا کر زرہ کا پتہ اوسی یہودی کے گھر میں ہونے کا دیدیا اور ادہر طعمہ کی قوم نے رات کو یہ مشورہ کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر طعمہ کی برأت کی گواہی ادا کی جاوے چنانچہ ان لوگوں نے جب گواہی ادا کر دی تو اون کی گواہی کے بھروسہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے طعمہ کو بری اور یہودی کو چور ٹھیرایا اوس پر اصلی حال ظاہر ہو جانے کے لئے اللہ تعالے نے یہہ آیتیں نازل فرمائیں حاکم نے اِس شانِ نزول کی روایتہ کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے یہ آیتیں نازل فرماکر اللہ تعالے نے اپنے رسول کو خبردار کر دیا کہ اگرچہ طعمہ کی چالاکی اور اوسکی قوم کی جھوٹی گواہی کے سبب سے ظاہر میں یہہ معلوم ہوتا ہے کہ طعمہ بری ہے۔ اور یہودی چور لیکن حقیقت میں معاملہ برعکس ہے پھر فرمایا کہ ظاہری روداد کی بنا پر اے رسول اللہ کے تمنے جو طعمہ کی برأت کی بابت یہودیوں سے جھگڑا کیا وہ استغفار کے قابل ہے کیونکہ چوروں کی حمایت اللہ کو پسند نہیں اِس کے بعد جھوٹی گواہی پر طعمہ کی قوم کے لوگوں کو یہہ تنبیہ فرمائی کہ تم لوگوں نے جھوٹی گواہی کا مشورہ تو کیا مگر اتنا نہ سوچا کہ اللہ غیب داں ہے ظاہر و باطن اوسکو سب کچھ معلوم ہے۔ اوس سے یہ جھوٹی گواہی کا مشورہ کیونکر چھپا رہ سکتا ہے۔ اور جب وہ عالم الغیب اِس جھوٹی گواہی کے حال سے اپنے رسول کو خبردار کر دے گا تو جھوٹے گواہوں کی کسقدر رسوائی ہوگی۔ پھر یہہ تو دنیا کی رسوائی ہوئی۔ دنیا میں اگر اِس رسوائی سے کوئی بچ بھی جاوے اور کسی چالاکی یا جھوٹی گواہی سے اپنے مقابل پر غالب آجاوے تو قیامت کے دن اوس غیب داں کے روبرو ایسے چالاک [illegible]۔ اور جو

منزل ۱

گواہوں کا وکیل کون ہوگا جو اون کو عقبیٰ کے عذاب سے چھوڑا دے گا۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا
اور جو کوئی کرے گناہ یا اپنا برا کرے پھر اللہ سے بخشوا لے پاوے اللہ کو بخشتا مہربان
وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا
اور جو کوئی کماوے گناہ سو کماتا ہے اپنے حق میں اور اللہ سب جانتا ہے
حَكِيْمًا ۝ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْۗئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْۗئًا فَقَدِ احْتَمَلَ
حکمت والا اور جو کوئی کماوے تقصیر یا گناہ پھر لگاوے بے گناہ کو اوسنے سر دھرا
بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ
طوفان اور گناہ صریح اور اگر نہوتا تجھپر فضل اللہ کا اور مہر تو قصد کیا ہی تھا
طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ۭ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ
اونمیں ایک جماعت نے کہ تجھکو بہکا دیں اور بہکا نہ سکتے مگر آپ کو اور تیرا کچھ نہ بگاڑتے
مِنْ شَيْءٍ ۭ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ
اور اللہ نے نازل کی تجھپر کتاب اور کام کی بات اور تجھکو سکھایا جو تو نہ
تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝
جان سکتا اور اللہ کا فضل تجھپر بڑا ہے۔

ع ۸

یہ آیتیں بھی طعمہ کے قصے سے متعلق ہیں ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے طعمہ کو چوری کے گناہ سے
اور ایک شخص بری پر جو اوس نے چوری کا بہتان لگایا تھا اوسکے اور طعمہ کے قبیلے کے لوگوں کو
جھوٹی گواہی کے گناہ سے توبہ استغفار کرنے کی رغبت دلائی ہے اور فرمایا ہے کہ کبیرہ صغیرہ
جسطرح کے گناہوں سے جو کوئی توبہ کرے گا اللہ ایسا غفور رحیم ہے کہ وہ فوراً ہر ایک گناہ گار کی
خالص نیت کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور اس توبہ کرنے والے شخص کے سب گناہ معاف کر دیتا ہے
ابوسعید خدری کی حدیث اوپر گزر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ شیطان جب مردود ٹھہرایا جا کر آسمان
پر سے نکالا جانے لگا تو اوس نے قسم کھا کر اللہ تعالےٰ کے روبرو اپنا یہ پکا ارادہ ظاہر کیا کہ انسان
کے جسم میں جب تک جان رہوے گی وہ ملعون انسان کے بہکانے اور اوسکی عقبےٰ کے خراب
کرنے میں کسیطرح کی کوتاہی نہ کرے گا۔ اللہ تعالےٰ نے بھی قسم کھا کر اوس ملعون کے اس
ارادہ کا یہہ جواب دیا کہ ہر طرح کے گناہ کے بعد انسان جبتک توبہ استغفار کرے گا تو میں بھی اوسکی
توبہ قبول کرنے اور اوس کے گناہوں کے معاف کر دینے میں کسیطرح کا دریغ نہ کرونگا۔ یہہ حدیث آیتہ

اوس ٹکڑے کی پوری تفسیر ہے جسمیں اللہ تعالیٰ نے گنہ گاروں کی توبہ قبول کرنے کا ذکر فرمایا ہے - اب آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو قرآن کی نعمت کی قدر جتلائی اور فرمایا کہ طعمہ کی قوم کے لوگوں نے توجہوٹی گواہی دیکر غلط فیصلہ کرانے کی کوشش کی تھی مگر اے رسول اللہ کے یہہ اللہ کا تمپر بڑا فضل اور اوس کی بڑی رحمت ہے کہ اِس معاملہ میں اور بدر کے قیدیوں کے فدیہ کے معاملہ میں جہاں ایسا غلطی کا موقع ہوتا ہی تو اللہ تعالیٰ فوراً بذریعہ وحی کے اوس غلطی کو رفع کر کے معاملہ کی صحیح صورت تم کو بتلا دیتا ہے اسطرح کی آیتوں سے اون علماء کے قول کی تائید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول بعضے فیصلے اپنے اجتہاد سے بھی کرتے تھے اور اوس اجتہاد میں اگر کچھہ خطا واقع ہوجاتی تھی تو فوراً اوسکی اصلاح بذریعہ وحی کے ہوجایا کرتی تھی برخلاف امت کے مجتہدوں کے اجتہاد کے کہ اوسکی حالت ایسی یقینی نہیں ہے اسیواسطے مجتہدین امت نے احتیاطاً اپنے بعضے قولوں سے رجوع اختیار کیا ہے اور بعضے مسئلوں میں قول قدیم اور قول جدید اپنے یہہ دو قول قرار دیتے ہیں تاکہ ایک قول کی اصلاح دوسرے قول سے ہوجاوے - اپنے رسول کی تسکین کے لیئے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہہ بھی فرما دیا کہ اے رسول اللہ کے تم اگر غلط رو داد پر فیصلہ کر دیتے تو اسکا وبال اون ہی لوگوں پر ہوتا جنہوں نے وہ غلط رو داد گھڑی تھی تمہارے اوپر اوسکا کچھہ وبال نہیں تھا کیونکہ تمہارا فیصلہ تو ظاہری رو داد پر ہوتا لیکن یہہ اللہ کا بڑا فضل ہے کہ اوس نے یہہ نوبت نہیں آنے دی اور جو بات تمکو معلوم نہیں تھی وہ عین وقت پر بذریعہ وحی کے تمکو جتلا دی - اوپر گذر چکا ہے کہ قرآن کے ساتھ جہاں حکمت کا لفظ آتا ہے تو اوس کے معنے حدیث کے ہوتے ہیں ؁

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ

کچھہ بھلی نہیں اکثر اونکی مشورت میں مگر جو کوئی کہے خیرات کو یا نیک بات کو یا صلح کرانے کو

بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ

لوگوں میں اور جو کوئی یہ چیزیں کرے اللہ کی خوشی چاہ کر تو ہم اوسکو دیں گے

أَجْرًا عَظِيمًا ۝ وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ

ثواب بڑا اور جو کوئی مخالفت کرے رسول سے جب کھل چکی اوسپر راہ کی بات

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ

اور چلے لگ سب مسلمانوں کی راہ سے سو ہم اوسکو حوالے کریں وہی طرف جو اوس نے پکڑی اور ڈالیں اوسکو دوزخ میں

وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝

اور بہت بری جگہ پہنچا

منزل ۱

ع ۱۷ ۱۴

طعمہ کی قوم کے لوگوں نے آپسمیں رات کو اوس جھوٹی گواہی کا مشورہ کیا جسکا ذکر اوپر گذرا۔ اور صبحکو وہ جھوٹی گواہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو ادا کی اور پھر اوپر کی آیتوں کے نازل ہو جانے کے بعد جب طعمہ کی چوری کا حال کھل گیا تو وہ اپنے ہاتھ کے کاٹے جانے کی سزا سے ڈر کر مدینہ سے مکہ کو بھاگ گیا۔ اور وہاں مرتد ہو کر مر گیا۔ ان ہی باتوں کے متعلق اللہ تعالے نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ طعمہ کی قوم کیطرح جو کوئی خلاف شریعت باتوں کا مشورہ کرے تو اس طرح کے مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں بلکہ اسطرح کے مشوروں میں آدمی کے دین کا نقصان ہے ہاں دین کے فائدہ کے مشورہ یہ ہیں کہ کسیکو صدقہ خیرات کا یا شریعت میں اور نیک کام جو ہیں اون کا یا جہاں کہیں مسلمانوں میں لڑائی ہو اونمیں صلح کرانے کا مشورہ دیا جاوے۔ لفظ معروف کے معنے میں اگرچہ شریعت کے سب نیک کام داخل ہیں لیکن صدقہ اور آپس کی صلاح کی طرف خاص توجہ دلانے کے لئے انکا ذکر خاص طور پر فرمایا۔ انس بن مالک سے ترمذی اور صحیح ابن حبان میں روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ صدقہ ایسی چیز ہے جس سے اللہ کا غصہ اگر کسی بندہ پر ہو تو وہ جاتا رہتا ہے۔ یہ حشر کے دن کے غصہ کا ذکر ہے۔ جسکا ذکر ابوہریرہ کی صحیح بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ اوس دن کا سا غصہ اللہ تعالے کو کبھی آیا نہ آوے گا۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے اور ابن حبان کی سند بھی معتبر ہے۔ ترمذی۔ ابوداؤد صحیح ابن حبان میں ابودرداء سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لڑے ہوئے مسلمانوں میں صلح کرانی کو نفلی نماز روزہ اور صدقہ سے بہتر فرمایا ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ پھر فرمایا کہ جو کوئی یہ نیک کام خالص ثواب کی نیت سے کرے گا تو اوسکو عقبےٰ میں بڑا اجر ملیگا۔ کیونکہ جس عمل میں دنیا کے دکھاوے کا کچھ دخل ہوتا ہے وہ اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں چنانچہ مسند بزار میں معتبر سند سے ضحاک بن قیس کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا اے لوگو جو نیک کام کرو وہ خالص ثواب کی نیت سے کرو بغیر اس کے کوئی عمل اللہ تعالی کی بارگاہ میں قبول نہیں ہو سکتا۔ اب آگے ایسے لوگوں کے انجام کا ذکر فرمایا جو طعمہ کیطرح اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جاویں کہ ایسے لوگوں کو دنیا میں اللہ اون کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ کیونکہ کسیکو مجبور کر کے راہ راست پر لانا انتظام الٰہی کے برخلاف ہے اور عقبےٰ میں ایسے لوگوں کا انجام جہنم ہے شریعت کی دلیلوں میں جس اجماع امت کو ایک شرعی دلیل قرار دیا ہے۔ اگرچہ بعضے علماء نے اوس اجماع کو آیتہ کے اس ٹکڑے سے ثابت کیا ہے لیکن شان نزول کے لحاظ سے یہ آیتہ مرتد لوگوں کی شان میں ہے۔ اصطلاحی اجماع اور اوس کے مخالف لوگوں سے آیتہ کا تعلق نہیں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ

اللہ نہیں بخشتا کہ اسکا شریک ٹھہراییئے   اور اس سے نیچے بخشتا ہے   جسکو   چاہے

منزل ۱

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ

اور جسنے اللہ کا شریک ٹھیرایا وہ دور پڑا بھول کر اُس کے سوا پکارتے ہیں

اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۝ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ

سو عورتوں کو اور اسکے سوا پکارتے ہیں شیطان سرکش کو جسکو لعنت کی اللہ نے اور وہ بولا کہ میں البتہ

مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ

لونگا تیرے بندوں سے حصہ ٹھیرایا ہوا اور انکو بہکاؤں گا اور اُن کو توقعین دونگا۔ اور انکو سکھاؤنگا

فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَّخِذِ

کہ چیریں جانوروں کے کان اور اُنکو سکھاؤں گا کہ بدلیں صورت بنائی اللہ کی اور جو کوئی پکڑے

الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ۭ يَعِدُهُمْ

شیطان کو رفیق اللہ کو چھوڑ کر وہ ڈوبا صریح نقصان میں اُن کو وعدہ دیتا ہے

وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ

اور انکو توقعین بتاتا ہے اور جو کچھ وعدہ دیتا ہے انکو شیطان سو سب دغا ہے ایسوں کا ٹھکانا ہے دوزخ

وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ

اور نہ پاویں گے وہاں سے بھاگنے کو جگہ اور جو یقین لائے اور عمل کیئے نیک اُن کو ہم داخل کرینگے

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ

باغوں میں جن کے نیچے بہتی نہریں رہ پڑے وہاں ہمیشہ کو وعدہ ہے اللہ کا سچا اور اللہ سے

اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۝

سچی کس کی بات

اِس سے پہلے یہ آیتہ اہل کتاب کے ذکر میں تھی اِس لئے وہاں فقد افترا فرمایا تھا۔ کیونکہ اہل کتاب کا شرک جان بوجھکر افترا کے طور پر تھا یہاں عرب کے مشرکوں اور مرتد لوگوں کا ذکر ہے۔ اِس لیئے فقد ضل فرمایا کہ یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں وہ ان کی جہالت کا سبب ہے باقی معنے آیتہ کے پہلی جگہ جہاں یہ ہے وہاں بیان کیئے گئے ہیں عرب کے مشرک لوگ اپنے بتوں کے نام لات و منات اور عزٰی عورتوں کے سے رکھتے تھے اسواسطے فرمایا کہ یہہ لوگ اللہ کے سوا عورتوں کو پکارتے ہیں۔ اللہ کے سوا جس چیز کی کوئی پوجا کرتا ہے وہ شیطان کے بہکانے سے کرتا ہے اِس لیئے فرمایا کہ حقیقت میں یہ لوگ شیطان ملعون کی پوجا کرتے ہیں نصیب مفروض کے معنے ایک معین اور مقرر حصہ کے ہیں صحیح بخاری و مسلم میں ابو سعید خدری سے روایتہ ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یاجوج ماجوج کو ملا کر بنی آدم کی ہزار آدمی کی جماعت میں سے نوسو ننانوے شیطان کا حصہ قرار پا کر اوس کے ساتھ

منزل ۱

جہنم میں جاویں گے۔ یہی گویا شیطان کا معین حصہ ہوا۔ شیطان کا لوگوں کو گمراہ کرنے کا یہہ مطلب ہے
کہ وہ ملعون طرح طرح سے لوگوں کو بہکاتا ہے اور اون کو راہ راست سے روکتا ہے۔ شیطان کی
توقعیں دلانے کا یہ مطلب ہے کہ وہ دنیا کی امیدوں کو اس طرح طویل طویل کرکے اس کوتاہ عمر انسان
کے دل میں ڈالدیتا ہے کہ انسان اون امیدوں کے پورا کرنے میں مصروف ہوکر عقبے سے غافل رہتا ہے
اور اسی حالت میں اپنی عمر گذار دیتا ہے آخر وہ سب آرزوئیں دل کی دل ہی میں رہتی ہیں اور انسان دنیا سے
اوٹھہ جاتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری ترمذی نسائی وغیرہ میں عبد اللہ بن مسعود اور انس بن مالک سے جو روایتیں
ہیں اون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کی عمر کا ایک چہوٹا خط اور اوسکی طرح طرح کی امیدوں کا ایک
بڑا خط کہینچکر اس مطلب کو اچہی طرح سمجہایا ہے اس لئے یہہ روایتیں آیتہ کے اس ٹکڑے کی گویا
تفسیر ہیں یہ ذکر تفصیل سے سورۃ مائدہ میں آوے گا۔ کہ مشرکین مکہ بتوں کے نام پر کچہہ جانور چہوڑ دیتے
تہے اور نشانی کے لئے اون جانوروں کے کانوں میں شگاف دیدیا کرتے تہے دین ابراہیمی میں اوسکا
کہیں ذکر نہیں ہے اس لئے شیطان کے بہکاوے کی باتوں میں سے یہ بہی ایک بات تہی جسکو
اوس نے اپنے اس آیتہ کے دعوے کے موافق مشرکین مکہ میں رسم کے طور پر پہیلا دیا تہا اللہ کی بنائی
ہوئی صورت کے بدلنے کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً بدن کی کہال کو گودکر اوسمیں سرمہ بہر لیا جاتا ہے۔ یا
اصلی سر کے بالوں میں اور بال جوڑ کر اصلی بالوں کو لمبا کیا جاوے اور اس طرح کی سب باتیں جن سے
اصلی حالت کو بدل دیا جاوے صحیحین اور سنن میں صحابہ کی ایک جماعت سے روایتیں ہیں جن میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کام کرنے والوں پر خدا کی لعنت اوترنے کی خبر دی ہے خدا کی لعنت کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کی مرد اس طرح
کی عورتیں خدا کی رحمت سے دور رہوینگے اسیواسطے فرمایا کہ جس نے ایسے کام کرکے شیطان کی دوستی
ادا کی وہ بڑے نقصان میں پڑ گیا جسکا مطلب یہ ہوا۔ کہ ایسا شخص شیطان کے ساتہہ جہنم میں جاویگا
پھر فرمایا کہ شیطان کے سب وعدے دغابازی کے ہیں کیونکہ شیطان کو کچہہ اختیار نہیں کہ وہ
کسی کی امید پوری کرسکے یا اپنا کوئی وعدہ وفا کرے اس واسطے اوسکی دلائی ہوئی امیدوں یا اوسکے
وعدوں پر جو کوئی بہروسہ کرتا ہے وہ بڑے دہوکے میں ہے اور انجام اس دہوکے کا وہی ہے جو فرمایا
کہ دہوکا دینے والے اور دہوکا کہانے والوں کا سب کا ٹہکانا جہنم ہے جہاں سے نکل بہاگنے کا کوئی
راستہ نہیں اب مشرکوں اور منافقوں کے مقابلہ میں اون مومنوں کا ذکر فرمایا جو خود شرک سے بیزار اور
اون کے عمل دنیا کے دکہاوے سے پاک وصاف ہیں یہ تو اون لوگوں کا دنیا کا حال ہوا۔ عقبے کا اون کا
انجام یہ فرمایا۔ کہ اون کو ہم داخل کرینگے ایسے باغوں میں جنمیں طرح طرح کے میوے اور طرح طرح
کی نہریں ہیں اور دنیا میں کسی مالدار آدمی کے پاس کوئی باغ ہوتا ہے تو وہ باغ اور باغ والا دونوں
چند روزہ ہیں۔ عقبے میں نہ باغ والوں کو کبھی فنا ہے نہ باغ کو کبھی تنزل و زوال اور شیطان سے

منزل ۱

[illegible] کو وعدہ کا فرماکر اوس کے مقابلہ میں فرمایا کہ یہہ وعدہ اللہ کا ہے جو دونوں جہان کا مالک ہے اس لیئے
دونوں جہان میں جو کچھہ جسکو وہ چاہے دے سکتا ہے ایسے صاحب قدرت صاحب اختیار مالک کے وعدہ
میں سوا سچ کے اور کسی وہم وگمان کا دخل کیسے ہوسکتا ہے۔ اسیواسطے فرمایا اللہ سے زیادہ سچا وعدہ
کسکا ہوسکتا ہے۔ صحیح بخاری ومسلم کی معاذ بن جبل کی حدیث اوپر گزر چکی ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر
یہہ ہے کہ وہ اوس کی عبادت میں کسیکو شریک نہ کریں اوس کے بعد بندوں کا حق اللہ پر یہہ ہوگا
کہ وہ انکو عذاب دوزخ سے نجات دیکر جنت میں داخل کرے یہ حدیث اس آیتہ کی گویا تفسیر ہے۔

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا
نہ تمہاری آرزو پر ہے اور نہ کتاب والوں کی آرزو پر۔ جو کوئی برا کرے گا۔ اوسکی سزا پاوے گا اور نہ
يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ
پاویگا اللہ کے سوا اپنا کوئی حمایتی نہ مددگار اور جو کوئی کچھہ عمل نیک کرے گا
مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا
مرد ہو یا عورت اور ایمان رکھتا ہوگا سو وہ لوگ داخل ہونگے جنت میں اور اونکا
يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ○ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ
حق نہ رہیگا تل بھر اور اس سے بہتر کس کی راہ جسنے منہ دہرا اللہ کے حکم پر اور وہ
مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ○
نیکی میں لگا ہے اور چلا دین ابراہیم پر جو ایک طرف کا تہا اور اللہ نے پکڑا ابراہیم کو یار
وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ○
اور اللہ کا ہے جو کچھہ ہے آسمانوں میں اور جو کچھہ زمین میں اور اللہ کے ڈہب میں ہے سب چیز

ع ۱۵

اوپر ذکر تہا کہ شیطان وسوسہ کے طور پر لاحاصل آرزوئیں انسان کے دل میں ڈالتا ہے ان آیتوں میں
اوس قسم کی بعض آرزوں کا ذکر ہے چنانچہ تفسیر ابن ابی حاتم اور ابن جریر میں حضرت عبد اللہ
بن عباس وغیرہ سے جو روایتیں ہیں اون کا حاصل یہہ ہے کہ اہل کتاب اپنے آپ کو افضل اور جنتی گنتے
اور مسلمانوں سے اس بات پر جھگڑتے تھے اور بعضے مسلمان بھی اسیطرح اہل کتاب سے جھگڑتے تھے
اور مشرکین مکہ حشر کے قایم نہ ہونے پر طرح طرح کی خیالی باتیں کرتے تھے اوس پر اللہ تعالے نے
یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ عمر بہر برے عمل کرکے اوس کے مواخذہ سے بیخوف رہنا اور جو لوگ
اللہ کی مرضی کے موافق نیک عمل کرتے ہیں اللہ سے اونکی طرح عقبےٰ میں راحت کی توقع رکھنا بڑی
نادانی ہے کیونکہ اللہ کا انصاف اسکا مقتضی نہیں ہے کہ وہ نیک وبد کا عقبےٰ کا انجام یکساں کردے

بلکہ اوسکا انصاف تو اسکا مقتضی ہے کہ دنیا مین جو کوئی برُے کام کرے گا وہ عقبےٰ میں اوسکی سزا پاوے گا معتبر سند سے ترمذی اور ابن ماجہ کی شداد بن اوس کی حدیث گزر چکی ہے ۔جسکا حاصل یہہ ہے کہ دنیا میں اللہ کی مرضی کے خلاف کام کرکے پھر عقبےٰ مین اللہ سے راحت کی توقع رکھنا ایک نادانی کی بات ہے یہ حدیث آیۃ کے اس ٹکڑے کی پوری تفسیر ہے جو کوئی بُرا کرے گا کی تفسیر میں سلف کا اختلاف ہے بعضے سلف نے بُرے کے معنے شرک کے کئے ہیں۔ اور بعضوں نے برُے کے معنے میں شرک اور گناہ سب کو لیا ہے۔ اور یہی قول صحیح معلوم ہوتا ہے ۔کیونکہ صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے جو روایۃ ہے اوسکا حاصل یہہ ہے کہ جب آیۃ کا ٹکڑا من یعمل سوء یجز بہ صحابہ نے سنا تو اون کو اوسکا مضمون اسلئے بہت سخت معلوم ہوا کہ ہر برُے کام کی جب عقبےٰ میں سزا ہوگی تو گنہگاروں کی نجات مشکل ہے یہہ حالت سنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ نیک عمل کرنے کی کوشش کئے جاؤ مسلمان آدمی کے بہت سے گناہوں کا کفارہ دنیا کا دنیا میں ہی ہوجاتا ہے ۔کیونکہ ایماندار نیک آدمی کے ایک کانٹا بھی چبھ جاوے تو اوسکا ایک گناہ معاف ہوجاتا ہے۔ اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور عام صحابہ نے آیۃ کے مضمون میں شرک اور گناہ سب کو داخل شمار کیا ہے۔ بعضے مفسروں نے یہ جو شبہ کیا ہے کہ جن برائی کرنے والوں کا آیۃ میں ذکر ہے اون کے حق میں یہ فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سوا اللہ کے اونکا کوئی حمایتی اور مددگار نہوگا یہ بات تو مشرکوں کے حق میں ہی صادق آسکتی ہے کیونکہ صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مسلمان کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا شفاعت کے ذریعہ سے اوسکی مدد اور حمایت ہوگی جس سے آخر کو اوس کی نجات ہوجاوے گی۔ اس شبہ کا جواب اور علما نے یہ دیا ہے کہ شفاعت مدد اور حمایت اللہ تعالیٰ کی اجازت اور مرضی سے ہوگی۔ اس لئے حقیقت میں یہہ اللہ کی مدد اور حمایت ہے ۔سوائے اللہ کے اور کسی کی مدد اور حمایت اوسکو نہیں کہا جاسکتا۔ برُے کاموں کی سزا کے ذکر کے بعد نیک کاموں کی جزا کا ذکر فرمایا کہ مرد ہو خواہ عورت ہو ہر ایک کو اوس کے نیک عمل کا اجر بغیر تل بھر کی کمی کے پورا دیا جاوے گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ ایک تو نیک عمل کرنے والا ایماندار ہو جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ اوس کے رسول ملائکہ اور احکام قیامت پر اوس شخص کا ایمان پورا ہو مشرکین مکہ کیطرح کا نہ ہو جو اللہ کی توحید اور قیامت کے منکر ہیں۔ نہ اہل کتاب کیطرح کا ہو جو بعضے ملائکہ کے دشمن اور بعضے رسولوں اور احکام کو نہیں مانتے ۔کیونکہ ایسے لوگوں کا کوئی نیک عمل خدا کی بارگاہ میں مقبول نہیں بلکہ ایسے لوگوں کے نیک عمل بے اصل قرار پاکر قیامت کے دن اس طرح اوڑ جائیں گے جسطرح تیز ہوا میں ریت اڑ جاتی ہے۔ چنانچہ سورہ فرقان میں اوسکا ذکر تفصیل سے آوے گا۔ ان آیتوں کی شان نزول میں گزرا کہ لوگوں کے آپس کے جھگڑے کے سبب سے یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں اور یہ بھی اوپر گذر چکا ہے کہ

منزل ۱

کہ حضرت ابراہیم اور ملت ابراہیمی کو اہل کتاب مشرکین مکہ سب مانتے تھے اس لئے اوس جھگڑے کا فیصلہ ان آیتوں کے آخر میں اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا کہ حکمت الٰہی کے اقتضا کے موافق آخری زمانہ میں وہ آخری شریعت نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ جس کے اکثر مسئلے مثلاً وہ پوری توحید جس کے سبب سے ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ٹھہرے۔ اور قبلہ کا مسئلہ حج کے مسائل ختنہ کا مسئلہ وغیرہ ملتہ ابراہیمی کے موافق ہیں۔ اسی سبب سے اللہ کے نزدیک اس آخری زمانہ میں اس شریعت سے بہتر کوئی شریعت نہیں اسلیئے اس آخری زمانہ میں نبی آخر الزماں اور اون کے زمانہ کے سب لوگوں کو اس آخری شریعت کی پابندی کا اللہ کا حکم ہے اور زمین و آسمان میں اسکا حکم اس طرح بغیر روک ٹوک کے جاری ہے کہ اوس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور اوسکا علم زمین و آسمان کے ذرہ ذرہ پر چھایا ہوا ہے۔ اپنے حکم کی تعمیل کرنے والوں اور نہ کرنے والوں سے وہ خوب واقف ہے قیامت کے دن فرمانبرداروں اور نافرمانوں کا فیصلہ کر دیوے گا۔

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ

اور تجھسے رخصت مانگتے ہیں عورتوں کی تو کہہ اللہ تمکو رخصت دیتا ہے اُن کی اور جو تمکو سناتے ہیں کتاب میں

فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ

سو حکم ہے یتیم عورتوں کا جنکو تم نہیں دیتے جو اُنکا مقرر ہے اور چاہتے ہو کہ اُن کو نکاح میں لو

وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامَىٰ بِالْقِسْطِ ۚ وَ

اور مغلوب لڑکوں کا اور یہ کہ قایم رہو یتیموں کے حق میں انصاف پر اور

مَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ○

جو کرو گے بھلائی سو وہ اللہ کو معلوم ہے

منزل ۱

صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت عائشہ اور اور صحابہ سے جو روایات ہیں اون کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کی پرورش میں جب کوئی یتیمہ لڑکی ایسی ہوتی جسکا کچھ مال بھی ہوتا۔ اور خوبصورت بھی ہوتی تو اوس کے متولیوں میں ایسا شخص جس سے اوس لڑکی کا نکاح جائز ہوتا وہ شخص اوس لڑکی سے نکاح کر لیا کرتا۔ اور جو لڑکی بدصورت ہوتی تو نہ خود اوس سے نکاح کرتا نہ کسی دوسرے شخص سے اوسکا نکاح کرنے دیتا یہاں تک کہ وہ مر جاتی تو اوس کے مال پر قبضہ کر لیتا۔ اسیطرح جب کوئی متولی یتیمہ لڑکی سے نکاح کر لیتا تو نہ اوسکا مہر پورا ادا کرتا نہ اوس کے اور حقوق ادا کرتا۔ اسپر اللہ تعالےٰ نے وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتمیٰ فرما کر لوگوں کو اسطرح کے نکاح سے روکا تھا۔ لیکن بعض جگہ لڑکی کے لئے متولیوں میں اچھی نظر آتی تھی۔ کہ وہاں نکاح ہو جاوے تو بہتر ہے۔ اسیطرح زمانہ جاہلیت میں چھوٹے لڑکے اور چھوٹی

لڑکی کو لوگ کچھ حصہ نہیں دیتے تھے اللہ تعالےٰ نے آیات یوصیکم اللہ میں لڑکے کا دوہرا۔ لڑکی کا اکہرا حصہ ٹہرا کر جاہلیت کے اوس دستور کو بھی توڑ دیا ان دستورات کے ٹوٹ جانے کے سبب سے لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ان ابواب سے گھڑی گھڑی مسئلے پوچھتے تھے کہ شاید کوئی آیتہ اوترے جس سے وہ قدیمی دستورات پھر قایم ہو جائیں۔ اسپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتہ نازل فرمائی۔ اور فرمایا کہ اس باب میں پہلے جو حکم ہو چکا ہے اب بھی وہی قایم ہے کہ ایسی لڑکیوں کے حقوق ادا کرنے کا پورا لحاظ رکھا جاوے اور اون کے حقوق میں کوئی بے انصافی نہ کیجائے تو ایسی لڑکیوں سے متولیوں کو نکاح کی اجازت ہے نہیں تو غیر جگہ اونکا نکاح کیا جاوے تاکہ متولی لوگوں کے رعب سے غیر لوگ اون لڑکیوں کے حقوق ادا کرتے رہیں۔ اور متولی لوگ اون لڑکیوں کو گھر کی لڑکیاں سمجھکر اون کے حقوق میں کوتاہی جو کرتے تھے وہ بات بھی باقی رہے۔ اسیطرح لڑکے۔ اور لڑکی کا جو حصہ مقرر کر دیا گیا ہے اوس کے موافق عمل کیا جاوے۔ اللہ تعالےٰ اور اسکی کتاب آسمانی تمکو یہی فتوے دیتے ہیں جسکی تم لوگوں کو ہدایت کی گئی۔ اللہ کی اس شریعت کیموافق جو کوئی عورتوں اور یتیم لڑکوں کے کچھ بھلائی کرے گا۔ وہ اللہ کو سب معلوم ہے۔ اللہ اوسکی پوری جزا دیوے گا۔ اور جو کوئی اوس کے برخلاف کرے گا وہ سزا پاوے گا۔

منزل ۱

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ
اور اگر ایک عورت ڈرے اپنے خاوند کے لڑنے سے یا جی پھر جانے سے تو گناہ نہیں دونوں پر کہ کریں

اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَ
آپس میں کچھ صلح اور صلح خوب چیز ہے اور جیوں کے سامنے دھری ہے حرص اور

اِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا
اگر تم نیکی کرو اور پرہیزگاری کرو تو اللہ کو تمہارے سب کام کی خبر ہے۔ اور تم ہرگز برابر نہ رکھ سکو گے

اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا
عورتوں کو اگرچہ اس کا شوق کرو سو نرے پھر بھی نہ جاؤ کہ ڈال رکھو ایک کو

كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝
جیسے ادھر میں لٹکتی اور اگر سنوارتے رہو اور پرہیزگاری کرو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ۝
اور اگر دونوں جدے ہو جاویں تو اللہ ہر ایک کو محفوظ کرے گا اپنی کشایش سے اور اللہ کشایش والا ہے تدبیر جانتا

ابوداؤد ترمذی۔ اور مسند امام احمد بن حنبل میں جو شان نزول اس آیتہ کی بیان کی گئی ہے جسکو مستدرک

حاکم میں روایت کیا جا کر صحیح کہا گیا ہے اوسکا حاصل یہہ ہے کہ ام المومنین سودہ حضرت کی بی بی جب
ضعیف ہو گئیں تو اونکو یہہ اندیشہ ہوا کہ شاید آنحضرت اونکو چھوڑ دیں گے۔ اسلئے اونھوں نے اپنی باری
کی رات حضرت عائشہ کو ہبہ کر دی۔ اوسپر اللہ تعالی نے یہہ آیتہ نازل فرمائی۔ سوا اس شان نزول کے
مفسروں نے اور شان نزول بھی اس آیتہ کی بیان کی ہے۔ اوسکا مطلب یہہ ہے کہ اوس قصہ پر بھی
اس آیتہ کا مضمون صادق آتا ہے ورنہ اصل شان نزول وہی ہے جو صحیح روایتوں کے حوالہ سے
اوپر بیان ہوئی ہے حاصل معنے آیتہ کے یہ ہیں کہ عورت اپنے شوہر کی بیدلی اور بے توجہی دیکھکر
اوس کے خوش کرنے کو اپنے مہر یا حق نان ونفقہ میں سے کچھہ دیوے تو مرد ضرور راضی ہو جاییگا
کیونکہ انسان کے جی میں مال کی حرص ہے اسلئے مال کی محبت سب کو اچھی معلوم ہوتی ہے
اسطرح شب باشی کی نوبت میں اگر عورت کچھہ چھوڑ دیوے تو اوسپر بھی صلح ہو سکتی ہے۔ اور
جدائی سے صلح اللہ کے نزدیک بہتر ہے اسلئے جو میاں بی بی خدا کا خوف کر کے آپسمیں حسن سلوک
سے رہونگے تو اللہ اوسکا نیک بدلہ دینے سے بے خبر نہیں ہے۔ میاں بی بی کے حسن سلوک کی ترغیب
کا ذکر جو آیتہ میں ہے اوسکی تفسیر جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی ہے کہ کسی شخص کا اپنے
اہل وعیال کے ساتھہ حسن سلوک سے گذران کا کرنا اوس شخص کے ایمان داری کی نشانی ہے چنانچہ
ترمذی میں ابوہریرہ رض کی حدیث میں اسکا ذکر ہے۔ ترمذی نے اوس حدیث کو صحیح کہا ہے سنن اربعہ
صحیح ابن حبان مستدرک حاکم میں حضرت عائشہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ازواج مطہرات میں باری ٹھرا کر یہہ فرمایا کرتے تھے یا اللہ یہ میری وہ تقسیم باری ہے جو
میرے اختیار میں ہے اور جو بات میرے اختیار سے باہر اور تیرے ید قدرت میں ہے اوسپر مجھکو ملامت
نفرمائی جاوے اگرچہ ترمذی نے اس حدیث کو مرسل کہا ہے لیکن ابن حبان اور حاکم نے اسکو متصل اور
صحیح کہا ہے۔ اس حدیث کے معنے میں علما نے لکھا ہے کہ جس شخص کی مثلاً دو بیبیاں ہوں اونمیں
باری کے ٹھرانے میں اور روٹی کپڑے میں برابری کا برتنا یہہ آدمی کے اختیار میں ہے رہی الفت
اسمیں عام لوگ تو درکنار اس حدیث کے موافق یہہ امر انبیاء کے اختیار سے بھی باہر ہے۔ اس صورت
میں آیتہ ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم کے یہ معنے ہیں کہ دلی الفت میں برابری
کا برتنا انسان کے اختیار سے باہر ہے اسلئے اللہ تعالے نے اسکی کمی بیشی کو تو معاف کیا لیکن اسکی
کمی بیشی کو اس حد تک پہونچانا چاہیے کہ رفتہ رفتہ ایک عورت کو بالکل بے خبری سے ادہر ادہر کر
کہ اوس کے ساتھہ خود اختیاری امور میں برابری برتو نہ اوسکو بالکل چھوڑ ہی دو کہ وہ اور کسی سے
نکاح کر لیوے۔ اب آگے میاں بی بی کی علیحدگی ہو جاوے تو اوسکا ذکر فرمایا کہ اللہ بڑا
صاحب فضل اور صاحب تدبیر ہے اوس کے فضل سے نا امید نہ ہونا چاہیے اوسنے اپنے فضل سے

منزل ۱

کچھ دور نہیں کہ اس جدائی اور علیحدگی کے بعد بھی میاں بی بی دونوں کے لیئے کوئی اور بہتر صورت نکال دیوے صحیح مسلم ابوداؤد و نسائی ترمذی وغیرہ میں ام سلمہ سے روایت ہی جسکا حاصل یہہ ہے کہ ابوسلمہ کے انتقال کے بعد ام سلمہ کہتی ہیں مجھکو امید نہیں تھی کہ ابوسلمہ سے بہتر مجکو مرد ملے گا۔ پھر اللہ کے فضل سے میرا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ اسطرح کی مثالیں شریعت کی کتابوں میں اور تجربہ کے حالات میں اور بھی ہیں جن سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نکاح میں میاں بی بی کی مفارقت ہوجانے تو اوس علیحدگی کے بعد اللہ تعالے اپنے فضل سے کبھی پہلی صورت سے بہتر صورت نکال دیتا ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اور اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان و زمین میں اور ہمنے کہہ رکھا ہے پہلی کتاب

مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

والوں کو اور تمکو کہ ڈرتے رہو اللہ سے اور اگر منکر ہو گے تو اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان

وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ○ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

زمین میں اور اللہ بے پروا ہے سب خوبیوں سراہا اور اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان و

الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ○ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ

زمین میں اور اللہ بس ہے کام بنانیوالا اگر چاہے تمکو دور کرے اے لوگو اور لے آوے

بِاٰخَرِيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي ذٰلِكَ قَدِيْرًا ○ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا

اور لوگ اور اللہ کو یہ قدرت ہے جو کوئی چاہتا ہو انعام دنیا کا

فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ○

سو اللہ کے یہاں ہے انعام دنیا کا اور آخرت کا اور ہے اللہ سب سنتا دیکھتا۔

منزل ۱ — ۱۹ ع ۸ ۱۶

اوپر ذکر تھا کہ اللہ جسکو چاہے اپنے فضل سے خوشحال کر دیوے کیونکہ وہ بڑا صاحب فضل ہے ان آیتوں میں کشائش رزق بے پروائی کار برآری تین باتوں کا ذکر فرماکر ہر ایک کے ساتھہ فرمایا کہ جو کچھہ آسمان و زمین میں ہے سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے تاکہ جو لوگ ایسے بڑے صاحب اختیار مالک کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو پوجتے یا کسی دوسرے سے اپنی حاجت روائی چاہتے ہیں اون کی نادانی معلوم ہو جاوے اور جو لوگ دین اور دنیا کی بھلائی اللہ تعالے سے چاہتے ہیں وہ خوب سمجھ لیویں کہ اللہ کے ہی کے ہاتھہ میں دین اور دنیا کی بھلائی ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اسی تنبیہ کے لیئے یہہ بھی فرمایا کہ اللہ سے ڈر کر اوسی کی عبادت کرنا یہ ایک پرانی شریعت ہے کوئی نئی بات نہیں ہے اول صاحب شریعت نبی نوح علیہ السلام سے لیکر اب تک سب شریعتوں میں اسی کی تاکید ہے پھر فرمایا۔

کہ جو اسکا منکر ہو تو اللہ کو اوسکی کچھ پروا نہیں ہے آسمان و زمین میں سب اوسی کا ہے بنی آدم سے زیادہ فرمانبردار آسمان پر اوس خالق کی مخلوقات موجود ہے۔ پھر پچھلی نافرمان امتوں کی حالت یاد دلا کر فرمایا۔ کہ اگر اللہ چاہے تو جس طرح اوس نے نوح علیہ السلام سے لیکر فرعون تک ایک نافرمان قوم کو غارت کر کے دوسری قوم کو اوسکی جگہ پیدا کر دیا۔ اسیطرح اِس زمانہ کے نافرمان لوگوں کو ہلاک کر کے دوسری مخلوق کو اون کی جگہ پیدا کر دیوے۔ عرب کے مشرک لوگ قیامت کے تو منکر تھے۔ اِس لئے وہ دنیا میں جو کچھ بھلائی کرتے تھے فقط اِسی نیت سے کرتے تھے کہ اون کی دنیا میں کچھ بہبودی ہو جاوے۔ اسیطرح بعضے کچے مسلمان بھی دنیا کی بہبودی پر غش تھے اسلئے فرمایا کہ جو لوگ عقبےٰ کے منکر یا عقبےٰ سے غافل ہیں اور اونہوں نے اپنے سب کاموں کا دار مدار فقط دنیا پر ہی رکھا ہے وہ بڑے نادان ہیں اون کی آنکھوں کے سامنے جس طرح دنیا کو چھوڑ کر ان کے بڑے بوڑھے دنیا سے اوٹھ گئے ایک دن یہی حال انکا بھی ہونے والا ہے اور یہہ تو دنیا کی حالت خود جتلاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا کا اتنا بڑا انتظام کھیل تماشے کے طور پر نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ انتظام ایک بہت بڑے مقصد کے لئے کیا گیا ہے جو گھڑی گھڑی اِن لوگوں کو جتلایا جاتا ہے کہ دنیا کے ختم ہو جانے کے بعد ایک اور جہان دنیا کے نتیجہ کے طور پر پیدا کیا جاوے گا جسمیں دنیا کے سب نیک و بد کی جزا سزا دی جاوے گی۔ اِس لئے ان لوگوں کو چاہئے کہ بجائے فقط دنیا کی پابندی کے دین و دنیا دونوں کے پابند ہو جاویں اور دین و دنیا دونوں جہان کی بہبودی کماویں کہ اللہ کے بارگاہ میں دنیا کی بہبودی عقبےٰ کا ثواب سب کچھ موجود ہے۔ اور بندوں کی ہر طرح کے قول فعلوں کو وہ سنتا اور دیکھتا ہے کہ کسکا قول فعل دنیا کی نیت سے اور کسکا عقبےٰ کی نیت سے ہے۔ معتبر سند سے ابن ماجہ طبرانی وغیرہ میں زید بن ثابتؓ کی روایتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عقبےٰ کی درستی کے خیال میں لگا ہوا ہے اوس نے دونوں جہان کا پھل پایا۔ اور جو شخص فقط دنیا کے درپے ہے دنیا تو اوسکو نصیب سے زیادہ ملنے والی نہیں ہاں عقبےٰ ایسے شخص کی برباد ہے ✤

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ

اے ایمان والو قائم رہو انصاف پر گواہی دو اللہ کیطرف اور اگرچہ نقصان ہو اپنا

اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا

یا ماں باپ کا یا قرابت والوں کا اگر کوئی محظوظ ہے یا محتاج ہے تو اللہ انکا خیرخواہ ہے زیادہ

فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ

سو تم جی کی چاہ نہ مانو اِس بات میں کہ برابر سمجھو اور اگر تم زبان ملوگے یا بچا جاوگے تو اللہ تمہارے کام سے

منزل ۱

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۝
خبردار ہے

اوپر طعمہ کے قصہ میں گزرا کہ طعمہ کی قوم کے لوگوں نے ہم قومی کی رعایتہ سے جھوٹی گواہی دی۔ اب ان آیتوں میں سچی گواہی اوا کرنے کی تاکید فرمائی تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر سدی وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اون سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشی میں ایک مالدار شخص اور ایک محتاج شخص کا جھگڑا پیش ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلمیں یہ خیال گزرا کہ مالدار شخص نے محتاج شخص پر زیادتی کی ہوگی اوس پر اللہ تعالی نے یہ آیتہ نازل فرمائی اس شان نزول کی بنا پر یہ آیتہ حاکم اور گواہ دونوں کے حکم کو شامل ہے حاکم کو تو یہ حکم ہے کہ فریقین کا بیان سننے سے پہلے کوئی رائے دلمیں نہ قائم کرے اس باب میں صریح حدیث بھی حضرت علی کی روایتہ سے مسند امام احمد ترمذی ابوداؤد صحیح ابن حبان میں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ فریقین کا بیان سنے بغیر کسی مقدمہ میں کوئی حکم نہیں دینا چاہئے ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور ابن حبان نے اوسکو صحیح کہا ہے گواہوں کو آیتہ میں یہ حکم ہے کہ اون کا اپنا ذاتی یا اون کے کسی رشتہ دار کا نقصان بھی سچی گواہی کے اداکرنے سے ہوتا ہے تو اوس نقصان کے خیال سے بھی سچی گواہی کے اداکرنے میں کچھ پس وپیش نہ کریں اور گواہی صاف لفظوں میں ادا کریں۔ نہ مالدار آدمی کا کچھ پاس کریں نہ محتاج آدمی پر کچھ ترس کھاویں کیونکہ مالدار اور محتاج ہر ایک شخص کی مصلحت اللہ کو خوب معلوم ہے خواہش نفسانی کو دخل دیکر ایسی دورخی بات دبی زبان سے نہ کہیں جس سے سچی گواہی میں بل پڑکر حاکم کو شبہ ہو جاوے۔ پھر فرمایا اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو گواہ سچی گواہی میں کچھ کوتاہی کرے گا تو اللہ تعالی اوس سے باز پرس فرماوے گا صحیح بخاری ومسلم میں انس اور ابی بکرہ سے روایتیں ہیں جنمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی گواہی کو کبیرہ گناہ فرمایا ہے گواہی میں رعایتہ سے کوئی بات گھڑ ہی جاوے یا دبی زبان سے کوئی دورخی شہادت ادا کیجاوے تو یہ باتیں بھی اس آیتہ کے حکم کے موافق جھوٹی گواہی میں داخل ہیں اِنْ تَعْدِلُوا کا مطلب یہ ہے کہ گواہی میں خلل ڈالکر حق بات سے نہ پھرنا چاہئے ؎

منزل ۱

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي
اے ایمان والو یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اوس کتاب پر جو نازل کی ہے اپنے

رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ
رسول پر اور اوس کتاب پر جو نازل کی تہی پہلے اور جو کوئی یقین نہ رکھے اللہ پر اور اوس کے فرشتوں پر

وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝

اور کتابوں پر اور رسولوں پر اور پچھلے دن پر وہ دور پڑا بھول کر

اور سچی گواہی کے ادا کرنے کی تاکید تھی اِن آیتوں میں اہلِ کتاب کا ذکر اس تنبیہ کے لئے فرمایا کہ یہود کے ذمہ ایک بڑی شہادت تھی کہ توراۃ کی آیتوں میں جو اوصاف نبی آخر الزمان کے ہیں۔ اون کے موافق وہ لوگوں کے روبرو شہادت ادا کر دیویں لیکن اونہوں نے اوس سچی گواہی کو چھپا کر یہ جھوٹی گواہی لوگوں کے روبرو ادا کی کہ یہ نبی وہ آخر الزمان نبی نہیں ہیں اوسی پر فرمایا کہ یہ لوگ اگرچہ اپنے آپ کو ایماندار کہتے ہیں لیکن جب تک توراۃ کے عہد کے موافق یہ لوگ قرآن اور نبی آخر الزماں پر ایمان نہ لاویں گے توراہ راست سے بہت دور پڑے رہویں گے۔ کیونکہ ہر ایک شریعت میں دوسری شریعت کی صداقت موجود ہے پھر جو شخص اللہ کے ایک شریعت کے احکام اللہ کے فرشتہ جبریل کو عیسے علیہ السلام اور محمد رسول اللہ کو نہ مانے گا وہ اوس وقت تک ایماندار نہیں کہلا سکتا۔ جب تک ان سب باتوں پر ایمان نہ لاوے صحیح مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ جو یہودی یا نصرانی میرا حال سنے گا اور پھر قرآن کے کتاب آسمانی اور میرے رسول ہونے کی صداقت ادا نہ کرے گا اوس کی نجات نہیں ہو سکتی یہ حدیث گویا اس آیۃ کی تفسیر ہے اِن آیتوں میں یہود کو ایماندار اسلئے فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو توراۃ کا پابند کہتے تھے۔ اِس لفظ ایمان وار سے اللہ تعالیٰ نے اِن کو جتلا دیا کہ توراۃ کا پابند اور اوس کے موافق ایماندار وہی شخص ہو سکتا ہے جو اوسکی باتیں مانے ورنہ زبانی ایماندار بننے سے کچھ فائدہ نہیں ؂

منزل ۱

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ

جو لوگ مسلمان ہوئے پھر منکر ہوئے پھر مسلمان ہوئے پھر منکر ہوئے پھر بڑھتے رہے انکار میں

يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ۝ؕ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ

اللہ اونکو بخشنے والا نہیں اور نہ اُن کو دیوے راہ خوشی سنا منافقوں کو کہ اونکو ہے

عَذَابًا اَلِيْمَا ۝ۙ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ

دکھ کی مار وہ جو پکڑتے ہیں کافروں کو رفیق مسلمان چھوڑ کر

اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝ؕ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ

کیا ڈھونڈتے ہیں اُن کے پاس عزت سو عزت اللہ کی ہے ساری اور حکم اوتار چکا تم پر

فِى الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا

کتاب میں کہ جب سنو اللہ کی آیتوں پر انکار ہوتے اور ہنستے ہوتے تو نہ بیٹھو

مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ڮ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ

اون کے ساتھ جب تک وہ بیٹھیں اور بات میں اُس کے سوا نہیں تو تم بھی انکے برابر ہو الله اکٹھا کرے گا

الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَۨا ۝

منافقوں کو اور کافروں کو دوزخ میں ایک جگہہ

اوپر کی آیتوں میں یہود کا ذکر تھا ان آیتوں میں یہود اور منافقوں کو ملا کر دونوں کا ذکر فرمایا یہود کا یہہ کہ پہلی موسے علیہ السلام پر ایمان لائے پھر بچھڑے کو پوجا مشرک ہوئے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور سے واپس آنے کے بعد ایمان دار بنے پھر عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کر کے کافر بنے اوس کے بعد قرآن اور نبی آخر الزماں صلے اللہ علیہ وسلم کے انکار سے اوس کفر میں اور ترقی اور زیادتی کی اور اسی حالت پر مر گئے ایسے ازلی لوگوں کو نہ دنیا میں توبہ کی توفیق ہے نہ عقبیٰ میں اون کی بخشش کی کوئی صورت ہے کیونکہ مصلحت الٰہی کے موافق آخری زمانہ میں یہ آخری شریعت ایسی شریعت ہے جسمیں پچھلی سب شریعتوں کی تصدیق ہے اسکا منکر گویا سب پچھلی شریعتوں کا منکر ہے ایسے منکر کی بخشش کی صورت کیونکر ہو سکتی ہے صحیح بخاری میں ابوہریرہ کی روایت جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جس نے میری نافرمانی کی اوسکی نجات ممکن نہیں۔ اور مسلم کی روایتہ کی ابوہریرہ کی دوسری حدیث اوپر گزر چکی ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ جو یہودی خواہ عیسائی میری نبوت کی تصدیق نہ کرے گا اوس کی نجات نہیں ہو سکتی۔ یہ حدیثیں گویا ان آیتوں کی تفسیر کے طور پر ہیں اب آگے مدینہ کے منافقوں کا ذکر فرمایا کہ ان لوگوں نے اللہ کے رسول اور مسلمانوں کی رفاقت چھوڑ کر مدینہ کے گرد و نواح کے یہود کی رفاقت جو اختیار کی ہے قیامت کے دن جہنم میں اونکو یہی رفاقت نصیب ہوگی۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ یہود کے سرداروں سے میل جول رکھنے میں اپنی عزت جو خیال کرتے ہیں یہ اون کا خیال غلط ہے۔ عزت تو اوسی کی قایم رہتی ہے جسکو اللہ عزت دیوے فرعون جیسے دنیا کے صاحب عزت کو اوس نے ایکدم میں غارت کر دیا۔ اوس کے آگے یہود کے ان چھوٹے چھوٹے سرداروں کی عزت کی کیا اصل ہے اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا یہود اور اون کے سرداروں کی عزت کا جو انجام ہوا وہ سراپا ذلت ہے جسکا ذکر سورہ حشر میں آوے گا کہ مدینہ کے اطراف میں بنی قینقاع بنی نضیر اور بنی قریظہ یہہ تین قبیلے رہتے تھے انمیں سے بنی قریظہ کا قتل ہوا اور باقی کے دونوں قبیلوں کا اخراج ہوا۔ یہود اور منافقوں کی مجلسوں میں اکثر اسلام کی اہانت ہوتی رہتی تھی۔ اور ایک شہر کی سکونت کے سبب سے کبھی کبھی بعضے مسلمان بھی اون مجلسوں میں جا بیٹھا کرتے تھے۔ اسلئے اون کو تنبیہ فرما دی کہ ہجرت سے پہلے مشرکین مکہ جب اپنی مجلسوں میں آیات قرآنی اور اسلام کی اہانت کیا کرتے تھے تو سورہ انعام کی مکی آیت واذا رایت الذین یخوضون فی ایٰتنا فاعرض عنہم کے حکم سے ایسی مجلسوں میں بیٹھنے کی ممانعت ہو چکی ہے۔ پھر ایسی مجلسوں کی نشست کیوں اختیار کیجاتی ہے۔ اور اہانت اسلام

منزل ۱

کے سننے کا گناہ اپنے ذمہ کیوں لیا جاتا ہے صحیح مسلم میں ابوسعید خدری سے روایت ہے جسکا حاصل یہہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسجگہ کسی مسلمان شخص کو کوئی خلاف شریعت بات نظر آوے
تو جہاں تک ہوسکے اوس بات کو مٹاوے اور اگر یہ نہ ہوسکے تو ضعیف درجہ ایمان کا یہہ ہے۔ کہ اوس
خلاف شریعت بات کو دل سے بُرا جانے یہ حدیث آیتہ کے اُس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے کیونکہ آیتہ اور
حدیث کے ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ مجبوری سے کوئی شخص کسی خلاف شریعت مجلس میں
بیٹھے اور خلاف شریعت بات کا مٹانا اوس کے اختیار سے خارج ہو تو جب تک دل سے اوس خلاف
شریعت بات کو شخص بُرا جانے گا اوسوقت تک اوس کا شمار ضعیف الایمان مسلمانوں میں ہوگا۔ ورنہ
اہل مجلس کے گناہ میں یہ شخص بھی شریک ہوگا۔

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ
وہ جو تکا کرتے ہیں تمکو پہر اگر تمکو فتح ملی اللہ کی طرف سے کہیں کیا ہم نہ تہے
مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ
تمہارے ساتہ اور اگر ہوئی کافروں کی قسمت کہیں ہمنے گہیر نہ لیا تھا تمکو
وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ
اور بچادیا تمکو مسلمانوں سے سو اللہ چکوتی کرے گا تم میں قیامت کے دن اور ہرگز نہ دیگا
اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝
اللہ کافروں کو مسلمانوں پر راہ

منزل ۱ ع ۲۰ ۱۷

اوپر منافقوں کے یہود سے میل جول رکھنے کا ذکر تھا اس آیتہ میں اوسکا سبب فرمایا کہ یہ لوگ اپنے ضعیف
الایمان ہونے کے سبب سے دو دلے ہو رہے ہیں مسلمان اور یہود دونوں فریق سے ظاہری دوستی
اسلیئے جتلاتے ہیں کہ جس فریق کا غلبہ ہو اوسی سے کہدیں کہ ہم تو تمہاری ہی خیر مناتے تھے۔ لیکن ان
ظاہری باتوں سے دنیا میں اون کے جان مال کی کچھہ حفاظت ہوجاوے گی عقبے میں ان اوپری باتوں
سے کام نہیں چلنا وہاں تو آدمی کے سب دل کے بھید اوس کے سامنے آجاویں گے اور اون دل کے
بھیدوں کے موافق قیامت کے دن مسلمان اور منافق دونوں فریق کا فیصلہ اللہ تعالی غیب دان
کے روبرو ہوگا۔ اوسوقت اونکو اس دہوکے بازی کی قدر کہل جاوے گی۔ یہہ بھی فرمایا کہ اے مسلمانو
یہ منافق لوگ اس دودلے پنے میں بھی کچھہ تمہارے خیرخواہ نہیں بلکہ اون کے دل میں یہ لبسی ہوئی
ہے کہ ذرا بھی تمہاری ہوا بگڑتی ہوئی دیکھیں تو تمہارے مخالفوں سے پورے طور پر جا ملیں مگر یہہ خیال
اونکا غلط ہے اللہ تعالی اپنے دین کا مددگار ہے کبھی آزمائش کیطرح احد کی لڑائی کی سی ہل چل لشکر

اسلام میں آن پڑے تو وہ اور بات ہے۔ مگر اللہ کی مدد سے آخری غلبہ لشکر اسلام کو ہی رہے گا۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے آخر کو یہود و منافق سب مغلوب اور ذلیل ہوئے۔ اور مسلمان جب تک احکام الٰہی کے پورے پابند رہے اوسوقت تک لشکر اسلام کا غلبہ دن بدن بڑہتا گیا معتبر سند سے مسند امام احمد نسائی میں براء بن عازب کی اور دلائل النبوت بیہقی اور تفسیر ابن ابی حاتم میں اور صحابہ کی جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ احزاب کی لڑائی کے وقت مدینہ کے گرد جب خندق کھودی جا رہی تھی اور اوس میں ایک سخت پتھر نکلا تھا جسکو خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ پھاوڑا مار کر توڑا اور پھلا پھاوڑا مارنے کے وقت جب کسیقدر وہ پتھر ٹوٹا تو آپنے ملک شام فتح ہونے کی اور پھر فارس اور یمن فتح ہونے کی خبر دی اور بعضی روایتوں میں یہ بھی ہے کہ آپنے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھکو خبر دی ہے کہ یہ ملک میری امت کے ہاتھ پر فتح ہونگے۔ اور یہ بھی ہے کہ اس خبر کو سنکر پکے مسلمان تو بہت خوش ہوئے اور منافقوں نے یہ کہا کہ دشمنوں کے گھیرے کے سبب سے پیشاب پیخانہ کو جانے کا ٹھکانہ تو ہمیں نظر نہیں آتا۔ پھر ہمیں کیونکر یقین آوے کہ یہ ملک فتح ہونگے اس سے معلوم ہوا کہ آخر کو مسلمانوں کے غالب ہونے کی حدیثوں سے منافق لوگ کچھ بیخبر نہیں تھے ان کے کانوں تک اللہ کے رسول کی یہ پیشین گوئی پہونچ چکی تھی مگر ضعف ایمان کے سبب سے ان لوگوں کو اس پیشین گوئی کا یقین نہیں تھا۔ اسواسطے یہ لوگ یہود سے دوستی رکھتے تھے کہ شاید کبھی مسلمان مغلوب ہو جاویں اور یہود کا غلبہ ہو جاوے تو اوسوقت یہ دوستی کام آوے ❊

إِنَّ الْمُنٰفِقِينَ يُخٰدِعُونَ اللّٰهَ وَهُوَ خٰدِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلٰوةِ

منافق جو ہیں دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دیگا اور جب کھڑے ہوں نماز کو

قَامُوا كُسَالٰى يُرَآءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

تو کھڑے ہوں جی ہارے دکھانیکو لوگوں کے اور یاد نہ کریں اللہ کو مگر کم

مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَمَنْ

ادہر میں لٹکتے دونوں کے بیچ نہ ان کی طرف اور نہ ان کی طرف اور جسکو

يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ۝

بھٹکاوے اللہ پھر تو نہ پاوے اسکے واسطے کہیں راہ

منافق لوگ اپنی نادانی سے یہ خیال کرتے تھے کہ جسطرح دنیا میں ہمنے ظاہری مسلمان بنکر مسلمانوں کو دہوکا دیدیا جس کے سبب سے ہماری جان ہمارا مال سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھ سے بچ گیا۔ اسیطرح قیامت کے دن خدا کے روبرو بھی ہمارا یہ دہوکا چل جاوے گا۔ اور اس ظاہری اسلام پر اوسدن ہماری نجات ہو جاوے گی۔ ان لوگوں کے اس خیال کا جواب اللہ تعالےٰ نے یہ دیا کہ اس غیب ال

کیساتہ تو یہہ لوگ کیا دغابازی اور دہوکا کرسکتے ہیں۔ بلکہ اون کی دغابازی کا وبال ان ہی پر دونو جہان میں یہہ پڑرہا ہے کہ دنیا میں تو یہہ لوگ اپنی دغابازی کو اچھا جانکر اوسی میں پڑے ہوئے ہیں اور اللہ کے علم ازلی کے موافق جو اونمیں سے اسی حالت پر مرنے والے ہیں اون کو مجبور کرکے راہ راست پر لانا دنیا دار الامتحان کے انتظام الٰہی کے برخلاف ہے اور عقبےٰ میں ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم کے ساتویں طبقہ ہاویہ میں ہوگا صحیح مسلم میں ابوہریرہ اور انس سے جو روایتیں ہیں اون کا حاصل یہہ ہے کہ منافق لوگ قیامت کے دن اپنے ظاہری اسلام اور نماز روزہ کا حال اللہ تعالیٰ کے روبرو بیان کرکے اپنی نجات کی خواہش اللہ تعالےٰ سے ظاہر کریں گے۔ اوسپر اللہ تعالیٰ اون کے منہہ پر مہر لگاکر اون کے اعضا کو گواہی دینے کا حکم دیوے گا۔ اور اعضا کی گواہی سے ایسے لوگوں کے منافقانہ سب عمل ظاہر ہوجاویں گے یہ حدیثیں آیتہ کے ٹکڑے یخادعون اللہ کی گویا تفسیر ہیں عقبےٰ کی جزا سزا کا پورا یقین تو منافق لوگوں کے جی میں ہوتا نہیں اس لئے وہ کوئی عبادت عقبےٰ کے ثواب کی نیت سے دل لگاکر نہیں کرتے بلکہ جو کچھہ کرتے ہیں وہ مسلمان کہلانے کے لئے لوگوں کے دکھانے کے طور پر کرتے ہیں مثلاً نماز جیسی چیز کو جو دین کا ایک بڑا رکن ہے۔ بیوقت اوپری دل سے اس طرح جھٹ پٹ اوسکو پڑھ لیتے ہیں کہ جسکا نہ رکوع ادا ہوتا ہے نہ سجدہ صحیح مسلم ترمذی نسائی اور موطا میں انس بن مالک سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق لوگ عصر کی نماز میں یہاں تک دیر کرتے ہیں کہ جب سورج غروب کے قریب پونہچ جاتا ہے تو اوسوقت جانور کیطرح چار ٹھونگیں زمین پر مار لیتے ہیں جن میں اللہ کے ذکر کا بہت تھوڑا موقع اونکو ملا کرتا ہے یہہ حدیث آیتہ کے اوس ٹکڑے کی تفسیر ہے جسمیں منافقوں کی نماز کا ذکر ہے منافق لوگ جب مسلمانوں میں آتے تو اون کی سی کہنے لگتے۔ اور جب مخالف لوگوں میں جاتے تو اون کی سی کہنے لگتے غرض پورے طور پر نہ اودھر تھے نہ ادہر اسیواسطے فرمایا کہ یہہ لوگ اُدھر میں لٹک رہے ہیں نہ مسلمانوں میں اون کی گنتی ہے نہ منکروں میں پھر فرمایا جو اللہ کے علم ازلی میں بھٹکا ہوا قرار پاچکا وہ ہرگز راہ راست پر نہیں آسکتا صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق شخص کی مثال ایسی ہے جسطرح بھٹکی ہوئی بکری بکریوں میں دو ریوڑ دیکھکر کبھی ایک ریوڑ میں جاتی ہے اور کبھی دوسرے میں منافقوں کی جس سرگردانی کیحالت کا ذکر ان آیتونمیں ہے یہ حدیث گویا اوسکی تفسیر ہے کہ منافق لوگ گھڑی میں مسلمانوں کے گروہ میں ہیں گھڑی منکروں کے۔

منزل ۱

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط

اے ایمان والو نہ پکڑو کافروں کو رفیق مسلمان چھوڑ کر

اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ○ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ
کیا چاہتے ہو اپنے اوپر اللہ کا الزام صریح منافق
فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا ○ اِلَّا الَّذِیْنَ
ہیں سب سے نیچے درجے میں آگ کے اور ہرگز نہ پاویگا تو اون کے واسطے کوئی مددگار مگر جنہوں نے
تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ
توبہ کی اور سنوارا آپ کو اور مضبوط پکڑا اللہ کو اور نرے حکمبردار ہوئے اللہ کے سو وہ ہیں
الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ وَسَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ○ مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ
ایمان والوں کے ساتھ اور آگے دیگا اللہ ایمان والوں کو بڑا ثواب کیا کرے گا اللہ
بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِیْمًا ○
تمکو عذاب کرکے اگر تم حق مانو اور یقین رکھو اور اللہ قدردان ہے سب جانتا

اوپر ذکر تھا کہ منافق لوگ یہود سے میل جول رکھتے تھے اِن آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ وہ منافقوں کی سی عادت اختیار نہ کریں تفسیر خازن وغیرہ میں اِن آیتوں کی شان نزول جو بیان کی ہی اوسکا حاصل یہہ ہے کہ بعضے انصار اور یہود میں ہجرت سے پہلے کی دوستی اور دودھ پلانے کی رشتہ داری تھی ان انصار نے اوس تعلق کے باقی رکھنے کا مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اوس پر اللہ تعالیٰ نے یہہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ دین کے مخالف لوگوں سے میل جول رکھنا منافقوں کی عادت ہے جنکا ٹھکانا جہنم کا ساتواں طبقہ ہے جسمیں اور طبقوں سے زیادہ عذاب ہے کیونکہ ان لوگوں نے دنیا میں دلی کفر کے سوا ظاہری اسلام جتلا کر ایک طرح کی دغابازی اللہ اور اللہ کے رسول سے کی تھی جس کے سبب سے اون کی سزا میں قیامت کے دن سختی ہوگی اور یہہ بھی فرمایا کہ جو شخص منافقوں کی سی عادتیں اختیار کرتا ہے وہ اللہ کی خفگی اور اوس کے عذاب کا ایک سبب مول لیتا ہے جس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیے جنت کے ساتوں طبقوں کو درجات اور دوزخ کے ساتوں طبقوں کو درکات کہتے ہیں صحیح بخاری و مسلم میں ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھے رفیق کی مثال مشک پاس رکھنے والے شخص کی سی ہے کہ کبھی نہ کبھی اوس سے کچھ فائدہ ضرور پہونچے گا۔ زیادہ نہیں خوشبو ہی کا فائدہ سہی اور برے رفیق کی مثال کھال دھونکنے والے شخص کی سی ہے کہ کبھی نہ کبھی اوس سے نقصان ضرور پہونچے گا۔ زیادہ نہیں تو کبھی کوئی آگ کا پتنگا اوڑ کر آن پڑے گا جس سے کپڑے جل جاویں گے حاصل یہ ہے کہ نیک صحبت سے نیک اثر پڑنے کی امید ہے اور بری صحبت سے برا اثر پڑنے کا خوف اِن آیتوں میں مخالف دین لوگوں سے میل جول رکھنے کی جو مخالفت ہے یہ حدیث اوسکی تفسیر ہے۔ پھر فرمایا کہ دنیا میں تو یہ منافق لوگ یہود کی دوستی کے بھروسے پر ہیں لیکن عقبیٰ میں دوزخ کے عذاب سے بچانے کی مدد انکو کسی سے نہ پہونچے گی یہ اس لئے فرمایا کہ کلمہ گو گناہ گاروں کو اپنے دوستوں سے شفاعت

منزل ۱

کی مدد ملیگی جسکا ذکر شفاعت کی صحیح حدیثوں میں ہے جن منافق لوگوں کی اوپر مذمت تھی اونکی نجات کے لیے بطور استثنا کے یہ چار باتیں فرمائیں ایک تو یہ کہ ان لوگوں نے ابتک جو دو دلی پنے کی باتیں کی ہیں اونپر یہ نادم ہوں عبداللہ بن معقل سے مستدرک حاکم میں روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پچھلے گناہوں پر انسان کا نادم ہونا یہی توبہ ہے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس ندامت کے بعد آئیندہ کے برے کاموں سے بچنے اور نیک کاموں میں مشغول ہونے کی کوشش کی جاوے تاکہ اوس ندامت کی ظاہر میں صداقت ہو جاوے اور نیکیوں سے پچھلی بدیوں کا کفارہ ہو جاوے معتبر سند سے امام احمد اور ترمذی میں ابوذر اور معاذ بن جبل کی جو روایتیں ہیں اون کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم نے فرمایا انسان سے کوئی برا کام ہو جاوے تو اوس کے بعد نیک کام ضرور کرنا چاہیئے۔ تاکہ نیکی سے بدی کا کفارہ ہو جاوے تیسری بات یہ کہ اللہ کا سہارا مضبوط پکڑے جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اپنی کتاب میں طاعت کے بجالانے اور گناہ سے بچنے کے احکام جو نازل فرمائے ہیں دو رخی کو چھوڑ کر اون احکام کی پابندی مضبوطی سے کیجاوے معتبر سند سے صحیح ابن حبان میں ابوہریرہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا پچھلی امتیں اللہ کے رسولوں سے اختلاف کرنے کے سبب سے ہلاکت میں پڑ گئیں اس حدیث کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اللہ کے رسول جو احکام شرعی اللہ کے طرف سے لاتے ہیں جب تک انسان مضبوطی سے اون احکام کی پابندی نہ کرے تو وہ ہلاکت میں پڑ جاویگا چوتھی بات یہ کہ دین کا جو کام کیا جاوے وہ خالص اللہ کے حکم کی تعمیل میں عقبیٰ کے اجر کی نیت سے ہو دنیا کے دکھاوے کا اوسمیں کچھ دخل نہونا چاہیے کیونکہ دنیا کے دکھاوے کی شراکت کا کوئی عمل اللہ کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہے نسائی اور ابوداؤد میں معتبر سند سے ابوامامہ کی حدیث ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دین کا جو کام خالص اللہ کے واسطے نہ ہو وہ اللہ کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہوتا۔ اب آگے فرمایا کہ جن لوگوں میں یہ چار باتیں ہیں اون کی گنتی اون کامل ایمانداروں میں ہے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے عقبےٰ میں بڑے بڑے اجر رکھے ہیں پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے انسان کو اور اوس کی سب ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا اوس کی شکر گزاری میں اگر انسان نے اتنا کیا کہ اللہ کو برحق معبود جانا اور اوسکی عبادت میں کسیکو شریک نہ کیا تو اللہ کو کچھ ضرور نہیں کہ پھر بھی ایسے لوگوں کو عقبےٰ کے عذاب میں پکڑے صحیحین کی معاذ بن جبل کی حدیث اوپر گزر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت میں کسیکو شریک نہ کریں اگر اللہ کا یہ حق بندوں سے ادا ہو گیا تو اللہ نے اپنے بندوں کا یہ حق اپنے ذمہ لیا ہے کہ وہ اونکو عقبےٰ کے عذاب سے بچاوے یہ حدیث آیتہ کے اس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے اللہ تعالیٰ کی قدردانی یہ ہے کہ اوس نے ایک نیکی کا ثواب دس سے لیکر سات سو تک اور اس سے بھی زیادہ ٹھہرایا ہے جیسی جسکی نیت ویسا ہی اوسکا ثواب چنانچہ اسکا ذکر صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایتہ سے آیا ہے اللہ سب جانتا ہے کا یہ مطلب ہے کہ اوس کو دل کے ارادہ اور نیت کا حال معلوم ہے اسی واسطے اوس نے دل کے ارادہ اور نیت کے موافق ثواب کے درجے ٹھہرائے ہیں ❊

تمت بالخیر

منزل ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ○

اللہ کو خوش نہیں آتا بُری بات کا پکارنا مگر جس بات پر ظلم ہوا ہو اور اللہ ہے سُنتا جانتا

اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ○

اگر تم کھلی کرو کچھ بھلائی یا اُسکو چھپاؤ یا معاف کرو بُرائی کو تو اللہ بھی معاف کرنے والا ہے مقدور رکھتا۔

لڑائی کے وقت گالی کا مُونہ سے نکالنا منافقوں کی عادت ہی۔ چنانچہ صحیحین میں عبد اللہ بن عمرو بن عاص کی حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ لیکن لڑائی کے وقت پہلے پہل ایک شخص گالی مُونہ سے نکالے اور بعد اسکے دوسرا مظلوم شخص بغیر کسی زیادتی کے اُسی گالی کے جواب میں گالی دیوے تو وہ منافقانہ عادت میں داخل نہیں ہی۔ اِس لیئے منافقوں کے ذکر میں اِس طرح کے لڑائی جھگڑے کا تذکرہ فرماکر مظلوم شخص کو بُری بات کے وبال سے مستثنیٰ فرمادیا مگر ساتھ ہی اُسکے سَمِيْعًا عَلِيْمًا فرمایا جس کا مطلب یہ ہی کہ اگر مظلوم شخص بدلہ میں کچھ زیادتی کرے گا تو اللہ اُس کو سُنتا جانتا ہی اور اُس زیادتی کا مواخذہ مظلوم سے کرے گا۔ صحیح مسلم ابوداؤد اور ترمذی میں ابوہریرہ سے روایت ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ آپس کے جھگڑے میں دو شخص گالیاں بکنے لگیں تو اُس کا سارا وبال اُس پر ہے جس نے پہلے پہل گالی مُونہ سے نکالی بشرطیکہ مظلوم شخص جواب کی حد سے نہ بڑھ جاوے۔ یہ حدیث آیت کے ٹکڑے اِلَّا مَنْ ظُلِمَ کی پوری تفسیر ہی۔ جو شخص کسی کے گھر میں مہمانوں کے طور پر جاوے اور صاحبِ خانہ اُس مہمان کی پوری خاطرداری نہ کرے تو مجاہد کے قول کے موافق اِس طرح کا مہمان بھی اِلَّا مَنْ ظُلِمَ کے حکم میں داخل ہے جس کا مطلب یہ ہی کہ صاحبِ خانہ کی واجبی شکایت اِس طرح کے مہمان کے مُونہ سے نکلے تو وہ غیبت نہ گنی جائیگی۔ صحیح بخاری ومسلم میں ابوہریرہ رضہ سے روایت ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہمان کی خاطرداری کرنا ایمانداری کی نشانی ہے۔ اِس باب میں اور بھی صحیح حدیثیں ہیں ان سب حدیثوں سے مجاہد کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ اِن حدیثوں کے تاکیدی لفظوں کے لحاظ سے امام احمد مہمان کی خاطرداری کے واجب ہونے کے قائل ہیں صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے

کہ کم سے کم ایک رات دن اور زیادہ سے زیادہ تین دن مہمانی کی ہے۔ اس سے بڑھ کر پھر اختیاری صدقہ ہے۔ یہاں تک اس کا ذکر تھا کہ دو شخصوں میں سے ایک شخص دوسرے پر زیادتی کرے۔ اب آگے اس کا ذکر ہے کہ دو شخصوں میں سے ایک شخص دوسرے پر کچھ احسان کرے اس باب میں فرمایا کہ جس پر احسان کیا جاوے وہ اس احسان کی شکرگزاری میں ظاہری طور پر کچھ بدلہ کرے یا احسان کرنیوالے کے حق میں مخفی کچھ دعائے خیر کرے تو یہ سب کچھ اللہ کو معلوم ہے۔ نسائی ابوداؤد و صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص پر کوئی دوسرا شخص احسان کرے یا تو ظاہری اس کا کچھ بدلہ کیا جاوے اگر بدلہ ممکن نہ ہو تو احسان کرنے والے کے حق میں دعائے خیر کی جائے۔ حاکم نے اس حدیث کو شرط بخاری و مسلم پر صحیح کہا ہے۔ اس حدیث کا یہ ٹکڑا آیت کے ٹکڑے اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْہُ کی تفسیر ہے۔ اور اسی تفسیر کو حافظ ابوجعفر ابن جریر نے اختیار کیا ہے۔ اب آگے پہلی صورت کے متعلق مظلوم شخص کو دنیا میں ظلم و زیادتی کا بدلہ نہ لینے کی اور ظلم و زیادتی کے معاف کر دینے کی یوں ترغیب فرمائی کہ باوجود بدلہ لینے اور انتقام کی قدرت کے اللہ کی عادت درگزر اور معافی کی ہے اس لیے جو مظلوم اللہ تعالیٰ کی اس عادت کے موافق دنیا میں ظلم و زیادتی کا بدلہ نہ لیوے گا بلکہ اسکو معاف کر دیوے گا تو اسکو عقبیٰ میں بڑا اجر ملیگا صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بعضے مسلمان گنہگاروں کو انکے گناہ یاد دلاویگا جب ان گناہوں کو یاد کرکے وہ لوگ خوف زدہ ہوجاوینگے تو اللہ تعالیٰ فرماویگا جس طرح دنیا میں تمہارے ان گناہوں کو میں نے کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا اسی طرح آج بھی میں تمہارے ان گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص کی معتبر سند سے مسند امام احمد میں حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مظلوم شخص دنیا میں ظلم و زیادتی کو معاف کر دیوے گا۔ اور ظالم سے بدلہ نہ لیویگا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسکے گناہ معاف کر دیوے گا۔ اللہ تعالیٰ کی درگزر اور مظلوم کی معافی کا ذکر جو اس آیت میں ہے اسکی یہ حدیثیں گویا تفسیر ہیں۔ تفسیر مقاتل میں اس آیت کی شان نزول یہ بیان کی ہے کہ ایک مجلس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی۔ اس مجلس میں ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کچھ برا بھلا کہا۔ تھوڑی دیر تک تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس شخص کا کچھ جواب نہیں دیا پھر کچھ جواب دیا انکے جواب دینے کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ کے اٹھ کھڑے

ہونے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا جب تک تم نے اس شخص کا کچھ جواب نہیں دیا تھا اس وقت تک اللہ کا ایک فرشتہ تمہاری طرف سے اس کا جواب دے رہا تھا۔ جب تم نے بھی بدگوئی شروع کر دی تو وہ فرشتہ چلا گیا اس لیے میں بھی اس مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس تفسیر میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ تفسیر مقاتل ایک معتبر تفسیر ہے

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ

جو لوگ منکر ہیں اللہ سے اور اسکے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں

اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ

اللہ میں اور اسکے رسولوں میں اور کہتے ہیں ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور نہیں مانتے بعضوں کو اور چاہتے ہیں

أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا

کہ نکالیں بیچ میں ایک راہ ایسے لوگ وہی ہیں اصل کافر اور ہمنے تیار رکھی ہے

لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا

منکروں کے واسطے ذلت کی مار اور جو لوگ یقین لائے اللہ پر اور اسکے رسولوں پر اور جدا نہ کیا

بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا

کسی کو ان میں سے ان کو دیگا انکے ثواب اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان

منافقوں کے ذکر کے بعد ان آیتوں میں یہود کا ذکر ہے۔ قرآن شریف میں اکثر جگہ منافقوں کا اور یہود کا ذکر اس لیے ساتھ آیا ہے کہ منافقوں کی اور یہود کی حالت ملتی جلتی ہے کیونکہ جس طرح منافق لوگ ظاہر میں اپنے آپ کو اسلام کا پابند کہتے ہیں اور حقیقت میں اسلام کے پابند نہیں ہیں اسی طرح یہود لوگ ظاہر میں تو اپنے آپ کو توراۃ کا پابند کہتے ہیں اور حقیقت میں وہ توراۃ کے پابند نہیں ہیں۔ بہت سی آیتیں توراۃ کی انھوں نے بدل ڈالی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو بدسلوکی انھوں نے کی وہ بالکل توراۃ کے برخلاف ہے۔ توراۃ کے موافق نبی آخر الزمان کا پہلے انھیں اقرار تھا۔ لیکن نبی آخر الزمان کے پیدا ہونے کے بعد انکی نبوۃ کے منکر ہو گئے جو ان کا انکار توراۃ کے برخلاف ہے۔ عبادہ بن صامت کی صحیحین میں روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کو وحدہٗ لاشریک اور عیسیٰ علیہ السلام اور مجھکو اللہ کا رسول جانے گا وہ جنت میں جاویگا۔ یہ حدیث گویا اس آیت کی تفسیر ہے کیونکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ توحید ہر رسول کی شریعت میں ہے اس لیے جو لوگ بعضے رسولوں کو مانتے ہیں اور بعضوں کو نہیں مانتے وہ توحید کے منکر اور اصل کافر ہیں۔ یہی مطلب حدیث کا ہے کہ جب تک یہود لوگ عیسیٰ علیہ السلام اور نبی آخر الزمان کی نبوت کو تسلیم نہ کریں گے نہ ان کی توحید پوری ہے۔ یہ جنتی ہو سکتے ہیں اسی

واسطے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ بعضے رسولوں کے منکر ہیں۔ منکر ہو کر اپنے آپ کو صاحب
توحید اور ایماندار جو کہتے ہیں شریعت موسوی اور شریعت محمدی کے علاوہ یہ اُن کا ایجاد کیا ہوا جدید راستہ
ہے دونوں شریعتوں میں جس کا کہیں ذکر نہیں ہے اور سوا بے پتہ ہونے کے اس راستہ میں یہ کتنی بڑی
خرابی ہے کہ جن رسولوں کو اللہ نے اپنا نائب ٹھیرا کر بھیجا ہے۔ اُنکی نیابت کو جھٹلایا جاتا ہے جو اللہ کی
شان میں ایک جھوٹ اور کفر ہے۔ اس کے بعد عبد اللہ بن سلام وغیرہ سچے یہود کا ذکر فرمایا جو توراۃ کے
موافق نبی آخر الزمان اور سب انبیاء علیہم السلام کو مانتے ہیں۔ اور فرمایا یہ لوگ پورے ایماندار ہیں اُن کو
عقبیٰ میں بڑا اجر ملنے والا ہے اور اُنکے کچھ گناہ ہو گئے تو اُنکی توحید کے سبب سے اللہ غفور الرحیم اُن کے
وہ گناہ معاف کر دیوے گا۔ اہل توحید کے گناہ معاف ہو جانیکی عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث اوپر گزر چکی ہے اور
موحد اہل کتاب کے بڑے اجر کے باب میں ابو موسیٰ اشعری کی صحیحین میں حدیث ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ
اہل کتاب میں سے جو شخص سب انبیاء کو مانے گا۔ قیامت کے دن اُس کو دوہرا اجر ملے گا ۔

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا
تجھ سے مانگتے ہیں کتاب والے کہ اُن پر اُتار لاوے کتاب آسمان سے سو مانگ چکے ہیں

مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ
موسیٰ سے اس سے بڑی چیز بولے ہمکو دکھا دے اللہ کو سامنے پھر اُنکو پکڑا بجلی نے اُنکے گناہ پر

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ وَاٰتَيْنَا
پھر بنا لیا بچھڑا پیچھے نشانیاں پہنچے پھر ہمنے وہ بھی معاف کیا اور دیا ہم نے

مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا
موسیٰ کو غلبہ صریح اور ہمنے اُٹھایا اُنپر پہاڑ اُنکے قول لینے میں اور ہمنے کہا داخل ہو

الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا
دروازے میں سجدہ کر کر اور کہا ہمنے زیادتی نہ کرو ہفتے کے دن میں اور اُن سے لیا قول گاڑھا

تفسیر سدی ابن جریر وغیرہ میں سلف کی ایک جماعت سے جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ یہود نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک روز یہ کہا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو تختیوں پر لکھی ہوئی ساری توراۃ
ایک ہی دفعہ اللہ کی طرف سے مل گئی تھی۔ اُسی طرح یا تو سارا قرآن ایک دفعہ ہی آسمان سے لکھا ہوا تمھارے
پاس آجاوے۔ اگر یہ نہ ہو تو ہم لوگوں کے نام ایک تحریر اللہ کی طرف سے آجاوے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے
اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزمان ہیں۔ اس شرط کے پورا ہو جانے کے بعد ہم تم کو اللہ کا رسول

جائیں گے۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ نادانی کا سوال کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ آخر یہ اُن ہی کی اولاد ہیں جنھوں نے دنیا کی آنکھوں سے اللہ کو کھلم کھلا دیکھنا چاہا جس سے اُن پر بجلی گری جس کا قصہ سورۂ بقرہ میں گذرا۔ بچھڑے کو پوجا جس کا ذکر سورۂ بقرہ میں گزر چکا اور مفصل ذکر سورہ اعراف میں آویگا۔ توراۃ کے احکام کے موافق عمل کرنے سے انکار کیا اور پھر کوہِ طور اُن پر ڈالے جانے کا جب خوف دلایا گیا تو اس شرارت سے باز آئے۔ بیت المقدس کے دروازے میں گھستے وقت جو سجدۂ شکر کا حکم اُن کو دیا گیا تھا اُس کے موافق عمل نہیں کیا جس کے سبب سے اُن پر طاعون کا عذاب آیا۔ باوجود ممانعت کے ہفتے کے دن مچھلیاں پکڑیں۔ جس کے عذاب میں آدمی سے بندر ہو گئے۔ چنانچہ سورۂ بقرہ میں یہ سب قصے گزرے۔ غرض جب اُنکے بزرگوں نے یہ سب شرارتیں کیں تو اُنکی اولاد میں سے حال کے لوگوں نے شرارت سے جو سوال کیا ہے آپکے نبی اللہ کے اِنکی شرارت کا کچھ خیال نکرنا چاہیئے۔ عقبیٰ میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کا ذکر صحیح حدیثوں میں آیا ہے اس لیئے اِس دنیا کی آنکھوں سے دیدار کی ممانعت سے جن لوگوں نے عقبیٰ کے دیدار کی ممانعت نکالی ہے اُنکی بڑی غلطی ہے ❁

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ
سو اُن کے قول توڑنے پر اور منکر ہونے پر اللہ کی آیتوں سے اور خون کرنے پر پیغمبروں کا ناحق

وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۪
اور اس کہنے پر کہ ہمارے دل پر غلاف ہے کوئی نہیں پر اللہ نے مہر کی ہے اُن پر مارے کفر کے سو یقین نہیں لاتے مگر کم

وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۙ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى
اور اُنکے کفر پر اور مریم پر بڑا طوفان بولنے پر اور اس کہنے پر کہ ہمنے مارا مسیح عیسےٰ

ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ
مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا اللہ کا اور نہ اُسکو مارا ہے اور نہ سولی پر چڑھایا ولیکن وہی صورت بن گئی اُنکے آگے اور

الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ
جو لوگ اس میں کئی باتیں نکالتے ہیں وہ اِس جگہ شبہ میں پڑے ہیں کچھ نہیں اُنکو اِسکی خبر مگر اٹکل پر چلنا

الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۞ وَاِنْ مِّنْ
اور اُسکو مارا نہیں بیشک بلکہ اُسکو اُٹھا لیا اللہ نے اپنی طرف اور ہے اللہ زبردست حکمت والا اور جو

اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۞
فرقہ ہے کتاب والوں میں سو اسپر یقین لاوینگے اُسکی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا اُن کا بتانے والا

اوپر ذکر تھا کہ کوہِ طور جب اُٹھایا جا کر یہود کے سروں پر لایا گیا اور ان کو اس پہاڑ کے اُن پر ڈال دیے جانے کا خوف دلایا گیا تو اس وقت اُنھوں نے توراۃ کے احکام کے موافق عمل کرنے کا عہد کیا تھا اِن آیتوں میں ذکر ہے کہ ان لوگوں کے اس عہد پر قائم نہ رہنے سے اور موسیٰ علیہ السّلام کے زمانے میں طرح طرح کے معجزات دیکھکر اُن کو جھٹلا دینے سے اور بلاوجہ زکریا اور یحییٰ وغیرہ انبیاء کو قتل کرنے سے اور اُن لوگوں کے اس بات کے کہنے سے کہ ہمارے دل پر غلاف ہیں کسی کی نصیحت ہمارے دل پر اثر نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ملعون اور اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ اس لئے جس طرح مقفل اور قفل پر مہر لگے ہوئے مکان کے اندر کوئی چیز نہیں جا سکتی اُن کے دل میں بھی کسی نصیحت کا اثر نہیں سما سکتا اُوپر ہی رہتا ہے۔ کیونکہ کثرت گناہوں سے اُنکے دلوں پر یہاں تک زنگ چھا گیا ہے کہ زنگ کا ایک غلاف دل پر چڑھ گیا ہے۔ وہ غلاف کسی حق بات کو اُن کے دل تک جانے نہیں دیتا۔ ابوہریرہ سے ترمذی نسائی ابن ماجہ صحیح ابن حبان۔ مستدرک حاکم میں روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کثرت گناہوں سے آدمی کے دل کا زنگ یہاں تک بڑھ جاتا ہے کہ تمام دل کو غلاف کی طرح ڈھانک لیتا ہے۔ ترمذی اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے یہ حدیث دل پر مہر ہو جانے اور حق بات کا اثر دل پر نہ ہونے کی گویا ایک تفسیر ہے۔ غرض یہود لوگ یہ جو کہتے تھے کہ ہمارے دل پر غلاف ہیں اُن کا مطلب اس سے یہ تھا کہ شریعت موسوی کی باتوں کا علم ہمارے دلوں میں ایسا بھرا ہوا ہے کہ کسی دوسری شریعت کی باتیں سمجھنے سے ہمارے دل پر غلاف ہیں۔ آیت اور حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اِن لوگوں کا قول جھوٹا ہے بلکہ شریعت موسوی پر قائم نہ رہنے اور شریعت عیسوی اور شریعت محمدی کے انکار کے گناہوں کے سبب سے اِن کے دل پر زنگ کا غلاف چڑھکر خدا کی طرف سے اس زنگ کی ایک مُہر اُن کے دل پر لگ گئی ہے جسکی وجہ سے حق بات کے سمجھنے کی گنجایش اِن کے دل میں باقی نہیں رہی۔ اسی واسطے باوجود روزانہ فہمایش کے اِن میں کے تھوڑے آدمی عبداللہ بن سلام وغیرہ راہِ راست پر آئے ہیں باقی کے سب لوگ گمراہ ہیں پھر اِن کے دل پر زنگ آجانے کے اور گناہوں کا ذکر فرمایا کہ اُنھوں نے مریم جیسی پاکدامن بی بی پر بدکاری کا الزام لگایا اور حقیقت میں تو یہ لوگ اللہ کے رسول عیسیٰ علیہ السّلام کو قتل نہیں کر سکے بلکہ ایک شخص پر اللہ نے عیسیٰ علیہ السّلام کی شباہت ڈالدی تھی اُسکو اُنھوں نے قتل کیا۔ لیکن اِنکی جرأت یہ ہے کہ یہ لوگ آج تک اللہ کے رسول کے قتل کے مدعی ہیں پھر فرمایا کہ یہودی۔ عیسائی کوئی اس باب میں یقینی بات نہیں کہہ سکتا بلکہ اصل بات وہی ہے جو اللہ نے فرمائی کہ اس نے عیسیٰ علیہ السّلام کو زندہ آسمان پر اُٹھا لیا قیامت کے قریب وہ زمین پر پھر آویں گے اور اُن کی وفات سے پہلے اس زمانہ کا کوئی اہل کتاب ایسا نہ ہوگا جو اُن پر ایمان نہ لاویگا۔ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا دوبارہ زمین پر آنا صحیح حدیثوں میں آیا ہے

جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ ہیں کیونکہ ایک دفعہ مرنے کے بعد پھر کوئی دوبارہ زمین پر نہیں آسکتا چنانچہ قد افلح المؤمنون میں فرمایا ومن ورائہم برزخ الی یوم یبعثون جس کا مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد دنیا میں کوئی نہیں آسکتا۔ یہود اور عیسائیوں کے علاوہ اہل اسلام میں سے "مرزا قادیانی" اور ان کے معتقد جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں وہ اس آیت اور ان صحیح حدیثوں کے منکر ہیں۔ پھر فرمایا جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فرماں برداری کی اور جنھوں نے نافرمانی کی ان سب کی حالت کی گواہی قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے روبرو ادا کریں گے۔ پہلے تو یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے طرح طرح کی مخالفت کی پھر آخر کو اس زمانے کے ستارہ پرست دمشق کے بادشاہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ مخبری کی کہ بیت المقدس میں ایک شخص شاہی رعایا کو بادشاہ سے بغاوت کرنے پر آمادہ کرتا ہے وہ بادشاہ یہ خبر سن کر بہت برہم ہوا اور اپنے نائب کو جو "قدس" میں رہتا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھانے کا اس نے حکم دیا۔ یہ نائب یہود کے ایک گروہ کو ساتھ لیکر اس مکان پر گیا جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ باقی قصہ وہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو تو آسمان پر اٹھا لیا اور جس شخص کی شباہت اللہ کے حکم سے حضرت عیسیٰ جیسی ہو گئی تھی اس کو ان لوگوں نے سولی پر چڑھا دیا۔ اس میں سلف کا اختلاف ہے کہ جس شخص پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈالی گئی آیا وہ شخص یہودی تھا یا منافق عیسائی۔ یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پورے فرماں برداروں میں سے تھا لیکن نسائی اور تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں جو معتبر سند سے حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایت ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا کہ جس پر میری شباہت ڈالی جا کر میری جگہ اس کو قتل کیا جاوے گا وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پورے فرماں برداروں میں سے تھا

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ

سو یہود کے گناہ سے ہم نے حرام کیں ان پر کتنی پاک چیزیں جو ان کو حلال تھیں اور اس سے کہ اٹکتے تھے

عَن سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ۝ وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ

اللہ کی راہ سے بہت اور ان کے سود لینے پر اور ان کو اس سے منع ہو چکا ہے اور لوگوں کے مال کھانے پر

بِالْبَاطِلِ ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ لَّٰكِنِ الرَّاسِخُونَ

ناحق اور تیار رکھی ہے ان میں ہم نے منکروں کیواسطے دکھ کی مار لیکن جو ثابت ہیں

فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ

علم پر ان میں ایمان والے سو مانتے ہیں جو اترا تجھ پر اور جو اترا

مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُونَ
تجھ سے پہلے اور آفریں نماز قائم رکھنے والوں کو اور دینے والے زکوٰۃ کے اور یقین رکھنے والے

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝
اللہ پر اور پچھلے دن پر ایسوں کو ہم دینگے بڑا ثواب

یہود کی طرح طرح کی سرکشی کے سبب سے حلال چیزیں حرام ہوگئیں اُن کی تفصیل سورۂ انعام میں آوے گی۔ کہ گائے بکری کی چربی وغیرہ یہود پر اُن کی سرکشی کے سبب سے یہ چیزیں حرام ہوئی تھیں۔ لیکن مشہور تفسیروں میں یہ تذکرہ کہیں نہیں ہے کہ کب اور کس نبی کے عہد میں یہ چیزیں یہود پر حرام ہوئیں۔ اس واسطے بعضے مفسروں نے یہ کہا ہے کہ خاص کسی نبی کے وقت میں یہ چیزیں حرام نہیں ہوئیں بلکہ جیسے جیسے یہود کی شرارت بڑھتی گئی حضرت موسیٰ کے بعد مختلف زمانوں میں یہ چیزیں اُن پر حرام ہوتی گئیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے مطابق علم پر ثابت قدم اور ایمان والے وہ لوگ ہیں جو یہود میں سے شریعت محمدی کے تابع اور پابند ہوگئے مثلاً جیسے عبداللہ بن سلام و ثعلبہ بن سعید وغیرہ عبداللہ بن مسعود کی قرأت اور اُن کے مصحف میں وَالْمُقِيمِينَ کی جگہ وَالْمُقِيمُونَ ہے اور قیاس بھی اسی کا مقتضی ہے۔ لیکن اور سب مصحفوں میں وَالْمُقِيمِينَ ہے ابو جعفر ابن جریر نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کلام عرب میں جس چیز کو خاص طور پر ذکر کرنا مقصود ہوتا ہے اُس کو اِس طرح بولا جاتا ہے اور آیت وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ کو اپنے کلام کی تائید میں حافظ ابن جریر نے پیش کیا ہے۔ بعضے سلف سے جو یہ روایت ہے کہ وَالْمُقِيمُونَ کی جگہ وَالْمُقِيمِينَ اور وَالصّٰبِرُوْنَ کی جگہ وَالصّٰبِرِيْنَ کاتبوں کی غلطی سے لکھا گیا ہے۔ حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اِس روایت کا ضعف اپنی تفسیر میں اچھی طرح ثابت کر دیا ہے

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ
ہم نے وحی بھیجی تیری طرف جیسے وحی بھیجی نوح کو اور نبیوں کو اسکے بعد اور وحی بھیجی تھی

اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَ
ابراہیم کو اور اسمٰعیل کو اور اسحٰق کو اور یعقوب کو اور اسکی اولاد کو اور عیسیٰ کو اور

اَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ وَ
ایوب کو اور یونس کو اور ہارون کو اور سلیمان کو اور ہمنے دی داؤد کو زبور اور

رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ
کتنے رسول جن کا احوال سنایا ہمنے تجھ کو آگے اور کتنے رسول جن کا احوال نہیں سنایا ہمنے تجھکو

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا ○ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ
اور باتیں کیں اللہ نے موسیٰ سے بول کر کئی رسول خوشی اور ڈر سنانے والے تاکہ نہ رہے
لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ○
لوگوں کو اللہ پر جگہ الزام کی رسولوں کے بعد اور اللہ زبردست ہے حکمت والا

تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس وغیرہ کی روایتوں سے ان آیتوں کی شان نزول یہ بیان کی گئی ہے کہ جب یہود نے انجیل اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا انکار کیا اور یہ کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنا کوئی کلام کسی بشر پر نازل نہیں فرمایا اور ان میں سے بعضوں نے یہ بھی کہا کہ قرآن اگر کلام الٰہی ہوتا تو توراۃ کی طرح ایک ہی دفعہ نازل ہوتا تھوڑا تھوڑا کر کے نازل نہ ہوتا۔ اس پر اللہ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ اور فرمایا کہ نوح علیہ السلام اور انکے بعد کے انبیاء جنکی نبوت کو یہ لوگ مانتے ہیں۔ ان سب پر ہم نے اپنا کلام اسی طرح نازل فرمایا ہے جس طرح قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہو رہا ہے۔ پھر ان انبیاء کی نبوت کو تسلیم کرنا اور نبی آخر الزماں کی نبوت اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں ایسے شبہات کا کرنا بڑی ہٹ دھرمی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ کی شفاعت کی بہت بڑی حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سب سے پہلے صاحب شریعت نبی ہیں اس لئے قرآن شریف میں جہاں انبیاء کے سلسلہ کا ذکر فرمایا ہے وہاں اس سلسلہ کو حضرت نوح علیہ السلام سے شروع کیا گیا ہے۔ اسباط حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو کہتے ہیں حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے ان میں سے حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت پر سلف کا اتفاق ہے باقی میں اختلاف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا کر ۲۵ نبیوں کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے۔ مسند امام احمد میں ابو ذر سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں جن میں تین سو پندرہ رسول ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کی سند کو معتبر قرار دیا ہے۔ غرض قرآن شریف میں سب رسولوں کا ذکر نہیں ہے۔ اسی واسطے فرمایا کتنے رسول جن کا احوال ہم نے اے نبی اللہ کے تم کو سنایا ہے اور کتنے رسول اور ہیں جن کا احوال نہیں سنایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وحی میں فرشتہ کا واسطہ نہیں تھا۔ اسی واسطے حضرت موسیٰ کا ذکر سلسلہ سے الگ فرمایا۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چھ باتوں کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے مجھکو اور انبیاء پر بزرگی اور فضیلت دی ہے ایک تو تھوڑے لفظوں میں بہت سے مطلب کا بیان کرنا۔ دوسرے فقط رعب سے لشکر اسلام کی فتح کا سامان ہو جانا۔ تیسرے لوٹ کے مال کا شریعت محمدی میں حلال ہو جانا۔ چوتھے روئے زمین پر ہر جگہ شریعت محمدی میں نماز کا جائز ہونا۔ پانچویں میری نبوت کا تمام خلائق کے لئے عام ہونا۔ چھٹے میرا

خاتم النبیین ہونا معتبر سند سے ترمذی میں ابو سعید خدری کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں سب اولاد آدم کا سردار ہوں۔ غرض اس قسم کی احادیث کے سبب سے علمائے سلف اس پر متفق ہیں کہ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل انبیا ہیں لیکن صحیحین وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لوگوں کو اس سے منع فرمایا ہے کہ وہ انبیا کی فضیلت باہمی میں بحث مباحثہ کر کے بعضے انبیا کی کسر شان کے درپے ہوں۔ اس لیے امت کے ہر صاحب احتیاط آدمی کو چاہیئے کہ جس حد تک یہ مسئلہ شریعت میں ہے اس حد کا پابند رہے۔ اس حد سے آگے نہ بڑھے۔ چنانچہ اس مسئلہ کے متعلق یہی فیصلہ آیت تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ شریعت میں اس مسئلہ کی مثال تقدیر کے مسئلہ کی سی ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کچھ حال تقدیر کا چند حدیثوں میں فرمایا اور پھر بحث مباحثہ کو اس مسئلہ میں منع فرمایا۔ اور معتبر سند کی طبرانی کی عبد اللہ بن مسعود کی حدیث میں یہ فرمایا کہ اس مسئلہ میں سکوت اولیٰ ہے۔ اب آگے رسول کی خدمت کا ذکر فرمایا کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے فرماں برداروں کو عقبیٰ کے اجر کی خوش خبری کا سنانا اور نافرمان لوگوں کو عقبیٰ کے عذاب سے ڈرانا یہ اللہ کے رسولوں کی خدمت ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ رسولوں کا بھیجنا کتابوں کا نازل فرمانا اس لیئے ہے کہ قیامت کے دن کسیکو عذر کی جگہ نہ رہے کہ اللہ کی مرضی۔ اور ناراضی کی باتیں ہمکو معلوم نہ تھیں۔ صحیحین میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے بڑھ کر عذر کا قبول کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ جس نے لوگوں کی انجانی کا عذر رفع کرنے کے لیئے رسولوں کو بھیجا کتابیں نازل فرمائیں مسند امام احمد صحیح بخاری اور نسائی میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جس شخص کی عمر ساٹھ برس کی ہوگی اس کو دین کی باتیں سمجھنے کا پورا موقع مل گیا۔ اس لیئے ایسے شخص کا انجانی کا عذر خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہ ہوگا۔ آخر کو فرمایا کہ نافرمان لوگوں سے بدلا لینے میں وہ زبردست ہے اس کے عذاب کو اسکی بلامرضی کوئی ٹال نہیں سکتا۔ ہر وقت کی مصلحت کے موافق شریعت کے احکام نازل فرمانے میں وہ ایسا صاحب حکمت ہے جسکی حکمت کے بھید اسیکو معلوم ہیں

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ

لیکن اللہ شاہد ہے اس پر جو تجھ کو نازل کیا کہ یہ نازل کیا ہے اپنے علم کے ساتھ اور فرشتے گواہ ہیں

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا

اور اللہ بس ہے حق ظاہر کرنے والا جو لوگ منکر ہوئے اور اٹکے اللہ کی راہ سے دور پڑے ہیں

ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا
بھول کر | جو لوگ | منکر ہوئے | اور حق دبا رکھا | ہرگز اللہ بخشنے والا نہیں | انکو | اور نہ

لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ۝ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ
انکو ملاوے | راہ | مگر راہ دوزخ کی | پڑے رہیں اس میں ہمیشہ | اور | یہ | اللہ پر

يَسِيْرًا ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ
آسان ہے | اے | لوگو | تم پاس | رسول آچکا | ٹھیک بات لیکر تمہارے رب کی سو مانو کہ بھلا ہو تمہارا

وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝
اور اگر نہ مانو گے | تو اللہ کا ہے جو کچھ ہے | آسمان | اور زمین میں | اللہ سب خبر رکھتا ہے حکمت والا

تفسیر ابن جریر تفسیر خازن وغیرہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایت سے ان آیتوں کی شان نزول جو بیان کی گئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ کچھ یہود لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے ان سے آپ نے فرمایا کہ یہ تو تمہارا دل جانتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور قرآن کلام الٰہی ہے پھر تم اسکی تصدیق عام لوگوں کے روبرو کیوں نہیں کرتے۔ یہود نے یہ بات سنکر آپکے رسول ہونے اور قرآن کے اللہ کے کلام ہونے کی گواہی دینے سے انکار کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا اے رسول اللہ کے اگرچہ ان لوگوں نے تمہارے خلاف گواہی دیکر عام لوگوں کو بہکایا ہے لیکن اللہ اس بات کا گواہ ہے کہ تم اللہ کے رسول ہو۔ اور قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اور اس قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص علم اتارا ہے۔ اس لیئے اہل مکہ نہ اس جیسا کلام بنا سکتے ہیں نہ اس میں پہلی کتابوں کی باتوں کو یہ اہل کتاب جھٹلا سکتے ہیں۔ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اور وہاں سے زمین پر سب ملائکہ کے سامنے اس قرآن کا نزول ہوا ہے۔ اس واسطے سب فرشتے گواہی دیویں گے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ پھر فرمایا ایک سچی گواہی سے یہ جھوٹے لوگ اگر مکر گئے تو اس سے کیا ہوتا ہے اللہ کی گواہی تمہارے رسول اور قرآن کے اللہ کا کلام ہونے کے لیئے کافی ہے۔ اس کے بعد فرمایا باوجود اس قدر معتبر گواہی کے بھی جو یہ لوگ قرآن کے منکر اور اللہ نے جو قرآن میں اپنی رضامندی کا راستہ انکو بتلایا ہے اس سے دھیلے ہوئے ہیں یہ انکی بڑی گمراہی ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک تو یہ لوگ خود گمراہ ہیں۔ دوسرے انھوں نے یہ ظلم کیا کہ اور عام لوگوں کے دل میں بھی طرح طرح کے شک ڈال کر ان کو بھی گمراہ کیا ایسے لوگ اللہ کے علم میں جہنمی ٹھیر چکے ہیں اس واسطے سوائے جہنم کے راستے کے انکے لیئے اور کوئی راستہ نہیں اور یہ اللہ پر آسان ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دوزخیوں کا ہمیشہ دوزخ میں رہکر طرح طرح کے عذاب بھگتنا اور پھر جیتے رہنا انسان کی سمجھ کے آگے مشکل ہے اللہ کی قدرت کے آگے کچھ مشکل نہیں۔ اس کی قدرت کے آگے بڑے بڑے سب مشکل کام

کام آسان ہیں یہاں مختصر طور پر یہ فرمایا کہ یہ اللہ پر آسان ہے لیکن اور آیتوں میں انسان کی سمجھ کے موافق اسکی تفصیل بھی فرمادی ہے۔ چنانچہ اس سورہ میں اوپر گزر چکا ہے کہ دوزخیوں کی جوں جوں کھال جلتی جاویگی اسکے معاوضہ میں فوراً دوسری کھال بدلدی جاویگی۔ اور سورۂ فاطر میں آویگا لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا جس کا مطلب یہ ہے کہ دوزخیوں کی قبض روح کا حکم نہ ہوگا۔ اس لئے باوجود طرح طرح کے عذاب کے انکی جان نہ نکلے گی۔ اوپر اللہ اور اللہ کے فرشتوں کی گواہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے اور قرآن کے اللہ کا کلام ہونیکا ذکر فرمایا تھا۔ یہاں اہل مکہ اہل کتاب سب کو فرمایا کہ لے لوگو یہ اللہ کے رسول اللہ کا سچا کلام لیکر تمہارے پاس آئے ہیں اگر تم اسکو مان لوگے تو اس میں تمہارا بھلا ہے ورنہ اللہ کو تمہارے ایمان تمہاری عبادت کی کچھ پروا نہیں زمین و آسمان سب جگہ میں اللہ کی حکومت ہے اور آسمان پر تم سے زیادہ عبادت کرنیوالے اللہ کے فرشتے موجود ہیں صحیح مسلم ترمذی وغیرہ میں ابوذر سے روایت ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سارے جن وانس ایمان دار اور نیک ہوجاویں تو اس سے اللہ کی بادشاہت میں کچھ بڑھ نجاویگا۔ اور اگر یہ سب بد ہوجاویں تو اسکی بادشاہت میں سے کچھ گھٹ نجاویگا۔ حدیث کا یہ ٹکڑا آیت کے اس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے۔ علیماً کا یہ مطلب ہے کہ اللہ کو سب کے نیک و بد کام ہر ایک معلوم ہیں ایک دن ان سب کی جزا و سزا ہونے والی ہے حکیماً کا یہ مطلب ہے کہ اسنے یہ آخری شریعت وقت کی مناسبت سے اپنی حکمت کے موافق بھیجی ہے

يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ اِنَّمَا

اے کتاب والو مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں اور مت بولو اللہ کے حق میں مگر بات ٹھیک تحقیق

الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ

مسیح جو ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا رسول ہے اللہ کا اور اس کا کلام جو ڈالدیا مریم کی طرف اور روح ہے

مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ڟ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ

اسکے یہاں کی سو مانو اللہ کو اور اسکے رسولوں کو اور مت بتاؤ اسکو تین یہ بات چھوڑدو کہ بھلا ہو تمہارا اللہ جو ہے سو ایک معبود ہے

سُبْحٰنَهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا

اس لائق نہیں کہ اسکے اولاد ہو اسی کا ہے جو کچھ آسمان و زمین میں ہے اور اللہ بس ہے کام بنانے والا۔

غلو کہتے ہیں حد سے گزر جانے کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ کے پیدا ہونے سے یہود انکی حقارت میں حد سے گزر کر طرح طرح کی گستاخی کی باتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی شان میں کہتے تھے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بڑائی اور بزرگی میں یہاں تک حد سے گزرے کہ ان میں کا ایک فرقہ حضرت عیسیٰ کو اللہ کہتا ہے اور ایک فرقہ ان کو خدا کا بیٹا کہتا ہے اور ایک فرقہ تثلیث کا قائل ہے۔ جس کا مطلب طرح طرح سے انکی

کتابوں میں بیان کیا جاتا ہے۔ عیسائی مذہب میں جس طرح یہ خرابیاں پھیلی ہیں اُس کا پورا قصہ سورۂ توبہ میں آویگا لیکن
اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ۸۰ برس کے قریب تک تو عیسائی مذہب اچھی طرح چلا پھر ایک
یہودی شخص جس کا نام پولس تھا فریب سے نصرانی ہوگیا اور اُس نے عیسائی مذہب میں یہ خرابیاں ڈالدیں
یہود اور نصاریٰ کی زیادتیاں روکنے کے لیئے اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ دین میں حد سے بڑھنا اللہ کی
مرضی کے خلاف ہے کیونکہ دین اللہ کا ہے اُس نے دین کی جو حد ٹھیرادی ہے اُس سے بڑھنے کا کسیکو اختیار نہیں ہے
صحیح مسلم ترمذی اور نسائی میں زید بن ارقم سے روایت ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم ایسے علم سے پناہ مانگا کرتے تھے جس علم سے دین میں کچھ نفع نہ ہو یہ علم ویساہی علماء کا علم ہے جو علم پڑھ کر
دین کی حد کے پابند نہیں ہیں یہی حال اہل کتاب کے اُن علماء کا تھا جن کے حد سے گزر جانیکا ذکر اس آیت میں ہے
پھر فرمایا اللہ کی شان میں اپنے جی سے گھڑکر کوئی بات نہیں کہنی چاہیئے۔ جس طرح یہود عزیر علیہ السلام اور نصاریٰ عیسیٰ
علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں یا بعضے نصاریٰ اللہ کے ساتھ مریم اور عیسیٰ کو ملاکر تین خدا ہونیکے قائل ہیں پھر فرمایا عیسیٰ
علیہ السلام تو فقط اللہ کے رسول ہیں بغیر اور عادتی اسباب کے اور اللہ تعالیٰ کے کلمۂ کُن کے فرمانے سے
اور اللہ کے حکم سے جبریل نے جو روح حضرت مریمؑ میں پھونک دی تھی ان دونوں سببوں سے حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ صحیح بخاری میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد اور عورت کا نطفہ چالیس روز تک عورت کے رحم میں رہکر جما ہوا خون ہوجاتا ہے۔ پھر اُس خون کا گوشت
بن جاتا ہے اور ہڈیاں اُسی گوشت سے بنکر ان ہڈیوں پر گوشت کا غلاف چڑھ جاتا ہے اور پتلا تیار ہوجاتا ہے غرض
ساڑھے چار مہینے میں یہ سب کچھ ہوکر اُس پتلے میں اللہ کے حکم سے پھر روح پھونکدی جاتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کی پیدائش میں یہ بات نئی ہوئی کہ کلمۂ کن کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اُس حکم سے بجائے نطفہ کی رطوبت کے خود
رحم کی رطوبت سے وہ پتلا تیار ہوکر پھر اُس روح کا تعلق اُس پتلے سے ہوگیا جو جبریل علیہ السلام نے حضرت مریمؑ کے
جسم میں پھونکدی تھی۔ جس صاحب قدرت نے نطفہ کی رطوبت میں خلافِ عقل ایک تاثیر دی تھی اُس نے رحم کی رطوبت
میں وہی تاثیر دیدی تو اس میں اتنا بڑا تعجب کہاں سے پیدا ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا جاوے یوں کیوں
نہ کہا جاوے کہ جس نے آدم علیہ السلام کو بغیر عورت اور مرد کے نطفہ کے پیدا کردیا اُسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی پیدایش
ہوئی تو اُسکی قدرت سے کچھ بعید نہیں اسی واسطے آگے فرمایا کہ اس باب میں اللہ اور اللہ کے رسول کی بات مانو اپنے
جی سے جو تم نے باتیں گھڑی ہیں اُنکو چھوڑ دو کہ وہ باتیں اللہ کی شریعت کے باہر ہیں۔ شریعت کی حد کے اندر رہنا تمہارے
حق میں اچھا ہے اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ آسمان و زمین میں اُسی کی بادشاہت ہے۔ بیٹا بن کر نہ اُسکی بادشاہت میں کوئی
شریک ہوسکتا ہے نہ اسکو اپنی بادشاہت کے چلانے میں بیٹے یا وزیر کی ضرورت ہے۔ صحیح مسلم میں ابو موسیٰ اشعری سے

روایت ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز خطبہ میں فرمایا کہ بندوں کے دن کے عمل رات سے پہلے اور رات کے دن سے پہلے اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسی وقت ان عملوں کو اپنی ذات خاص سے وزن کرکے جزا و سزا کا اندازہ قائم فرما دیتا ہے۔ یہ حدیث آیت کے اس ٹکڑے کی تفسیر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کے کاموں میں نہ کسیکو کچھ دخل ہے نہ اسکی ذات خاص کو کسی مدد کی ضرورت ہے۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۭ وَمَنْ

مسیح ہرگز عار نہ لائے اس سے کہ بندہ ہو اللہ کا اور نہ فرشتے نزدیک والے اور جو کوئی

يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ۝ فَاَمَّا

عار کرے اللہ کی بندگی سے اور تکبر کرے سو وہ جمع کرے ان سب کو اپنے پاس اکٹھا پھر جو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ

ایمان لائے ہیں اور عمل کیئے نیک سو ان کو پورا دیگا ان کا ثواب

وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا

اور بڑھتی دے گا اپنے فضل سے اور جو عار کیا اور تکبر کیا

فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ڏ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

سو ان کو مارے گا دکھ کی مار اور نہ پاوینگے اپنے واسطے اللہ کے سوا

وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝

کوئی حمایتی اور نہ مددگار

تفسیر خطیب اور تفسیر خازن میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ جن نجرانی عیسائیوں کا قصہ اوپر مباہلہ کی آیت میں گزر چکا انھوں نے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور باتیں کی تھیں ایک بات یہ بھی کی تھی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم ہمارے نبی عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک کرتے ہو کہ ان کو خدا کا بندہ کہتے ہو آپ نے فرمایا کہ ہتک تو اس میں ہے کہ آدمی خالق کو چھوڑ کر اپنی جیسی مخلوقات میں سے کسیکو اپنا معبود بناوے خالق کے بندہ بننے میں کیا ہتک ہے۔ اس پر اللہ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام جن کو یہ لوگ خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں یا فرشتے جن کو اہل مکہ خدا کی بیٹیاں جانتے ہیں ان میں سے کسیکو بھی اللہ کا بندہ ہونے سے کچھ ننگ و عار نہیں ہے کیونکہ یہ سب جانتے ہیں کہ جو کوئی اللہ کی عبادت سے انکار کریگا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو سخت سزا دیگا اور اس سزا سے انکو کوئی اس دن بچا نہ سکے گا اور یہ بھی ان سب کو معلوم ہے کہ جو کوئی اللہ کی فرماں برداری اور عقبیٰ کے اجر کی نیت سے نیک کام کریگا قیامت کے دن

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بعضے نیک کاموں کے اجر میں ایسے لوگوں کو اتنا ثواب دیگا جسکی مقدار زائد اعمال والے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں چنانچہ صحیح مسلم وغیرہ کے حوالے سے ابوہریرہ کی حدیث اوپر گزر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک شخص کے خلوص نیت کے موافق سوائے روزے کے اور نیکیوں کا ثواب دس درجہ سے سات سو درجہ تک لکھنے کا حکم فرشتوں کو دیا ہے مگر روزہ کے ثواب کے لیئے فرمایا ہے کہ روزہ کا ثواب میں اپنی رحمت اور اپنے فضل سے قیامت کے دن خود دونگا صحیح ابن حبان اور مسند ابی یعلیٰ میں چند سلسلہ سے ابوہریرہ کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بعضے بندوں کو اللہ عقبیٰ میں اپنے فضل سے بڑے بڑے درجے دینا چاہتا ہے لیکن اُن لوگوں کے عمل اُن درجوں کے قابل نہیں ہوتے اس لیئے اللہ تعالیٰ دنیا میں اُن کو کچھ مرض وغیرہ کی تکلیف میں مبتلا فرما کر اس تکلیف پر صبر کی توفیق دیتا ہے اور اس صبر کا ثواب بڑھا کر ان درجوں تک اُن کو پہنچا دیتا ہے اس قسم کی اور بھی حدیثیں ہیں اور یہ سب حدیثیں آیت کے ٹکڑے وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ کی گویا تفسیر ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا

اے لوگو تم کو پہنچ چکی تمہارے رب کی طرف سے سند اور اُتاری ہم نے تم پر روشنی واضح

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ

سو جو یقین لائے اللہ پر اور اُسکو مضبوط پکڑا تو اُنکو داخل کریگا اپنی مہر میں

مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ○

اور فضل میں اور پہنچا دیگا اُنکو اپنی طرف سیدھی راہ پر

اوپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ کا رسول اور قرآن کا اللہ کا کلام ہونا ثابت فرما کر اس آیت میں اہل مکہ اہل کتاب اور سب لوگوں کو فرمایا اے لوگو تمہارے پاس یہ اللہ کے رسول اللہ کا کلام لے کر آئے ہیں جو کوئی اُنکی پیروی کرے گا دنیا میں اللہ اُسکو سیدھے راستہ پر قائم رکھے گا اور عقبیٰ میں اُس کو جنت میں داخل کرے گا یہاں یہ بات محذوف ہے کہ جو کوئی ایسا نہ کریگا وہ ایسے وقت پر پچتاویگا جس وقت کا پچتانا اُس کے کچھ کام نہ آویگا صحیح روایتوں میں ہے کہ جس نے قرآن اور اللہ کے رسول کی سنت کو مضبوط پکڑا اُس نے نجات کا راستہ ڈھونڈ لیا۔ اس آیت میں بُرہان سے مطلب اللہ کے رسول کی ذات ہے کیونکہ آپ کا ہر ایک معجزہ آپ کی نبوت کی ایک سند ہے اور نُورٌ مُّبِين سے قرآن مراد ہے۔ کیونکہ جس طرح اندھیرے میں روشنی سے آدمی کو راستہ نظر آنے لگتا ہے۔ اُسی طرح قرآن سے آدمی کو نجات کا راستہ نظر آنے لگتا ہے۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ

حکم پوچھتے ہیں تجھ سے تو کہہ اللہ حکم بتاتا ہے تم کو کلالہ کا کہ اگر ایک مرد مر گیا کہ اُسکو بیٹا نہیں اور اُسکو ایک بہن ہے سو اُسکو پہنچے آدھا جو چھوڑ مرا اور وہ

يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ

بھائی وارث ہے اُس بہن کا اگر نہ رہے اُسکو بیٹا پھر اگر بہنیں دو ہوں تو اُنکو پہنچے دو تہائی جو کچھ چھوڑ مرا اور اگر کئی شخص ہیں اُس ناتے کے مرد اور عورتیں

مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

عورت کے دو حصے برابر بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے کہ نہ بہکو اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

صحیحین اور نسائی وغیرہ میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت اُنکے باب میں اُتری ہے وہ کہتے ہیں کہ ایکدفعہ میں بیمار تھا آنحضرت میری خبر کو تشریف لائے میں نے آنحضرت سے کہا کہ میں اپنی بہنوں کی تیسرے حصہ مال کی وصیت کرتا ہوں اُسپر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی امام بخاری نے صحیح بخاری میں کلالہ کی تفسیر میں کہا ہے کہ کلالہ وہ شخص ہے کہ جس کے وارثوں میں باپ ہو نہ بیٹا امام بخاری نے کلالہ کے معنی جو بیان کیے ہیں جمہور صحابہ تابعین اور ائمہ اربعہ کا یہی قول ہے اسی کے موافق حضرت ابوبکر صدیق نے فیصلہ بھی کیا ہے اور اس قول کی تائید حضرت عبداللہ بن عباس کی صحیحین کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اہل فرائض سے جو مال بچ جاوے وہ عصبہ کے طور پر اُس مرد کو دیا جاوے جو میت سے قریب کا رشتہ رکھتا ہو اب یہ ظاہر ہے کہ باپ بہ نسبت بھائی بہن کے میت سے زیادہ قریب ہے اسلیے صحابہ کا اسپر اتفاق ہے کہ باپ کے موجود ہوتے ہوئے میت کے بھائی بہن کو کچھ نہیں ملتا اُوپر جو حضرت جابر کی روایت سے اس آیت کی شان نزول گزری ہے وہ بھی اسی معنی کی مؤید ہے جو امام بخاری نے بیان کیے ہیں کیونکہ حضرت جابر کے باپ آیت کے نازل ہونے کے وقت زندہ نہیں تھے اُحد کی لڑائی کیوقت شہید ہو چکے تھے اور یہ آیت حجۃ الوداع کے راستہ میں نازل ہوئی ہے ان احادیث اور اس اجماع کی بنا پر معنی آیت کے یہ ہیں کہ ایک شخص مر جاوے اور وارثوں میں اُس کا باپ ہو نہ بیٹا تو اُسکی سگی یا باپ کی شریک بہن کا نصف حصہ ہے اور ماں کی شریک بہن کا چھٹا حصہ ہے جسکا ذکر اُوپر گزر چکا اسیطرح جب بہن مرے اور وارثوں میں اُسکا باپ ہو نہ بیٹا تو بھائی سارے ترکہ کا وارث ہو جاویگا اور بہن کی اولاد میں اگر لڑکا ہو تو بھائی کو کچھ نہیں ملنے کا ہاں لڑکی ہو تو اُس لڑکی کے حصہ کے بعد جو کچھ باقی رہیگا وہ بھائی کو ملیگا اگر کلالہ کی دو یا دو سے زیادہ بہنیں ہوں تو اُنکو دو تہائی مال ملیگا اور اگر بھائی بہن دونوں ہوں تو مرد کو دوہرا اور عورت کو اکہرا حصہ ملیگا کلالہ کے لڑکی اور بہن دونوں ہوں تو نصفا نصفی مال دونوں کو ملیگا چنانچہ معاذ بن جبلؓ کا وہ فیصلہ اس باب میں مشہور ہے جو اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کیا تھا جو بلا اعتراض نافذ رہا لیکن یہ صورت بہن کے عصبہ ہونیکی ہے اور آیت میں جو صورت ہے وہ اسکے حصہ دار ہونیکی ہے یہ کلالہ کا مسئلہ صحابہ میں بڑا مشکل مسئلہ مشہور تھا اسلیے کہ میراث کے باب میں یہ آخری آیت ہے جو حجۃ الوداع کے راستہ میں نازل ہوئی ہے اور اس کی سب صورتیں تفصیل سے صحابہ میں پھیلنے نہ پائی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی حضرت عمرؓ نے اس مسئلہ کی تفصیل میں ایک کتاب لکھی تھی لیکن اپنی وفات سے پہلے اُنھوں نے اس کتاب کو ضائع کر دیا لوگوں میں اسکو شائع نہیں کیا اس مسئلہ کے مشکل ہونیکے سبب سے آخر کو فرمایا کہ اللہ نے اس مسئلہ کو اسلیے بیان کر دیا کہ تم اس میں بہک نہ جاؤ پھر فرمایا اللہ اپنے بندوں کی سب ضرورتوں اور مصلحتوں سے واقف ہے اسیواسطے اُس نے ہر طرح میراث کے مسئلے اپنی کتاب میں بیان فرمائے ہیں اور ہر ایک قرابت دار کا حصہ مصلحت کے موافق ٹھیرایا ہے جس مصلحت کو اللہ ہی خوب جانتا ہے

تلک الرسل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	مشکوک	درجے
۱	۲	ایضاً	چاہتا
۳	۲	ایضاً	اُن سے
۳	۳	ایضاً	جو وہ چاہیے
۳	۳	ایضاً	گنجائش ہے
۳	۳	ایضاً	آسمان اور زمین کو
۷	۳	ایضاً	سو برس
۷	۴	ایضاً	ہڈیاں
۱۰	۳	ایضاً	انہیں کو
۱۹	۱۰	ایضاً	پھیر بدل کرتے
۲۴	۲	ایضاً	کتابوں کو
۲۵	۲	ایضاً	زبردست ہے
۳۰	۵	ایضاً	ستاروں کو
۳۱	۳	سوتے	سوئے
۴۹	۷	شرک والا	شرک والے
۵۶	۳	مشکوک	اور جو ملا
۵۷	۸	ایضاً	اُن پر نہ ہلکا ہوا

لن تنالوا البر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۳	کرلی تھی	کرلی تھیں
۱	۳	ماندھے	باندھے
۲		اسے اہل کتاب	تو کہہ اے اہل کتاب
"		سوا اس سے زیادہ	سوا اس سے زیادہ ہے فجر
۱۴	۲	مشکوک	دوڑو
۲۲	۲	ایضاً	کہ اللہ اس سے ڈراسے
۲۲	۵	ہوگئے	ہوگئے
۳۰	۵	ابرا ہے	یہ برا ہے
۴۱	۳	سدھارتے	سدھاتے
۴۴	۳	اولا	اولاد
۴۷	۵	مشکوک	انکو بند رکھو
۴۹	۳	مگرکہ	مگر یہ کہ

والمحصنات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱	۱	مشکوک	تاگے برابر
۴۷	۲	ایضاً	گھر والوں کو
۹۰	۴	ایضاً	حوالہ کریں

غلط نامہ تفسیر منزل اول

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۲۲	دین کے	رین کو
۷	۱۲	بناتے	تباتے
۲۲	۷	آدمی	امی
۲۳	۱۹	تورکر	توڑکر
۲۵	۹	مشکوک	کہنی
۳۰	۲۲	یہ جو چیز	پھر جو چیز
۳۱	۲	وقت	وقت مقررہ
۳۲	۹	مشکوک	انکی
۳۵	۳	نبی نضیر	نبی نضیر کی
۴۰	۲	انحضرت صلعم	انحضرت صلعم نے
۵۲	۴	مشکوک	اولاد
۵۳	۴	ایضاً	خانہ کعبہ

پارہ سیقول

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶	۱	بیت المقدس طرف	بیت المقدس کی طرف
۷	۱۵	مشکوک	تفسیر
۱۱	۱۴	ایضاً	ابن ماجہ میں
۱۲	۱۱	بڑے لوگ	بڑے بڑے لوگ
۱۶	۱۰	مشکوک	ابن عمر سے یہ
۲۶	۱۶	خلاف واقع کرکے	خلاف واقع فیصلہ
۲۷	۲	مشکوک	یہ آیت
۲۷	۳	ایضاً	ہیں
۳۰	۱۴	بہی	یہی
۳۱	۲۲	مشترک	مشرک
۳۴	۲۰	گیے ہوئے دن	گنے ہوئے دن
۳۶	۹	خنیب	خبیب
۳۶	۱۴	تہرا کر	ٹھہرا کر
۴۲	۵	کرو و منزلیں	کرو و منزلیں
۴۲	۱۴	مشکوک	نہ پہنچ سکے
۴۹	۲۰	بچھر	بچھڑ
۴۹	۲۰	رہ گئیں	رہ گئی ہیں
۵۰	۱۲	دنیا ہے	دنیا ہی
۵۱	۴	صحت	صحبت
۵۱	۱۲	عدت کی	عدت کی مدت
۵۷	۶	ابن عبداللہ	ابن عبدالبر
۵۹	۳	مشکوک	آتے تھے

تلک الرسل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	مشکوک	ابن حبان
۲	۲	اخیر پہر	آخر پر
۳	۲	مشکوک	عاملوں کا
۳	۱۲	ایضاً	وہ لوگ
۳	۱۴	ایضاً	غیر اللہ کی پرستش
۳	۱۹	ایضاً	غفلت
۵	۱	ابن ابی حاتم میں	اور تفسیر ابن ابی حاتم میں
۶	۱	مشکوک	اوسکو
۶	۲	ایضاً	بھی
۷	۱۴	ایضاً	قتل
۱۰	۱۹	ایضاً	ملے گا

فہرست مطالب احسن التفاسیر منزل اول

مختصر فہرست کتب افضل الاخبار بک ایجنسی دہلی
بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام عربی محشیٰ